فاعتبروا یا اولی الابصار

بفضل خالق

ذوالجلال والاکرام درین ایام فرخندہ فرجام بااہتمام عامہ کار عالی نظام تاریخ لاجواب

المسمیٰ بہ

محبوب الزمن تذکرۂ شعرائے دکن

حصۂ اول

از تالیف فاضل ادیب عالم لبیب مورخ محقق مولوی ابوتراب

محمد عبدالجبار خان صاحب صوفی ملکاپوری ثم حیدرآبادی

صدر مدرس عربی و فارسی مدرسۂ اعزہ

در سنہ ۱۳۲۹ ہجری

در مطبع رحمانی مطبوع گردید

تعداد جلد یکہزار

حصۂ اول (عمہ)
حصۂ دوم (عمہ)

جملہ قیمت عـہ حالی

اعلان

فہرست کتب مطبوعہ و غیر مطبوعہ مؤلفہ مولوی محمد عبد الجبار خان صاحب

۱ — محبوب الوطن تذکرہ سلاطین دکن حصہ اول ۔ دربیان سلاطین بہمنیہ ۔ عـ۵ حالی

۲ — محبوب الزمن تذکرہ شعرائے دکن حصہ اول (۶۱۲) صفحہ ۔ صمہ حالی

محبوب الزمن تذکرہ شعرائے دکن حصہ دوم (۶۳۶) صفحہ ۔ صمہ حالی

زیر طبع

۳ — محبوب ذی المنن تذکرہ اولیائے دکن ۔ قریب نصف طبع شدہ

۴ — محبوب الانجمن تذکرہ امرا و وزرا، دکن ۔

۵ — محبوب نو و کہن تذکرہ آثار دکن ۔

۶ — محبوب الوطن تذکرہ سلاطین دکن ۔ حصہ دوم دربیان طوائف ملوک دکن

۷ — محبوب الوطن تذکرہ سلاطین دکن ۔ حصہ سوم دربیان سرکار عالی نظام خلد اللہ ملکہ

المشتہر صدر الاسلام خان ولد مولف

فہرست حصہ اول محبوب الزمن تذکرہ شعرائے دکن

دکن زندہ کردم باین آرزو — کہ نامم بماند درین چارسو

ابو تراب محمد عبدالجبّار خان صوفي ملکاپوري براري
حیدرآبادي صدر مدرس عربي و فارسي مدرسہ
اغرہ مولف تاریخ دکن

تمام شد حصہ اول محبوب الزمن تذکرۂ شعرائے دکن

فَاعْتَبِرُوا یَا اُولِی الْاَبْصَار

بفضل خالق ذوالجلال والاکرام دریں ایام فرخندہ فرجام

باعانت سرکار عالی نظام تاریخ لاجواب

المسمیٰ بہ

محبوب الزمن تذکرۂ شعرائے دکن

از تالیف فاضل ادیب عالم لبیب مؤرخ محقق مولوی

ابو تراب محمد عبدالجبار خان صاحب صوفی ملکاپوری براری

حیدرآبادی صدر مدرس عربی و فارسی مدرسۂ اعزہ

در مطبع رحمانی واقع محلہ باؤلی گوگنڈ طبع شد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ جَعَلَ الْاِنْسَانَ اَشْرَفَ الْمَخْلُوْقَاتِ بِالْعِلْمِ وَالْعِرْفَانِ وَکَرَّمَہٗ عَلَی الْحَیْوَانَاتِ بِالنُّطْقِ وَالْبَیَانِ ۔ وَالصَّلٰوۃُ عَلٰی اَفْضَلِ الْمَوْجُوْدَاتِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَعَلٰی اٰلِہِ الطَّاہِرِیْنَ الْکِرَامِ وَعَلٰی اَصْحَابِہِ الرَّاشِدِیْنَ الْعِظَامِ اَجْمَعِیْنَ

حمد و صلوٰۃ کے بعد احقر العباد محمد عبد الجبار خان صوفی ملکاپوری براری حیدرآبادی ارباب سخن کی خدمتمین گزارش کرتا ہے کہ میری مؤلفہ تاریخ دکن المسمیٰ بہ محبوب التواریخ متعدد مجلدات پر شامل ہے اور اُسکی ہر ایک جلد بذاتہٖ مستقل ایک کتاب یگانہ ہے اور ہر ایک کے مضامین بہی جداگانہ ۔ ایک کو دوسرے سے تعلق نہین ہے بناءً علیہ مین نے ہر ایک جلد کو الگ الگ نام سے نامزد کیا ۔ چنانچہ یہہ جلد شعرائے دکن کے تذکرہ پر شامل ہے ۔ اسکا نام بہی دوسری جلدون کیطرح عالیجناب فلک انتساب خورشید رکاب جمشید قباب صاحب جود و کرم بلند حوصلہ و عالی ہمم عایا پرور فیض گستر قدر دان علم و ہنر مربی شعرائے سخنور اعلحضرت قدر قدرت بندگان عالی متعالی میر محبوب علیخان

فتح جنگ نظام الملک آصفجاہ بہادر ششم خلد اللہ ملکہ کے نام نامی سے معنون کر کے محبوب الزمن تذکرۂ شعرائے دکن کہا ۔ اس تذکرہ مین وے شعرا درج کئے گئے جو دکنی المولد والمنشا ہین ۔ یا وہ شعرا جو دکن مین آئے ۔ خواہ یہان فوت ہوے ہون یا دیگر بلاد مین ۔ اور مین نے اس تذکرہ مین شعرا سے اُن شعرا کو درج کیا جو مشاہیر سے گذرے خواہ وہ متقدمین سے ہون یا متاخرین سے بترتیب حروف تہجی لکہا تاکہ ناظرین کو ہر ایک کے حال دیکہنے مین دقت نہو ۔ بتوفیق اللہ المستعان و علیہ التکلان

باب الالف

آصف

عالیجناب میر قمر الدین فتح جنگ نظام الملک آصفجاہ بہادر اوّل بانی ریاست دکن صانہا اللہ عن الشرور و الفتن

آپ کی نسب کا سلسلہ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی سے پہنچتا ہے ۔ اور حضرت کا سلسلہ خلیفہ امیر المومنین ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ سے منتہی ہوتا ہے ۔ آپ کے جد مادری عالیجناب سعد اللہ خان بہادر صاحب قِران شاہجہان بادشاہ ہند کے وزیر اعظم تہے اور جد پدری حضرت شیخ الاسلام خواجہ عابد المخاطب بہ قلیچ خان بہادر ہیں آپکے جد بزرگوار شاہجہان کے آخر عہد مین سمرقند و بخارا سے بتقریب زیارت حرمین شریفین ہند مین آئے ۔ شاہجہان سے ملاقات کی ۔ بادشاہ نے آپکی بہت تعظیم و تکریم کی نہایت اعزاز و اکرام کے ساتہہ ملا ۔ لب فرش تک مسند سے اُٹہہ کے استقبال کیا ۔ اول ہی ملاقات مین چہہ ہزار روپیہ بطور رسم قدم و نشست پیشکش فرمایا ۔ اور مہمان عزیز کو بادشاہی منزل مین اوتارا ۔ اور مہمانی کا اہتمام

نہایت تجمل و شان سے ادا کیا گیا۔ آپکے ہمرکاب مریدین و طالبین تقریباً ایک سو سے
زیادہ تہے۔ تمام کے ساتہہ حسن سلوک کیا۔ پہر شاہجہان نے دوسری ملاقات مین
آپسے درخواست کی کہ آپ یہان تشریف رکہین۔ اور اہل ہند کو اپنے فیض سے
سرفراز فرمائین۔ آپ عالم فاضل و فقیہ کامل جامع علوم معقول و منقول تہے۔ اور
بخارا مین شیخ الاسلام و صدر الاسلام کے لقب سے ملقب تہے اور بخارا مین مدت تک
نذر محمد خان اور اُسکے فرزند سبحان قلی خان کے عہد مین صدر عدالت رہے۔ آپنے
بادشاہ کے اصرار سے ہند مین سکونت اختیار کی منصب چار صدی سے سرفراز کرکے شاہزادہ
عالمگیر کی اتالیقی پر مقرر فرمایا۔ آپ شاہزادہ کی رفاقت مین رہے۔ شاہزادہ صوم و صلوٰۃ کا
پابند تہا۔ اور خواجہ صاحب بہی دین و اسلام کے آشفتہ۔ شاہزادہ آپکی مصاحبت سے
بہت خوش ہوتا تہا۔ آپکی تعظیم و تکریم مین مبالغہ کرتا تہا۔ جب شاہزادہ دکن مین آیا آپ بہی
ہمراہ آئے۔ خواجہ صاحب حسب الحکم فرمان بادشاہی برہانپور مین باضافہ دو صدی خطاب خانی سے مشرف
ہوکے فراغت کے ساتہہ زندگی بسر کرتے تہے۔ ۱۰۶۷ھ سنہ ہجری مین دارا شکوہ بسبب بیماری
بادشاہ وکالتاً امور سلطنت کو انجام دینے لگا۔ اور عالمگیر کے وکیل عیسیٰ بیگ کو جو
حضور مین رہتا تہا قید کیا اور اسکا گہر ضبط کر لیا۔ اور جسونت سنگہ اور قاسم خان کو
عالمگیر کے روکنے کیلئے بہیجا۔ عالمگیر دکن سے مع جمعیت بہ بہانۂ عیادت پدر بزرگوار
روانہ ہوا۔ دار الفتح اجین مین دونون سے مقابلہ کیا۔ عالمگیر کامیاب ہوا دونون
شکست پاکے چلے گئے۔ آپنے جسونت کے مقابلہ مین دلیرانہ کام کئے۔ اور مخالفین کو بہگا دیا
منصب ہزاری و پانسو سوار سے سرفراز ہوئے۔ پہر اجین مین باضافہ ہزاری و دو صد
سوار دو ہزاری ہفتصد سوار سے سربلند ہوئے۔ پہر آپ ۱۰۷۱ھ سنہ ہجری مین بجائے شیخ میرک صدر کے

صدر ہوئے۔ خواجہ کی پارسائی و پرہیزگاری مشہور تہی۔ عوام الناس خواجہ کے
عدل و انصاف سے بیحد خوش تہے۔ پہر آپ سنہ پنجم عالمگیری مطابق ۱۰۷۲ھ سنہ ہجری مین با
مع اصل و اضافہ بمنصب سہ ہزاری و پانصدی ہزار و دو صد سوار سے سرفراز ہوے
اور ۱۰۷۷ھ سنہ ہجری مین باضافہ ہزار و ششصد سوار و خلعت و فیل و صوبہ داری اجمیر سے
ممتاز ہوئے۔ اور سنہ چہاردہم عالمگیری م ۱۰۸۲ھ سنہ ہجری مین صوبہ داری ملتان پر سربلند
ہوئے اور سنہ ۱۸ عالمگیری م ۱۰۸۵ھ سنہ ہجری مین ملتان سے حضور مین بلائے گئے۔
اسی سال مین آپ امیر حاج ہوکے حج و زیارت کیلئے حرمین شریفین روانہ ہوئے اور ۱۰۹۰ھ سنہ ہجری
مین غائبانہ مخاطب بہ قلیچ خان ہوئے۔ اور بادشاہ نے ایک اسپ تازی با ساز
طلا میر شہاب الدین المخاطب بہ غازی الدینخان فیروز جنگ کے سپرد کیا کہ بندر سورت
مین خواجہ کے پاس بہیجو۔ پہر سنہ مذکورہ مین سورت سے آنیکے بعد خلعت صدارت سے
سربلند ہوئے اور سنہ ۱۰۹۳ھ ہجری مین خلعت خاصہ و اسپ و نقارہ سے بلند آوازہ
ہوکے عالمگیر کے ہمراہ دکن مین آئے۔ خافیخان نے لکہا کہ سنہ مذکورہ مین عالمگیر نے
خواجہ صاحب کو ابوالحسن تاناشاہ کے پاس سفارۃً بہیجا تہا۔ پہر آپ ۱۰۹۶ھ سنہ ہجری
مین ظفرآباد کے صوبہ دار ہوئے۔ قلعہ گولکنڈہ کے محاصرہ مین پدر و پسر دونون
عالمگیر کے ہمرکاب تہے۔ گولکنڈہ کے معرکہ مین نمایان کام کئے۔ آخر
۱۰۹۸ھ سنہ ہجری مین قلعۂ مذکور کے محاصرہ مین خواجہ کے دہنے ہاتہہ پر زنبورک کا
گولہ پہنچا۔ خواجہ باستقلال تمام گہوڑے پر سوار خیمہ مین آئے۔ ایسے مستقل
مزاج و قوی دل تہے کہ ضرب گولہ کی کچہہ پروا نہین کرتے تہے۔ جمدۃ الملک اسدخان وزیر
حسب الحکم بادشاہ آپکی عیادت کیلئے آئے۔ اُسوقت جراح استخوان شکستہ کے ریزے زخم سے چن رہا تہا

خواجہ صاحب فراغت سے مسند پر بیٹھے ہوئے تہے۔ مقربین سے باتین کر رہے تہے قہوہ کا دور چل رہا تہا۔ اور فرماتے تہے کہ جراح ٹانکے لگا نیوالا ہوشیار ملگیا ہے دو تین روز کے بعد بتاریخ چہارم ربیع الاول سنہ ۱۰۹۹ ہجری مین اس دار فانی سے عالم جاودانی روانہ ہوئے۔ گولکنڈہ کے قریب حیدرآباد سے تین کوس کے فاصلہ پر مدفون ہوئے۔ مزار و متبرک ہر سال آپکا عرس ہوتا ہے۔ خواجہ صاحب سخی المزاج تہے مکہ و مدینہ مین بیشمار روپیہ مجاورین و شرفا کے لئے بہیجتے تہے۔

اور آپ کے والد ماجد یعنی میر شہاب الدین المخاطب بہ غازی الدینخان فیروز جنگ بہادر باپ کی رحلت کے بعد رفتہ رفتہ منصب ہفت ہزاری تک ترقی کی۔ اور غازی الدینخان فیروز جنگ عالمگیری امرا مین اکبر الامرا شمار کئے جاتے تہے۔ عالمگیر آپ کو بڑی عظمت و محبت سے دیکہتا تہا۔ دکن کے معرکون مین آپکی جان نثاری عرق ریزی و دلیری دیکہہ کے فرزندون سے زیادہ چاہتا تہا۔ جب آپکی کوشش و جان فشانی سے بیجاپور کی فتح حاصل ہوئی۔ اُسوقت آپکے خطاب کے ساتہہ فرزند ارجمند کا فقرہ اضافہ فرمایا۔ رقعات مین لکہتا ہے (فرزند بے ریو و رنگ غازی الدینخان فیروز جنگ بہادر) بیجاپور کے معرکہ مین دکنیون نے عالمگیری لشکر مین رسد کی آمد و رفت بند کر دی تہی لشکر مین بسبب عدم غلہ و دانہ کے کہلبلی پڑی ہوئی تہی۔ تمام بیقرار و جان بلب ہو رہے تہے۔ عالمگیر رسد کے نہ پہنچنے کی خبر سے نہایت ہی بیچین و بیقرار تہا۔ رات کے آٹہہ بجے فیروز جنگ کو بلایا اور رسد پہنچانیکی بابت کہا۔ فیروز جنگ بہادر اُسیوقت مستعد ہوئے مع جمعیت و رسد ہمراہ لیکر عالمگیری لشکر مین مخالفین سے قتال و جدال کرتے ہوئے قریب چار بجے صبح کے پہنچے۔ رسد لشکر مین تقسیم کر کے فی الفور عالمگیر کے پاس آئے۔

از فتحیہ ۱۲

اور عالمگیر کو رسد پہنچانیکی خبر دی۔ اُسوقت عالمگیر بہت ہی خوش ہوا۔ اور فیروز جنگ کی تعریف و تحسین کی۔ خلعت فاخرہ سے سرفراز فرمایا۔ اور دو رکعت شکرانہ ادا کر کے دعا چاہی۔ خدایا آج تیموریہ خاندان کی جسطرح غازی الدینخان فیروز جنگ نے عزت و آبرو بچائی۔ اُسیطرح تو اُسکے خاندان کی عزت و آبرو قیامت تک قائم رکہہ دیکہو عالمگیر کی اس دعا سے کسقدر آصفیہ خاندان کی عظمت و بزرگی ثابت ہوتی ہے آپ عالمگیر کی رحلت کے بعد شاہ عالم کے عہد مین گجرات کی صوبہ داری پر مقرر ہوئے۔ آخر آپنے سنہ ۱۱۲۲ ہجری مین اس دار فانی سے عالم جاویدانی کیطرف رحلت کی۔ آپ کے خلف الصدق عالیجناب فلک انتساب فردوس آرامگاہ حضرت آصفجاہ بادشاہ دکن ہین۔ آپکا اصلی نام میر قمر الدین فتح جنگ نظام الملک آصفجاہ بہادر خطاب ہے و آصف تخلص ہے۔ آپ کی ولادت سنہ ۱۰۸۲ ہجری مین ہندوستان مین واقع ہوئی۔ ولادت کی تاریخ بحساب جمل (نیک بخت) سے برآمد ہوتی ہے۔ آپ کا نشو و نما آسائش و آرام کے گہوارہ مین ہوا۔ ناز و نعم کیا تہہ آپکی تربیت ہند کی آب و ہوا کی آغوش مین ہوئی۔ نشو و نما کے بعد عقل و شعور کے آغاز مین آپکی تعلیم و تربیت عرب و عجم و ترک و ہند کے علمائے افاضل و فضلائے اکابر سے شروع ہوئی۔ آپکے والد ماجد عالیجناب میر شہاب الدین المخاطب بہ غازی الدینخان بہادر نے تعلیم و تربیت کا عمدہ اہتمام کیا تہا۔ اور اخلاق و آداب کی درستی کیلئے برگزیدہ و پسندیدہ ہوشیار و تجربہ کار عمر رسیدہ اتالیق و ادب آموز متعدد مقرر کئے تہے خلد مکان عالمگیر بادشاہ بہی آپکے حالات و آثار دیکہہ کے سمجہتا تہا کہ یہہ ہونہار ہے۔ تاکید مزید کرتا تہا۔ کہ تعلیم علوم کا انتظام عمدہ طرح سے ہونا چاہئے۔ اور حکم کیا کہ میر قمر الدین کو

از احکام البلاد والحکام ۱۲

ہر ہفتہ مین ایکبار سلام و کورنش کیلئے ہمارے پاس پہنچتے رہین۔ چنانچہ فیروز جنگ بہادر
ہمیشہ فراغ تحصیل تک حکم کی تعمیل کرتے رہے۔ جب آپ عالم شباب مین علوم
و فنون کی تحصیل سے فارغ ہوے اور بزرگان سلف کی طرح معقول و منقول و فقہ
و اصول مین ایسی لیاقت و مہارت حاصل کی کہ اقران و امثال سے فائق
و لائق ہوئے۔ تحریر و تقریر مین بے نظیر تہے۔ عربی فارسی و ترکی و ہندی زبان مین
استعداد کامل رکہتے تہے۔ فاضل ادیب عالم لبیب تہے۔ ہر ایک زبان مین نظم و نثر لکہنے
مین ملکۂ تامہ و مدرکۂ کاملہ رکہتے تہے۔ فتوحات آصفیہ کے مولف نے تعلیم و تربیت
کے محل مین لکہا کہ مولانا احمد یار خان مخاطب بہ ترکی خان آپکے اتالیق تہے
ترکی زبان آپکو سکہلاتے تہے۔ مرآت الصفا کے مولف نے لکہا کہ آپ موزون الطبع
تہے شعر گوئی و شاعری کے آشفتہ تہے۔ مرزا عبد القادر بیدل سے اصلاح کلام فرماتے تہے
ذکاوت و سنجیدگی طبع خداداد تہی جو کچہہ آپکے زبان و قلم سے کلام موزون و مضمون
بلاغت مشحون نکلتا تہا۔ نہایت ہی شستہ و صاف ہوتا تہا۔ اصلاح غیر کا محتاج
نہین ہوتا تہا۔ اس فن کے اساتذہ آپکا لوہا مانتے تہے۔ بجز تحسین و آفرین کچہہ نہین کہتے تہے
واقعی آپکے دو دیوان فارسی ضخیم جو مطبع سرکار آصفیہ مین اعلیحضرت بندگانعالی متعالی کے
حکم سے مطبوع ہوئے ہین اُن سے ہمارے معززین مورخین کے کلام کی تصدیق ہوتی ہے
مولف فقیر کے پاس دونون دیوان موجود ہین اُن کے مطالعہ سے محظوظ ہوتا ہون
ناظرین کیلئے بطور نمونہ ہر ایک دیوان سے اشعار انتخاب کرکے گزارش کرتا ہون تاکہ ناظرین
آپکے تبحر علم و مذاق شاعری سے واقف ہو جائین اور اُن کو اِس بات کی پوری تصدیق
ہو جائے کہ آپ عالم و حکیم و صوفی تہے۔ آپ ابتدا مین شاکر تخلص اشعار مین لکہتے تہے

اس دیوان کے اشعار تقریباً دو ثلث تصوف و معرفت کے مضامین مین ڈوبے ہوے ہین
ہر ایک شعر سے وحدت الوجود کے رموز نمایان ہین۔ اور ہر ایک فقرہ سے فقیری
و خاکساری کے کنوز عیان ہین۔ اور بعض اشعار سے اولیاء کرام و اتقیاء عظام کے
ساتہہ آپکی حسن عقیدت و ارادت ثابت ہوتی ہے اور بعض سے نصائح و پند و حکم
و امثال پائی جاتی ہین۔ اور ہمدردی و رحم دلی غربائے بے سر و سامان کے ساتہہ
معلوم ہوتی ہے۔ علی ہذا القیاس دوسرے دیوان کے اشعار بہی جسمین آصف تخلص
فرماتے ہین مضامین متفرقہ علی الخصوص تصوف کا خزینہ ہے) اور آپنے معشوق حقیقی کے
خط و خال و ابروئے رشک ہلال و چشم غیرت غزال و رخسارہ مہ پارہ کی توصیف
و تعریف مین عالم عالم مضامین رنگین گلشن گلشن معانی شیرین سے صفحات کتاب کو
رشک فردوس برین بنا دیا۔ اور استعارات و تشبیہات کے لباس رنگین سے ایسا
آراستہ کیا کہ ارژنگ چین کو کہا دیا۔ آپکے دونو دواوین کی عبارت فارسی سلیس
بامحاورہ مثل اہل زبان ہے۔ میرے نزدیک ایک گلستان دیگر بوستان ہے۔ مدعیان
این زمانہ میرے کلام پر قہقہہ اڑینگے۔ اور کہین گے کہ مولوی صاحب نے تملقاً مبالغہ
کیا ہے۔ واقع مین مبالغہ نہین ہے غور سے ملاحظہ کرین منصفانہ داد دین۔
آپکے دو دواوین کی نسبت مین نے جو کچہہ لکہا امر بدیہی ہے برہان و دلیل کا محتاج نہین
اب مین یہان سے آپکی حکمرانی و کامرانی و عطیۂ سلطانی و تعلق سلاطین تیموریہ
گورگانی وغیرہا کی کیفیت بطور گوشوارہ مشتے نمونہ از خروارہ گزارش کرتا ہون
تاکہ ناظرین آپکے مجمل حال سے واقف ہو جائین۔ یہان تفصیل و تشریح کا محل و
موقع نہین ہے۔ مین نے آپکا تفصیلی حال بشرح و بسط کے ساتہہ محبوب الوطن

تذکرہ سلاطین دکن کی تیسرے حصہ مین پورے طور سے لکہا ہے جو شائق ہوگا وہان ملاحظہ کریگا۔ احوال الخواقین کے مولف نے لکہا کہ آپ خلد مکان عالمگیر کے عہد مین عالم شباب مین چین قلیچ خان خطاب و منصب پنجہزاری سے سربلند ہوئے۔ اور بادشاہ موصوف کے آخر عہد مین بیجاپور کی صوبہ داری پر سرفراز اور شاہ عالم کے زمانہ مین خانخانان بہادر خطاب و صوبہ داری اودہ سے ممتاز ہوئے۔ پہر آپنے چند روز بسبب ناواقفیت امرائے سلطنت منصب و امارت ترک کرکے درویشی اختیار کی گوشہ عافیت مین معتکف ہوئے۔ یہہ امر آپنے حکمت عملی و دانائی سے اسلئے اختیار کیا تہا کہ اُسوقت تمام اولادِ عالمگیر مین فتنہ و فساد برپا تہا۔ ہر ایک سلطنت کا مدعی بن رہا تہا۔ امرا اغراض نفسانی کے سلاسل مین بندہے ہوئے تہے۔ کوئی کسیکی نہین سنتا تہا۔ فتنہ کا بازار گرم تہا۔ ایسے ہنگامہ بیجا مین آپ درویشی و گوشہ نشینی اختیار نکرتے تو کیا کرتے آپ گوشہ مین بیٹہے کے تاک رہے تہے کہ کیا کرنا چاہئے۔ آپ اگرچہ بظاہر گوشہ نشین و فقیر لباس بنگئے تہے۔ لیکن منتظر تہے کہ اونٹ کروٹ بدلے۔ پہر آپ جہاندار شاہ کے اصرار سے گوشہ ترک کرکے حضور مین آئے۔ اصل منصب و خطاب سے سرفراز ہوئے اور محمد فرخ سیر کے سنہ جلوس کے ابتدا مین فتح جنگ نظام الملک بہادر خطاب و ہفت ہزاری منصب و صوبہ داری دکن سے سربلند ہوئے۔ چند روز کے بعد دکن کی صوبہ داری امیر الامرا سید حسین علیخان کے تفویض ہوئی۔ آپ دار الخلافہ مین پہنچے۔ مراد آباد کی حکومت پر مقرر ہوئے۔ پہر آپنے رفیع الدرجات کے عہد مین مالوہ کی صوبہ داری پائی آخر آپ نے امرائے حضور سے نفاق و کینہ کی بو قوت شامہ سے محسوس کی بیدل و پریشان ہوئے۔ اور دل مین عزم بالجزم کیا کہ ملک دکن کو جو ایک صوبہ زرخیز ہے۔

اور امرائے حضور کی باہمی ناموافقت کی وجہ سے ملک زرخیز مین غنیم مرہٹہ کی مداخلت ہو جائیگی۔ ایسا زرخیز ملک ہمارے اہل اسلام کے دست قدرت سے چلا جائیگا تسخیر کرنا چاہئے تاکہ اسلام کے قبضہ مین رہے۔ بناءً علیہ آپ سنہ گیارہ سے بتیس ۳۲ ہجری مین مالوہ سے دکن کی طرف متوجہ ہوئے۔ دریا سے عبور کرکے اولاً قلعہ آسیر پر پہنچے۔ اُسوقت سید طالب علیخان سادات بارہ سے قلعدار تہا۔ آپنے قلعہ کو سید موصوف سے صلحاً مسخر کیا۔ کشت و خون کی نوبت نہ آئی۔ اُسیطرح شہر برہانپور کو محمد انور خان صوبہ دار سے تسخیر فرمایا۔ دونون مقامون سے بیشمار زر و سامان بدست ہوا۔ پہر تیرہ تاریخ ماہ شعبان سنہ مذکورہ مین آپنے سید دلاور علیخان برادر زادہ حسین علیخان امیر الامرا سے جو آپ سے محاربہ کے لئے بترغیب سادات بارہ دار الخلافہ سے مقرر ہوکے آیا تہا موضع حسن پور علاقہ سرکار ہنڈیہ مین قتال و جدال کے بعد فیروزی و کامیابی پائی۔ دلاور علیخان مقتول ہوا سادات بارہ کی فوج درہم برہم ہوگئی۔ آپنے کامیابی کے بعد بلدہ برہانپور مین مراجعت کی۔ پہر چہٹی تاریخ ماہ شوال سنہ مذکورہ مین سید عالم علیخان برادر زادہ امیر الامرا حسین علیخان سے جو صوبہ دکن کا نائب تہا۔ بالا پور ضلع برار کے اطراف مین سخت معرکہ ہوا۔ بفضل خدا اس معرکہ مین بہی آپکو فتح و فیروزی حاصل ہوئی۔ اور عالم علیخان مقتول ہوا۔ سادات بارہ کا طبقہ درہم برہم ہوگیا۔ ان کے اقبال مین زوال آیا۔ انہین ایام مین اعتماد الدولہ محمد امین خان جو سادات کے بعد محمد شاہ بادشاہ کا وزیر ہوا تہا فوت ہوا۔ سنہ ۱۱۳۳ ہجری مین آپ حضور مین بلائے گئے۔ آپ حسب الطلب دار الخلافہ مین پہنچے۔ پانچوین تاریخ ماہ جمادی الاول سنہ مذکورہ مین خلعت وزارت سے ممتاز ہوئے۔ حاسدین رشک و حسد کی آگ سے جلنے لگے۔ اور آپ جو انتظام کرنا چاہتے تہے

اُسکے مخالف ہوتے تہے اور بادشاہ کو غیر واقع سمجہا کے آپکے نسبت بدگمان کرتے تہے
بعض نے رشک سے وزارت سست تاریخ کہی۔ آپنے سنتے ہی فی البدیہہ جواب مین
تاریخی فقرہ کہا کہ وزارتم تحمل۔ انہین ایام مین معز الدولہ حیدر قلیخان اسفراینی
ناظم گجرات نے بغاوت اختیار کی۔ فردوس آرامگاہ محمد شاہ نے صوبہ داری گجرات
و مالوہ کو وزارت و امارت دکن کا ضمیمہ کرکے آپ کو سرفراز فرمایا۔ اور حیدر قلیخان کا
مہم آپکے سپرد کیا۔ آپ حسب الحکم فی الفور جہابودہ قریب گجرات مین پہنچ گئے۔
حیدر قلیخان مقابلہ کی تاب نلاکے مجنون بنگیا مقابل نہین ہوا۔ پہر آپ اپنے
عم بزرگوار حامد خان بہادر کو نیابتاً صوبہ داری گجرات پر مقرر کرکے صوبہ مالوہ مین
آئے۔ مالوہ کی صوبہ داری پر عظیم اللہ خان بہادر اپنے پہوپہرا دبہائی کو نیابتاً معین کرکے
دار الخلافہ مین مراجعت کی۔ بادشاہی امرا آپکی وزارت کے مخالف تہے۔ لہذا بادشاہ کو
خلاف واقع سمجہا کے ورغلایا اور آپکے جانب سے بدگمان کیا۔ بادشاہ نے دکن کی
صوبہ داری آپ سے تغیر کرکے مبارز خان ناظم حیدرآباد کے تفویض کی۔ اُسوقت
آپنے حضور مین عرض کیا کہ دار الخلافہ کی آب ہوا میری مزاج کے مخالف ہے۔ اور
مراد آباد کی ہوا موافق ہے۔ مراد آباد جانیکی رخصت عطا کیجئے۔ آپ کی درخواست
حضور مین منظور ہوی۔ آپ سرعت و عجلت کے ساتہہ دکن کے طرف روانہ ہوئے
تہوڑی مدت مین دکن پہنچ گئے۔ سنہ ۱۱۳۷ ہجری محرم کی تیسری تاریخ مقام شکر کہیڑہ
برار مین مبارز خان صوبہ دار دکن سے مقاتلہ و مقابلہ ہوا۔ مبارز خان مع فرزندان
مقتول ہوا۔ تمام ملک دکن آپکے قبضہ اقتدار مین آگیا کوئی مانع و مزاحم نہین رہا
بادشاہ نے اس خبر کے سنتے ہی صوبہ گجرات پر مبارز الملک سربلند خان تونی۔

اور صوبہ مالوہ پر گردہر بہادر کو مقرر فرمایا۔ پہر چند ایام کے بعد فردوس آرامگاہ محمد شاہ
آپ کی دلجوئی و دلداری کرنے لگے۔ سنہ ۱۱۳۸ گیارہ سو اٹہتیس ہجری مین آصفجاہ خطاب سے
سرفراز فرمایا۔ پہر سنہ ۱۱۵۰ ہجری مین دوبارہ بمبالغہ تمام دار الخلافہ مین بلایا۔ آپ حسب الطلب
نواب نظام الدولہ ناصر جنگ خلف الصدق کو نیابتاً دکن مین مقرر کرکے بادشاہ کے
حضور مین روانہ ہوے۔ آخر ربیع الاول سنہ مذکورہ مین دار الخلافہ مین داخل ہوے
دو مہینہ کے بعد بادشاہ نے آپ کو غنیم کی تنبیہ کے لئے روانہ کیا۔ اور اکبرآباد و مالوہ
کی صوبہ داری عطا کی۔ آپ اکبرآباد آئے محی الدین قلیخان کو جو سعد اللہ خان
وزیر کے بنائر اور آپکے قرابتداروں سے تہے۔ اکبرآباد کی صوبہ داری پر نیابتاً مقرر فرمایا
اور آپ عازم مالوہ ہوئے۔ رستہ مین دریائے چنبل کے کنارے بہت تکلیف سہنی پڑی
پائین اکبرآباد دریائے جمنا سے عبور کرکے مشرقی جانب روانہ ہوئے۔ اٹاوہ ہوتے ہوے
پائین کالپی دوبارہ دریائے جمنا سے گذر کے ملک بوندیلہ مین آئے۔ بوندیلہ کا
راجہ مع جمعیت ہمرکاب ہوا۔ منازل طی کرتے ہوئے بہوپال مین پہنچے۔ باجی راو
مرہٹہ با فواج سنگین دکن سے برآمد ہوا۔ ماہ رمضان سنہ مذکورہ مین بہوپال کے
اطراف مین باہم جنگ جدال کی آگ مشتعل ہوئی۔ طرفین مقابلہ مین برابر و ہمپلہ
تہے کسیکی شکست و کشائش نہین تہی۔ کہ نادرشاہ کی آمد آمد کی خبر گرم ہوئی۔
آپ نے ایسے وقت مین صلح کو جنگ پر ترجیح دی باہم جلد صلح کرکے دار الخلافہ
مراجعت کی۔ نادرشاہ سے معرکہ ہونیکے بعد آپ ہی کے توسل سے باہم صلح ہوئی
بہ نسبت امرائے دیگر نادرشاہ نے آپ کے ساتہہ بہت حسن سلوک فرمایا۔ آپ کی
بزرگی و دانائی کی تحسین کی۔ دہلی کا قتل عام آپ ہی کی عذر خواہی و سفارش سے

معاف ہوا - آپ امیر الامرا صمصام الدولہ خاندوران کے مقتول ہونیکے بعد امیر الامرائی کا منصب آپ کے دیگر مناصب کا ضمیمہ ہوا -

اُنہیں ایام مین نواب نظام الدولہ ناصر جنگ نے مفسدین کے ورغلانے سے خلاف و بغاوت کا راستہ اختیار کیا - آپ حضور بادشاہ سے رخصت لیکر فرزند دلبند کی اصلاح کے لئے سنہ ۱۱۵۳ ہجری مین وارد دکن ہوئے - بیسوین تاریخ جمادی الاول سنہ ۱۱۵۴ ہجری مین اورنگ آباد کے اطراف مغربی جانب پدر و پسر کے فیما بین جنگ واقع ہوا - نظام الدولہ زخمی ہوکے پدر مہربان کے ہاتھہ آیا - پند و نصائح کے بعد قصور معاف کیا - سنہ ۱۱۵۶ ہجری مین کرناٹک کی تسخیر کا عزم بالجزم کیا - اول ترچناپلی کے قلعہ پر محاصرہ کرکے فتح کیا - اور ملک ارکاٹ کو قوم نواعط سے مسخر فرمایا - سنہ ۱۱۵۸ ہجری مین قلعہ بالکنڈہ علاقہ حیدر آباد پر محاصرہ کرکے مقرب خان دکنی کے ہاتھہ سے مسخر کیا آخر سنہ ۱۱۶۱ ہجری مین برہانپور مین آئے - بیمار تھے سنہ مذکورہ مین فردوس برین روانہ ہوے نعش مبارک کو برہانپور سے روضۂ خلد آباد مین لاکے حضرت شاہ برہان الدین غریب کے پائین قبر دفن کئے - یزار و یتبرک - آپکا سالانہ عرس ہوتا ہے - فقرا و مشائخ کو طعام دیا جاتا ہے - اسی سال محمد شاہ بادشاہ و اعتماد الدولہ قمر الدین خان وزیر نے عالم بقا کو رحلت کی - میر غلام علی آزاد بلگرامی نے تاریخ موزون کی ہے[۱]

سہ رکن مملکت ہند از جہان رفتند	فتاد حیف سہ دُرِ یگانہ از کفِ دہر
برائے رحلتِ این ہرسہ یافتم تاریخ	نماند شاہِ زمان و وزیر آصفِ دہر

آپ[۲] دولت تیموریہ کے اعاظم امرا سے تھے - عالمگیر کے تربیت یافتہ - عالمگیر کے زمانہ سے محمد شاہ کے آخر زمانہ تک امارت و وزارت کی صدارت پر صدر نشین رہے

[۱] از سرو آزاد بلگرامی ۱۲ [۲] از تاریخ تحفۃ الخواتین ۱۲..

تقریباً تیس برس تک شش صوبجات دکن کی حکومت پر حکمران رہے - محمد شاہی دربار مین اکثر امرا آپ کے قرابتدار تھے - تمام آپکی خدمت مین نیازمندانہ تسلیم بجالاتے تھے - دربار شاہی مین عقیل و فہیم و متین باوقار و تمکین اگر تھے تو آپ ہی تھے - آپکا نظیر کوئی نہین تھا اکثر امرا آپ سے رشک و حسد کرتے تھے - آپ ہر ایک کے ساتھہ حسن سلوک فرماتے تھے دوست و دشمن کے ساتھہ ہمدردی و مساعدت کرنے مین کوتاہی نہین فرماتے تھے - علما و صلحا و فقرا کی بہت ہی تعظیم و توقیر کرتے تھے - ہر ایک آپ کے عطیۂ عام سے بقدر قسمت پاتا تھا - عرب و عجم و ماوراء النہر و خراسان و سمرقند و بخارا و ہند و سندہ سے آپکی خدمت مین آتے تھے - آپ کے خوان کرم سے سیراب و تازہ ہوتے تھے -

آپ کے یادگار دکن مین متعدد عمارات ہین - برہانپور کی شہر پناہ جو آپ نے سنہ ۱۱۴۱ ہجری مین تیار کی - دوم نظام آباد کی آبادی - و مسجد و کاروان سرا - و دولتخانہ - وہان وغیرہا کو تعمیر کیا { رب اجعل ھذا بلدا آمنا } سے تاریخ ختم تعمیر و آبادی برآمد ہوتی ہے یعنی سنہ ۱۱۴۲ ہجری - سوم حیدر آباد کی شہر پناہ کی تکمیل کی - چہارم ہرسول کی نہر جو عنبر کے زمانہ سے جاری تھی ازسر نو اُسکی ترمیم و تعمیر کرائی - بعض مورخین نے لکہا کہ آپ نے عنبری نہر کے سوا علیحدہ ایک نہر تعمیر کی -

فہرست امرا آصفجاہی جو دہلی سے دکن مین ہمرکاب آئے ہین

معز الدولہ[۱] صلابت جنگ نواب حامد خان عم آصفجاہ - نصیر الدولہ[۲] عبد الرحیم خان عم دوم عوض خان[۳] عضد الدولہ قسورہ جنگ شوہر عمہ آصفجاہ - رعایت خان[۴] ظہیر الدولہ برادر محمد امین خان اعتماد الدولہ وزیر محمد شاہ - متوسل خان[۵] رستم جنگ بہادر داماد آصفجاہ

[۱] از تاریخ فتحیہ ۱۲

ہدایت محی الدین مظفر جنگ آصفجاہ بہادر اول ۔ قادر داد خان عرف شیخ نور اللہ انصاری
حرز اسد خان نبیرہ سعد اللہ خان وزیر برادر علائی متوسل خان ۔ طالب محی الدینخان
نبیرہ سعد اللہ خان وزیر برادر متوسل خان ۔ حسن محی الدین بن محی الدینخان
حفیظ الدینخان ۔ و محمد سعید خان پسران عنایت خان نبیرہ لطف اللہ خان مرحوم
محتشم خان بہادر حشمت اسد خان ۔ ارادت خان بن میر ہدایت اللہ خان
ہدایت اسد خان ۔ میر حافظ خان بن ہدایت اسد خان ۔ خدا بندہ خان نبیرہ
شائستہ خان امیر الامرا ۔ محمد عنایت خان ۔ رحیم اسد خان بن عنایت خان
عزیز بیگ خان ۔ خواجہ عبد اللہ خان ۔ خواجہ سعد الدین ۔ اہتدا خان مرزا مہدی
شیخ عاقل خان کنبوہ ۔ محمد انور خان ۔ میر مرزا خان ۔ میر سیف الدینخان ۔ رستم بیگخان
میر اسمعیل المخاطب میر مسافر خان ۔ برقنداز خان ۔ پورنچند دیوان ۔ مرزا محمد
حکیم عبد الحسین خان ۔ صف شکن خان مجاہد جنگ ۔ میر اعظم ارادت خان
ہاشم قلیخان عرف میر محمد ہاشم جرأت تخلص ۔ شیخ محمد انور مرادآبادی ۔ محمد عاقل خان
عاقل تخلص ۔ محمد امین خان متخلص بہ مطلع ۔ حکیم محمد امین الدین اصفہانی
حکیم محمد جعفر شیرازی ۔ حکیم محمد اصفہانی ۔ حکیم جعفر ثانی ۔ محمد ولایت ۔
محمد نیابت ۔ مرحمت خان بن امیر خان ۔ طالب علیخان ۔ حکیم محمد تقی خان
رحیم خان مغل رفیق قدیم ۔ فتح اللہ خان بہادر عالمگیری ۔ فتحیاب خان برادر زادہ
فتح اللہ خان ۔ راو رنبھا نبالکر ۔ سید جمال خان بن قسورہ جنگ ۔ شیخ ابو الخیر خان
محمد غیاث خان بہادر ۔ علی اکبر خان ۔ فدوی خان ۔ سیادت خان ۔ دیانت خان
اسد اللہ خان بن عمدۃ الملک امیر خان ۔ عنایت اسد خان ۔ اسمعیل خان خویشگی

کنور رجا نچند بہادر بن راجہ ستر سال ۔ خواجم قلیخان ۔ بہادر دلخان قلماق ۔
راجہ گوپال سنگہ ۔ ہمت یار خان ۔ بایزید خان ۔ منور خان خویشگی ۔ ترکتاز خان
باجیراو ۔ راجہ ساہو ۔ سید غضنفر علیخان ۔ رائے سلطانجی نبالکر ۔ عبد المجید خان
عبد اللہ خان ۔ طاہر خان ۔ عطا یار خان ۔ محمد یوسف خان تورانی مولف تاریخ فتحیہ
عبد الفتاح خان ۔ عبد العزیز خان ۔ میر عبد الرزاق خان ۔ میر صفی اللہ خان
میر شمس الدین خان ۔ لشکر خان ۔ سید شریف ۔ * مین نے ان تمام امرا کے
حالات چوتہی جلد محبوب انجمن تذکرہ امرائے دکن مین لکھے ہین ۔

مشائخ وقت معاصر آصفجاہ مرحوم

شاہ نظام الدین اورنگ آبادی ۔ میان شیخن ۔ شاہ محمود نقشبندیہ ۔ شاہ سلیمان
شاہ نور اللہ ۔ شاہ محمد علی ۔ میر محمد ماہ ۔ غلام حسن قادری ۔ شاہ یونس درویش
سید شاہ علی ۔ میان یار محمد ۔ شاہ محرم وغیرہم قدس سرہم اجمعین ۔

آپ کی اولاد

شش پسر ۔ پنج دختر ۔ کل (۱۱)

محمد پناہ المخاطب بہ غازی الدینخان فیروز جنگ ثانی ۔ میر احمد المخاطب نظام الدولہ
ناصر جنگ ۔ میر محمد خان المخاطب صلابت جنگ ۔ میر نظام علیخان اسد جنگ
خواجہ شریف خان بہادر بسالت جنگ ۔ میر مغل علیخان بہادر ۔ دختر اول
مسمی خیر النسا بیگم منکوحہ متوسل خان ۔ دوم منسوبہ با خلاص خان بن سعید احمد خان
سوم با میر ابراہیم خان بن میر کلان خان قلعدار بیدر ۔
ناصر جنگ کی دو ہمشیرہ حقیقی کی نسبت کس سے ہوئی ۔ معلوم نہین ہوا ۔

انتظام مملکت

آپ جب دکن مین دلاور علیخان و عالم علیخان و مبارز خان کے مقابلہ و مقاتلہ سے
فارغ ہوئے۔ تب انتظام مملکت کے طرف متوجہ ہوئے۔ اُسوقت دکن کے تمام بلاد
و قصبات و دیہات مین محمد شاہی امرا و افاغنہ کرنول و شاہنور۔ و بدنور و کڑپا وغیرہا
بلاد مذکورہ پر قابض و متصرف تھے۔ مالکانہ تصرف کرتے تھے۔ اگرچہ اونکو ملک سے
دیہات و قصبات بصیغہ جاگیر دئے گئے۔ لیکن وے اُسکو جاگیر التمغا یعنی جاگیر
نسلاً بعد نسل تصور کرتے تھے۔ اور بادشاہ کو سالانہ بطور پیشکش و نذرانہ کسیقدر رقم
بہیجدیتے تھے۔ اور امرا و زرا کو بھی تحائف و نذرانہ معقول دیکے فراغت سے من بہاے
حکمرانی کرتے تھے۔ بیچارہ رعایا اُن کے تابع و مطیع تھی۔ رعایا مظلوم کی دادرسی و فریادرسی
کی کوئی سبیل نہین تھی۔ افاغنہ سیاہ و سفید کے مالک تھے۔ آپکو باوجود کامیابی دکن
مین امرائے بادشاہی و افاغنہ مرفوع القلم کا تابع کرنا دکن کے معرکون سے زیادہ مشکل
مسئلہ تھا۔ آپنے دانائی و حکمت عملی و بردباری کا طریقہ اختیار کیا۔ ہر ایک فرد امرا و افاغنہ کے
ساتھ خوش خلقی و حسن لطف سے پیش آتے تھے۔ اور اُنکی دلجوئی و دلداری مین
ایک دقیقہ فروگذاشت نہین فرماتے تھے۔ اور اُن کے خواہش کے موافق کاربند
ہوتے تھے۔ اور آپ ہر ایک سے یہی فرماتے تھے کہ اے برادران من! مین نے ملک دکن
جو زرخیز ہے اس غرض سے تصرف مین لیا۔ کہ اہل اسلام کے ہاتھ سے غنیم مرہٹہ کے
تصرف مین نجائے۔ آپ خوب جانتے ہین کہ امرائے بادشاہی اغراض نفسانی کے
شکنجہ مین مبتلا ہین۔ اور حضرت پادشاہ عیش و عشرت مین مصروف ہین۔ علاوہ این
امرائے دربار مین باہم اتفاق نہین۔ نفاق کا بازار گرم ہے۔ افاغنہ و امرائے بادشاہی

آپ کی جادو بیانی سے مسخر ہوئے۔ اور آپکے مُطیع و مُعین ہوئے۔ جو نذرانہ
و پیشکش بادشاہ کو دیتے تھے۔ آپکی خدمت مین پیش کرنے لگے۔ آپ بھی ہر ایک
کو بحسب منصب و خلعت و انعام و خطاب عطا کرتے تھے۔

کرنول و کڑپہ کے افاغنہ اولاً آپ کی اطاعت سے انکار کرتے تھے۔ اور کہتے تھے
کہ ہم اور آصفجاہ ایک ہی بادشاہ کے ملازم ہین۔ ہم باہم مساوی درجہ ہین۔ ہان
ہم اس شرط پر اطاعت کرین گے۔ اور آصفجاہ کے مُعین و مددگار رہون گے۔ کہ آصفجاہ
ہم سے مساوی طریق سے ملین۔ اور ملاقات کیوقت ہمارا استقبال کرین۔ اور
ہم کسیقدر جُہک کے سلام کرین گے۔ اور دربار مین بازو مین بیٹھین گے۔ آپنے افاغنہ
کی تمام شرائط قبول کین۔ اور اونکو اطاعت کے دائرہ مین لیا۔ افاغنہ نہایت
خوشی سے مطیع و فرمان بردار ہوئے۔

اسیطرح مچھلی بندر کے صوبہ دار خواجہ عبد اللہ خان و خواجہ رحمت اللہ خان دونون
بھائی بھی آپ کے حسن اخلاق و اشفاق دیکھکے صلحاً تابع ہوگئے۔ تخمیناً ایک کرور روپیہ
نذرانہ و پیشکش دیا۔ آپ خواجگان عالی شان سے بہت ہی خوش ہوئے۔ اور خلعت فاخرہ
و انعام وافرہ و جاگیر معقول سے سرفراز فرمایا۔ اور اپنے خاندان کی ایک دختر نیک اختر
سے شادی کردی۔ خواجگان تا بہ زندگی آپکے مطیع و تابع رہے۔ اور خدمات جلیلہ
پر فائز المرام ہوتے رہے۔ چوک کی مسجد خواجہ صاحب کی یادگار ہے۔ مین نے خواجگان
عالیشان کا حال محبوب انجمن تذکرہ امرائے دکن مین مفصل لکھا ہے۔

علیٰ ہذا القیاس جب آپ دورہ مین نکلے۔ شاہنور پہنچے۔ وہان عبد المجید خان میانہ
حکمران تھا۔ آپ بیرون بلدہ میدان پر فضا مین فروکش ہوئے۔ آپکے ہمراہ

جمعیت پیادگان و سواران ایکہزار سے زاید تہے - علاوہ این نقبا و چوبداران
و خدم و حشم بہی تہے - آپنے خانصاحب کو یاد فرمایا - خانصاحب غرور و رعونت
مین ڈوبے ہوے تہے - ملاقات کے آنے مین پس و پیش کرنے لگے - لیکن آپکی
لطف و مدارات جادو کا اثر کرتی تہی ملنے کیلئے راضی ہوا - اور کہا مین آصفجاہ سے
اس شرط پر ملونگا کہ اُنکا صاحبزادہ میرے لینے کے لئے آئے - اور عند الملاقات آصفجاہ
میرا استقبال کرین - آپنے خانصاحب کی درخواست قبول کی - فی الفور ناصر جنگ
کو مع جمعیت سواران و پیادگان خانصاحب کے پاس بہیجا - خانصاحب خوشی کے مارے
پہولے کہ جامہ مین نہ سمائے - ناصر جنگ کے ہمراہ آپکی خدمت مین آئے - آپنے نہایت
خندہ پیشانی سے چند قدم استقبال کرکے خانصاحب سے معانقہ و مصافحہ کیا -
خانصاحب آپکی مدارات و خاطرداری سے ممنون و مشکور ہوئے - اور اپنی غلط فہمی
کی معافی چاہی - اور پیشکش و نذرانہ پیش کیا - آپنے نہایت ہی مسرت کے ساتھہ
منظور فرمایا - اور خانصاحب کو خلعت و جاگیر و منصب بر بدستور سابق بحال رکہا
اسیطرح آپنے آہستہ آہستہ دکن کے تمام امرائے بادشاہی و افاغنہ و راجگان و
نایکان کو مسخر فرمایا - آپکے مزاج مین تحمل و رحم زائد تہا - تالیف قلوب لطف و مدارات
سے کام لیتے تہے - اور سرکاری امور مین عجلت نہین فرماتے تہے -

مالگزاری کا انتظام

جب آپ ملک کی کشائش و امرائے محمد شاہی کی تسخیر سے فارغ ہوئے - تب زمین
مزروعہ و غیر مزروعہ و محاصل کی کمی بیشی کے طرف رجوع ہوئے - دکن مین زمین کی
پیمایش و غلہ کی تقسیم کا کوئی دستور العمل و قانون مقرر نہین تہا - ایک جوڑی بیل کی زراعت کی

از خافیخانی ۱۲

تہوڑا سا محصول مقرر کرلیتے تہے - پرگنات و بلاد مین مختلف طور سے لیا جاتا تہا
غلہ کی آمدنی کی کمی و بیشی کی کچہہ باز پرس نہین ہوتی تہی - اور سلاطین چغتائی
و راجگان دکن کے فیما بین معارکے و محاربے ہونیکی وجہ سے دکن کے اکثر پرگنات
و دیہات ویران و خراب ہوگئے تہے - بے چراغ و بے مکین پڑے ہوئے تہے - رعایائے
مالگزار فرار ہوگئی تہی - کوئی زمیندار وطن کیطرف رخ نہین کرتا تہا - روز بروز ویرانی
بڑہتی جاتی تہی - مرشد قلیخان صوبہ دکن عالمگیری نے جو سیاق دان ہوشیار و متصدی
پیشہ تہا دکن مین ٹوڈرمل اکبری کے طرح ایک دستور العمل مرتب کیا - ملک کی آبادی مین
کوشش کرنے لگا - ہر ایک ضلع مین امنائے فہمیدہ و متدین مقرر کئے - اور زمین
کی پیمایش شروع کی - زمین پیمائش شدہ کو رقبہ کے نام سے ملقب کیا - اور زمین کو
دو حصون پر تقسیم کیا - ایک قابل زراعت دوم غیر قابل یعنے زمین کوہ و ہاموں -
ہر ایک گانون و پرگنہ مین پٹیل مقرر کیا - جس مقام مین اصلی مقدم سابق کے
وارث ہوتے تہے تو انکو بحال کرتا تہا - اور جہان مقدم قدیم مفقود الخبر ہو تو
وہان متدین شخص کو جدید مقدم کرتا تہا - اور زمینداروں کی تالیف قلوب
مین ہمہ تن مصروف رہتا تہا - زمینداران نادار کی بیلون اور با احتیاج زراعت
سے بطریق تقاوی اعانت و امداد کرتا تہا - اور موسم فصل پر مقدم کے
ذریعہ سے قسط قسط وصول کرتا تہا -

محصول کے وصول کے طریقے

محاصل کے وصول کے تین طریقہ تہے ایک یہہ غلہ کا تودہ تخمینہ کرکے - ثلث یا نصف
لیتے تہے - یا ثلث و نصف غلہ کی قیمت اندازہ کرکے وصول کرتے تہے -

دوسرا یہہ تہا غلہ کی تقسیم یعنی بٹائی تین قسم پر تہی - اولاً جو غلہ بارش کے پانی سے پیدا ہوا ہو اوس سے نصف لیا جاتا تہا - ثانیاً جو غلہ کوئین و باولی کے پانی سے پیدا ہوا وسمین سے ثلث لیا جاتا تہا - اور غلہ کے سوا جو چیز مثلاً انگور و انجیر و نیشکر و خشخاش و ہلدی و زیرہ وغیرہ پیدا ہو اوسکا نوان حصہ لیا جاتا تہا - مولف فتحیہ نے لکہا کہ نوین حصہ سے چوتہی تک لیتے تہے - ثالثاً جو چیز ندی و نل و چشمہ کے پانی سے پیدا ہو اوسکا قاعدہ مقامات کے لحاظ سے نوان حصہ یا اوس سے کم و بیش مقرر کیا جاتا تہا - تیسرا طریقہ غلجات و بقولات کے ہر ایک جنس سے ربع لیا جاتا تہا - مزروعہ کا مقدار نرخ مشخص کرکے فی بیگہ دستور العمل مقرر کیا تہا - پچاس کے بعد ہر ایک جنس سے مختلف طور پر محصول لیا جاتا تہا - یہہ قاعدہ دکن کے تین چار صوبجات مین جاری ہوا تہا - اسکو مرشد قلیخان کا دہارہ کہتے تہے

اعلیحضرت آصفجاہ قدس سرہٗ کے

عہد[51] میمنت مہد مین بموجب دہارہ مرشد قلیخان عمل درآمد رہا - بعد مین مختلف طریقے رہے - اکثر تعلقدارون کو ایک ضلع بالمقطع دیا جاتا تہا - تعلقدار سے ایک معتدبہ رقم سالانہ مقرر کی جاتی تہی - علاوہ این سالانہ پیشکش و نذرانہ حسب موقع و مقتضائے وقت لیا جاتا تہا - تعلقدار ضلع کے سفید و سیاہ کا مالک و مختار ہوتا تہا - جسقدر چاہتا تہا رعایا سے وصول کر لیتا تہا - اسوجہ سے رعایا تنگ حال رہتی تہی - اکثر زمیندار تعلقدارون کی سختی و بیرحمی سے جلاوطن ہو جاتے تہے - دیہات و مواضع ویران و بیچراغ پڑے رہتے تہے - سرکاری محاصل پر نقصان پہنچتا تہا - کوئی اس نقصان کیطرف توجہ نہین کرتا تہا - جاگیرات مین بہی اسی قسم کی بدانتظامی

[52] از روزنامچہ آصفی مولفہ لچھمی نراین ۱۲

رہتی تہی - جاگیردارون کے نائب جو چاہتے تہے کرتے تہے - رعایا کے لئے کوئی قانون و دستور العمل نہین تہا جسکی پابندی ہو - اسیطرح سے عالیجناب نواب سالار جنگ بہادر مرحوم اول کے زمانہ وزارت تک پریشانی رہی - پہر عالیجناب نے از سر نو پیمایش کرائی - خراج و محاصل کے قوانین و دستور العمل مرتب کرائے - بالمقطع دینا بالکلیہ موقوف کیا - سرکار انگلشیہ کی طرح زمیندارون کو قول و پیمان سے زمین دینے لگے اور محاصل واجبی مقرر کئے - تاکہ کسیکو موقع شکایت نرہے - مین نے عالیجناب مدار المہام کی سوانح عمری تفصیل کے ساتہہ محبوب انجمن تذکرۂ وزراء دکن مین لکہی ہے - یہان اوسکا موقع و محل نہین ہے صرف بطور نمونہ لکہدیا - میرے پاس تین روزنامچے بطور گزیٹیر ایک اورنگ آباد - دوسرا بیدر - تیسرا برار موجود تہے - اونمین محاصل و زمین کی کیفیت شرح وار مرقوم تہی - افسوس صد افسوس وہ تینون روزنامچے میرے کتبخانہ نوادر کے ساتہہ موسی ندی کی طغیانی مین غرق آب و نذر سیلاب ہوگئے -

فہرست خدمات مفوضہ خانسامان یعنی دیوان خانگی

1. تعیر لق اہل خدمات شاگرد پیشہ
2. جواب محاسبات و فہرست مطالبات
3. دستور کارخانجات وخزانہ
4. فرمائش حضور
5. تصفیہ کرایہ واجرت
6. ضبط محصول باغات و کرایہ دکاکین و جہوپڑیہا
7. جواب التماس متصدیان کارخانجات
8. افراد عرض کارخانجات
9. دستک انعام
10. روزنامچہ صوبجات و روزنامچہ کتاب
11. دستخط بر عرائض
12. تمسکات مال ضمانتی شاگرد پیشہ و متصدیان
13. تصدیقات حاضری داروغہ و اسناد و شرف تحویلداران
14. عرض کارخانجات
15. تشخیص قیمت جنس پیشکش
16. نذر خیرات و سوغات
17. تصدیق انعام جنسی و انعام بصاحب رسالہ تعلقدار
18. جانورونکا یومیہ خوراک مقرر کرنا -

۱۹	۲۰	۲۱
باربرداری کارخانجات کو تقسیم کرنا۔	دستکات اجناس مستعار جو کارخانہ سے دیتے ہین	بادشاہزادونکی شادی کا انتظام و اہتمام
دستک راتبہ طعام بہ نسبت کمی و اضافہ بدفتر خانسامان	طلوامیر تحصیل محاسبات بخشیان بدفتر خانسامان	ضبط اموال بالحاق خانسامان
طرح عمارات	تعین مقامات دواب	سرانجام کارخانجات
نرخ اجناس		

خدمات مفوضہ میر آتش متعلقہ توپخانہ۔

جماعت امیدواران بندگی از ہرکہ اسپ بکار آید وسقطی شود وبرائے ہرکہ اضافہ باید گرفت استادہ نماید۔ پیش کند	برقندازان تیراندازی و دستخط چہرہ ملاحظہ کند
دستک داغ و تصحیح چوکی برقندازان از دفتر میر آتش نوشتہ شود	دستک منصبداران و توپخانہ و افواج و صوبجات و منصبداران داغ تصحیح از دفتر میر آتش نوشتہ شود
مطالبہ عرضی عرض کند	دستک تنخواہ اجناس توپخانہ و افواج و قلعجات بمہر میر آتش
سوال تنخواہ حاضری و دیگر مقدمات بدستخط میر آتش	روزنامچہ داغ تصحیح بدفتر میر آتش

آپنے دارالخلافہ مین وزارت کے بعد انتظامات ذیل محمد شاہ بادشاہ کی خدمت مین خیرخواہانہ عرض کئے

حاسدین نے بادشاہ کو آپکے جانب سے بدگمان کیا۔ وہ انتظامات خارج مین موجود نہونے سے نہین ہوئے

آپ دل مین کشیدہ و رنجیدہ ہوئے۔ اسی قسم کے اسباب ہان یعنی دربار شاہی سے نکلنے کے مہیّا ہوئے۔

تفصیل انتظامات

اول۔ محال خالصہ کا اجارہ موقوف کرنا چاہئیے۔ اس لئے کہ اجارہ و مقطع ملک کی خرابی و تباہی کا باعث ہے۔

دوم۔ رشوت جو نامزد پیشکش ہے اوسکو موقوف کرنا چاہئیے۔ اسطرح سے لینا بادشاہون کی شان کے خلاف ہے۔

سوم۔ جزیہ ہنود پر بدستور مثل زمانہ خلد مکان عالمگیر جاری رکہنا چاہئیے

چہارم۔ عرض کیا کہ ہمایون بادشاہ شیرشاہ کی وجہ سے ایران گیا تہا۔ اور شاہ ایران نے اعانت کی تہی۔ فی الحال افاغنہ ایران پر حملہ کررہے ہین۔ اسوقت اگر شاہ ایران کی اعانت کی جائے تو آیندہ تیموریہ خاندان کی نیک نامی ہمیشہ تک باقی رہیگی محمد شاہ نے فرمایا کسکو روانہ کرون۔ آپنے فرمایا آپ جسکو تجویز کرین وہ حکم کی تعمیل کریگا۔ والّا اس خانہ زاد کو تجویز کرین بدل و جان کوشش کرے گا۔

ایضاً

آصفجاہ[2] مرحوم نے سنہ ۱۱۳۵ ہجری مین دکن کا پورے طور سے بندوبست کیا۔ اور رعایا کو زمینداران مفسد و مقدمان ظالم و نایکان سرکش کے شکنجہ ظلم سے رہا کیا۔ تمام سرکشون کو مطیع و مسخر فرمایا۔ اور اکنکیرہ و پرگنات گدوال و سرکار ایلگندل وغیرہا کے راستون و جہاڑیون کو رہزنون کی تاخت و تاراج سے پاک و صاف کیا۔ کوئی راہزن باقی نہین چہوڑا۔ آپ کے اہتمام سے تمام راستے جاری ہوئے۔ مسافرین تجار کو

ا؎ از منتخبہ ۱۲ ۲؎ از خافیخان جلد دوم ۹۷۲ صفحہ ۱۲

امن و آرام ملا۔ فراغت سے آمد و رفت کرتے تھے۔ کسیکا مال و اسباب تاراج و غارت نہیں ہوتا تھا نہ کسیکی جان ہلاک ہوتی تھی۔ تمام رعایا آپ کے عدل و انصاف سے خوش تھے۔

ایضاً

سادات بارہ نے مرہٹہ کو دکن کے محاصل سے چوتھہ کی سند عطا کی تھی۔ اور جاگیردار چوتھہ سے مستثنی تھے۔ لیکن مرہٹہ کے گماشتے جاگیرداروں سے بھی ظلماً چوتھہ لیتے تھے۔ اور علاوہ چوتھہ فی صدی دس روپیہ حق دیسمکھی بھی رعایا سے وصول کرتے تھے۔ رعایا پر سخت ظلم و ستم ہوتا تھا۔ آپ جب دکن میں حکمرانی کرنے لگے۔ تب آپنے ایسا بندوبست کیا کہ چوتھہ کا معاوضہ زرنقد صوبہ حیدرآباد کے خزانہ سے دیا جائے۔ اور مرہٹہ رعایا و جاگیرداروں سے کچھہ تعلق نرکہے۔ اور آپنے حق دیسمکھی کو موقوف فرمایا۔ اور چوتھہ وحق دیسمکھی کے محصلین کو برخاست کیا۔ تمام رعایا و جاگیرداران دکن آپکے حسن انتظام سے خوش خرم ہوئے۔ اور مسافرین بھی آپکے شکر گزار ہوئے۔ سر دیسمکھی و راہداری کے گماشتے مسافرین تجار کو بہت تنگ کرتے تھے۔ مرہٹہ کے ظلم سے تجارت کا بازار سرد تھا۔ آپ کے عہد میمنت میں تجارت کا بازار گرم ہوگیا۔ سوداگر مال و دولت سے مالامال بنگئے۔

اس دیوان کے اشعار منتخبہ جسمین آپ آصف تخلص فرماتے ہین مندرجۂ ذیل ہین

آصف

حرف الف

اشتیاق دیدن آن بیوفاداریم ما — گو کدورت درروش باشد صفاداریم ما

از خافی خانی جلد دوم ۶۳ و صفحہ ۱۳

از پناہِ دیگران باشد پناہِ ما قوی — ہرکس اینجا گر کسے دارد خدا داریم ما

در حضورش راست استادن عبادت سرورے ست — این غبار از درگاہِ او بپا داریم ما

از یکے دہ میشود نقدے کہ کس را میدہیم — در میانِ کیسۂ خود کیمیا داریم ما

تو تیائے در ضیا بخشی ازین بہتر کجاست — در فضائے چشم خود آن خاکِ پا داریم ما

سر کشیہا روزی دنیا پرستان باد و بس — در دلِ خود شیوۂ تسلیم و رضا داریم ما

از تصور کردنِ روئے چمن پیرائے او — در نظر آصف چہ باغ دلکشا داریم ما

ولہ

گریہ و نالہ شبینۂ ما — ہست مفتاحِ گنجِ سینۂ ما

در تواضع نشانِ رفعت ہست — پستی ما شدہ است زینۂ ما

ولہ

با صاحب آئنے سروکار ست دلم را — با سرو روانے سروکار ہست دلم را

شد سینۂ من چاک ز عشقِ رخ صافی — با ماہ و کتانی سروکار است دلم را

شد شہرۂ عالم دلِ بیتاب بہجرت — با نام و نشانی سروکار ست دلم را

آصف شدہ ام کشتۂ گفتار نگارے — با تیغ زبانی سروکار ست دلم را

ولہ

درکارہا رعایتِ اسباب لازم است — باشد کمان و تیر جدا تیرزن جدا

شبہائے ماہ تیرہ شد از دود آہ ما — تا گشتہ ایم آصف از ان ہمنشین جدا

ولہ

درد و سوز و وجد و ذوقِ دل بود سامانِ ما — عشق نازل کرد این آیات را در شانِ ما

می کند آن مہ جفا و ما تحمل میکنیم — شد با حسانش مقابل صورت احسانِ ما

در جدائی گرم بیتابی ست اعضا یک قلم — می طپد دل در رہِ وصلت برنگ جانِ ما

میرویم آصف بکوئے او سبکتر از نسیم — ہیچ ننشیند غبار راہ بر دامانِ ما

ولہ

رونقی دارد ز عشق ماہ رویت کارِ ما — ہمسری با عرش جوید گوشۂ دستارِ ما

بسکه بگریزم با نیرنگِ حسن از عشقِ تو
صرف کن ای بوالهوس فهمیدهٔ نقدِ خویش را
هرچه می باید ز مشکِ عنبرِ سارا درست
حیف آصف عشقِ پاک یک لحظه پنهان نماند
دعا گفتم از شورِ جنون امروز طاقت را
نه آسانست عاشق گشتن ایدل غم بخور چندی

وله

ز میدانِ وفا ننگ ست سر برداشتن رفتن
ضرور افتاد طالب را ذکائی در سبق خواندن
نمایان ست آصف را باید نقد جانبازی

وله

بود از موجها چینِ جبینِ محفلِ دریا
اگر مردانه کس از لجهٔ هستی برون آید
محیطِ عشق و بحرِ شوق باشد در دلِ آدم
خراج از بحر میگیرد همین بد بیر انسان را

وله

درد سر ز فکرِ دنیا می کشی ایدل چرا
خودنمائی می کند کس را ز معنی بی نصیب
هستیِ بی همتان را چون سرِ آب بگو

کمتر از زلفت نباشد رشتهٔ زنارِ ما
جز متاعِ دردِ عشقی نیست در بازارِ ما
زلفِ خوشبوی تو باشد طبلهٔ عطارِ ما
آشنائی می کند فریادِ دل بر پا به ما
که با دیدیم در جولانِ آن قامت قیامت را
در آئینِ محبت جلوه پروازیست مجنون را
ازین شیران هر دل کس نه فهمید این قباحت را
ندارد گر کسی همت چه فهمد ره کاکت را
غنیمت دان بر آسوده خود امروز فرصت را
هوائی گر نباشد حل شود این مشکلِ دریا
ز هر موجی باد آماده باشد ساحلِ دریا
گر شد از خاکساریها درینجا محملِ دریا
حباب گوهرست و قطره آصف حاصلِ دریا
چون قناعت چند بی داری شدی غافل چرا
همچو خطِ موجِ دریا گشته باطل چرا
گشت زاری بود پیدا گشت بی حاصل چرا

حرف التاء

چندان نبود معتقد محض توکل
چون رواجِ بد درین دوران بود

وله

تا به کمر خویش کسی زادِ سفر نیست
اعتبارِ شخص در پا جیگر نیست

هر کرا باشد نظر انسان بود
مغزِ هر کار است محو او شدن

وله

بود مرادِ دلِ آصف بنکِ جانفزا گفت

وله

ببین کوشش که مقصود [illegible] ایدل را
دلیر عفوِ تو امروز کرد آصف را

وله

پاسِ مهمان داشتن آمد ضرور

هر که بشناسد گهر را جوهریست
ورنه کارِ هر دو عالم سرسریست
سلامت همه آفاق در سلامتِ نیست
که دامِ صید حلاوت ز خاکساری نیست
گناهگار با امید پرورده دایه ایست
هر نفس خود مهمانِ دیگر است

حرف دال مهمله

در خیالِ تردد ترسد شخص بجائی

وله

عاشق ز موجِ گریه دلی شاد میکند

وله

سزاوارِ محبت نیست قطعِ دوستی کردن
ز یاران زمانی نیست امیدِ وفا هرگز

وله

برگِ غفلت تواند نشتر تیزی زدن
میرسد از صحبتِ نیکان بدان را فیضها
فیضِ چشمِ اشکبار آصف تماشا کردنیست
عاصیان هم قائلِ حدت چو هنگامی شنوند

مانده است بره هر که نگاهی به قفا کرد
هر روی آب خانه آباد میکند
نمیرسد یار ما گر نیستی می باید کمی برسد
خوشا یاری که در شادی بیاید در غمی پرسد
هر که مژگان را شب از اشکِ ندامت تر کند
عاقبت آمیزشِ اکسیر را زر کند
آب در گوهر چو باشد قدرش افزونتر کند
هر عرض پیشِ نظرها جلوهٔ جوهر کند

حرف رای مهمله

تعقدی کن و افزای جانفشانی ما
همچنان کز انجا جام دلم لبریز هست
عفو ست گلِ تازهٔ افضالِ الٰهی

وله

که کار پیش نماید بخود شدی مزدور
کیسهٔ طبعِ نگارا ز نقدِ استغناست پر
از شرمِ عرق ریخته در دامنِ تن گیر

وله

بجلوه گاه تو بیگانه گشت دل ز شعور   غبار راه تو گرمی شور بود معذور

چنانکه دل نفسی نیست غافل از یارت   تغافل تو کند کار را برین دستور

بکیسه داشت چو رنگینی لبش شهدی   دمید سبزهٔ خط همچو جستن زنبور

ز گرمی که کشیدست در جوانی طبع   سفید گشتن ریش ست شهرت کافور

قوی ز شیوهٔ تدبیر گشته است ضعیف   ز اتفاق چو زنجیر میشود صف مور

ظهور راحت و رنج ست در فضای جهان   ز آتش ست و زبان پر تمام صحن تنور

تعقدی کن و افزای جانفشانی ما   که کار بیش نماید بخوشدلی مزدور

بحیرتیم ز قرب و بعد جلوهٔ او   که یار ما ست بنزدیک و نیست از ما دور

محیط آن نشد چشم ما نمی بینیم   بهار حسن تو در غیبت ست و هم بحضور

بسمع قامت او عرض می کند آصف   که بهر سوختنم در تو روشنی ست ضرور

وله

دل سراسر ز خیال آن بت زیبا ست پر   از فروغ صورت او چشم این تشنه ایست پر

شیشه های باده میگرد و ز رنگ خوردن تهی   چشم او بینا ولی همواره این مینا ست پر

از ها چون قطرهٔ دریا موج حسن دلبرا ست   از هجوم قطرهٔ صحن خانه دریا ست پر

نیست پای جستجو را مانعی در راه عشق   گرچه خار مغیلان دامن صحرا ست پر

در دل روشن ندارد جای آصف غیر یار   از فروغ جلوهٔ او دیدهٔ بینا ست پر

وله

در میان گلرخان دارد تبسم آنی دگر   کعبهٔ مقصود من دارد از و شانی دگر

گوئیا گرچه این خوبان بچوگان می کنند   گوی دلها میبرد خوبم بچوگانی دگر

چون زبان با دل یکی شد لذت توحید یافت   من نگیرم چاشنی را از نمکدانی دگر

گرچه درمان طبیبان سودمند آصف نشد   میرساند سودمند ما را بدرمانی دگر

ای چه میپرسی ز ما از دور دور بهای یار   در پرید نهای رنگ ما ست مطلب آشکار

استقامت کی کند بر شعله یک ساعت سپند   لیک دل ز عشق خوبانست بر آتش سوار

گرد تشویشی نمی یابیم ما در راه عشق   در نگاه ما نمی آید بجز خطش غبار

ای بهار خوبی جا دیدیک آن جلوه کن   تا کجا آصف کشد از بهر دیدن انتظار

وله

چون برآرد از میان غرقهٔ خود یار سر   دانه سان بهر تماشا سر کشد بسیار سر

دیدنت مقصود چشم و الفتت محبوب دل   جامه را تن خواست ما خواسته دستار سر

میدمد صبح امیدت کمتر از شبنم مباش   گر برا سودای خورشیدش نهد بر دار سر

دفع موذی کردنت لازم بود پیش از گزند   کوفتن باید چو پیش کس بیارد مار سر

دور کن سودای دنیا از سرت آسوده زی   موی چون گیرند از سر می شود هموار سر

آصف از درد محبت پیشت آهی زود چه شد   ناله بلبل کشد در محفل گلزار سر

وله

از رنگ گل آئینهٔ رخسار تو بهتر   وز ماه بود پرتو دیدار تو بهتر

خوبان دل و جان برده ز عیاری دیدن   زان جمله بود دیدهٔ عیار تو بهتر

نقشی که زمانی ست درین صفحهٔ عالم   زان سبزهٔ خط لب پرکار تو بهتر

ای دل کشش از رهبری خضر تو منت   یادش بود امروز بره یار تو بهتر

ای برهمن از رشتهٔ تسبیح ریائی   در پیش نظر رشتهٔ زنار تو بهتر

بی لطف بود رفتنت از پهلوی آصف   در آمدنت خوبی رفتار تو بهتر

وله

از گل هزار جا رخ یار ست خوبتر   رنگینیش ز رنگ بهار ست خوبتر

جز دل مکن تو روی سوی صید آهوان   صید دل از تمام شکار ست خوبتر

از سرمه گر چه روشنی آید بچشم کس   در جلوه گاه یار غبار ست خوبتر

آصف بہار پستۂ خندان اگرچہ خوب — سنجیدہ ام ازان لب پایہ ست خوبتر

وله

دل از تو چہ پیدا و میدار — بر جان چہ رسید یا د میدار
ابروے تو روز وصل اے شوخ — تیغے کہ کشید یا د میدار
تیر تو رسید بر دل و جان — ہر جا کہ رسید یا د میدار
صید خم زلف تست آصف — دامت چہ کشید یا د میدار

وله

حلقۂ زلف بتان را دام گیر — در رخش اے صید دل آرام گیر
کار لقمان و فلاطون عشق نیست — پیش عشق این پختگان را خام گیر
کار ہا کردن بموقع خوشنماست — دامن رخ صبح و ز نفس شام گیر
در عتاب گلرخان لطفی بود — لذتے از دادن دشنام گیر
گر ہوائے سیر باغ آصف تراست — دامن عشق بت گلفام گیر

وله

لب پر خندہ و خال و قدش آمد بنظر — نخل امید دلم کرد گل و ورد ثمر

وله

تلذل می شود آنکس کہ کند ترک تلاش — دست و پا چون بزند قطرہ بدریا گہر

وله

بے ثبات است آشنائی یار — مغتنم ہر قدر کہ ہست شمار
مزرع وصل سبز اگر خواہی — عرق افشان براہ تخم بکار
جہد کن تا مراد دل یابی — مقصد آئینہ ایست در کف کار
گفت خذ ما صفا الی آخر — جز محبت ز غیر دل بردار
فرصت خویش را ز دست مدہ — گر بود ہر نفس ببرق سوار

وله

این کن و آن مکن نمیگوید مجال آرزو — ہر چہ خواہی کن تعالی الله زہے صاحب اختیار
عالم ایجاد باشد نعمتی از خوان حق — شکوہ ناشکری بود از کار و بار روزگار

جائے نامحرم فضائے محفل اسرار نیست — ہر چہ آصف غیر یاد اوست از خاطر برار

وله

پردۂ ستاریش جرم مرا افشا نکرد — عفو او در گوش میگوید کہ باش امیدوار
بسکہ از توفیق او یاری دمادم می شود — ہر نفس با نفس سرکش ہست ما را کارزار
میکند آمادہ عجز ای دل حیات تازہ — خاکساری پیشہ کن بار دگر ہم سر برار
اصل در انیاست حلیت غرض سازو حرام — شرط در شطرنج چو بندند می گردد قمار
دل بدست تست ہر جا خواہی ای دلبر ببر — در کفش آصف نمی بیند عنان اختیار

وله

آن علامت ز خاک را آمد — ہر کجا مے شو و بلند غبار

وله

نقش قدم ببین و قدم بر قدم بنہ — از رفتگان براہ نشان ہست در نظر
از خوف و زر جا کہ نشانست در نظر — کیفیت بہار و خزانست در نظر

وله

پشیمانی کند ستر گناہان — درین پردہ خطای من نگہدار

وله

بعد محنت میرسد راحت بیا یا ان غم مخور — عمر دارد آفتاب یسر تابان غم مخور
آشنائیہا مبدل شد چو با بیگانگی — ای دل غافل ز بہر آشنایان غم مخور
مانع فیض عرقی نیست اسباب حجاب — سائبان ابر دارد موج باران غم مخور
آصف آنگلرخ بر ویش در صدف چون گوہر است — گر نشیند در درون پردہ پنہان غم مخور

وله

در محبت و محبت یک نقطہ ہست فرقے — زانروئے عاشقان راست اعتبار دیگر

وله

برو مطلب نیست این جائے تو — ہمینجا نہ باشد جہان دگر

وله

محسوس بہ بیند کس ناگزیر لیکن — دنیا بچشم آزاد آید بسے محقر

وله

از فیض خاکساری سوزیست در دل ما — خاکستریست ہرجا پنہان درو اخگر

وله

متاع محبت ببازار نیست — خریدار شو از دکان دگر

ردیف حرف رائے منقوطه

بناز بگشت مرا یار و شد پشیمان ناز		که بعد ازین زرگ گیرد سر گریبان ناز
بهار ناز نگارم ز عالم دگر ست		ندیده ام بجهان یک نگار با آن ناز
نشسته ثابت زلفت به عیش عارض تو		کند بشیوهٔ سحر کافر و مسلمان ناز
ز روز عید بود بیش در نشاط آصف		دمی که در نظر شوق کرد جانان ناز
دست عشق از لوث دنیای دنی آزاده است	وله	نیست جز اعجاز چیزی در ید بیضای ناز
عالم از صوت و صدای گیر و دار او پر است		شور محشر کند دریوزه از غوغای ناز
از نیاز آصف بیتاب ای رشک پری		باید پرسید قدر بی نیازی های ناز
در راه طلب همه ام حیرت شده بودی	وله	ایدل تو درین بحر چه لنگر زده باز
ای دل پی دلدار شدی گرم تردد		پارا تو درین راه بر اخگر شده باز
قطع طمع از هوش کند مستی آصف		از دیدن چشمش تو که ساغر زده باز
صبح شد پیر و رخ مهر ندیده است هنوز	وله	دل افسرده گل وصل نچیده است هنوز
از ره عشق خبردار دل او نبود		او چه داند که درین ره نه دویده ست هنوز
چشم او طرفه بلائیست که صد رنگ درست		نگهم از گل این فتنه چه دیده ست هنوز
گر بود تحریک دست کس بامداد ریا	وله	دانهٔ تسبیح سازد رشتهٔ زنار سبز
چون بموقع هر چه افتد از ندامت سالم ست		نیست بد باشد گر آب تیغ جوهر دار سبز
موج بار نیست آصف تا مگر فیض بهار		کشت امید دلم را کرد آن دلدار سبز
بهار آمد و دلدار چون بهار امروز	وله	برای باده کشی چیست انتظار امروز
گذشتم از خود و گشتم بادو چار امروز		برون شود جنون کرده ام دو کار امروز

بیا بیا که ز هر قطرهٔ اشک چشم ترم		پر است دامنم از گوهر نثار امروز
دلم بدام سر زلف یار می گوید		که صید را نبود هیچ اختیار امروز
بهار چهرهٔ رنگین او نگر آصف		شگفته است چه گلها بباغ یار امروز

ردیف السین المهمله

عاقلان را یک اشارت هم کفایت میکند		گر درون خانه فهم ست کس یک حرف بس
هر کرا توفیق باشد احتیاج پند نیست		تازیانه نیست حاجت چیست باشد گر فرس
خاکساری می کند معمور دل	وله	خانه ها بر پا ز دیوار است و بس
از سماجت جان من آگاه نیست		در دلم مقصود اظهار است و بس
دانش آصف بود تا دست گیر		زندگی یعنی همین کار است و بس

ردیف الشین المنقوطه

از خاطر ما دوئی بود دور		دریا دلیست شکر فراموش
آصف نرود بجز در تو		کرده ست در دگر فراموش
از بار فراق تو قدم شد چو کمان خم	وله	از قامت موزون خود ای سرو عصا بخش
ای جذبهٔ عشق تو فزاینده نگاهت		مائیم خریدار تو این قبا ما بخش
چون ما نبود هیچ گنهگار بعالم		چو نتو نبود هیچکس امروز خطا بخش
آصف نکند تا در ره عدل تجاوز		او را ز کرم چاشنی خوف و رجا بخش
بهم از کرامت نیست خاموشش	وله	بجز یادت ز دل جمله فراموشش
حضور یار جز مستی مزن دم		بهار آمد و ما هم جام می نوشش
مراد دل ز رقت سے بر آید		گرفته مهر را شبنم در آغوش

زستاریش چون جوی مرادی		اگر بینی تو آصف عیب کس پوش
برون از دام گیسویش نمی بینم صیدی را	وله	تعلق دارد این دنیا و مافیها بیکم و بیش
زگلزار نگارم نیست واقف غیر دل دیگر		صبا می پرسد از من تا کجا باشد سر کویش
خوبی آزادگی آزاد بینا روشنش	وله	سر کشیها شعله را باشد ز اوج گردنش
جلوه گاه ناز شوخ ما فضای دل بود		آن پری آمد ولی بی شیشه نتوان دیدنش
بسا لاکر در ره عشقش نه بخشد سود هر زادی	وله	مگر همت درین وادی ببندد در کمر زادش
زخاموشی براحت بود هم آغوش جان آصف		بیاد جور آن بدخو فغان و ناله ام دادش
گرد از برق خلعت میدهد ابر و شمشیرش	وله	مگر خونریزی بسیار او گردد عنان گیرش
بعش شیرین و شیرین تر از آن اقبال و تقریرش		بود هر حرف او دام و دلم آنجاست نخچیرش
فضای نامه یکسر شعله بر شوق دل باشد	وله	قلم را نیست طاقت بر زند دامان تحریرش
دمی که تیغ کشد غمزه های بیباکش		خورد دلم دم آبی ز دست چالاکش
چو کار و بار جهان جلوه کرد پیش نظر		محبت ست که گرد اختیار ادراکش
گل محبت دنیا نمیگذاشت وی		بباغ دهر نبود هیچ خار و خاشاکش
چو اختیار زمین گرد عجز را آصف		بهار رتبهٔ والا شگفت از خاکش
به بند اعتقادش کافر و گبر و مسلمانست	وله	بهر بند هست موافق هست شاید خال هندویش
دل می برد و می کند انکار ز بیرون	وله	جان نیست به تن تا که بیارم گواهش
خاک قدم پاکدلان ست چو آصف		بخشند ازین راه مگر جرم گناهش
هر که بهر خدا طعام دهد	وله	نه فلک کم بود ز یک قابش
برورش پا شمرده بگذاریم		که دهد بار پاس ادابش

بقدر طاقت خود از بدان گریزان باش		زکرده های خود ار اندکی پشیمان باش
زهر چه خوب نکردی از آن پشیمان باش		برای به شدن خود بفکر درمان باش
چو سرو شیوهٔ آزادگی درین گلشن		اگر مراد تو باشد به بند احسان باش
کم نسازد مایهٔ دولت نمود بخششت	وله	مشک با خود دارد و بیرون ز خود هم بوی خویش
آشیانی بهر هر طایر درین گلشن بود		نیز او را جای بنمائیم در پهلوی خویش

ردیف صاد مهمله

گل خوشبوی کجا بوی وفای تو کجا		نیست عطری که بود همدم بوی اخلاص
چشمهٔ خضر چسان دم ز مساوات زند		آب کوثر چو برد رشک بجوی اخلاص

ردیف طای مهمله

گردید سیه چشم عدو کار سپید شد	وله	شد منکر صفای لبت پامال خط
بیگانه گشت یار و دلم می طپد ز غم	وله	رفت آشنا ز کار کجائی تو ارتباط
بیگانگی گرفته ره کوی یار را		را هم نما که رهنمائی تو ارتباط
گر داروی طبیب بود موجب شفا	وله	بخشد شفای تازه به بیمار احتیاط
بیمار را ز بار مرض بی دوا کند		مانند تندرست سبکسار احتیاط
روشن نموده ست دلم را سرور وصل	وله	شد جلوه گر در آئینه ام چهرهٔ نشاط
روز وصال بهر نثار نوای نگار		جان بلب سیده بود نقد در بساط

ردیف ظای منقوطه

در اتفاق کار جهان راست رونقی		دل برد حسن معنی خوب نگار لفظ
در لفظ معنی چو نباشد مکدر ست		گردد بلند پیش نظرها غبار لفظ

ردیف حرف عین مهمله

حرف هریک لبی با هم مشابه بوده ست
گفتگوی دلبر ما هست بر لب مخترع

هر یکی را مطلب آسودگی در دل بود
در دل عشاق محنت جوست مطلب مخترع

ردیف حرف غین منقوطه

کی توان برون به پیش نگه خوبان نام باغ
رنگ می باز ز رشک چهرهٔ گلفام باغ

فرق باشد درمیان ناقص و کامل عیان
میوه‌های پخته خوب است فیض تام باغ

وله

گذشت عمر بامید وصل یار افسوس
نیامده ست بت شوخ در کنار دریغ

بجستجوی تو فرسوده شد سراپایم
مدد نکرد یکی هم بوقت کار دریغ

سخن ز لعل لبش سر نزد هزار افسوس
پیاله‌ای هم اگر نیست در بهار دریغ

بغیر آه ز اجزای ما نماند اثر
نشد رفیق بما کس هزار بار دریغ

دم فراق ندیده ست چشم خونبارم
نکرد سیر گل و موج آبشار دریغ

رسید بر تن بیجان و دل نگار آصف
کنون که نیست بکف این گل نثار دریغ

ردیف حرف فا

آن غمزه سینه زند ناوک اگر بهر طرف
ای دل غمزه جوی او سینهٔ خود نما هدف

دل چه بحرص بسته واکن قدر خود نگر
نیست بگوهری عیان قیمت خویش در صدف

ناوک غمزه اش چه شد گر ز دل و جان ما گذشت
هر مژه سپاه او هست بجای او خلف

حاصل عمر و زندگی دیدن یار آشنا ست
بی تو دمی که بگذرد ضایع و حیف و هم تلف

جنبش دست در دعا گر نه تو هست بی ریا
گوهر مراد تو بوسه دهد بهر دو کف

صادق بیقین جان ما نکند آصف این سخن
یار کسی ست هر کسی جامی ما شد نجف

عالم ز دل پرست ولی آگهی کجاست
وله
آئینه هست و جلوهٔ دیدار نیست حیف

میشد عیان که کیست مسلمان که کافر است
در دست یار رشتهٔ زنار نیست حیف

در جلوه هست یار و ندارد کس آگهی
وقت سحر که دیدهٔ بیدار نیست حیف

آصف ز اذن آمدنم یار منکر است
خود گفته است و مائل اقرار نیست حیف

وله

جمال عصمتی چون دید چشم روشن یوسف
نشد آرایش حسن زلیخا رهزن یوسف

فضای عالم از شادی و غم خالی نمی باشد
که در زندان و چاه و تخت آمد مسکن یوسف

ندارد کار دنیای دنی خبر افترا آصف
از آن رو پاک از تهمت نیامد دامن یوسف

حرف ردیف قاف

آن دل که زنده نیست بود بی نیاز عشق
در عالم حیات بود امتیاز عشق

نسبت مکن بشور قیامت که در جهان
صوت و صدای تازه بود بار ساز عشق

از زیب لفظ رتبهٔ معنی بود زیاد
انسان چو لفظ و معنی آن سرفراز عشق

آصف بشش جهت که تجسس نمود دل
جز درد نیست پیش نظر کارساز عشق

حرف ردیف کاف

از فروغ ماه می باشد کف دریا نمک
ماهتاب از چهرهٔ یارم کند پیدا نمک

در ادای شکر آصف بند لذت می دهد
بر لب هر یک بود در خامشی گویا نمک

وله

درد ما را توئی دوا عینک
دیدن تست مدعا عینک

تا کجا انتظار تو بکشم
نور چشمی بیا بیا عینک

از برای خدا تو روی نما
بر زبانم بود خدا عینک

همچو آصف در انتظار تو ماند
مردم چشم ما بیا عینک

حرف ردیف کاف فارسی

محمود از صفات پسندیده است ذات		بخشد ببرگ نازک گل اعتبار رنگ
گر بنگری به آصف گوئی سخن بجاست		بوئے خوش است در گل و هم در کنار رنگ

حرف ردیف لام

کامل آنست که نقصان نپذیرد گاهی		ماه هم نیست درین دائره از اهل کمال
شده است نشو و نما آصفی درین گلشن	وله	که دیده است خزان از ریا بهار قبول
عمل ز دیدهٔ اغیار چون بود مستور		ز بی ریائی خود دارد اشتهار قبول
دولت بدست تو سر رشتهٔ عمل بدهد		اگر برشتهٔ تسبیح تست تار قبول
سخن چگونه شود سبز در جهان آصف		اگر به همدمیش نیست اعتبار قبول
خنده گل لب گل هر گل خوبی گفتار گل	وله	در جهان جز باغ حسنت نیست یکجا چار گل
بوئے مقصود آصف در مشام آنجا رسد		بیشک و بی شبه باشد صحبت ابرار گل
کس کا بهی نیست در امداد بجز صاف ضمیر	وله	آید از آئینه امروز مددگاری دل
آرایش ظاهر کجا مقبول اهل باطن است	وله	رنگ دوئی امروز ما داریم پنهان در بغل
پیوسته در آغوش ما دل می طپید در یاد حق		تعظیم ما واجب بود داریم قرآن در بغل
ترا چون آشنائی نیست با کار	وله	اگر علم جهان دانی چه حاصل
اگر راحت بدلها نیست از تو		بدولت گر تو خاقانی چه حاصل
برو چون عاقبت باشند خاکی		اگر خورشید تابانی چه حاصل
قبول آصف تمنا بخش دلهاست		جز این گر سبحه گردانی چه حاصل
حلاوت زیرهٔ کرمان که دارد		تو آخر رزق کرمانی چه حاصل

چو نعمتهائے دنیا نیست پادار		تو بر این خوان که مهمانی چه حاصل
شوخی که برنجد بلا می	وله	مشغول دعا شدن مشکل
خواهی که پیش تو نیایم		راضی برضا شدن مشکل

ردیف حرف میم

فریاد میکنم چو دلم اوست با دلم		افتاده است کار من امروز با دلم
از فیض عشق نیست غم از گرم و سرد دهر		تا آشیانه الیست بروے هوا دلم
تا شود وا روئے الفت کارگر درد مرا	وله	برنگین خاطر خود نام جانان می کنم
کندن جان در وفایش عمر جاوید آمده است		این زمین را از برائے آب حیوان میکنم
صرف شد اوقات در باطل تمام	وله	حیف قدر زندگی نشناختیم
دل را جنون بدامن صحرا رهنمون	وله	امروز هم بخاطر یاران نشسته ایم
آصف ز زور عشق چو شد کار ما تمام		آسوده دل ز خواهش دوران نشسته ایم
بهر آن گل از دو عالم بیخبر گردیده ام	وله	آشنائے یکدلی ها زین هنر گردیده ام
شوق منزل با مراعات رفیقان گشته یار		شد مزاجم معتدل تا راهبر گردیده ام
شبنم را در گلستان از حقارت مینگرید		همسر خورشید من هم دیده ور گردیده ام
گر باین خوبی بجولان آن نگار آید بچشم	وله	موج گل رنگ چمن جوش بهار آید بچشم
نیست آصف شش جهت خالی ز نور آفتاب		هر طرف نظاره ام از رو که یار آید بچشم
دل میکشد بسیر گل ما کجا روم	وله	تا همرهم نه تن تنها کجا روم
سامان عیش و زندگی من وصال نیست		نی دست بیتو دارم و نی پا کجا روم
دارد نه مروت و وفا هم	وله	بر ما که کند ستم جفا هم

برلطف تو هست چشم آصف — چون در دل تو میدهی دوا هم

وله

دیدن کجا که نیست صدا در حرام و — در گوش هم اثر شنیدن نیافتیم

وله

هرچند که ما روی تو امروز ندیدیم — لیکن همه جا صوت و صدای تو شنیدیم
آصف نگران رشک پری برق حرام است — هرچند دویدیم بگردش نرسیدیم

وله

شعلهٔ عشق سر کشید ز دل — روز روشن چراغ می بینم
نیست محروم بدکه در گلشن — رنگ طاوس زاغ می بینم
در چمن چون رسید یار آصف — خرمن گل بباغ می بینم
وضع او شوخ و شنگ می بینم — وسعت کار تنگ می بینم

وله

یافتم ز اشک چشم نشو و نما — داد این چشمه آب حیوانم
میکنم بحث با فلاطون لیک — با تو گفتن جواب نتوانم
آصف امروز دعوت سیفی — پیش ابروی یار میخوانم

وله

صدق بود هر طرف جانب آن میپریم — بر روش تیر راست سوی نشان میپریم
گر نرسد دست ما هیچ بدامان او — از پی دلدار خود نعره زنان میپریم

وله

نیست جز آرزوی بوس رنت — زاد راهی که در کمر داریم
از وفا و محبت و الفت — هرچه خواهی تو بیشتر داریم

وله

تیرم به نشان رسد به پیری — پر زور فتاده این کمانم
لب شکوه او نکرد آصف — بیرون بود از حد بیانم
نه روی گل نه بوی گل درین گلزار سیر نگهم — چه هستی گر پرستی من به هستی بر سر جنگم
نمی گویم که با یارم نمیگویم که بی یارم — خموشی پیشه از راه ادب کرده است آهنگم

وله

بحسب جوی تو گر جان رود چه باک بدل — که جان تازه از شوق استعاره کنم
گذشته ام ز خودی بی تاملی آصف — بکار خیر چه حاجت استخاره کنم

وله

در جهان تحصیل دنیا تا نگاهم می دوید — عبرتی از هرچه میدیدم که بر میداشتم
گر نمیرفتم ز خود در دوریت امروز من — در دولت از ناله امید اثر میداشتم
سرمهٔ چشمم که آصف راه طاقت بسته است — ناله ها میکردم آوازی اگر میداشتم

وله

نشان غفلت دل ار ابرو و موی سفید — دمید صبح نمایان دگر چه خواب کنیم
ز لغزشی که به پیری کنیم از ره حرص — چو ریش گاو شدن حمل بر شباب کنیم
کار را بر خویش از آه آسان می کنم — غنچهٔ دل زین نسیم فیض خندان میکنم
گرچه طوفان میکند پیش نگاهم دوریش — طرح طوفان دگر از چشم گریان می کنم

وله

خاکساریهای ما بر نفس غالب کرده است — باز بردستی بنفس از زیردستی میکنم
نثار از بس میکند آصف ز هستی بیخبر — ما بجای خود پرستی می پرستی میکنند

وله

رفتار تو چون خاک کند دانهٔ دل را — گر سرمه کشم در پی او رنیته روانم
تا مرتبهٔ عجز بمن گشت نمایان — دل خاک شود در رهت امروز بر آنم
بر غفلت خود چو زدم جان دلم جست — آئینهٔ بیداری خواب دگرانم
پیوند کند آصف اگر دل شکند یار — گر شیشه شکن اوست من آن شیشه گرانم

وله

صید دل بسکه بود محو جمال و آتش — آشکارا بنظر جلوه کند صیادم
تابع جنبش دامانش بود شعلهٔ دل — در رهِ عشق چو او خواست بپا ایستادم
فهم هر رمز ترا می کنم از دولت عشق — نکتهٔ نیست که تعلیم نکرد استادم
چون سمندر که ز آتش نکشد رنج آصف — در جهان هستم و از فکر جهان آزادم

گر خرمی بی رخت چو شد بفصل نوبهار
از غمش گشتم ضعیف و ناتوان و پیر لیک
دلم پسند کرده است شیوهٔ محبوب
دلم که هست در آزادگی علم چون سرو
در عضو عضو پیکر من جلوه پرسیت
نازو نیاز هر دو بکار خودند گرم
در اعتدال وضع بود مژدهٔ نجات
بحمد الله برآمد از لب لعل بتان کامم
بحمد الله که ایام بهار جلوه اش آمد
دمید در روی امید دلم صبح مراد آصف
تار رشتهٔ تسبیح من از دولت گفت
تا نرگس او داد زکاتم ز نگاهش
در دوری آن صاحب دل از چشم تر آصف
هیچکس خوبان که ترا مد نظر داشته ام
در فراقت چو زدم آه و اثر کرد ترا
همتم اوج رسائی بدر او دارد
آصف از مهر مه روی و لب شیرینی
دهنت غنچه بخاموشی و در حرف گل است
داد پایان رنگ تو و تازه بلعل لب تو

چون نمک آبی ز نم از چشم بی جوشش کنم
قامت خم گشتهٔ خود حلقهٔ گوشش کنم
وفا بورزم و من کار نیکنام کنم
بذوق حلقهٔ زلفش نه بند دام کنم

وله

چون دل از آنکه سر بسر آئینه خانه ام
گر ناوک است آن مژه من هم نشانه ام
آصف براه خوف و رجا در میانه ام

وله

لبم از خنده بگشاد آن شکر خندهٔ جانم
بکام دل هم آغوش طرب گردید ایامم
خبر آید ز آمد آمد آن ماه گر شامم

وله

من بهر چه دل بستهٔ زنار نباشم
امروز چرا مالک دینار نباشم
پیوسته چرا ابر گهربار نباشم

وله

دل بجز دوستیت از همه بر داشته ام
شکر کردم که درین نخل ثمر داشته ام
زاد از قوت دل تا بکمر داشته ام
در بساط دل خود شیر و شکر داشته ام
به بهار چمن آرای دهان تو قسم
میتوان خورد برنگینی پان تو قسم

گر غبار ما بدامان تو بنشیند چه باک
دور بودیم از درت گشتیم خاک درگهت
در جمیع کارهای مشکل آصف ما بصدق
گر سحر در خاطر امید دل جا میکنم
در تلاش و جست و جویت گر بکاهد پیکرم
اینکه می بندم دل خود را بمهر این بتان
خاک ما وادی بها و هر نسیمی گویدت
نوبهارم گفت می آید نگارت شاد باش
چیست آهنگ ترحم ای بیابان جنون
سرمهٔ چشمش برای ماست اکسیر مراد
دوستی کردن بجانان عاریت باشد غلط
نسبت گیسو و زلفت را بسنبل میکنم
میشوم بیتاب تا جورت نمی بیند دلم
بیش رفت کار ما بوده است در جنون دست
گر سخن گفتیم از حال خود آصف پیش یار
اگر نیکیم و گر بد وا نم او را
چه میپرسی کرا آصف پرستی
می طپد دل در برم بگذار دستی بر دلم
از بیابان گرویم صیاد نیش آراو ساخت

وله

بشرط عجز و خاکساری را بجا آورده ایم
ما کجا بودیم خود را تا کجا آورده ایم
رو بفضل و لطف تائید خدا آورده ایم

وله

دولت جاوید و صلت را تمنا می کنم
خاک راحت را در آندم جز و اعضا میکنم
شیشه را من آشنا با سنگ خارا می کنم

وله

من ز شیدای لبت خط غبار آورده ام
من نشان جلوهٔ آن گلعذار آورده ام
وا من خود را برای نیش خار آورده ام

وله

ما نگاه مست را کیمیا دانسته ایم
آصف این بیگانه را با آشنا دانسته ایم

وله

طرهٔ گل را شبیه من بکاکل می کنم
چون ستمهای تو می بینم تحمل می کنم

وله

نامهٔ فتح دل از چاک گریبان خوانده ایم
قصهٔ از درد دل در پیش دربان خوانده ایم

وله

از وهستم درینجا هر چه هستم
بتی دارم که او را می پرستم

وله

عنبر گردد و گرنه در جهان آب و گلم
گرد آسان دام زلف تابدارش مشکلم

باه نو چو بینند خلق من روی تو می بینم | که همشکل هلال عید ابروی تو می بینم
نشان مسجد آمد دیدن محراب مردم را | چو خواهم قبله را جویم با بروی تو می بینم

وله
ز عصیانم عجائب خوفها در دل بود پیدا | رجائی هست از جان پشیمانی که من دارم
ندامت پیشه کن ای دل اگر داری شفا مقصد | جز این مرهم ندارد داغ عصیانی که من دارم

وله
ای بهار زندگی تا حسن رویت دیده ام | بهر عیشت طالب عمر خضر گردیده ام
حکمة العینت نه فهمد جز شهید ناز تو | از اشارتهای ابرو درس آن فهمیده ام
زعفران را ریست رنگ زرد من از درد عشق | از نشاط عشق او همرنگ گل خندیده ام
کاروان عمر می بندد چو محمل هر نفس | آگهی تا گم نگردد چون جرس نالیده ام
هر یکی را سروری آصف نزیبد در جهان | در میان گلرخان آن شوخ را گزیده ام

وله
چو رسیده درد و سوزت بدل شکسته گفتا | چه بجبری تو اینجا که بمقصدت رسانم
نبود ز لطف و قهرت غرضی بجز رضایت | نه بسود هست میلی نه تنفر از زیانم
ز غم تو چشم آصف همه ریخت اشک خونین | چو عیان فنا و جانم چه کنی تو امتحانم

وله
بهتو تا خود را سلامت دیده ام | جان و دل را غرق خجلت دیده ام
حرمت بیعت داده ام با شیخ جام | تا کشائش در ارادت دیده ام
من شباب عمر را صیاد دار | در کمین صید فرصت دیده ام
دیدم آصف گه عتاب یار را | لیک در عین لطافت دیده ام

وله
حرف لب نازکش نغمهٔ داود [illegible] | ما ز سماع عشق بوجد رقص کنان میرویم
نام خدا در نظر هست نشان نبی | ما بسوی کشور نام و نشان میرویم
شعلهٔ شوق بپرواز در آمد شب هجر | شمع افروخته در راه طلب بال و پرم

خاک گشتم بر بهشت اوج مرا سیر نما | در پی قافلهٔ هست نمایان اثرم
هر کجا می نگرم موج ظهور دریاست | قطره در بحر نموده ست و بخشکی گهرم
رهبری کرد ز بس کار توکل همه جا | خطری چهره نیفروخت بره در سفرم
نیست جز رنگ رخ یار بچشم آصف | محو نظارهٔ گلزار بوجه دگرم

وله
بغیر درد محبت کردائم است بپا | بنای کار جهان را خراب می بینم
چه خوش بود که کنم عبرتی بدل حاصل | که کار عمر عجب در شتاب می بینم

وله
غرض نبود ز وطن راحتی و آرامی | بذوق وصل براه تو من وطن دارم
زبان گشاده پی وصف خوبی قدره ایست | نشان هر سر موئی که من بتن دارم
در دل خود محبتش دارم | در جدائی حضور دلدارم
سوز و درد و محبت و شفقت | بهزار آرزو خریدارم
ای صبا از من بگو آن ماه را | یوسف عهدی خریدار توام
گوید آصف کای دکان ناز یار | طالب هر جنس بازار توام

وله
در زاهدان ز درد نشانی نیافتیم | تصویر بود گرمی جانی نیافتیم
پیری ز رنج هرزه دویدن نجات داد | مثلش بطیف راحت جانی نیافتیم

وله
از تارکان دنیا هر چند ما نباشیم | لیکن بکوی ایشان ما نقش بوریائیم
درد محبت او هر دم شفای جان ماست | بگذر طبیب از ما کی طالب دوائیم
فرشند خاکساران فهمیده زن قلم را | هر جا که در خرامی ما خاک زیر پائیم
سودای یار آصف فزود قسمت ما | از دولت محبت ما جنس بی بهائیم

وله
با دیگری که یار مهربانی داشتیم | در بهار سرو قدش آشنائی داشتیم

یاد آن صحرا که پیش شوخی صیاد خود — تا دل از صید گشتنها گمانی داشتیم
یاد آن آهی که همرنگ جرس آواز داشت — بود تا بر لب نفس ما کاروانی داشتیم
یاد آن سودا که در کوچهٔ زلف بتی — جنس دل را چیده بودیم دوکانی داشتیم
تشنه لب مردیم در هجران او با آنکه ما — در فضای چشم خود آب روانی داشتیم
یاد آن ساعت که سودا بود آصف رهنمون — تا سر خود را بخاک آستانی داشتیم

وله

ز حال دل که درد محبت چیست پرسیدم — نمود آئینه تا محرم اسرار گردیدم
چو او در عالم و بیرون ز عالم هست از شوقش — درون پیرهن بیرون ازان من نیز بالیدم
اگر باور نداری من تشبه خوان الی آخر — بجای میرسانم رهنمائیهای تقلیدم

وله

نه از جوش مستی از الست و از بلی آگه — ازین دانی که امروز ای صنم عشق تو ورزیدم
شناسائی بود تکلیف آرا در جهان آصف — لباس عافیت تا دل بحیرت رفت پوشیدم

وله

بعشق آن پریرو خویش را دیوانه می سازم — دلم را گرد شمع قامتش پروانه میسازم
بدل توحید تا بخشید از اقلیتم سوزی — با اهل خانقاه و کعبه و بتخانه می سازم
رسائی نیست آصف در فراقش خبر بفرمای — بیاد چشم او با نعرهٔ مستانه می سازم

وله

بشارت اشک را داده چشم پرنم شبنم — که هر برگ گلی در بوستان شد همدم شبنم
بهر شاخی که گل واکرد چشم عبرتی برخود — مهیا گشت در بزم چمن جام جم شبنم
عرق از بسکه بر روی تو باشد صاف نازکتر — توان گفتن درین گلزار او را شبنم
دلم قمریست بر سرو قدش آصف بیا خاکی — زمین و آسمان دارد خبر از عالم شبنم

وله

در آئین نیازم جبهه سائی نقش امید است — بهر جا یار پا بگذاشت بهر سجده رو کردم
ظهور کار ما را جوش طاقت می کند یاری — بقالب بود تا جانم براهت جستجو کردم

دل صد چاک می گوید که عشرت نیست بی رنجی — برنگ شانه سیر زلف خوبان موبمو کردم

وله

به بدنامهٔ شوق این دل مهتاب بیار رو — که بال و پر بود موجود در کار طپیدن هم
درین گلشن سرا شادی و غم پهلوی هم باشد — بود گل غنچه گاهی گاه سرگرم شگفتن هم

وله

چون برات عاشقان بر شاخ آهو گفته اند — پاک زین تهمت دل ما شد که ما پروانه ایم
ناتوانی را ز جوش باده کم نتوان شمرد — در ره کوی تو گرم لغزش مستانه ایم

وله

در نفی خودی جلوهٔ اثبات نگارست — آگاه ز هستی نیم و محو جمالم
پیوسته توئی بسکه بدل حاضر و ناظر — کفر است که گویم که سوی یار خیالم

وله

شکر احسان نیست جز احسان نمودن مثل آن — بر لب شیرین او دستی پر از شکر زدم
تا عرق در گرمی جولان بخاک ما فشاند — دانهٔ موران در زیر پای نازکش سر بر زدم

وله

سرو مراد آصف است در چمن راستی — آنکه بتعظیم خلق خوی کند یا قیام

وله

گرد عالم همدم باد صبا گردیده ایم — همچو روی او گل خوشبوی ما کم دیده ایم
در گلستان محبت رتبه باشد بلند — تا به بندیم آشیانه بر سرو او بالیده ایم
آصف ز درد سر نیاید دون را چه غم — صندلی بر جبهه از خاک درش مالیده ایم

وله

لطف کن لطف کن که در پیش تو باز آمده ایم — با کف باز پر از نقد نیاز آمده ایم
عیش آن مه بقدر خم شده آصف چه رسید — گفت آن ماه که ما هاله نواز آمده ایم

وله

عشق بازی نبود سهل که مشکل کاریست — هر کجا پای نهی من سر خود را بازم

وله

در دل آزادگان دنیای دون را جای نیست — نقش خود ننشاند هرگز بر سر پا قدم
اتفاق آئینهٔ مقصود روشن میکند — جذب از یار و نفس در راه او از ما قدم

وله

ز دردم یار آگه نیست افسوس — که محمود غم نمیداند ایازم

شود مقبول کس از خاکساری
چو یک کس بی رعونت نیست آصف

وله

اختلاطی نیست پیدا لیک در راه وفا
گر مددگاری کند حیرانی نیرنگ حرص
سینهٔ گل چاک می بینم چو خود آصف بباغ

وله

حرص دنیا هیچ کمتر از گزند مار نیست
از پی در و درهم کبر و رعونت ره نیافت

وله

صید دل تا رسید در کویت

وله

هر کجا باشد طلوع آفتاب مهر یار
همچو عیسی هر که در تجرید باشد سرفراز

وله

دارد این دنیای دون بر لب پیغام غم
کام آگاهان بود شیرین ز عیش معرفت
در تلاش شهرتش حاصل بجز این چیزی نشد
از نصیب خویش هر یک را بود شکر بلند
پختگان را سربلندی در نظر بی رنج نیست
بی مضرت کی بود گر حرمتی در لقمه است
پند ما بشنو که بیخ دولتت محکم شود
تا نهنگ ساز خون عاشقان رنگین کند
قطره از آبرو بهتر بود آصف ز بحر

کنم گر خدمت محمود ایازم
بود در خاکساری امتیازم

وله

انتظار گرم جوشیهای یاران می کشم
دست خود از مهر این دنیا چه آسان می کشم

وله

تا سر خود را در آنجا از گریبان می کشم
تا بجنبیم آمد از رفتگانش عصا برداشتیم
تا ز زیر پای او خاک شفا برداشتیم

وله

از حریم حرف هم رحل گفتیم

وله

مینهد در گم شدن دنیا و ما فیها قدم
می گذارد بی سخن بر عالم بالا قدم

وله

خود نمائی کرد در آئینهٔ او نام هم
غفلتش بسیار و آگاهیست در ناکام کم
بر جبین خویش دارد از عرق گمنام نم
برد فیض از آئینه اسکندر و از جام جم
میشود از بار محنت قامت هر خام خم
میکند بی شبه تاثیر در اجسام سم
کامیابیها بود در شیوهٔ خودکام کم
می گشاید حلقهٔ آن زلف عنبرفام فم
در بساط عشرتش دارد سر پا نام نم

وله

در جهان ظلم ست جیش و عدل کمتر در نظر
خاک کم باشد بکوه آصف هجوم سنگ بیش

وله

رسان ای طپش بر کف پائے یارے
نیابم دگر غیر جانبازی آصف

وله

مسلمان کی در حلقهٔ گیری او افتد
کند نایب همان کارے که فرماید منیب آنرا
بت سنگین دلم آصف نپرسد هیچ از حالم

وله

رمی که طالب آن یار بیوفا شده ام
ز سوز درد محبت چه شد که سوخت دلم
بهار لاله ز خاکم دمد که جا دارد
ز ناتوانی تن رشته ایست هر رگ من
بمحفلش نظر افتد مگر ز دور آصف

وله

به نیک و بد خبر کردیم از درد
لب از شکر و شکایت پر ز یار است

وله

دل با آئین خاکساری گفت
نیست گر طاقتی بدل آصف

وله

ز همین گرد و غباری دیدم
شب چو بیدار نشستم آصف

وله

تا تر از اشک مژه جانب بالا زده ام

وله

مآل کار خرابی هر یک ست و معمار کم
بی ترحم در جهان خلقی بود غمخوار کم

وله

درین خون فشانی حنائے که دارم
براه وفا رهنمائی که دارم

وله

ندارد کافری ره در خم زلفش برهمن هم
چو آن مه میکند پامال را ز لعل تو سخن هم
که آرد دوست رحمی در چنین زاری و دشمن هم

وله

بتکلف عادهٔ هر روزه مبتلا شده ام
هنوز قابل عشق بتان کجا شده ام
شهید خنجر مژگان سرمه سا شده ام
لباس پوش که چون حرف در قبا شده ام
غبار وار پی یار بر هوا شده ام

وله

بهر مست و بهر هشیار گفتیم
ز گل حرف سخن از خار گفتیم

وله

مثل آن قطرهٔ چکیده رسیم
بر آن دلربا طپیده رسیم

وله

شکر لله که سوارے دیدم
صبحدم چهرهٔ یارے دیدم

وله

بنجه بر آبروئے درد هویدا زده ام

اے رہ کوئے محبت مکن از من گلہ
شب چو آخر شود از شمع اثر کی ماند

وله

دلِ صیاد پارہ ام بیاد آمد
پیشِ تیغ دو ابرویش آصف

وله

تا نظر بر چہرۂ آن شوخ و شنگ انداختیم
تا بہ بزم آن گل رخسار غیرے سر کشید

وله

بجبر تنہا نویسندگان اعمالم
سر من است و ہمان خاک آستانۂ تو

وله

اگر دردے بود سر را بر آن در زیر زمین نالم
بگویم از لب شیرین او تا حرف شیرینی

وله

ما قصہ ہائے درد ز لبہا شنیدہ ایم
فردائے محشرست مگر روز وعدہ ات

وله

نظر بہ مہر مکتوب در اسناد باید کرد
پی اسباب دنیا در تعب کے افگنم دل را

ہر قدم را بسر آبلۂ پا زدہ ام
سر دشمن نہ بہ تیغی بدار زدہ ام

وله

سبحہ را تا شمار می کردم
وصف آن ذو الفقار می کردم

وله

با جنون و عقل کامل طرح جنگ انداختیم
ما درون کاسۂ آتش قدرے رنگ انداختیم

وله

گر ز اشک چشم ترم شستہ می شود گنہم
در ترا بہ بہشت برین کہ کف نہم

وله

ز خاک پاک آن گلزار صندل بر جبین مالم
ز شان شوق آصف بر لب خود انگبین مالم

وله

یک شب در فراق کہ شبہا شنیدہ ایم
ہر روز از زبان تو فردا شنیدہ ایم

وله

گر از نقش نگین در ہر دو عالم نام میخواہم
کہ جان کندن نگین آسا برائے نام میخواہم

ردیف حرف نون

نقشِ نیکی بعد مردن ہم نخواہد شستہ شد
جز نگین ہر نقش آصف می تواند شستہ شد

وله

حفظ آرا ہم ہنر لگاہ معصوم رساند
گوش ہوشم می کند تفریق کذب و صدق را

وله

مردگان را می کند این نقش احیا چون نگین
نقشہا بسیار دیدم نیست ما چون نگین

وله

رہ گردیدہ است طی از پا کشید نہای من
بر کفش آئینہ دارد شنید نہای من

ہست در پرواز بیتابی رسید نہای من
انبہ دعوی بالب شیرین خوبان کرد و گفت
در مقام کوشش آصف این ترنم می کند

وله

الفت ما از رمید نہای او گردد فزون
در عروج اہل دنیا نیست اینجا اعتبار

وله

جلوہ پیرائی کند گر آن گل رعنائی من
شور محشر نیست گرد و پیش ہای ہوئے عشق

وله

صفائے نام در ینجا ز آب پیدا نیست
اگر نصیب کس آصف ز نام نیک بود

وله

رحم و لطفت ساز یارم یا محمد تاج دین
دانہ تسبیح باشد دل بدست شوق من
جبہہ سائیدن بخاک در گہ نور انیست
چہرۂ نورانی خود را نما خورشید وار
خاک راہت گشتہ ام در آرزوی پابوس
گر تو صیادی بود صید دلم در دام تو
بیش الطاف تو آصف قایل از جان بود

وله

بسیار در فراق تو خواہم گریستن
در وصل آفتاب جہانتاب آن نگار
آصف مزاج خلقت عالم ہمین بود

بال و پر افشاندہ در راہت طپید نہای من
میبرد دل چون لب پاکش مکید نہای من
برق را افکند در خجلت دوید نہای من
گوہر نایاب باشد بہا از حد برون
میشود خورشید ہم ہنگام مغرب سرنگون
در تماشا محو او گردد ز سر تا پای من
سربلند از دولت در وش بود غوغای من
بدست کار سیاہی ست شست و شوی نگین
روان بود بر خشش آبرو ز جوی نگین
از عنایت سازگارم یا محمد تاج دین
نام پاکت می شمارم یا محمد تاج دین
میفزاید اعتبارم یا محمد تاج دین
بر درت در انتظارم یا محمد تاج دین
در ہوائے تو غبارم یا محمد تاج دین
در خم زلفت شکارم یا محمد تاج دین
جز تو دیگر من کہ دارم یا محمد تاج دین
دل را ملول بیش کند کم گریستن
تا بہ صائب ست چو شبنم گریستن
بر بیش خندہ کردن و بر کم گریستن

گرد هستی ز عشق برخیزد
غیر تسلیم نیست زیر فلک
چه غم دارم اگر طوفان کند موج تردها
بباد میرود از جنبش ریا کردار
همتی باید که در آغوش مقصد جا کند
دل اگر در یاد او تسبیح گردانی کند
جزای یک حسنه میدهند ده حسنه
میدهد حسنت بشارت ز عروج دولتم
آمنعف مدد و بلندیهای بخت و طالعت

ولہ
نیست غیر از هوا غبار شکن
گردن سخت این سوار شکن
ولہ
که باشد همدم و مونس رفیق ره خدای من
ولہ
ازین به است پشیمانی گنه کردن
ولہ
بگذر از جان کار مشکل را تو آسانش ببین
برفراز تخت مقبولی سلیمانش ببین
ولہ
چه لطف اوست که یک را حساب ده کردن
ولہ
در زنخدان تو دیدم همچو یوسف جای من
تا نظر کردم بسرو قامت آن شاه من

ردیف حرف واو

بعرصه گاه جهان راه و جاده بسیارست
ای چه میجوئی ز دنیای دنی آرام دل
نفعی ز باغ دهر اگر هست مقصدت
آخر نتیجه بخشش بود کوشش مدام
دلم در سینه دارد مهر گیسوی چو دام تو
بملک دیده و در عالم دل الصنم خواهم
نام من زیر فلک عمر درازی یابد
دل یکی یار یکی اوست چو آئینه فکر
تا دیده ایم دلبری چشم مست او

ولہ
بجز طریق محبت به هیچ راه مرو
ولہ
نیست جز تشویش خاطر الفت اسباب او
چون شاخ باردار از اینجا خمیده رو
با قوست تا نفس تو پی این عقیده رو
ولہ
که از روز ازل نقش نگینم گشته نام تو
بود دائم چو حکم حاکم عادل نظام تو
ولہ
دیده ام زلف بتی نقش نگین دل دام ازو
نه بدل فکر ز دنیا نه ز دین دارم ازو
ولہ
رفت اختیار جان و دل ما بدست او

ردیف حرف ہائے ہوز

تا مشام دهر ای گلچهره خوشبو کرده
تا بسنجی نیک و بد اینجا دو چشمت داده اند
اشک میسازد نمازی ساحت سجاده را
ولہ
می تواند آشنا گشتن به پشت پا زدن
میتوان گفتن از آن اسرار با تا شمه
ولہ
جز فیض نسیمت نبود حاصل گفتار
گر نشنوی ای مخلب از با سخن خوش
ولہ
نمک از آن لب شیرین خود بجان زده
چه سنگ هائے ملامت بره فتاده من
ولہ
دل چه سنجید بمیزان گل رعنائی تو
در رمندی من اسباب نشاطت افزود
غیر احسان نبود در دولت آصف چو مرد
از اشارات دو ابروی دو چشم بیمار
ولہ
روشن بود که گوهر کان مروت ست
در نظر ما سبحه گردانی نباشد جز ریا
چو ذو الفقار عدو افکنی ست در دستت
ولہ
تا کجا ها بار دنیا می کشی
گر عمامه بندی از بهر ریا

بهر صید عالمی پنهان تگاپو کرده
ای چرا خود را تو غافل زین تگ از و کرده
مژده بادت گر وضوئی ز آب بین جو کرده
گر دولت را آگه از نیرنگ دنیا کرده
نرگس حیران چه در گلشن تماشا کرده
از برگ درختان که شنیدیم ترانه
بشنو ز رباب و نی و هم چنگ و چغانه
که تا کباب کنی آتشی در آن زده
مبارک سترین جان ناتوان زده
چشم بد دور که از پیش و چندان شده
گریه ها کرده ام ای یار که خندان شده
پیش دلدار تو شایسته احسان شده
نکته دان گشته ای یار و شفادان شده
سر را براه الفت حباب داده
اینقدر خود را تو ای هد چه رسوا کرده
مدد نمائی بما یا علی ولی الله
گر ببند از پی ز سر این بار به
سر برهنه بودن از دستار به

ازریا اعمال باطل می شود		از چنین تسبیحها زنار به

ردیف حرف یای تحتانی

مشکل نباشد یافتن حال فی الطبع را		باید تامل کردنت در کار دنیا اندکی
با عسر یسر آمد مگر ناخوانده زان بگذاشته		بسیار کردی تجربه ها رحمی بفرما اندکی
بنده بهیری کنی عالم مسخر	وله	بخاطر فکر بسیاری نداری
همین بندگیست جمله آزاد		ازین صنعت گرفتاری نداری
بخاطر کینه آصف هیچ یاران		هزاران نا شکر کن یاری نداری
چیزی به بساط دو عالم	وله	بهتر نبود ز آشنائی
از زشت جهان هرچه بینی		بدتر نبود ز خودنمائی
ایدل آغشته دنیای دنی چون شده	وله	در نظر آنهمه خوابست تو هم میدانی
رنج سفرت چهره نمای برکاتست	وله	اینجاست عیان راحت جاوید چه پرسی
از گنج قناعت نبود هیچ نصیبت	وله	تا در دل و جان الفت درویش نیابی
منمای صرف هیچ تو شب عزیز خود را	وله	بجهان دگر نیابی ز متاع زندگانی
دروت اگر نصیب دل و جان ماندی	وله	جان بخش تر ز آب حیات و دواشدی
ایدوست کجائی بوطن باز کی آئی	وله	درراه نگرانم برهمن باز کی آئی
بدست آویز آصف بهشت آمد	وله	سلیمان وار چون عالیجنابی
مکن در فعل بد تعجیل هرگز	وله	بکار نیک آصف شتابی
دل رمیده کجائی که یار در بر ماست	وله	جمال بینی اگر باز در وطن آئی
راحت جاوید ایدل روزیت خواهد شدن	وله	گرپی آسوده کرونهای جهان بیشوی

ایدل از رمز محبت گر بیابی شمه		در میان عاشقان از اهل عرفان میشوی
در بهار وصل آصف سبز گردد کشت دل		در فراق یار اگر چون ابر گریان میشوی
تعب کش در سفر گردد حریفش	وله	بکار اینجا نیاید میرزائی
جهان پر گشت از نور تو لیکن		نه بیند کس که در عالم کجائی
غنیمت بشمرای غافل که فرصت حاصل عمر است	وله	بود خرمن عالم همین امروز و فردائی
فروغ جلوه اش پیداست اما کس نمی بیند		بود خالی تماشاگاه او از چشم بینائی
متاع زندگی آن به که حرف آشنا گردد		سر ما را بفتراکت چو بندی هست سودائی
دلست آئینه وار صیقل او	وله	نمی بینم بجز یاد الهی
مکن در مو سفیدی خواب غفلت		زجای خویش خیز و کن پگاهی
وارسته نیستی اگر از خویش نگذری	وله	آگه نه ز غفلت اگر بیش نگذری
تفریق نیک و بد ثمر آگهی دهد		ای مه درین میانه ز تفتیش نگذری
سیر بهار گلشن وحدت بود محال		تا در دولت تو از کم و بیش نگذری
آصف درین بساط بود نقش نیک تو		خدمت نکرده از بر درویش نگذری
محبت میدهد هردم گواهی	وله	که دلرا میبری خواهی نخواهی
اگر پرسی تو حال ما ز مردم		دو عالم میدهد پیشت گواهی
درا صلاح گناهم و خجل از بد		پشیمانی ندامت عذر خواهی
علامت های فیروزی و فتح است		نشانهای دعا و طوع و ماهی
بحال خاکساران محبت		تفقد کن که صاحب دستگاهی
دهد آئینه را اعزاز صیقل		دل آصف شد از یادت مباهی

دل حیرت زده را دیدهٔ حیران مددی
دل بظلمت کدهٔ فکر جهان افتاده است
گنج و معموری عالم متصور نبود
درد عشق است که منت روائی نکشد
یکدگر بود از ربط فوائد بسیار
آصف از یاری ما یار تنفر دارد
بجز دامت ندارد صید دل سامان آرامی
نشان پخته کاریهاست بر جورش شدن راضی
اگر سوی حرم روی توجه هست حاجی را
دامن خواهش نیا چه دراز افتاده است
آصف از گاو و خر امداد نه بندد صورت
برنگ رویم از عشق است از روی
نخواهی یاد درمان کرد ایدل
برو بده گلشنی از خاکت آصف
برخاست امن از دل تا رو بره نهادی
زین بوستان خرم در باب فتنی هست
گر ممکن است آصف میکوش در تدارک
تجاوز کردن از حد نیست دستور ادب هرگز
نشست و خاست باید کرد ایدل در رضای او

وله

شرط یاریست بهر کار زیاران مددی
شمع روشن توئی ای پرتو ایمان مددی
تا بشاهان ننماید گدایان مددی
دردمند تو نخواهد ز طبیبان مددی
نانخورش یافته در لذتش از نان مددی
کی طلب میکند از مور سلیمان مددی

وله

بنای خانهٔ عاشق ز زلف حلقه دامی
امید از لطف او بیرون بود اندیشهٔ خامی
بطوف زلف مشکین آصف بسته احرامی

وله

وقت آنست که ای خار مغیلان مددی
کند انسان همه باب بانسان مددی

وله

دلم دیوانه شد آیا چه کردی
اگر محرم نجو بهای دردی
بزیر پای نیکان گر تو گردی

وله

نظاره ماند قایم هر جا که ایستادی
آواز پا بگوشت هر دم زند منادی
فرصت غنیمتی بود از دست حیف دادی

وله

تعرض با تو می پیچد چو بی دستور بنشینی
بحکم یار برخیزد ز جا مامور بنشینی

چنان از غیر آصف بیخبر جز یار باید شد
مروت تو اگر چند عام هست چه سود
ز پخته هیچ صدائی نمیرسد در گوش
باشند بلند همچو علم در صف نماز
در رتبه اش تنزل دیگر ضرور شد
هر جا که میروی بیت آصف گرفته است
اگر نقاب رخ لحظهٔ براندازی
سخن بلند ز لب همچو سرو شد آصف
در نظر زلف سیه شبرنگ آید اندکی
معنی محوش ندارد لفظ غیر از نیستی
لذت افزائش نعمت نصیب کام تست
شکر نقد چشم غیرت همچو ما رویت ندید
تو بیند تن و حرفی بس اگر در خانه کس باشد
کند پرواز شهرت در فضای عالم دلها
دل میبرد آن دلبر طناز نهانی
در دست توانائی ما نیست جز افسوس
در باغ جهانست خزان آفت پیری
با این همه ستم که تو دلدار آمدی
در هیچ مذهبی نبود این ستم روا

که روی آن پری بینی اگر با جور بنشینی

وله

ز حال خستهٔ ما هیچگه نپرسیدی
بکار عشق توئی خام چون خروشیدی

وله

در گوش اهل سجده اذان محمدی
عیسی چو گفت بعد من است اسم احمدی
تو مقتدای فتی و ما هم مقتدی
شوم چو مهر بپای تو گرم مهر بازی
بیا و سعدی شیرین زبان شیرازی

وله

تا رشکینش مگر در چنگ آید اندکی
این لغت پیدا نه در فرهنگ آید اندکی

وله

گر تو شکری بزبان از زرق از زن میبری
ای پری خود را نهان از پیش از زن میبری
اثر در آشنا خواهد نمود از دوستان حرفی
اگر دارد ز جوش معنی برجسته جان حرفی

وله

داغی بجگر بینند از بهر نشانی
تا همدم برقی شده ایام جوانی
پیداست ازین رو که بهارست جوانی

وله

صد شکر می کنم که خریدارم آمدی
زینسان که چون نهنگ تو خونخوارم آمدی

چیست راز دل نمیداند کسی / حل این مشکل نمیداند کسی
عالمی در جستجوی ساحلند / کیست بر ساحل نمیداند کسی

وله

شدیم خاک و ز هستی همین بود کافی / گواه سجدهٔ کویت زمین بود کافی
گواه درد محبت چه شد که نیست کسی / به پیش یار دل پرحزین بود کافی

وله

چه بودی آن پریرو یک نفس هم یار من بودی / زبانی همدم و از لطف با من هم سخن بودی
نبودی جز همین پروانه گشتن شیوهٔ جانم / شبی قد موزون تو شمع انجمن بودی
ایدل فدای غمزهٔ خونخوار کیستی / ایدل بدام کاکل پرکار کیستی
تنها نمیکشی تو که صد پاره می کنی / در بسملان بگوی که در کار کیستی

وله

دیده ام از تو من امروز نگاه عجبی / که دلم هست بتیغش گواه عجبی
بدعا دست برآری اگر از دل آصف / در خطرها بنظر هست پناه عجبی

وله

ای یار شگفته رو کجائی / وی شوخ فرشته خو کجائی
دل بستهٔ موی تست آصف / ای کاکل مشکبو کجائی
ما بیخبریم در جدائی / ما ایم کجا و تو کجائی

وله

تا نه نشین چو خاک بدریا نمی شوی / جوهر شناس گوهر لبها نمی شوی
هرگز حضور دل بتو روئی نمی کند / یکسو اگر ز مردم دنیا نمی شوی
حرص مزخرفات جهان داروت حزین / تا آشنا بترک تمنا نمی شوی
آزاد تا نمی شوی از یار و موی آصف / سرو ریاض گلشن عقبی نمی شوی
غرور تنهائی تو عام است و ما ممتاز حیرت / هزار افسوس قدر الفت ما نمیدانی
بحیرت رفته است آصف به پیش جلوهٔ نازت / نمیدانم که میدانی ز حالم یا نمیدانی

وله

بی روی تو یک ذره نداریم قراری / با صبر نباشد دل ما را سروکاری
روزی که دوچارش شدم این عرض نمودم / آنکس که دلم برد توئی گفت که آری

وله

دهد گو سرمه جای خود غبارم را بجا باشد / که دارد آشنا از آشنا امید اعزازی
محبت نیست محتاج محرک در طلب آصف / بغیر بال و پر دل میکند سوی تو پروازی
ز خاکساری ما بوی خوش جهانگیر است / ز پای همچو گل خود که بر زمین داری

وله

نگشته خاک آن گرد آستان نرسی / برون ز خود نشوی تا بآنجهان نرسی
بغیر جنس تو از راز دل مگو آصف / خموش باش تو تا پیش همزبان نرسی
دادند ترا دیدهٔ بینا تر ازان هم / از جام جم روشن جمشید چه پرسی
رنج سفر چهره نمای برکات است / اینجاست عیان راحت جاوید چه پرسی
جز یار تسلی ندهد جان مرا / ایدل خبرم او که نپرسید چه پرسی
انوار رخش بسکه عیانست بعالم / آصف خبر از مطلع خورشید چه پرسی

وله

ای پری رخسار تو آئینه روشن بود / دیدم چو قرص ماه را در حسن ازان ها لاتری
خورشید و مه را کی رسد همسر شدن با حسن تو / از طرهٔ طرار خود از بسکه صاحب افسری

وله

دردت اگر نصیب دل و جان ما شدی / جان بخش تر ز آب حیات دوا شدی
آصف کسی چو چشم گشادی بعبرتی / هر مشکلی نماندی و هر عقده وا شدی

وله

همرهان را چون قفا بگذاشتی / پرده از رو بعد ازان برداشتی
ای بر آصف چون نکردی اعتماد / بر طریق دیگران پنداشتی

وله

دل را نشد ز جلوه ات ای یار آگهی / حیران ندارد از روش کار آگهی
در گلشن مراد سرافراز می شود / بر نخل تا سنی که بود بار آگهی

میسد بدولت جاوید با سایهٔ حسنت
طالب بدین رویت بنود از چه دل زار
ای شوخ چیست سوی گلستان نمیروی
بعهد خویش نگار استوار بایستی
چه سود از ینکه بهار آمده است و سبزه دمید
بهتر از وضع ملائم نیست جانرا حارسی
آهن زنجیر بر باشد زر کامل عیار
جلوهٔ گلزار دنیا هست آصف همچو برق
فریاد و ناله است و صدا و فغان یکی
چون یک می نفید سرانجام کار ماست
از رنج خار راه اگر جبهه چین ندید
نقشی بر آب میزند آهنگ معصیت
پیری ار بود خواهش عیش و طرب ز دل
می کند هوش و اغم چو جدا میگردی
نیست امید کرا ز دست تو بینم آرام
بوسه گاه لب افلاک بود جای علی
هست جز و وجودش ز کرامت خالی
الفت اوست چو ارکان مسلمانی من
میسزد قیمتش افزون ز دو عالم آصف

کر بفرق سرما بسکه ایماه همائی
درد مند تو بود آصف توای یار شفائی

ولہ

گلها شگفته ست به بستان نمیروی

ولہ

انیس جان و دل بیقرار بایستی
که یار گلرخ ما در کنار بایستی
آب سیمی نبرد از صدمهٔ سنگ کسی

ولہ

سختی خوبان هندی هست سنگ پارسی
نیست جا بگذر ز رنگ گل در اینجا فارسی

ولہ

مقصود ما ز شور جهان است آن یکی
غم نیست گله را اگر آمد شبان یکی

ولہ

گلهای تازه روی بدامان کند کسی
آمادم که نفس خویش پشیمان کند کسی
آمد خزان چه سیر گلستان کند کسی

ولہ

عهد بستی نروی باز چرا میگردی
گر شوم خاک نوای شوخ هوا میگردی

ولہ

اوج امید گرفته ست چمن پای علی
حل مشکل شود از ناخن زیبای علی
شده ام شیفته و واله و شیدای علی
بی بها هست ز بس گوهر یکتای علی

حریص را نبود روز حشر قدرت نطق
جمال یار ز خورشید نیست کم آصف

ولہ

دهان پرست از آن در جواب معذوری
اگر به پیش رخش نیست تاب معذوری

دیوان دوم کے اشعار منتخبہ جسمیں آپ شاکر تخلص فرماتے ہین حسب ذیل ہین

ردیف الف

صبح دمید باده ده نالهٔ عذر خواه را
اوج مقام جاه او کرده بعرش همسری
گشت مراد منکر است طرفه تر اینکه بهر او
خندهٔ گل نمیشود رنگ روای گلفتم
لالهٔ داغ ست دل خستهٔ سودای ترا
چشم دل فاخته سان گرد سرت می گردد
دی شنیدم که ملائک مسیحا میخوانند

ولہ

در بهار خط صفائی حسن افزون میشود
از حدیث مهر و کین پیش منافق دم مزن

ولہ

در فراقش هر سر مو شعلهٔ آهست آه
را ستیهار بهر آزادی شاکر شود

ولہ

بهر که تصویر کشی هیهات انسانی را
گزر انصاف بمعمودی عالم گوشد
خار و گل پیش نگاهش همه یکسان گردید

پاک ز زنگ جهل کن آئینه گناه را
سرمهٔ بینشی کشم دیدهٔ اشتباه را
گوش نمیکند کسی زمزمهٔ گواه را
شاکرا ثر بود بسی گریهٔ صبحگاه را
گل بود ساغر خون محرم مینای ترا
دیده تا سرو قد سرکش رعنای ترا
بر فلک شاکر پر شور غزلهای ترا
آب دیگر میزند بر رخ غبار آئینه را
تا نه بیند راز پنهانی بیار آئینه را
میرود از عرش برتر ناله و فریاد ما
قامت سروی درین فن گر بود استاد ما
تا تماشا کنی این انجمن فانی را
شاه در خواب نه بیند غم ویرانی را
هر که پوشید بخود جامهٔ عریانی را

زلف مشکین زکجا فطرت مانی زکجا
محرم معنی خویش ست درینجا شاکر

وله

نگاه میفروشش پرکند مینای خالی را
نه هر صورت بود لازم که معنی آشنا باشد
ز شور میکشان تا واعظ راهد فرقها باشد
بحیثم تهمت خود در نیارد وضع درویشی

وله

مدعی از رشک میسوزد چو شمع
خار فکر باطل از دل بر کشم

وله

جنابش آستان بی نیازیست
ز محنت میرسد هر کس براحت
شکر خواهی بشکرش کوش شاکر

وله

هر سو رویم یار مقیم خیال ماست
از حال ما چو آئینه اینجا گراست غم

وله

در بیابان طلب راه حرم گم کرده ایم
عمر در راز حاصل گیتی چه باید خواستن

وله

بستر آسودگی در خاکساری یافتم
جام ما از درد و صاف عرض مطلبها تهیست

وله

تو درینجا فسرده همه گرداب گوهری
نبود جز جنون دوا مرض کاربسته را

قلم صنع نوشت این خط ریحانی را
هرکه در سجده نخواند خط پیشانی را
رخش از خون تری بخشد بهار برشگالی را
شکوه پنجهٔ صولت نباشد شیر قالی را
بحرف و صوت کی نسبت بود اشعار حالی را
نه طاق مشرقی شاکر نه ایوان شمالی را
گریه بنیاد گرمی بازار ما
گر بود صاحب دلی غمخوار ما
گدا در سجده و سلطان هم آنجا
الم هر جا بود درمان هم آنجا
گر باشد لطف هم احسان هم آنجا
اورا چه غم که رنج سفر می کشیم ما
کز رخت خود بباک گرمی کشیم ما
یک مدد از خواجهٔ احرار می‌خواهیم ما
آه گرم و دیدهٔ خونبار می‌خواهیم ما
بر زمین پهلو چو نقش بوریا داریم ما
شاکریم از خود دل بیدعا داریم ما
بطینتش بند رخت دل بجهان دگر گشا
همه در بند بر رخت ز دل چاک در گشا

آه دردآلودے باید مرا
شکر لله فارغم از نیک و بد

وله

سوخت تا داغ محبت دل دیوانهٔ ما
چهره بنماید و از شاکر اگر دل طلبد

وله

خوش ندارم صحبت عاقلان

وله

نیست از دشمن غمی چون دستگیر ماست پیر

وله

محو آن زلف پریشان چکند سامان را

وله

یک ساعتی بحرص مده اختیار را
شاکر چو شرع پاک نبی حکم ایزدیست

وله

کار جهان برشتهٔ تدبیر بسته اند
مارا چه پیشود که دران حلقه بشمرند

نغمهٔ داؤدی باید مرا
نی زبان بے سودمی باید مرا
شمع گردید بگرد سر پروانهٔ ما
نیست جز دادن جان تحفهٔ شکرانهٔ ما
صحبت مجذوب می باید مرا
درجناب حضرت والنجا داریم ما
بر در خانه مگر جائے دهد طوفان را
محرم مکن بدیدهٔ هوش این غبار را
بی رخصت رسول مکن هیچ کار را
وابستهٔ عنایت او کارهای ما
شاکر رسان بخلوت یاران دعای ما

ردیف بای موحده

صفای عارض گلرنگ یار را دریاب
ز یاد دوست مشو یک نفس جدا شاکر
چمن طرازی این نوبهار را دریاب
بکنج خلوت دل آن نگار را دریاب

ردیف تای فوقانی

ز سرد و گرم جهان فارغند آزادان
ز جان گذشته بجانان سپرده ام شاکر

وله

محتسب را بر در میخانه هرگز بار نیست
دامن هر عشرت در آید بدست محنت ست

گذشتن از سر او هم کار مردانست
متاع وصل باین نقد سخت ارزانست
منکر آنرا با تماشا گاه جنت کار نیست
عمرها گشتم درین گلشن گلی بیخار نیست

حاصل هستی اگر باشد حضور وصل اوست — بیجمال یار یکدم زندگی در کار نیست
گریهٔ گوهر فشان شاکر بهار دیگر است — همچو سیل آشوب چشم ابر دریا بار نیست
وله
موسم عیش است و جای دلکش و دلها جوان — در چنین هنگامهٔ عشرت هوای قهوه است
وله
در دل ما اثری از طرب عالم نیست — غیر درد تو درین خانه کسی محرم نیست
میرود عمر ز کف تا دلت آگاه شود — غنچه تا چشم کشاید بچمن شبنم نیست
وله
چمن عشق و محبت گل درویشانست — پردهٔ راز آگهی دل درویشانست
جلوهٔ همت ایشان مقامیست بلند — منزل خلد کجا قابل درویشانست
جوهر آزادی ما را فروغی دیگر است — هر کجا دل صاف گردید از گهر روشن تر است
کیمیای بی نیازی همت درویش است — کبریای فقر از ادا و این خاکستر است
سوز جگر و دل قبول عبادتست — آن زهد کافریست که در وی نیاز نیست
بیعزم راه اصل کمان نمی شود — شاکر بگو دلیل حقیقت مجاز نیست
وله
هر یکی را نکی دیگر و حالی دگر است — رنگ گفتار دگر صورت قالی دگر است
گر شکوهٔ زمانه کنی مختصر بس است — عیش و وام رستن ازین درو بهر بس است
در باغ آرزو و هوس تنگ بوکر است — ما را خیال آن گل رخ درو بهر بس است
وله
دل ز خیال تو یکشهر خرمی دارد — همین لطف تو اینخانه دولت آباد است
بود فزونی نعمت بشاکر مسکین — شکر و امتش نعمتی خدا داد است
وله
اینخانه تن پرستی و نی آرمیدنست — از ساغر عمر نغمهٔ نامی شنیدنست
شاکر ز عیب خلق بعبرت شو آشنا — این ساز دیدنی که نوداری ندیدنست
وله
الفت او تا بروز حشر زنجیر منست — مهربانیهای افسون تسخیر منست

نصرت دین یاور ما گردید شاکر شکر کن — آبی از لطف علی در جوی شمشیر منست
وله
پیرو عقل است هر کس نامی گلفام نیست — عالمی گمراه میگردد چو شیخ جام نیست
از طراوت دستگاه رنگدار دهر گلی — هر که شاکر غیبت در وبوی از اسلام نیست
وله
مست الفت را شراب دیگری در کار نیست — گردش چشم تو دیدم ساغری در کار نیست
هر کرا باید سفر کردن اقامت آفت است — کشتی طوفانیم را لنگری در کار نیست
وله
عیش اگر در وطن بود شاکر — ناتوان هر کجا فتد وطن است
درد مندانرا زبانی دیگر است — هر طپش در دل بیانی دیگر است
گلشن ایجاد را این رنگهاست — تربیت از باغبانی دیگر است
وله
حب وطن باعث آزار ماست — شوق سفر پیشرو کار ماست
الفت دنیا بدل ما نزد — این مدد از خواجهٔ احرار ماست

ردیف ثاء مثلثه

یار رنجید ز ما باز چه باشد باعث — یا رقیبان شده همساز چه باشد باعث
شمع این بزم همان پرتو نازش برخاست — ماند پروانه ز پرواز چه باشد باعث
مدتی دلبر پیر حم بما بود رحیم — باز کرد آن ستم آغاز چه باشد باعث
ناله ها گردم و زین کوه صدائی ندمید — همچو یخ بسته شد آواز چه باشد باعث
شاکر آن راز که دلدار ز ما می پوشید — خود بخود گفت بما باز چه باشد باعث

ردیف الجیم

مستی عشق نباشد بهاران محتاج — نبود شور قیامت به نمکدان محتاج
فکر آرایش خود شیوهٔ آزادان نیست — گردن سرو نباشد بگریبان محتاج

از دل چاک منت اوج غرورش شاکر
نیست با شانه چو زلف پریشان محتاج

ردیف حاء حطی

هر کس کجاست محرم آب هوای صبح
داغ ست آفتاب بذوق صفای صبح

انجام هر نفس بود آغاز جلوه اش
در ابتدای صبح ببین انتهای صبح

وله

مید وزد آفتاب بصد تار زرنگار
تا چاک شد ز غفلت عالم قبای صبح

بهر علاج مرگ گران خواب غافلان
شاکر بود مسیح دم جانفزای صبح

ردیف خاء

نکرده ست بت سبز من از پان سرخ
شده ز خوردن خونهای عشقبازان سرخ

بیاض گردنش از خون من خطی دارد
غریب نیست اگر باشدش گریبان سرخ

مگر ز خاک شهیدان گذشته امروز
که شد لباس تو از گرد این بیابان سرخ

قبول فیض مدان جز بقدر استعداد
بنو بهار نشد رنگ باغبانان سرخ

ردیف الدال مهمله

آن کیست بر سفر بگذارد بنای خود
هر کس خوش ست در غم شادی بجای خود

هر چند دل ز درد غم هجر داغ شد
شاکر نگفته ایم بکس ما جرای خود

وله

عارفان را رغبت شوق تماشا تهمت ست
دیده عبرت بروی این جهان وا کرده اند

بیخبر از سیر دل مگذر که خوبان جهان
انجمن در خلوت آئینه ما کرده اند

از نسیم صبح توفیق رسا صاحبدلان
کار دنیا را چو گل شاکر بسر وا کرده اند

وله

بر سر خاک شهیدان گذری خواهی کرد
در دولت گر هوس بدین گلها باشد

شمع کاشانه بفریاد دل ما نرسد
آتش افروز جنون دامن صحرا باشد

ز ناوکی که از نگه او بما رسید
صد رنگ نو بهار گل مدعا رسید

جان و دل و جگر صیدگاه اوست
هر جا رسید ناوک شوخش بجا رسید

بر آسمان ز سوز جنونم فسانها ست
کارم بعشق او ز کجا تا کجا رسید

وله

چه حالتست درین عصر کز تغافل چرخ
دعای خسته دلان کارگر نمی آید

نظام کار دو عالم باختیار کسی ست
ز دست کوشش ما هیچ بر نمی آید

وله

بدوستی چشمت می و ساغر نمی ارزد
بان رنگینی عارض گل احمر نمی ارزد

نسیم طره اش دل نمی رباید ترک سودا کن
ببوی گیسوی او طبلهٔ عنبر نمی ارزد

کجا مجذوب با سالک تواند همسری کردن
بذوق قطرهٔ یک اشک صدف گوهر نمی ارزد

وله

یک گل ازین بهار بآرزو نمی رسد
سنبل خوش ست لیک بگیسو نمیرسد

وله

عنان بدست نویسندگان تقدیر ست
باختیار کسی را کجا گذاشته اند

بلاکشان محبت بسجدهٔ تسلیم
چه نقشها بمقام رضا گذاشته اند

وله

ناز صد بیگانه بهر آشنا باید کشید
رنج کوشش ها برای مدعا باید کشید

دامن مقصود تا افتد بدست آرزو
در بیابان طلب بس رنجها باید کشید

وله

محبت پیشه دل از جور الفت بر نمیدارد
حباب هم سر پیش موج تیغت بر نمیدارد

چو شبنم از زمین سبزه نخواهد داشتن شاکر
نقاب از رخ گران خورشید طلعت بر نمیدارد

وله

دوستیها که بیریا باشد
همچو عنقا و کیمیا باشد

فارغ ز رنجهای بیگانه
یار می باید آشنا باشد

نتوان در حساب آوردن
الفتی را که انتها باشد

شاکر از طالبان مخلص را
هر که دل بستهٔ وفا باشد

نگاہے سوئے مستان می توان کرد
بمژگان تیر باران می توان کرد

بنور شمع حسن عالم افروز
شب ما را چراغان میتوان کرد

چه از نیکی نباشد هیچ گاہے
بدشمن نیز احسان می توان کرد

درین گلشن ز رنگ و بوئے اخلاق
گلے شاکر بدامان می توان کرد

ولہ

مغتنیان رحمے بحالم کرده اند
باده نوشیها حلالم کرده اند

مست جام اشتیاقم دیده اند
سرخوش ذوق وصالم کرده اند

کوشش یاران غمم افزوده است
گرچه تدبیر ملالم کرده اند

در گلستان محبت اهل دل
از کرم شاکر نهالم کرده اند

ولہ

بمحفلے که مراد شه و گدا بخشند
چه میشود که دل زنده بما بخشند

بشکر کوش ز اخلاص روز و شب شاکر
که گنج نعمت جاوید ازین ادا بخشند

ولہ

بهر کشادن در میخانه شیخ جام
در دست ساقیان ز رشته نو کلید داد

شاکر بعیش کوش که ساقی بروئے گل
ما را نوید شوق بجام نبید داد

ولہ

اے آنکه نا امید شدی از گناه من
بارے به بین که فضل الهی چه می کنی

آگاه نیست زاهد خود بین ز حال ما
این بیخبر خیال تباهی چه می کند

ولہ

بنور روئے تو خورشید شد بجا شاگرد
دگر بغیر جهالت شود کرا شاگرد

عنان خدمت استادگی ز دست دهد
شود بشاه معنی گر آشنا شاگرد

ولہ

دلم از درد پیش آشنا خالی شد و پر شد
برنگ جام می کی جا بجا خالی شد و پر شد

بهارتی و خزانی روز و شب در کار می بینم
ز رفت و آمد خلق این سرا خالی شد و پر شد

کلام عالیست این از صفا شاکر اثر دارد
دل پاکان از هر مدعا خالی شد و پر شد

ولہ

گوشه گیری قطره را گوهر کند
کامل آنکس کز جهان پا می کشد

شاکر آگاه هم ز مکر آرزو
در کمند مهر دنیا می کشد

ولہ

شاکر از کنج قناعت هر که فیض اندوز شد
منت احسان کی از ارباب دولت می کشد

ولہ

هر کمالے را زوالے در قفا ست
غفلت آخر ها پشیمانم کند

زنده ام شاکر باین امید و بس
درد مندیها مسلمانم کند

ولہ

چون مئی دیرینه در آفاق شهرت میکند
منزوی شد هر که در کنج دلے یکسال ماند

ولہ

بے برگ ز آفات جهان باک ندارد
رنجیت نخلے که ثمر داشته باشد

از عالم راحت طلبی بهره ندارد
آن شخص که در پیش سفر داشته باشد

ولہ

کم کن سخن که حرف تو بی آب میشود
این شیوه ننگ صحبت احباب می شود

ولہ

در دهر ابهار مدا وا نمی کند
سعی نسیم غنچۂ دل وا نمی کند

ولہ

نقش جهان بغیر سبب نیست جلوه گر
آئینها و آئینه ساز آفریده اند

ز آغاز کار رسید گیسو دراز را
دشمن گداز بنده نواز آفریده اند

شاکر بمعنی تو و من وارسیده را
صد بار نیست کرده و باز آفریده اند

ولہ

ندارد زیب حسنت حاجت مشاطۂ دیگر
جهان را بے سپاهی شاه عالم گیر میگیرد

ز رنگ بے نیازیهائے ناز او چه پردازم
بصد تقصیر می بخشد بیک تقصیر می گیرد

بلند و پست ما از عشق گردد در نظر یکسان
ز سیلاب این بنا ها صورت تعمیر می گیرد

دل میرود ز دست و ندارم اختیار
مطرب درین بساط چه آهنگ ساز کرد

دستش ز دامن مقصود کوته است
هر کس که بر بساط ادب پا دراز کرد

ولہ

تمیز کامل و ناقص نماند در عالم
درین زمانه رواج گهر خزف دارد

فلک مدد گر خلق ست لیک شاکر ما
نعمت ز خاکسار محبت دریغ نیست
اے غره فریب هوسهائے زندگی
افزون کنیم شکر و بهر حال شاکریم
تدبیر عزیزان چه کند با من محزون
خوردیم بسے غصه درین بحر بامید
دارم امید گوشهٔ چشم از عنایتش
در ابروش اشارهٔ تحقیق مدعاست
نیستم ممنونِ احسانِ بهار
هر که شاکر لخت دل ریزد ز چشم
بفکر خستن من نیست حاجت کوشش دشمن
کشتیم باک ندارد ز شکست طوفان
جوشِ غم و نشاط جهان پایدار نیست
برگشته عالمی ز مریدان شیخ جام
طینت اہل کرم از آفت مرگ ایمن ست
هر کرا شاکر آشنائی معنی تحقیق شد
آنها که در حمایت همت سفر کنند
دانا دلان که نسخهٔ آداب خوانده اند
وصل کمال پیروی کامل ست و بس

امید گوشهٔ چشم از شه نجف دارد
وله
اکثر فروغ مهر بدیوار می رسد
غافل مشو که مرگ بیکبار می رسد
هر چند غم ز دست تو بسیار می رسد
دل کی شود آراسته زین شیشه گرے چند
وله
شاید که بگیریم بدامن گهرے چند
وله
حافظا که خاک را بنظر کیمیا کند
وله
در پیش طاق قبله نما جلوه می کند
وله
دامنم پر گل تو گل می کند
دامن مقصود پر گل می کند
وله
نفس چون خار ماهی نیشتر در آستین دارد
وله
کار دشوار چو افتاد خدا ساز شود
وله
بیدل مشو که اندک و بسیار بگذرد
گو محتسب که بر در خمار بگذرد
وله
نیکنامی تا قیامت کار هستی می کند
گرچه در بتخانه باشد حق پرستی می کند
وله
اندیشه کی ز وادی خوف و خطر کنند
هر چند قرب بیش خطر بیشتر کنند
وله
در منزل آن رسد که پی پیر میرود

ز دنیا در لباس دوستیها
بر اوج فلک سایه کند طرف کلاهم
جائے گله اش نیست که نعم البدلے یافت
ایمان بدل از حب وطن ریشه دواند
تا خاک شدن دیگریش از کف نگذارم
گر شاهان را سیاستی نیست
پیری ز سینه جوش شبابم نمی برد
مرا از ذکر محمود و ایاز این نکته شد روشن
صلاست باده پرستان که بهار می آید
فصل گل ست امروز دیوانه می توان شد

وله
فریب دشمن جانی به بیند
وله
از گوشهٔ چشمش نگهی گر بمن افتد
از کشور هند آنکه بملک دکن افتد
خوش وقت غریبی که بفکر وطن افتد
کو بخت که دامان تو در چنگ من افتد
وله
کی کار جهان نظام دارد
وله
ذوق شراب میل کباب هم نمی برد
وله
که صید عشق خوبان عاقبت محمود میگردد
وله
بچشم مست و سر پر خمار می آید
وله
با لیلی جنونی همخانه می توان شد

حرف الذال المعجمه

در فراق تو نهادم چو قلم بر کاغذ
رقم نامه ام از بدرگاه شوق ست
خط شاکر طپش دل برساند بر یار

تر شد از اشک من از رهبر هر کاغذ
یافت زین تار رسا رشتهٔ مسطر کاغذ
نیست محتاج به پرواز کبوتر کاغذ

حرف الرا المهملة

دل برده میکند طلب از من بسے دگر
با باد جانفزائے تو سرسبز عنبرتیم
من ندارم جز تو دلسوزی غمخواری دگر
بهر زاهد سبحه و زنار بهر برهمن

وله

با زلف او فتاده مرا مشکلی دگر
در کشت عمر کو بازین حاصلی دگر
غیر مهرت در دل من نیست دلداری دگر
بر سر و سودائے دیگر هر کس و کاری دگر

وله

میفزاید قدر مرد از بردباری بیشتر
آدم با حلم باشد اعتباری بیشتر

می شود سرسبز شاکر دانهٔ امیدوار
چون زمین در بهر که باشد راز داری بیشتر

وله

شود زنگت فزون طبع چون گهر دلگیر
برنگ آب روان نیست از سفر دلگیر

چرا از اهل محبت ملول میگردی
که طبع بخل نگردد از خطر دلگیر

وله

ای محبت اشک گرمم بر سر مژگان ببر
یعنی از دل شیشهٔ نذر پریرویان ببر

نیست حاجت اینقدر سختی کشا کردنت
جان عشق چون نفس بر لب بود آسان ببر

وله

نقش و نگار منظر اقبال دیده گیر
عرض بکر از لب دولت شنیده گیر

هر جا و هر مقام که قصد رسیدنست
منزل گزیده گیر و بانجا رسیده گیر

دنیاست زهر مار قناعت فسون او
بیش از گزند آن نقش افسون دمیده گیر

وله

باغ امکان مظهر رنگیست از ایوان یار
صبح هستی نیست جز گل کردن فرمان یار

مصرع برجستهٔ هرگاه موزون میکنم
انتخاب بیت ابرو نیست از ایوان یار

وله

ساغر چشم تو دارد بادهٔ ناب دگر
موج خیز نشئه او هست سیلاب دگر

خواب مخمل فرش راه غفلت آرائی بود
جسم او دارد درین راحت سر انجام خواب گر

در خم ابروی او مذهب پرست عشق را
بهتر از تسلیم گشتن نیست آداب دگر

وله

جز روی یار نیست گلی خوشترنگ دگر
این گل یقینی ست درین نیست شک دگر

ممتاز هست ابر بهاری ز هر نسیم
همرنگ او کجاست بجز نمک دگر

وله

چشم ابر نوبهاری در سراغ دانه هاست
جز متاع دل نمی جوید در دوران یار

نیست موجودی درین گلشن که بی داغش بود
ابر و رعد و شعله و دود است از ستان یار

وله

رنگ شهرت گل را خود نمائی بیشتر
بالد از اظهار الفت آشنائی بیشتر

دست از تدبیر دنیا هوش نتواند کشید
بخشد از کار جهان غفلت رهائی بیشتر

وله

نمی شود بفراق تو اشک آوره آخر
ز سعی جان بلب آمد گشت راه آخر

مکن ملامتم ای مدعی که عارف پاک
نوشته هست خط نسخ حب جاه آخر

وله

یکدم بیا و بر سر این خفته کن گذر
ببینیم بسبر یکدمست آهسته کن گذر

شائسته نیست پای ترا گلشن دگر
در باغ دل بصورت شائسته کن گذر

وله

محبت تو بدل می کنم بجان اظهار
مفید آنچه بود کرده ام همان اظهار

رسانده عرض محبت بیار خاموشی
فضولیست که سازیم با فغان اظهار

از نگاه عالم عقل و هوش و جان ببر
چون دلم آخر تو خواهی برد با سامان ببر

تا به گلزار دولت درد محبت گل کند
نقش خواهشها ز لوح سینه دربان ببر

ردیف الزاء المعجمه

دل عاشق ز درد آسوده هرگز
که دید این شعله را بی دود هرگز

ز دل فاش است اسرار محبت
نشد پوشیده بوی عود هرگز

دل شاکر که از هجر تو تنگست
کشاید نغمهٔ داود هر گز

وله

صبا به آن بت شیرین ادای صبر گداز
بگو سلام من خسته دل ز روی نیاز

بیا که خانهٔ دل بی غبار رنگ دوئیست
صفائی آئینه در راه تست پا انداز

ز صبح فیض عنایات محی الدین
صفای قلب طلب میکنم بعجز و نیاز

وله

برون نداده فغانم نوای پردهٔ راز
شکسته رنگی من گشته اینقدر غماز

قبول بندگی درگهم کند چه شود
جناب سید گیسو دراز بنده نواز

دل شکسته ارادت بشیخ جام آورد
کشاد کار نه در روزه بود نه بنماز

رسید موسم گل سازِ عیش کن آغاز بجام و شیشه و نقل و کباب و می در ساز

ببین بهمت آن پیشوای اهل سخن نموده ام غزلی نذر حافظ شیراز

وله

خرمی گل کرد جز با غم نمی سازم هنوز در چمن آمد بهار و رنگ میسازم هنوز

داغ انجام وفا شاکر کجا باید شمرد دیدهٔ محرم نشد از رنگ آغازم هنوز

درد عشقش را ز چاک سینهٔ خود چاره ساز گر گشاد کار میخواهی گریبان پاره ساز

صید دل کردی بوجه احسن و روئے سفید سیر این مهتاب در آئینهٔ رخساره ساز

اجتماع لفظ بد تاثیر دارد در کلام نفس را گر زور باشد دور از اماره ساز

وله

از جوش بهار قدمت گشت چمن سبز بلبل بنوا آمد و گردید سخن سبز

در فصل خزان سیر چمن نیز توان کرد زان روی که گردید بدل یاد وطن سبز

از باد خزان نخل بهشتی نبرد رنج از فیض حق و لطف نبی هست دکن سبز

شاکر نتوان خانه نشین ساخت جنون را امروز که صحراست نه از طرف چمن سبز

وله

داد ندا بدست بتان اختیار ناز رنگین تر از بهار گل آمد بهار ناز

شاکر چو وضع شنی بگلشن بود صواب جز گوهر نیاز نزیبد نثار ناز

وله

زهستی کی شوی واصل بدلدار غبار ره توئی از راه برخیز

بلطف مولوی رومی و جامی ببین شاکر جمال شمس تبریز

ردیف سین مهمله

آشیان در هر کجا بستیم بهر جمعت نبود گوشهٔ آرام ما چاه زنخدانست و بس

کسی از خوان قسمت روزی خود می خورد رزق غفلت پیشگان اندوه و حرمانست و بس

وله

بباغ دهر مگو نیست بارور نرگس شه و گدا همه دل بسته اند بر نرگس

درین چمن دلی از حب جاه خالی نیست تهی نساخته پهلو ز سیم و زر نرگس

فروغ باغ ز نرگس بود از آن شاکر که هست از همه گل صاحب بصر نرگس

ردیف شین معجمه

آسوده ز اندیشهٔ هر سود و زیان باش چون آئینه از عالم حیرت زدگان باش

وله

هر کجا رنجست راحت میرسد دردمند و خسته و بیمار باش

وله

تلاش معرفت خویش از آن و این غلط است مرو بهیچ طرف گوشه گیر دامان باش

وله

غافل مشو ز خاک نشینان چو آفتاب ای صدر آستان خبری می گرفته باش

ایدل چنین به بستر راحت چه خفته از غم کشتگان خبری می گرفته باش

چون عاقبت ترا بته خاک رفتن است غافل ز آنجهان خبری می گرفته باش

وله

طالب دردیم درمان نباشد گو مباش پرس و جوئی از طبیبان گر نباشد گو مباش

وله

ای سخن در وصف خوبان بر لب امید باش از فروغ این معانی کوکب امید باش

جز محبت نیست امید دگر در خاطرم ای محبت در دل من مطلب امید باش

تا بفهمی معنی اشک محبت را که چیست همچو طفلان روز و شب در مکتب امید باش

وله

بشوق کوئے محبت ترددے داریم شبی بود که بیاید بچشم ما سحرش

فغان که بار بفریاد ما دمی نرسید هزار ناله کشیدیم و نیست یک اثرش

ز فیض نقش فزون تر بود از و یمنی کسی نام محبت نکند بر جگرش

نهال صبر نشانی اگر بدل شاکر بقدر حوصله یابی حلاوت از ثمرش

خاکسار رهیاے من بود نقش پای یار خواب راحت می کنم در سایهٔ دیوار خویش

وله

طرح گلشن ریزد از خندیدنش غنچه ها را وا کند بالیدنش

وله

هیست رنج شور و شر در آبشار
عاشق آسوده است از نالید نش

سیر عالم هیست پابند همین پا سودنی
گر خیال تو رسائی میکند سیار باش

گر خبر داری ز راز قرار ستان تصدیق قلب
در چمن زار بیان گفتار با کردار باش

ردیف صاد مهمله

وله

در محبت خلوص می باید
می کند محبت جو وفا اخلاص

جز محبت کجاست درمانی
درد بیمار را شفا اخلاص

فرق باشد در آسمان و زمین
زاهدان در کجا کجا اخلاص

بی نصیب از وجد و حال افتاده اند این صوفیان
می نماید جائے اینها گوشهٔ دستار رقص

غافلان را نیست تدبیرے بغیر از وجد و حال
میکند خوابیده را از هائی هو بیدار رقص

ردیف ضاد معجمه

با مقدم بهار نداریم ما غرض
در دل بود رسیدن آن آشنا غرض

تن پروران با گل و شر بند مبتلا
زانرو که آشناست آب و هوا غرض

بر در گهش که نیست غبار جبین ماست
شاکر کجا فتاده و باشد کجا غرض

ردیف طاء منقوطه

وله

تا بنازم سر به تیغ ابروت جان را چه حظ
کفر زلفت گر نزد راه دل ایمان را چه حظ

عیش ما جز پرسش و جوئے لطف تو آماده نیست
گر نباشد میزبان خوش خلق مهمان را چه حظ

در دولت تا غم نباشد غمگساران را چه حظ
بی امید یاریت امیدواران را چه حظ

رخت بیماری ز تن افکند بیرون احتیاط
ای ز درد عشق تو پرهیزگاران را چه حظ

چون رود افسردگیها از چمن بی لطف ابر
جلوه پیرا گر نگردی خاکساران را چه حظ

لذت احسان ز ناشکران نمی یابد کریم
گر بیارد بر زمین شور باران را چه حظ

درد عضوے میبرد اعضائے دیگر را ز کار
گر بود یاری سپیر رنج یاران را چه حظ

تا نماند غنچهٔ دل تنگ سا غیر ازین
زین روا ره در جهان باد بهاران را چه حظ

ردیف عین مهمله

وله

دلها چو عجب ساخت خم زلف یار جمع
مردم شوند بهر امان در حصار جمع

تا دل علم بعشق شد از خویش میبرود
کی مانده هست میوهٔ بهر شاخسار جمع

کز پر تو جمال و سواد نگاه
در چشم خلق آمد لیل و نهار جمع

چون موج کز جدائی بحر ست مضطرب
در دوری تو نیست دل بیقرار جمع

شاکر امید شد که کشد دامن دلم
تا کرد یار از مژه اش خار زار جمع

سراپایش بهار کفر و ایمانست در واقع
کجا زلف و چه رخ زنار و قرآنست در واقع

چراغ عالم افروز ست شاکر عارضش بیشک
جبینش بیگمان خورشید تابانست در واقع

وله

پیش آن رخسار تابان گر بسیم نام شمع
آتش خاموشی فتد در زبان و کام شمع

نیست جز بر باد رفتنها درینجا حاصلے
غفلت ما را اشارت می کند انجام شمع

حرف غین معجمه

وله

تازه شد از زخم گیسو تو سودائے دماغ
فکر من شمع دل افروخت از بن دود چراغ

وحشتم را هبر بادیهٔ گمنامی ست
که دران بادیه گرد پر عنقاست سراغ

بهوس چون سحر آمدم که رسیدیم بباغ
پیرهن پیرخت از باس دریدیم بباغ

چون گل آخر ز جهان قطع تماشا کردیم
ساغرے چند بهر رنگ دویدیم بباغ

باغبان گرچه ز ما را ز چمن پنهان داشت
روغن از مغز دل غنچه کشیدیم بباغ

شاکر از خاطر ما رفت خیال و جهان		دل ربا نالهٔ امروز شنیدیم بباغ

حرف فا

نالهٔ زارم نشد همدم بگوش یار حیف		می سزد گفتن بجای ناله صد بار حیف
در هوای ابر و جوش سبزه و فصل بهار		جلوه پیرائی ندارد قامتش بسیار حیف
بره هنر ور می کند تعطیل ظلمی آشکار		ناوک مژگان او باشد اگر بیکار حیف
جز بدل شاکر نباید راز عشق او		آشنا گردد اگر گوشی باین اسرار حیف

ردیف قاف

گر شود شوق طلب با ما رفیق		می توان رفتن بمنزل ها رفیق
بهتر از شوقش رفیقم نیست کس		ور رود جانم شد از نرو یا رفیق
پاس انفاسم درینجا شد ضرور		تا دمی همراه شود آنجا رفیق
نظر بلطف تو دارند یک جهان مشتاق	وله	همین منم بجفاهای تو بجان مشتاق
زمان زمان بسرت سایه شوقش ندارد		تو هم شو از سر انصاف یکزمان مشتاق
مرنج گرچه رقیب از درش ترا راند		که نیست هیچ خسی میهمان مشتاق
یار شمع ست و دل سوخته پروانهٔ عشق	وله	داغ کافیست همان چارهٔ دیوانهٔ عشق
بر در دوست گدائیست ز شاهی بهتر		گنج دولت همه فرشست بویرانهٔ عشق
گر شود تشویش دنیا خار دامنگیر شوق	وله	قطع اسباب موانع می کند شمشیر شوق
خضر باید اقتدا اینجا بصد منت کند		مد آه من شده امشب بهر شبگیر شوق

ردیف کاف تازی

رسید غم ز دلم شد چو او بمن نزدیک		ز شب اثر نبود چون شود سحر نزدیک

ز قرب وعدهٔ او جوش عشق افزاید	وله	بیال کسب هوا چون فتد سفر نزدیک
درین جهت سخنم سبز گشت در عالم		که آه خسته دلانست با اثر نزدیک
دعای صاف دلان مستجاب میگردد		در آن زمان که شود شیر با شکر نزدیک
دماغ نازک یارم ز بوی گل گیرد	وله	بناله گرم مشو ای جرس نداری باک
هجوم خلق بخلوت گزین زیان نکند		شکر نصیب تو شد از مگس نداری باک
فدای مصرع برجسته ام که شیخم گفت		هزار جان بلب آری ز کس نداری باک
سخت تر میسازی از بهر شکستم دل سنگ را	وله	کردهٔ این بیضهٔ فولاد را حاصل ز سنگ
با وجود سخت جانی نیستم همچوش اشنگ		در محبت کرده ام آئینه حاصل ز سنگ
زیاد عاقبت کار در بدایت حال	وله	برنگ غنچه درین باغ مانده ام دل تنگ
فغانم آن بت بیرحم هیچگه نشنید		گداز دره‌ای وا نکرد دل سنگ
اگر بعشق شهادت طلب کنی شاکر		گواه درد دلم نیست جز پریدن رنگ
باین نشاط که دارد هوای کرناتک	وله	کجاست خلد چو عشرتسرای کرناتک
چه شرح آب هوایش دهم نمیدانم		که صبح جامه درد بر صفای کرناتک
کشادگی طبع عالی دارد		سواد گلشن بهجت فزای کرناتک
ز آبیاری حسن بتان ماه جبین		چو جوی شیر بود کوچه های کرناتک
غبار او همه زر بخش تر ز اکسیر ست		چه گویم از عمل کیمیای کرناتک
عروس ملک باین زیب بدنی دارد		که دوختند ملائک قبای کرناتک
ز کوس نصرت دین محمدیست بلند		اذان بمنبر تختهای کرناتک
ز فیض سایهٔ عدل محمدی امروز		گرفته خواب عدم فتنهای کرناتک

کر انجمل کونین در نظر آید — دمی که سایه فگن شد همای کرناتک
گشودن در فردوس هم همین باشد — وگرچه وصف کنم فتحهای کرناتک
زعاشقان نظر باز میبرد دل و دین — برنگ خط بتان سبزهای کرناتک
ببین بچشم بتان میبرد چه سرمه بکار — غبار کشور گو هر صفای کرناتک
فزون بود بمراتب ز خسروان عجم — بطمطراق تجمل کدای کرناتک
عجب مدار گر از شوق بستهام زنار — دلم ربوده بت خوش ادای کرناتک
دل شکسته دردهای تازه گلخوست — باین صفت چمنی کو سوای کرناتک
ز سیب نار بهشت آرزو چه بهره برد — مگر دوباره چشند ابنهای کرناتک
کسی نیافتم اینجا ستم کش افلاس — فکنده سایه بعالم همای کرناتک
درین طربکده آثار غنچه نتوان یافت — که یک گلست سراسر فضای کرناتک
گلی درین چمن از رنگ تازه خالی نیست — پریست جلوه گر از شیشهای کرناتک
یکی ز صد نتوان گفتن و صدای از هزاره — بدور لیل و نهار از ثنای کرناتک
ز جنس تافتهای و شجر زرباف — کشیده سر بفلک خیمهای کرناتک
زکشتزار کرم میدهد عجب امید — بجای دانه گهر خوشهای کرناتک
بناء طرب انبساط شاکر با — فزون زباده بابست لای کرناتک

وله

ظلمست وضع هر شی در غیر موضع او — عرفان چو رو نماید بر اهل آن مبارک
آئینه حضوری جای حضور حسن است — دیدار دیدن او بر حاضران مبارک
آشفته شد نه تنها جانم بآن دو گیسو — بیدار بودن ما بر پاسبان مبارک

ردیف لام

در بهاران میفزاید رونق خبار گل — موج آبی تازه می آید بروی کار گل
جلوهٔ حسن خزان کم نیست از جوش بهار — میرباید هوش بلبل شوخی رفتار گل
رنجها باید کشیدن را اینجا مفت نیست — گل توانی چید اگر بینی جفای خار گل
نیست آسان محرم راز ادب سنجان شدن — هست هر برگی زبان خامش گفتار گل
فکر گلرویان کند شاکر اگر جا در سرم — عیشو دوستار من نگین ترا ز دستار من

وله

شور جنون فکنده در آفاق بوی دل — تسخیر کرده هر دو جهان های هوی دل
جولان کس بعالم معنی نمیرسد — سعی قدم کجا و کجا جست و جوی دل
مینا ز می تهی کن و ساغر بسنگ زن — لبریز راز کن ز محبت سبوی دل
غنچهٔ ما انتظار آن تبسم میکشد — کی نسیم صبح بگشاید گره از کار دل
ای خریدار محبت از متاع درد و داغ — هر قدر خواهی مهیا گیر در بازار دل

وله

تا خیال آن پریرو تنگ دارد در بغل — شیشهٔ دل صد هزاران رنگ دارد در بغل
از دل زاهد کجا سختی برون خواهد شدن — شیشهٔ قلبی است کاین بی ننگ دارد در بغل
فاضل بمعنی این عصر از بهر جدال — خشت جای نسخهٔ فرهنگ دارد در بغل
تا کند وضعم باهل عالم اندک ارتباط — گل بجای خشت بهر جنگ دارد در بغل

وله

بجو بی نیست چون روبش دگر گل — کجا این رنگ و بو باشد بهر گل
درین گلزار بی آن مهر تابان — جمال آب و رنگی هست در گل
بدنیا بسکه دل بستند یاران — شگفته نیست یک خاطر مگر گل
چو شاکر گشت تسلیم رضایش — برنگ شاخ گل شد سر بسر گل

وله

باتفاق نوان عالی بسخر کرد — بر آرد گرچه به آئین بازه صحبت گل

برنگ و بوی دو عالم مسخرست اینجا / بدوش شاه و گدا منبر رایت گل

وله

گر الفت علیست بجانت چو آئینه / از کوثر قبول کنی شست و شوی دل

وله

طبع یارم گلشن است و صفحهٔ رخسار گل / بلکه در پیشش خجالت می کشد صد بار گل

گر ز مستی نرگسش ساغر بگیرد در چمن / می نشیند گوشهٔ چون زاهدان بیکار گل

از دوام رنگ دارد حسن او نسبت بحق / جلوه گر ثنا کر بباے میشود یکبار گل

حرف میم

خاطرم دارد هوس تا حرف مشکل بشنوم / از لب آئینه یعنی چیزی از دل بشنوم

آرزو دارم که رمزی از لب جان بخش یار / با ادب از دور بنشینم مقابل بشنوم

واعظ بیدرد از افسونهای پوچم می کشد / پند جان بخشی مگر از صاحبدل بشنوم

بیدل صاحبدل ثنا کر چه خوش فرموده است / هرچه لیلی گویدم باید ز محمل بشنوم

وله

بی جمالت در چمن جام تمنا نکشم / گر نما بند بهشتم بهر آنجا نکشم

تیغ و خنجر نشود سد ره الفت من است / محو تسلیم تو ام گردن ازینها نکشم

عشرت زندگی اینست که دلدار اینجاست / ورنه زین یک دو نفس منت بیجا نکشم

بچه کار آیدم این دست معطل فردا / ثنا کر امروز اگر دامن او را نکشم

وله

وقت آنست که دل محو پریزاد کنم / گوشهٔ حیرتی از آئینه ایجاد کنم

جست و جوی خرم پایهٔ جامی دارد / کو جنونی که بطور خودش استاد کنم

ای تمنا با ادب باش که آن محرم راز / حرف دل می شنود بهر چه فریاد کنم

وله

بسکه شوقت بدل رقم زده ایم / نفسی غیر آه کم زده ایم

نسخهٔ دل نقوش او دارد / بر خیال دگر قلم زده ایم

وله

لباس آن پریرو از پر طاؤس می بافم / ز داغ شمعش کرتهٔ فانوس می بافم

وله

درین گلشن بهار رنگ رنگ همتی دارم / همین نام و پیراهن ناموس می بافم

تماشای بهار همیشالی میکنم / خانهٔ دل را ز فکر غیر خالی میکنم

مخمل و دیبا بخواب خاکساری کی رسد / زین قماش از بهر تارش فرش قالی میکنم

خانه بهتر درینجا از بنای عجز نیست / ظرف دل از خاکساریها سفالی میکنم

وله

در وصف خط او سخنم سبز شد مدام / چون خضر یافت آب بقا لبم

جز درد نام او نبود آرزو دگر / با دل موافق است درین مدعا لبم

ثنا کر درین دکان هوس همچو آئینه / جنسی نچیده است به یک مدعا لبم

وله

تا یار را ببر خود گرفته ام / خوش میوه ازین شجر خود گرفته ام

در کیش خاکساری عاشق دمی کجاست / از نقش پای او اثر خود گرفته ام

از جوش فیض دیدهٔ بیدار ثنا کرم / فال مراد ازین سحر خود گرفته ام

وله

هر شبم بیدار دارد حیرت افزا جلوهٔ / میزنم چشمک چو انجم پاسدار کیستم

وله

میرمی از بزم آن شوخ و بیت می سازم / چه شود باز بپای بسرت جان بازم

ثنا کر از رهبری یاد ما پیوست کرد / شوق از آن روست که شد بال و پر پروازم

وله

سراغ راحت منزل درین وادی نمی دانم / تلاش هست و جو بیهوده چون ریگ روان دارم

وله

آئینه محو آن رخ گلفام کرده ام / خیل پری بشیشه ازین وام کرده ام

ثنا کر بغیر شکر ندارم وظیفهٔ / تا دل اسیر آن بت خود کرده ام

یاد آن رخسار کردم گل دمید از پیکرم / نو بهار تازه جوشید امشب از برم

با وجود گریه نومید از محبت نیستم / گوهر افشانست در راه بتان چشم ترم

آشنائے شکوہ کی گردد لب تسلیم من		درجفا و جورخوبان ازتہ دل شاکرم
آگر از رمز محبت شد دل دیوانہ ام	ولہ	گشت لبریز زلال معرفت پیمانہ ام
دل را بسیر دیدۂ خونبار می بریم	ولہ	دیوانہ را بدیدن گلزار می بریم
مست عشقیم و با سرار جنون پی بردہ ایم		ما عنان دل بعقل دوربین نسپردہ ایم
نامہ بیرنگ را قاصدے درکار نیست	ولہ	ہست بربال نگہ پیغام از خود رفتنم
شاکر از سیر جہان مدنگاہ نارسا		دوخت از طول امل صد رشتہ زنجیر اہم
نو درد و داغ و فا سوختم کرا گویم	ولہ	رنگئے ندارد این ہوس فکر کار خود خرم
رستہ ام از غم دلبستگی کار جہان	ولہ	بستۂ سلسلۂ کاکل پیچان تو ام
گر غبار م نرسیدہ است بکامی اینجا		روز محشر برسد دست بدامان تو ام
سوخت از بس در جدائیہا سراپا پیکرم	ولہ	عالمی گردید پنہان در دل خاکسترم
دانہائے اشک اگر ز ہجر میریزم بخاک		پای بر تاج شہان دارد ز غرت گوہرم
می نگارد بسکہ نقش طرۂ او خانہ ام		کوچۂ زنجیر باشد سطرہائے نامہ ام

حرف نون

کیست گوید با تو آن کن این مکن		جز ترحم بر من مسکین مکن
مخمل و کمخواب رنگ اعتبار		دستگاہ بستر و بالین مکن
راہ و رسم کجروی را دل مدہ		پادشاہ خویش را فرزین مکن
ہست دنیا زراعت عقبی	ولہ	غافل امروز کار فردا کن
خاک درگاہ ترا مالیدہ ام تا بر جبین	ولہ	می گزارم چون فروغ مہر بر سر در جبین
صورت تدبیرہا میدید و تمثال ہوس		داشت بر آئینہ را گر اسکندر جبین

بدیدن دل بود مائل چہ دیدن دیدن یاران		الہی دور کن ظلمت چہ ظلمت ظلمت ہجران

حرف واو

جسم بیجا بینیم ما را دستگاہ ناز کو		بال ناپیداست دیگر شوخی پرواز کو
رنگ گلزار جہان شاکر ز فیض اولیاست		غافلست آن کہ گوید حافظ شیراز کو
از گفتگوی بیہدہ باید بہ بست لب	ولہ	شاکر دران بکوش کہ آید بکار تو
در ملک دلبری ہمہ جا سکّات زوند	ولہ	صاحب نوئی بکشور و خوبان غلام تو
بر روے نیک و بد در آئینہ ہست یار		روشن برنگ صبح بود فیض عام تو
ہر کہ شد مبتلائے تنہا کو		جان نبرد از بلائے تنہا کو
سوخت خود را بآتش دوزخ		ہر کہ شد آشنائے تنہا کو

حرف ہا ہوز

زلف تو تا دل برد از گرہ		بہر ہمین ست سرا سر گرہ
ابرویت ای شوخ گرہ گر زند		لطف نمائے از دل من ہر گرہ
عقدہ بکار تو ز تر دامنیست		وا نشود ہیچ چو شد تر گرہ
ہر گرہے نیست ندامت طلب		چشم تامل کہ بود بر گرہ
زد بسر زلف تو شاکر بشوق		از دل صد پارہ مکرّر گرہ
جز روئے لست روی دگر دیدیم گناہ		یارب مرا نمای بسوبیت ز لطف راہ
خم گشت پشت زاہد و آہنش اثر نداشت		چون حلقۂ کمان کہ شود چلہ اش تباہ
جز درد دل بیار نگفتیم مطلبے		شاکر سخن زیادہ کسی چون کند بشاہ
دل براہ انتظار جلوہ ات بیچارہ	ولہ	میتوان بر حال کردن ترحم پارہ

در و مند یہا نیامد خالی از آسودگی
شب بسر بردیم در فکر دل آوارہ ساخت
از دعایم چون دل احباب فارغ شد زغم
می کند سیر لوح و کرسی و عرش
شور عالم کجا بود بیجا

ولہ

شد طپیدن ہائے ما از بہر دل گہوارہ
پشت چشم او در انتظارش بود چون سیارہ
ز نیخبتہ شاکر نباشد حاجت غمخوارہ
آنکہ گردید خاک پائے ہمہ
داشتی گوش بر صدائے ہمہ

ردیف یائے تحتانی

نیست دردے در دل از عاشقی دم میزنی
بگذر از تشویش دنیا اندکی آسودہ شو
ہمکتوبی دلم را شاد کردی
دل از نقش دو رنگی پاک کردند
خراب آباد ملک بیخودی را
نمی آید ز شاکر غیر شکرت
بخط جادۂ تسلیم باید از خود رفت
بسیر این گل و گلزار کی شوم مائل
بمردن ہم ہوس ست از عزیزان بر نمیدارد
کجا دوری شود شاکر حجاب رہ کہ مجنون را
یک قلم روئے زمین از رنگین عاجز نیست
سرشتہا دور خست و خاکساری ہا بہشت
گوش آندم ز رموز حق شنود

ولہ
ولہ
ولہ
ولہ
ولہ

نقش بر باد ست این آبی کہ بر ہم میزنی
تا بکی غافل نفس از رمش و از کم میزنی
محبت خانہ آباد کردی
ز زنگ آئینہ را آزاد کردی
بنحو ابہم آمدی آباد کردی
گر انعام و اگر بیداد کردی
عنان کار نباشد در اختیار کسی
دلم فریفتہ ست الفت بہار کسی
کشودہ مردہ صد سالہ از حرص کفن چشمے
ز نیش عشق لیلی گشتہ ہر رگ در بدن چشمے
یاد می باید گرفت از بوریا افتادگی
آرزو ہیم عاجزی و مدعا افتادگی
کہ بفریاد و بینوا برسی

گر او آرام جان بودے چہ بودے
گل روئے تو اے گلزار جانی
نہال نالہ می کارم گل سودا بسر دارم
صبح گاہے از دل صد چاک من
ترا از حیرت دل آگہی نیست
نسوز تا دلت از آتش عشق
ز استغنائے حسنت آگہی نیست
تو خوناب جگر ناخوردہ شاکر
درینجا اختر کاہشہا ست مسجود جہان گشتن
بمہر میہائے دشمن سخت نتوان شد درین دریا
اگر از لطف بکاشانہ ما می آئی
بر سر خاک شہیدان گذرت افتادہ ست
جان ز تن خواہد رمیدن فکر کار خویش کن
از دو عالم گوئے اقبال سعادت بردہ
چون نباشد کار و بارت بیریا شاکر چہ سود
قصر جہان ندارد بنیاد و پائدارہی
آسودہ ست درینجا با اعتدال ہیات
زین بہر قطرہ ہا را یکسان نمی توان یافت
معموری جہان بود چون تیشہائے ساعت

ولہ
ولہ
ولہ
ولہ
ولہ
ولہ
ولہ
ولہ

انیسم یکزمان بودے چہ بودے
جہان عاشقان بودے چہ بودے
اسیر شوق دیدارم تو ہم اہی شوخ میدانی
سیر کن گلزار و گل چین اندکے
طریق پاکبازان را چہ دانی
حدیث جانگدازان را چہ دانی
مزاج بادشاہا نرا چہ دانی
بہائے لعل خوبان را چہ دانی
مہ نو گر بہ بینی شکل سحر البتہ پنداری
گلو را گر بگیر و قطرہ گرد ابست پنداری
دل و جان ما فدایت کہ بجا می آئی
کہ تو امروز چنین لعل قبا می آئی
گر سلیمانی کہ روزی داغ این خاتم شوی
گر بہ نیکان یکنفس از صدق دل ہمدم شوی
گر بہ بخشش شہرۂ آفاق چون حاتم شوی
در گل نشستہ نہی رفتہ تا آب نہی
یعنے بسایہ نہیے در آفتاب نہی
چون گوہر ست نہیے ہمچو حباب نہی
آباد گشت نہیے تا شد خراب نہی

زان اشکها که در هجر شاکر زدیده ریزد
خاک یا برباد خواهد داد آخر آسمان
همچو عیسی نیست ممکن رو بمقصد بردنش
همه تن حضور گردد دلت از فروغ حیرت
شمع بزم ماست امشب روئے تابانِ کسی
عمرها شد از بد و نیک و عالم فارغیم
فارغیم از خلد رضوان در خیال عارضش
قدم بردار ازین گلزار کلفت سوئے صحرائے
ز اسبابِ تعلق خویش را بیگانه کن شاکر
جهان را بیک چشم اگر دیده باشی
ندیدی سر انجام احوال خود را
دوریت نیست کم از رنجوری
آهی با طرب پاینده باشی
از خردمندان قدم برتر زند تدبیرے
هر دو عالم حاصل سوز محبت آمده است
ساختهٔ عاشقم باز پشیمان توئی
باخته ام جان و دل تا عوض آمد بدست
عشق تو برباد داد صبر و قرار دلم
چون تو بتان را کجاست صد بنه دلبری

چو شعله هست نیمی همرنگ آب نیمی
وله
دانه چون بشکست وا از زحمت پرویزنی
هر که باخود دارد از اسباب دنیا سوزنی
وله
اگر از ادب زبانی بصفا رسیده باشی
وله
باده در جامیم از لعل درخشان کسے
نیست مستانرا خیال کفر و ایمان کسے
نیست ما را آرزوئے باغ و بستان کسے
وله
مگر بوئے برد دل از گل خود روئے صحرائے
اگر وارستگی خواهی نشین پهلوئے صحرائے
وله
بد و نیک هستی چه فهمیده باشی
چه حاصل دو عالم اگر دیده باشی
وله
می طپیم عمرهاست از دوری
وله
برنگ گل سراپا خنده باشی
میدمد در پائے شیران سبزهٔ زنجیرے
نغمه با تاثیر شد نخواه در جا گیرے
وله
منتظرم بر رهت پائے بدامن توئی
در تن و در جسم من هم دل و هم جان توئی
خاک ضعیف مرا رهبر جولان توئی
مالک لها شدی صاحب سامان توئی

از تو بود هر چه هست لیک ز روئے ادب
ذره صفت شاکر است محو فروغ رخت
وله
خوبان تمام انجم و خورشید آن یکے
کثرت نمود است بجز پردهٔ خیال
دل داده ایم ما بهمان یک نگار و بس
نیرنگ اینجهان نفریبد اگر دلت
وضع خوشت اشاره بتوحید میکند
شاکر فریب ظاهر و باطن نمیخوریم
وله
فریاد و ناله است صد آه و فغان یکے
چون یکدلی مفید سرانجام کار ماست
نقصان براستی نشود جمع هیچ جا
وله
زکوئے یار خبر یابد از هزار یکے
باختیار تو کردیم کارها و نبود
وله
احتمال صدق با کذب خبر باشد یکے
ظاهر و باطن همان یک جلوهٔ یار است و بس
محنت و آرام یکرنگانه صحبت داشتند
سعی دنیا را مکن نسبت بعیش آخرت
وله
زاختلاط اهل اغراض است نفرت ایمنی
دام پنهان کی نماید صید را راه امان

درد نگویم ترا صورت درمان توئی
بر فلک دلبری مهر درخشان توئی
وله
از گلرخان شهر دلم جز همان یکے
در پیش چشم آمد و هفت آسمان یکے
چون ممتحن یکی است بود امتحان یکے
گردد به پیش تو بهار و خزان یکے
جز یک سخن نگوئے که باشد زبان یکے
با ما چو یار هست نهان و عیان یکے
وله
مقصود ما ز شور جهانست آن یکے
غم نیست گله را اگر آمد شبان یکے
بالید پائے پائے سرو در آب روان یکے
وله
بقصد صید جهان میکند شکار یکے
بهیچ وجه از ینها باختیار یکے
وله
نیک و بد محسوس در پیش نظر باشد یکے
در خبر باشد یکی و در نظر باشد یکے
پیش تسلیم و فا چون خیر و شر باشد یکے
راحت و آسودگی کی با سفر باشد یکے
وله
به بود زین آشنائیها رم بیگانگی
آفت نفس است بیش از دشمنان خانگی

گر نزاد در وادی عشقش نباشد زهره		همتی دریوزه کن از عالم مردانگی
پر می شود ز گوهر مقصود دامنش	وله	گر به پیری بدیده گریان کند کسی
پیری برد خواهش عیش و طرب ز دل		آمد خزان چو سیر گلستان کند کسی
هر آفتی که هست ز گوش و دست و چشم		تا چند احتیاط ز باران کند کسی
جز جان ناتوان چه بود در بساط مور		گر عرض هدیه اش بسلیمان کند کسی
بازی دهد مرا ز گل رعنای طبع تو	وله	گاهی چو رنگ پخته گهی خام می شوی
از سعی ما چه فائده حاصل شود نکو		از خویش میرویم که تا رام می شوی
عزت ایدیده چو آئینه بجز حیرت نیست	وله	تا بهر رنگ درین باغ تو وا میگردی
دولت راحت اگر کس برد از سایه تو		جلوه پرواز پر و بال هما میگردی
بوسه گاه لب افلاک بود جای علی	وله	اوج امید گرفته است چو من پای علی
نیست یک جزو وجودش ز کرامت خالی		حل مشکل شود از ناخن زیبای علی
برگ برگ چمن امروز چراغان کرده است		چهره افروخت درین باغ سراپای علی
میشود زنده بحرفش تن بیجان بیشک		چشمهٔ آب حیات است سخنهای علی
راه مقصود باین نور به بیند همه کس		روشنی داد بخورشید و مه رای علی
میبرد قیمتش افزون ز دو عالم شاکر		بی بها هست بس گوهر یکتای علی

رباعیات

منزلگه عاشقان مکانی دگرست		در سیر نگاه شان جهانی دگراست
در دیر و حرم گر نروم معذورم		پیشانی من بر آستانی دگراست

گردید سفید مویت از پیری ها	وله	داری ز خضاب صولت شیری ها
چشمت مژه ریخت در تماشا و هنوز		با هرزه نگاه هیبت بلبل پیری ها
از جور تو ام لطف نهانی دگرست	وله	با دل ز خیالات امتحانی دگراست
هر چند میکشی ز شوق بیعت		هر دم به تنم چو شمع جانی دگراست
شور دل هر کس از جهانی دگرست	وله	در جرگه عاشقان فغانی دگرست
زین ناله و آه نتوان بردن		در عالم عشق امتحانی دگرست
مهرت بدل خلق بیاض بغلی است	وله	خطش وسط است نی خفی و نه جلی است
چون آئینه روی عالمی جانب تست		وضع تو ز بسکه خو گر صاف دلی است
هر چند جهان نقش نگینت باشد	وله	یا خنگ فلک بزیر زینت باشد
هرگاه بحال خویش وا می نگری		او نیست که در سجده جبینت باشد
من با تو چو شیشها بمل نزدیکم	وله	با آب بقا ز وضع بل نزدیکم
در پیش تو ام گرچه بظاهر دورم		ای غنچه بتو چو بوی گل نزدیکم
دریا در تو ام از تو جدا نزدیکم	وله	چون دل بخیال تو دعا نزدیکم
دایم بتو روی هر کجا خواهی بود		دایم بتو چون قبله نما نزدیکم
از حسن خیالت بصفا نزدیکم	وله	وز پرتو مهرت بضیا نزدیکم
از یاد خدا چو غفلت ممکن نیست		من در یاد تو با خدا نزدیکم
ای آنکه بحسن خویشتن مغروری	وله	بر بستر ناز و خرمی مسروری

شاکر چو غبار جلوه گاهت باشد
گر بر سر رفتار نه معذوری

آصف ثانی تخلص آصف

آصف تخلص - میر محبوب علیخان نام - فتح جنگ نظام الملک مظفر الممالک آصفجاہ بہادر ششم خطاب ہے - آپ غفران منزل میر تہنیت علیخان افضل الدولہ نظام الملک آصفجاہ پنجم بادشاہ دکن کے صاحبزادے بلند اقبال ہین - آپکی ولادت باسعادت بتاریخ شب ششم ماہ ربیع الثانی یوم جمعہ عید المومنین سنہ ۱۲۸۳ ہجری شہر حیدرآباد دکن مین واقع ہوی - پیدا ہوتے ہی خوشی مبارکبادی کے رسوم تجمل و تزک کے ساتھ ادا ہوئے - یعنی چند توپین بتقریب ولادت سلک کی گئین - اور خوشی کے نقارے اور مبارکبادی کے شادیانے بجوائے گئے - تمام ارکان دولت و امرائے سلطنت و مشائخ دکن و علمائے زمن نے تہنیت کی نذرین پیش کین - غفران منزل فرزند دلبند کی میلاد سے بہت ہی خوش ہوئے - کثرت خوشی مین امرا و مشائخ و علما و فقرا کو انعامات وافرہ و خلعتہائے فاخرہ سے سرفراز کیا - خوانق و مساجد مین فقرا و غربا کے لئے طعامہائے لذیذ و حلوائے شیرین بہیجے - و طوائف ارباب نشاط بہی صلات و انعام سے مالامال ہوئے چند روز تک راگ و رنگ کا جلسہ و آوازہ مزمار و چنگ کا ہنگامہ گرم رہا شعرائے زمانہ نے تاریخی قصائد پیش کئے - حسب مناسب انعام یا وجب سے ممتاز ہوئے - حسب معمول قدیم دستور کے موافق پیشکاری و دیوانی سے منجے تجمل و عظمت کے ساتھ حضور مین بہیجے گئے اسیطرح امیر کبیر کے جانب سے بہی مراسم مبارکبادی ادا ہوئے - حسب الحکم حضور آپ کی تربیت و رضاعت و حضانت کے لئے متعدد انائین اور مامائین مقرر کی گئین - بقول

بعض مخبرین چار انائین اور چار مامائین خادمہ معین ہوئین - پس آپکا نشو و نما حیدرآباد فرخندہ بنیاد کی آب و ہوا کی آغوش مین ہونے لگا - اور راتدن خوشی کے گہوارہ مین روز بروز نونہال چمن کی طرح بڑہنے لگا - اور آپ کی حضانت و رضاعت کا اہتمام آپکی جدہ ماجدہ مخدومۂ جہان دلاور النسا بیگم صاحبہ کے سپرد تہا - مخدومہ آپکی نگرانی عمدہ طرح سے فرماتی تہین - کثرت محبت سے آپ پر جان نثار ہوتی تہین آپ کو ایک منٹ بہی نظر سے جدا نہین کرتی تہین - حضرت مغفرت منزل آپکو کبہی کبہی دیدار کے لئے طلب فرماتے تہے - انائین و مامائین پیش کرتی تہین - حضور نور چشم کے دیکہنے سے خوش ہوتے تہے - اناؤن کو بیشمار انعام دیتے تہے حضور مغفرت منزل کے ہاتہہ مین زر و جواہر مردود تہا - کبہی زر و جواہر کے طرف التفات نہین کرتے تہے - حاتم و معن بن زائدہ - و برامکہ و برامکہ کے اسما کو صفحۂ زمین سے مٹاتے تہے چنانچہ آپ کے و حضور مرحوم کے مفصل حالات و سیر و عادات محبوب الوطن تذکرۂ سلاطین دکن کے تیسرے حصہ مین ذکر کئے جائینگے - شعرا و مورخین نے آپ کی ولادت کی تاریخین فقرات ذیل سے بحساب جمل برآمد کی تہین - **ہو ہذا**

امیر افضل الملک	چراغ دکن	ہو المختار
سنہ ۱۲۸۳ ہجری	سنہ ۱۲۸۳ ہجری	سنہ ۱۲۸۳ ہجری

پس آپ سرو تازہ کی طرح نشو و نما مین ترقی کرنے لگے - جب آپ دو برس آٹہہ مہینے کے ہوے تب یکایک ہنیرہ تاریخ ماہ ذیقعدہ سنہ ۱۲۸۵ ہجری مغفرت منزل عالیجناب افضل الدولہ بہادر جو آپ کے والد بزرگوار تہے اس دار فانی سے عالم جاودانی روانہ ہوئے - اس حادثہ سے امرا و اہل ریاست کو سخت رنج و غم ہوا

شہر مین خانہ بخانہ کوچہ بکوچہ نوحہ و گریہ کا شور و غوغا بلند ہوا۔ محلسرا و شہر کے دروازے بند کئے گئے۔ نواب مختار الملک بہادر نے دفن سے قبل بمشورۂ امیر کبیر شہر مین آپ کے حکمرانی کی منادی کردی تہی تاکہ کوئی فتنہ برپا نہو جائے۔ منادی ہوتے ہی عام و خاص مطمئن ہوئے۔ صاحب عالیشان مسٹر سانڈرس رزیڈنٹ حیدرآباد و کرنل ٹوڈہی صاحب مددگار رزیڈنٹ نواب مختار الملک کے پاس آئے۔ ملاقات کرکے فی الفور چلے گئے۔ پہر مختار الملک بہادر کے حکم سے شہر کے دروازے کہولے گئے مدار المہام و امیر کبیر و دیگر امرا و علما و مشائخ و فقرا بادشاہی محل مین جمع ہوئے مرحوم کی تجہیز و تکفین کرکے نعش مقدس کو مکہ مسجد مین لائے۔ نماز جنازہ ادا کرکے مسجد کے صحن مین سکندرجاہ کے دہنے جانب مین دفن کئے۔ دفن و کفن مین نصف شب گذر گئی تہی۔

جلوس اعلیحضرت

پہر ہندرہ تاریخ سوم کی فاتحہ مین کل امرا و صاحبان سیف و قلم مثلاً سر سالار جنگ مختار الملک و نواب شمس الامرا بہادر و مقدم جنگ جمعدار عرب و راجہ نریندر پرشاد بہادر پیشکار جمع ہوئے۔ فاتحہ و ختم قرآن سے فارغ ہوکے مراسم تعزیت ادا کئے اور صاحب عالیشان رزیڈنٹ صاحب بہادر بہی مع دو افسرون کے تشریف لائے اور ماتم پرسی کرکے چلے گئے۔ پہر سولہ تاریخ ماہ مذکور دربار منعقد ہوا۔ مدار المہام و امیر کبیر و پیشکار و ارکان دولت و جمعداران ریاست و صاحب عالیشان رزیڈنٹ صاحب بہادر مع مسٹر فریزر صاحب و ڈاکٹر فنڈ و صاحب و غیرہ افسران جلیل القدر حاضر دربار ہوئے۔ اور حضور کے تخت نشینی کی تیاری ہوئی۔ اُسوقت آپکی عمر شریف

تین برس آٹہہ مہینے کی تہی۔ نواب سر سالار جنگ مختار الملک بہادر حضور کو سفید لباس و دستار مع طرہ زیب بدن کرکے گود مین لائے اور تخت نشین کئے۔ جب صاحب عالیشان سانڈرس صاحب بہادر رزیڈنٹ نے فرمایا مبارک ہو۔ جلوس ہوتے ہی سلامی کی توپین داغی گئین اور خوشی کے نقارے بلند آوازہ ہوئے۔ تمام امرائے حاضرین نے تہنیت کی نذرین پیش کین۔ اور دربار مین یہہ امر قرار پایا کہ نواب مختار الملک بہادر مہمات سلطنت کے کفیل اور نواب امیر کبیر شمس الامرا بہادر تا سن شعور نائب حضور رہین۔ نواب مختار الملک بہادر نے مقرر کردیا تہا کہ دستور قدیم کے موافق معززین امرا و اہل مناصب و جمعداران و غیرہم روزانہ سلام و مجرا کے لئے دولتخانہ پر حاضر ہوا کرین۔ حسب الحکم تمام حاضر ہوتے تہے۔ سلام و کورنش ادا کرتے تہے اور خود نواب صاحب امیر کبیر بہی تشریف لاتے تہے۔ آداب و کورنش بجا لاتے تہے اعلیحضرت کی خیر و عافیت استفسار کرکے رخصت ہوتے تہے۔ جب آپکی عمر شریف پورے چار سال کی ہوئی۔ تب آپکی تسمیہ خوانی کی تیاری شروع ہوئی۔ شہر مین اس جشن کے چرچے کوچہ بکوچہ محلہ بمحلہ ہو رہے تہے۔ تمام اہالی دکن اس جشن کے سراپا مشتاق تہے۔ الحمد للہ کہ وہ زمانہ آیا مشتاقان جان نثار کی مراد برآئی۔ اور تمام کی دعاؤن نے قبولیت کا اثر پایا۔

جشن تسمیہ خوانی و تعلیم کا ذکر

جب حضور چار برس کے ہوئے۔ تسمیہ خوانی کی تیاری شروع ہوئی۔ شہر آرائش سے سجایا گیا۔ شہر کے تمام امرا و اہل مناصب و ملازمین کو تورے و جوڑے تقسیم کئے گئے بتاریخ دہم شعبان ۱۲۸۷ھ ہجری بڑی عظمت و شان سے دربار منعقد ہوا۔ ارکان دولت

وامرائے ریاست وعلما وفضلا وغیرہ حاضر دربار ہوئے۔ تسمیہ خوانی کی رسم ادا ہوئی
خوشی کے شادیانے بجنے لگے۔ ارکان دولت نے مبارکباد کی نذرین پیش کین
پھر آپ کی تعلیم کے لئے جامع العلوم حضرت مولوی محمد زمان خان صاحب
شہید ایک ہزار روپیہ ماہانہ سے مقرر کئے گئے۔ شہید مرحوم آپکو نہایت ملائمت
وسہولت سے تعلیم فرماتے تھے۔ جب ساتھہ تاریخ ماہ ذیحجہ سنہ ۱۲۹۲ ہجری مین مولوی صاحب
ایک مہدویہ افغان کے ہاتھہ سے شہید ہوئے۔ تب نواب مختار الملک مدار المہام نے
بجائے شہید مرحوم برادر شہید مولوی مسیح الزمان خانصاحب کو مامور کیا۔ مولوی صاحب
کے متعلق اور بھی مہمات محلات وغیرہ تھے بناءً علیہ مولوی صاحب نے حسب الاجازت
مدار المہام اپنے دو مددگار ایک حافظ حاجی مولوی انوار اللہ صاحب قندہاری حیدرآبادی
دوسرے مولوی محمد اشرف حسین صاحب سہسوانی کو مقرر فرمایا۔ یہہ دونون بزرگ
اوقات معینہ پر حاضر ہوتے تھے۔ اور تعلیم دیتے تھے۔ لیکن تعلیم کی نگرانی مولنٰنا کے
سپرد تھی۔ اعلیحضرت کی طبیعت مین ذکاوت وفطانت خداداد تھی۔ آپ اردو
فارسی مین ایسے مستعد ہوگئے کہ املا وانشا درست وصحیح لکھنے لگے۔ اور سنہ مذکورہ
مین آپ کی انگریزی تعلیم کے لئے ولایت سے مسٹر کلارک صاحب بلائے گئے۔ اور
آغا مرزا بیگ المخاطب سرور جنگ سرور الدولہ سرور الملک دہلوی کو کلارک صاحب کا
مددگار کیا۔ اور میرزا محمد علی بیگ المخاطب افسر جنگ افسر الدولہ افسر الملک بہادر
بن میر ولایت علی بیگ افسر رسالدار نیزہ بازی وجمناسٹک لان ٹینس وکرکٹ
وپولو وغیرہ فنون سپاہگری کے تعلیم کے لئے اور ٹیپو خان بہادر شہسوار سواری
سکہلانے کے لئے۔ اور منشی مظفر الدین خان بہادر خوشنویس۔ ومرزا نصر اللہ خان بہادر

دولت یار جنگ وغیرہم مقرر کئے گئے۔ تمام اساتذہ آپ کو علوم وفنون کی تعلیم نہایت
سہولت کے ساتھہ فرماتے تھے۔ آپ نہایت ہی ذہین وفہیم تھے سرعت کے ساتھہ
علوم وفنون مین ترقی کرتے گئے۔ تائید آلہی سے فارسی وعربی وانگریزی وفن
سپاہ گری مین ایسی لیاقت حاصل کی کہ آپ ہی اپنا نظیر ہوئے۔ تقریر وتحریر مین
بھی بے نظیر۔ انتظام وتدبیر مین بدر منیر مین اللہم زد فزد

آپکی جلوسی سواری کا ذکر

سنہ ۱۲۹۱ ہجری مین آپ کی پہلی سواری جلوسی دستور قدیم کے موافق دار الامارۃ حیدرآباد
سے نہایت تجمل وتزک شاہانہ کے ساتھہ برآمد ہوئی۔ تمام افواج عرب وحبشی وافاغنہ
سوار وپیادہ جلوس مین ہمرکاب تھے۔ رعایا کا ہجوم کثرت سے تھا۔ در ودیوار پر
تماشائیون کا مجمع تھا۔ تمام اپنے بادشاہ نونہال بلند اقبال کے دیدار سے خوش ہوتے تھے
سواری کے مقابل ہوتے ہی تمام سرو کی طرح تعظیماً ایستادہ ہوتے تھے اور اپنے مالک کو
محبت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ اور صدق دل سے دعا دیتے تھے الٰہی اس روشن چراغ
سلطنت کو تا ابد روشن رکھہ۔ سواری تجمل وشان کے ساتھہ فرمان باڑی عرف لالہ گوڑہ
پہنچی۔ وہان تھوڑی دیر توقف کرکے مراجعت کی۔ مراجعت کیوقت رزیڈنسی کوٹھی
مین اُترے۔ رزیڈنٹ صاحب نے استقبال کیا۔ کوٹھی مین تھوڑی دیر قیام کرکے
رخصت ہوئے۔ وہان سے آکے محلسرا مین داخل ہوئے۔ آپ کی جدہ ماجدہ نے فقرا
ومستحقین کو بیشمار صدقات دئے۔

دہلی کا سفر بتقریب جشن قیصری بعہد لارڈ لیٹن گورنر جنرل ہند

اعلیحضرت بتقریب جشن قیصری ۱۹ تاریخ ذیقعدہ سنہ ۱۲۹۳ ہجری مین مع نواب مختار الملک بہادر

وامرائے ریاست شاہانہ شان کے ساتھہ اسپیشل ٹرین پر سوار ہوکے دلّی روانہ ہوئے
۴ تاریخ ذیحجہ سنہ مذکور مین دلّی پہنچے۔ آپ کے پہنچتے ہی توپخانہ شاہی سے
۲۱ ضرب اتواپ سلامی سر ہوئین۔ دوسرے روز گورنر جنرل ہند بہی وارد ہوئے
نہم تاریخ ماہ ذیحجہ اعلیحضرت مع مختار الملک بہادر وامرائے دولت گورنر جنرل لارڈ
لیٹن صاحب کی ملاقات کے لئے گئے۔ لارڈ صاحب کے خیمہ گاہ مین پہنچتے ہی
۲۱ ضرب اتواپ سلامی شلک ہوئین۔ گورنر جنرل نے اعزاز واکرام سے ملاقات کی
اعلیحضرت نے ایک عربی گہوڑا مع ساز وسامان تحفہ دیا۔ ویسرائے نے منظور فرمایا
پہر آپ نے فرودگاہ پر مراجعت کی۔

۱۳ تاریخ ماہ مذکورہ مین نواب گورنر جنرل بہادر اعلیحضرت کے فرودگاہ پر بازدید کیلیے
تشریف لائے۔ توپخانہ آصفی سے ۲۱ ضرب توپ سلامی شلک ہوئی۔ اعلیحضرت
گورنر جنرل سے نہایت اعزاز واکرام کے ساتھہ ملے۔ تہوڑی دیر کے بعد ویسرائے
بہادر رخصت ہوئے۔

۱۴ تاریخ مذکورہ کو راجہ بنارس۔ وراجہ جیپور۔ وراجہ ریوان۔ وراجہ ہلکر والی اندور
اعلیحضرت کی ملاقات کے لئے آئے۔ آپ تمام سے حسن اخلاق ومحبت کے ساتھہ ملے
تمام حضور کی ملاقات سے محظوظ ہوئے۔

۱۵ ذیحجہ سنہ صدر مین دربار قیصری منعقد ہوا۔ تمام راجے ومہاراجے ورؤسائے ہند
دربار مین رونق افزا ہوئے۔ اعلیحضرت بہی مع امرا پہنچے۔ اعلیحضرت کی کرسی
گورنر صاحب کے مقابل مین حضور کے داہنے بائین جانب امرائے آصفیہ۔ اور امرائے
آصفیہ کے بعد حسب مراتب راجگان ونوابان ہند تہے۔ لارڈ صاحب نے اسپیچ پڑہی

اُسکا خلاصہ یہہ ہے کہ (ملکہ کوئین وکٹوریہ نے قیصر ہند کا خطاب قبول فرمایا۔)
جلسہ کے بعد توپخانہ شاہی سے سلامی کی توپین سر ہوئین۔ جلسہ برخاست ہوا۔

۱۹ ماہ مذکور کو بیگم صاحبہ والیہ بہوپال نے اعلیحضرت سے ملاقات کی۔ اعلیحضرت
حسن اخلاق سے ملے۔ تہوڑی دیر کے بعد رخصت ہوئی۔

۱۲ ذیحجہ سنہ مذکورہ مین اعلیحضرت دہلی سے حیدرآباد روانہ ہوے۔ ۲۷ ذیحجہ
مع الخیر والعافیہ شہر حیدرآباد مین داخل ہوئے۔ اُسروز تمام رعایا واہل شہر نے
بہت خوشی منائی۔ اسٹیشن سے شہر تک درودیوار نقش ونگار سے اراستہ
کئے تہے۔ جابجا کمانین بنوائین تہی۔ سڑک کے دونون طرف سرخ سبز جہنڈیان
قائم کین تہین۔ اور راتکو تمام شہر مین روشنی کی گئی تہی۔ اعلیحضرت نے علما
وفقرا کو بیشمار انعام عطا کیا۔

اعلیحضرت کا دورہ بطریق سیر رائچور وگلبرگہ واورنگ آباد

پندرہوین سنہ جلوسی مین اعلیحضرت مع نواب مختار الملک بہادر اول مع
مصاحبین ۲۷ تاریخ ماہ صفر سنہ ۱۳۰۰ ہجری مین گلبرگہ تشریف فرما ہوے۔
گلبرگہ مین پہنچ کے قلعہ وتعمیرات قدیمہ کو دیکہہ کے تعمیرات جدیدہ جنکو نواب
اکرام اسد خان المخاطب نواب یار جنگ بہادر نے تعمیر کی تہین۔ مثلاً گلزار حوض
بازار آصف گنج۔ وباغ گلشن وغیرہ دیکہکر اپنی خوشی کا اظہار فرمایا۔ اور
مجلس کے دار الصنائع کو بہی ملاحظہ کیا۔ نواب یار جنگ نے آپکی تشریف آوری
کی تقریب مین شہر کو آرائش سے آراستہ کیا تہا۔ اور راتکو شہر مین روشنی
کی گئی تہی۔ آپ کی تشریف آوری کی بیحد خوشی منائی تہی۔ اور تین روز اعلیحضرت

گلبرگہ مین رونق افروز رہے ۔ اور ۲۹ تاریخ ماہ مذکور مین تعلقہ ضلع و عدالت ضلع وخزانہ کا ملاحظہ فرمایا ۔ دفاتر کی درستی وخزانہ کی حفاظت دیکھہ کے بہت خوشی ظاہر کی ۔ پہر محبوب گلشن و چڑیا خانہ و مکان کلب کو اپنی رونق افروزی سے زینت دی غرۂ ربیع الاول سنہ ۱۳۰۰ ہجری گلبرگہ سے اورنگ آباد روانہ ہوے ۔ وہان رونق افزا ہوکے بزرگان سلف و اولیائے کرام و جد اعلی آصفجاہ اول مرحوم بانی ریاست آصفیہ و بادشاہ عالمگیر خلدمکان کی زیارت کی ہر ایک بزرگ کی درگاہ کے سجادہ و مجاورین کو انعام واکرام سے سرفراز فرمایا ۔ اور بزرگون کے قبور پر غلاف چڑہائے اور اشرفیان نذر دین ۔ علما و فقرا کو خیرات و صدقات سے ممتاز فرمایا ۔ ۴ تاریخ اورنگ آباد سے مع الخیر والعافیت حیدرآباد مین داخل ہوئے ۔ تشریف آوری کے روز اہل شہر نے بموجب سابق حسن عقیدت سے بہت خوشی منائی ۔

اب وہ زمانہ قریب تہا کہ اعلیحضرت مہمات سلطنت و اقتدارات و اختیارات ملکیت کی باگ اپنے اختیار مین لین ۔ یکایک مختار الملک بہادر اول کی وفات حسرت آیات کا واقعہ پیش آیا ۔ سنہ ۱۳۰۰ ہجری مین ڈیوک آف میکلنبرگ بطریق سیر حیدرآباد مین آیا ۔ نواب مختار الملک بہادر نے آپکی دعوت کا اہتمام میر عالم کے تالاب پر کیا دعوت مین صاحب عالیشان رزیڈنٹ صاحب و افسران فوجی بہی مدعو تہے اسی دعوت کے جلسہ مین یکایک اسی رات کو سوء ہضمی سے نواب صاحب کی طبیعت علیل ہوگئی ۔ ڈاکٹری و یونانی معالجہ کیا گیا مگر کچہہ مفید نہین ہوا ۔ آخر ۲۹ تاریخ ماہ ربیع الاول سنہ ۱۳۰۰ ہجری بروز پنجشنبہ ساڑہے سات بجے شام کے وقت (۵۶) برس کی عمر مین عالم آخرت کو روانہ ہوئے ۔ بروز جمعہ دس بجے میر دائرہ مین

مدفون ہوئے ۔ اس وزیر نامور کی رحلت سے اہل دکن کو سخت رنج والم ہوا ۔ اور اعلیحضرت کو اس حادثہ عظیم کا نہایت ہی اندوہ و غم ہوا ۔ جب جنازہ مرحوم کا پورانی حویلی کے طرف سے گذرا تو آپ جنازہ کو دیکہہ کے آبدیدہ ہوئے ۔ مرحوم کے دونون فرزند زندہ در گور تہے ۔ جنازہ کے ساتہہ خلایق کا ہجوم بیس پچیس ہزار سے زیادہ تہا ۔ شہر مین گہر گہر کہرام مچگیا تہا ۔ ہر ایک کوچہ و بازار مین محشر کا سما نمایان تہا ۔ نوحہ و گریہ کا شور وغل فلک الافلاک تک پہنچا تہا ۔ مرحوم کے بعد راجہ نرہندر پرشاد بہادر منصر مانہ مدار المہامی پر معتمد رہے ۔

سفر کلکتہ واقعہ سنہ ۱۳۰۱ ہجری

حسب الطلب ویسرائے گورنر جنرل لارڈ رپن صاحب سولہ تاریخ ماہ صفر سنہ ۱۳۰۱ ہجری روز دوشنبہ شہر حیدرآباد سے کلکتہ روانہ ہوئے آپکے ہمرکاب امرائے ذیل تہے مہاراجہ[1] چندولال بہادر ۔ نواب شمس[2] الامرا بہادر ۔ نواب فخر[3] الامرا بہادر ۔ نواب ظفر[4] جنگ بہادر ۔ نواب[5] میر لائق علیخان مختار الملک ثانی ۔ نواب[6] میر سعادت علیخان منیر الملک ۔ فخر[7] الملک بہادر ۔ نواب[8] اکرام جنگ بہادر ۔ نواب[9] قدیر جنگ بہادر نواب[10] سرور جنگ بہادر ۔ نواب[11] افسر جنگ بہادر ۔ راجہ[12] مرلی منوہر بہادر ۔ راجہ گردہاری[13] پرشاد بہادر ۔ نواب[14] میر حشمت علی صاحبزادہ ۔ و نواب[15] میر منور علی صاحبزادہ ۔ حکیم الحکما[16] میر وزیر علی صاحب ۔ ڈاکٹر[17] صفدر علی صاحب ۔ مسٹر[18] کلارک صاحب بہادر ۔ ولکنس[19] صاحب بہادر ۔ ڈالبس[20] صاحب بہادر وغیرہ تہے آپ ۲۰ تاریخ ماہ مذکور کلکتہ مین مع الخیر والعافیہ پہنچے ۔ توپخانہ شاہی سے ۲۱ ضرب توپون کی سلامی ادا ہوئی ۔ آپ گورنر جنرل بہادر ہند سے ملے

دیر تک باہم مکالمہ ہوتا رہا۔ گورنر جنرل بہادر آپ کی تقریر و چستی دیکھہ کے بہت خوش ہوے اور فرمایا کہ آپ تخت نشینی و حکمرانی کے لائق ہین۔ اللہ مبارک کرے۔ آپ ربیع الآخری مین تخت نشین کئے جائین گے۔ آپنے شکریہ ادا کرکے فرمایا آپ بہی حیدرآباد تشریف لائے۔ اور مجکو شرکت جلسہ تخت نشینی سے خوش کیجئے۔ گورنر بہادر نے خوشی سے آپکی دعوت قبول کی۔ زبان مبارک سے فرمایا مین ضرور حیدرآباد آونگا۔ دربار برخاست ہوا حضور رخصت ہوکے فرودگاہ پر آئے۔

۱۹ ماہ صفر سنہ مذکورہ مین محمد رحیم الدینخان و نصیرالدینخان حیدر میسوریہ۔ و جہانقدر مرزا محمد علی لکہنویہ و نواب عبداللطیف خان بہادر سی ای اے نائب صدر کمیٹی انتظامی و جماعت اسلامی مجلس مذاکرہ علمیہ کلکتہ بذریعہ ڈالسن صاحب بہادر اعلیحضرت سے ملے اور تہنیت نامہ خیر مقدم پیش کیا۔ آپنے اڈریس منظور کرکے سب کا شکریہ ادا کیا۔ اور حسب الحکم منجانب اعلیحضرت سرور جنگ بہادر نے اڈریس کا جواب نہایت محبت آمیز فقرات مین ادا کیا۔ بعد ازین جماعت مذکور رخصت ہوئی۔

۱۱ ربیع الاول سنہ مذکور مین اعلیحضرت کلکتہ سے مراجعت کرکے حیدرآباد مین مع الخیر آئے جس روز اعلیحضرت شہر مین داخل ہوئے۔ اُس روز شہر کا کوچہ و بازار رشک گلزار تہا اسٹیشن سے اعلیحضرت کے محلسرا تک سڑک کے دونون طرف سُرخ و سبز جہنڈیان آویزان کئے تہے اور چند کمانی دروازے بنائے تہے۔ رات کو روشنی بہی کی گئی تہی اس زمانہ مین روز نوروز اور رات شبرات تہی۔ یہہ تمام آرائش و تکلف اہالی شہر کیطرف سے تہا۔ سب نے کیا امیر و کیا فقیر آپ کی تشریف آوری کی خوشی حسن عقیدت و صدق محبت سے منائی تہی۔ اسوقت شہر کے درو دیوار سے یہہ مترشح ہو رہا تہا کہ دکن کی عالیا

اپنے بادشاہ و ممالک کے ساتہہ کسقدر جان نثار و فرمان بردار ہے۔

تشریف آوری لارڈ رپن گورنر جنرل ہند بتقریب جشن مسند نشینی اعلیحضرت اقدس خلد اللہ ملکہ

۲۸ ربیع الاولی سنہ ۱۳۰۱ ہجری مین لارڈ صاحب مع اپنی لیڈی صاحبہ کلکتہ سے جہاز پر سوار ہوکے برآمد ہوئے دوسری تاریخ ربیع الاخری سنہ مذکور مین مدراس پہنچے تیسری تاریخ ماہ مذکور دن کے بارہ بجے بذریعہ اسپیشل ٹرین حیدرآباد روانہ ہوئے۔ اعلیحضرت کیطرف سے مہاراجہ نرہندر پرشاد بہادر منصرم مدار المہام و نواب میر لائق علیخان بہادر مختار الملک ثانی استقبال کو رائچور تک گئے۔ چوتہی تاریخ شام کے ساڑہے چار بجے گورنر جنرل صاحب بہادر مع لیڈی صاحبہ حیدرآباد مین پہنچے۔ لارڈ صاحب کے اُترتے ہی ۳۱ ضرب توپون کی سلامی سر ہوئی۔ اعلیحضرت پانچ منٹ پہلے اسٹیشن پر پہنچ گئے تہے۔ امیر کبیر و دیگر امرائے ریاست ہمرکاب تہے۔ کل سولہ امرائے برگزیدہ ساتہہ تہے۔ اول تعظیمی گارڈ نے سلام ادا کیا۔ اور بینڈ بجنے لگا۔ اعلیحضرت نے آگے بڑہکے ویسرائے و لیڈی صاحبہ سے ہاتہہ ملایا۔ ویسرائے نے اعلیحضرت سے ملنے کے بعد امرا سے مصافحہ کیا۔ پہر جوکڑے پر سوار ہوکے لوال روانہ ہوئے۔ ۶ ربیع الثانی سنہ صدر مین دن کے چار بجے لارڈ صاحب مع چند یورپین معززین اعلیحضرت کی ملاقات بازدید کے لئے محلسرائے آصفی مین رونق افزا ہوئے۔ لوال سے محلسرا تک سڑک پر کوتوالی کا کمال انتظام تہا کوئی آمد و رفت نہین کر سکتا تہا۔ پولس کا انتظام عمدہ تہا۔ محمد عنایت حسین خان بہادر کوتوال و محمد رستم علیخان ناگر صدر مہتمم کوتوالی و دیگر افسران فوجی اہتمام و انتظام مین سرگرم تہے۔ جب ویسرائے بہادر محلسرائے آصفیہ مین

داخل ہوئے توپخانہ آصفی سے ۳۱ ضرب توپونکی سلامی ادا کی گئی۔ اعلیحضرت نے دروازہ تک استقبال کیا۔ گورنر صاحب نے اعزاز کے ساتہہ ملاقات کی تہوڑی دیر کے بعد قیامگاہ پر مراجعت کی۔

جشن مہتابی یعنی راتکو لارڈ صاحب و معززین یورپین و امرا کی دعوت کا جلسہ

جشن مسند نشینی کے روز راتکو جناب گورنر جنرل ہند لارڈ ریپن صاحب بہادر و گورنر مدراس و کمانڈر انچیف بہادر ہند وغیرہم معززین یورپین و امرائے ریاست کی دعوت کی تیاری شروع ہوئی۔ دیوان عام مین فرش زرین و قالینہائے رومی و فرنگی و ایرانی بچہائے گئے دیوارون و دروازون پر زربفت و کمخواب کے پردے لٹکائے گئے۔ اور چہت رنگین و زرین اطلسون سے آراستہ کیا گیا۔ اور کرسیان طلائی و نقرئی اور کوچ جنپر زربفت و مخمل کے گدے و تکئے تہے ترتیب سے جمائے گئے۔ اور روشنی کے لئے بلورین جہاڑ و فانوس لنٹرن و جہومر آویزان کئے گئے۔ اور دیوارون پر دیوارگیریان لگائی گئین۔ تمام شہر مین باشندگان شہر نے جوش مسرت و حسن عقیدت سے اپنے گہرون مین خوب روشنی کا انتظام کیا تہا۔ چار منار پر چارون طرف دو دو قندیلین بجلی کی روشنی کی تہین۔ افضل گنج کے پل سے الوال تک تقریبًا پانچ کوس کا فاصلہ ہے برابر راستہ مین دو طرفہ گلاسون کی روشنی کی گئی تہی۔ شام ہوتے ہی روشنی کیکی کثرت روشنی سے رات دن معلوم ہوتی تہی۔ اور گلزار حوض مین جو فوارے چہوٹتے تہے اہل نظر اوس سے وجد کا لطف و مزہ پاتے تہے۔ دربار عام مین نہایت ترتیب پسندیدہ کے ساتہہ کہانے میز پر چنے گئے تہے۔ شاہی باورچیخانہ مین اقسام اقسام کے کہانے ہندی و انگریزی تیار کئے گئے تہے۔ قریب آٹہہ بجے گورنر جنرل بہادر و گورنر مدراس

و کمانڈر انچیف بہادر ہند وغیرہم معززین یورپین و امرائے دولت بادشاہی محل مین رونق افزا ہوئے۔ قریب دس بجے کہانے سے فارغ ہوئے۔ پہر آتشبازی شروع ہوئی۔ انواع انواع کی آتشبازی چہوڑی گئی۔ اسکے بعد اعلیحضرت نے ویسرائے بہادر کو پہولون کا ہار پہنا کر عطر دیا۔ قریب بارہ بجے جلسہ برخاست ہوا۔ گورنر جنرل بہادر وغیرہم رخصت ہوئے۔ اس مجلس دعوت مین دو سو دعوتی تہے۔

اعلیحضرت خلد اللہ ملکہ کے حکمرانی کا جشن

ساتوین تاریخ ربیع الثانی بروز سہ شنبہ صبح کیوقت سنہ ۱۳۰۱ ہجری مین عظمت و شان کے ساتہہ مسند نشینی کا جشن منعقد ہوا۔ تمام شہر آرائش سے سجایا گیا تہا سڑک پر دونون طرف سرخ و سبز جہنڈیون کے پہریرے لہرا رہے تہے۔ اور ہر طرف خوشی کے نقارے بج رہے تہے۔ دارالامارت مین ایک طرف حبشیون کا رسالہ دوسرے طرف جمعیت پیسرم کا گروہ دو رویہ ترتیب کے ساتہہ صف بستہ آراستہ و پیراستہ کہڑے تہے۔ بیرون محلسرا سڑک پر جمعیت باقاعدہ و رسالہ سوار و پیادہ حسن ترتیب سے دو طرفہ قیام پذیر تہے۔ افسران کوتوالی نے ہر طرف ناکہ بندی کردی تہی۔ سڑک پر میانہ و بگی و سواری کا گذرنا دشوار تہا۔ بلکہ پیدل بہی روکے جاتے تہے۔ ہر طرف تماشائیون کا ہجوم تہا۔ سڑکون پر پانی چہڑکا گیا تہا۔ اُسوقت شہر کیا تہا ؟ رشک ارم تہا۔ در و دیوار سے سور و سرور کا عالم نظر آتا تہا۔ کوچہ و بازار مین نور علی نور دکہائی دیتا تہا۔ حسب الحکم اعلیحضرت نواب جان نثار جنگ نے دو سو جوان باقاعدہ پیسرم کی جمعیت سے بطرز جدید سلامی ادا کرنے کے لئے مع بیانڈ بیرونی گیٹ کے روبرو ایستادہ کیا تہا۔ دربار آراستہ ہونے کے بعد اعلیحضرت و تمام لارڈ صاحب کے منتظر تہے

یکایک ٹہیک دس بجے صاحب عالیشان رزیڈنٹ صاحب مع سپہ سالار ہند آئے۔ اور سوا دس بجے سپہ سالار مدراس مع لیڈی صاحبہ و اسٹاف۔ بعد ازان گورنر صاحب مدراس مع لیڈی صاحبہ و اسٹاف۔ پہر چند منٹ کے بعد لارڈ رپن صاحب گورنر جنرل ہند چوکڑے پر سوار مع دو سو سوار و توپخانہ شاہی آئے۔ جب دار الامارہ مین پہنچے تب اعلیحضرت مع امرائے عظام استقبال کے لئے بگی تک آئے۔ مصافحہ کرکے اپنے ساتہہ محل شاہی مین لائے۔ حاضرین دربار تمام تعظیماً کہڑے ہوگئے۔ توپخانہ آصفی سے ۳۱ ضرب کی سلامی ادا ہوئی۔ اعلیحضرت و گورنر جنرل بہادر مطلا کرسیون پر رونق افروز ہوئے۔ اور ارکان دولت حسب مراتب کرسی نشین ہوئے۔ ابہی پانچ منٹ نہین گذرے تہے کہ گورنر جنرل بہادر کہڑے ہوئے۔ تمام حاضرین دربار بہی کہڑے ہوگئے۔ اولاً لارڈ صاحب نے مختار الملک بہادر مرحوم کے طرف اشارہ کرکے فرمایا۔ افسوس یہ جلسہ ایسے شخص سے خالی ہے جو اسکی تمنا مین گذر گیا۔ سرکار انگریزی کا محسن و سرکار نظام کا خیرخواہ تہا۔ ثانیاً فرمایا رعایا کو بادشاہ کی طاعت مین ہر وقت مستعد رہنا چاہیئے اور بادشاہ کو رعایا پر ایسی شفقت رکہنی چاہیئے۔ جیسے والدین اپنی اولاد کے ساتہہ مگر انصاف اس شفقت کا جزء اعظم ہے۔ الخ یہہ اسپیچ طویل ہے۔ آیندہ تاریخی حالات مین گزارش کیجائیگی۔ لارڈ صاحب اسپیچ تمام کرکے بیٹہہ گئے۔ ایک یورپین افسر نے کہڑے ہوکے اسپیچ کا پورا ترجمہ فارسی زبان مین حاضرین دربار کو سنایا۔ مختار الملک بہادر مرحوم کا افسوس سنکے حاضرین و اعلیحضرت کو بہت رقت ہوئی۔ اللہم اغفر لہ
ترجمہ ختم ہونے کے بعد اول لارڈ صاحب کرسی سے اٹھے۔ پہر حضور بہی کہڑے ہوئے اعلیحضرت کو مسند کے جانب لیگئے اور حضور کی کمر مین تلوار باندہ کر فرمایا۔ کہ آپکو ملکہ معظمہ قیصرہ ہند

کے طرف سے سلطنت کے پورے اختیار حاصل ہوئے۔ مبارک ہو۔ تمام یورپین لیڈیون نے آپکے پاس جاکے درجہ بدرجہ مبارکباد دی۔ پہولون کے ہار و عطردان تقسیم کئے گئے

اعلیحضرت کی تقریر

اعلیحضرت نے لارڈ صاحب کے جواب مین کہڑے ہوکے فرمایا۔ مین نہایت خوش ہون کہ مجہے حیدرآباد مین آپ کے خیر مقدم کا موقع ملا۔ اگر آپ میری مسند نشینی مین شریک نہوتے تو مجہے اور میری رعایا کو بہت افسوس ہوتا۔ بیشک یہ شرف ہمکو اس سبب سے حاصل ہوا کہ آپ کو اس ریاست کی بہبودی کا بہت خیال ہے۔ اور مجہسے آپکو ذاتی محبت ہے۔ یہ امر خوب ثابت ہوگیا۔ اور مین کبہی نہ بہولونگا۔ آپ دونون صاحب یعنی گورنر جنرل بہادر۔ اور گورنر مدراس یقین جانین کہ مین دونون کے احسان کو خوب سمجہتا ہون اور توقع رکہتا ہون کہ آپ میری دلی شکرگزاری کو کہ آپنے میرے لئے اتنے سفر دور دراز کی زحمت اٹہائی۔ اور یہانتک قدم رنجہ فرما کے میری مسند نشینی کی رسم مین شریک ہوکر مجہے شرف اندوز کیا۔ قبول فرمائینگے۔ میری حکمرانی مین آیندہ کیلئے یہہ اچہا شگون ہوا۔ اور مین خوشی سے تسلیم کرتا ہون کہ وہ اتحاد جو باہم سرکار انگریزی اور میرے بزرگون کے چلا آتا ہے اس موقع پر تازہ ہوگیا۔ اور جو نصیحتین آپنے براہ شفقت مجہے کی ہین۔ مین انکو بڑی خوشی کے ساتہہ قبول کرتا ہون۔ اور ہمیشہ کوشش کرونگا کہ ان معاملات مین جنکو اس ملک کی بہبودی اور ترقی سے تعلق ہو۔ آپ سے اور سرکار انگریزی سے جسکے آپ ایک معزز سردار ہین صلاح لیا کرونگا۔ اور مین یقین کرتا ہون کہ ان باتون کے خیال رکہنے مین میرا اور میری رعایا دونون کا فائدہ متصور ہے۔ مین امید کرتا ہون کہ آپ جہانتک ممکن ہو جلد میرے اتحاد و وفاداری کی خبر قیصرہ ہند کو پہنچائینگے۔ اسکے بعد جلسہ

برخاست ہوا۔ اور گورنر جنرل صاحب وغیرہم رخصت ہوئے۔ پہر دو بجے امرائے عظام
وارکان دولت نے نذرین پیش کین۔ اور خطابات ومناصب سے سرفراز ہوئے۔
نواب میر لایق علیخان بہادر کو سالار جنگ منیر الدولہ خطاب و خدمت وزارت و ہفت عدد
جواہر سے سرفراز فرمایا۔ اور میر سعادت علیخان بہادر کو غیور جنگ شجاع الدولہ خطاب و خلعت
وجواہرات سے ممتاز۔ اور راجہ نرسنگہ بہادر کو مہاراجہ خطاب و منصب ہفت ہزاری پنجہزار
سوار و علم و نقارہ و پالکی جہالردار۔ اور نواب ظفر جنگ کو شمس الدولہ۔ و نواب امام جنگ
کو خورشید الدولہ اصل و اضافہ و منصب چارہزاری و نہ ہزار سوار۔ علم و نقارہ

اعلیحضرت خلد اللہ ملکہ کے شکار کا ذکر

اعلیحضرت کے مزاج مین قدرتی چستی و چالاکی ہے۔ فن سپاہگری سے آپکو خاص طور سے
مناسبت و دلچسپی ہے۔ بندوق کی نشانہ زنی مین بے نظیر۔ اور نیزہ اندازی و سواری
اسپ مین بہی ممتاز ہین۔ جمناسٹک و پولو ولان ٹینس و چوگان بازی وغیرہ مین فرد فرید ہین
نشانہ زنی مین کبہی خطا نہین کرتے۔ شکار کے شائق ہین آپنے اکثر شیرون کو شکار
کیا ہے۔ اور آپ جفاکش و قوی دل ہین۔ شکار کیوقت اکثر جنگل و جہاڑیون مین گرما کے
موسم مین شکار کے تاک مین ایسے جمے رہے ہین کہ بہوک و پیاس کی کچہہ پروا نہین کی بعض
مصاحبین تن پرور گرما کے موسم مین مضطرب الحال ہوتے تہے۔ لیکن اعلیحضرت کے خوف سے
دم نہین مار سکتے تہے۔ اعلیحضرت کی دلیری و جفاکشی دیکہہ کے چار نا چار جفاکش و دلیر بنجاتے تہے
اکثر اوقات شکار کو گئے ہین۔ اور ہر ایک وقت مین متعدد شکار کئے ہین۔ آپنے شکار کے
موقع مین مظلومین کی دادرسی بہی کی ہے۔ آپ کی طبیعت عالی مین انتظام سلطنت کا
جوش اور ملک کی آبادی و رعایا کی آسودگی کا ولولہ موجزن ہے۔ آپکا شکار کیلئے برآمد ہونا

گویا رعایا کی دادرسی کرنا ہے۔ ظاہر مین شکار کا نام تہا لیکن واقع مین ملک کی بہتری
و رعایا کی آسودگی مطلوب ہوتی تہی۔ چنانچہ آپ سولہ تاریخ ماہ شعبان سنہ ۱۳۰۱ ہجری
مین بروز سہ شنبہ شکارگاہ موضع میلواڑہ کے طرف مع صاحب عالیشان رزیڈنٹ صاحب
بہادر و نواب مختار الملک ثانی و نواب افسر جنگ بہادر و نواب محبوب یار جنگ بہادر
مع خدم و حشم روانہ ہوئے۔ صبح کیوقت ناندگی کے اسٹیشن پر سواری پہنچی۔ پہر
وہان سے بسواری اسپ خاصہ خیمہ گاہ موضع مذکور مین رونق افروز ہوئے۔ وہان
پہنچتے ہی اعلیحضرت شکارگاہ کے طرف متوجہ ہوئے۔ اور ایک شیر کو ضرب بندوق سے
مار ڈالا۔ اسی روز راستہ مین ایک مقام پر رعایا نے استغاثہ پیش کیا۔ آپنے مستغیثین
کی درخواستین لے لین اور مدار المہام کو ان مظلومین کی دادرسی کے لئے ہدایت کی
جب شام کو صاحب عالیشان رزیڈنٹ صاحب بہادر بارگاہ آصفی مین باریاب
ہوئے اور حضور کی سلامتی کا جام نوش فرمایا۔ اور کہڑے ہوکر مبارکباد دی اور فرمایا
بڑی خوشی کی بات ہے کہ اعلیحضرت نہ صرف شکار کے لئے برآمد ہوئے ہین بلکہ شکار
کے ساتہہ ملک کی رفاہیت کے طرف بہی توجہ فرماتے ہین۔ مجہے امید قوی ہے کہ
جب سواری مبارک شکارگاہ مین رونق افروز ہوگی۔ جسقدر حضور شیرون کا شکار فرمائینگے
اسیطرح ملک کی شکایتین بہی دور ہو جائینگی۔ اور مین زیادہ اسبات کا شکریہ ادا کرتا ہون
کہ شکارگاہ مین شکار سے محظوظ ہوا۔ اور حضور کی مہمانی و مدارات سے آرام پایا۔ انتہی کلام
اعلیحضرت نے رزیڈنٹ صاحب کے طرف مخاطب ہوکر فرمایا کہ مین بہی مشکور ہون کہ
آپ نے میری صحت کا جام نوش فرمایا۔ اور مبارکباد دی۔
سنہ ۱۳۰۲ ہجری مین بذریعہ لارڈ رپن صاحب گورنر جنرل ہند ملکہ معظمہ قیصر ہند کیطرف سے

اعلیحضرت کے لئے کی نائٹ گرینڈ کمانڈر اسٹار آف انڈیا کی خطاب آیا۔ بارگاہ عالی میں خریطہ پیش ہوا۔

کونسل آف اسٹیٹ کا ذکر

تاریخ سلخ ماہ ربیع الثانی ۱۳۰۱ ہجری مین اعلیحضرت نے کونسل آف اسٹیٹ قائم کی پہلا جلسہ پرانی حویلی راحت محل مین ہوا۔ میر مجلس حضور پرنور ہوے۔ اور ارکین مندرجۂ ذیل قرار پائے۔

نواب[1] سالار جنگ منیر الدولہ مدار المہام۔ راجۂ راجایان[2] مہاراجہ نرندر پرشاد بہادر نواب شمس[3] الامرا امیر کبیر خورشید جاہ بہادر۔ نواب[4] بشیر الدولہ امیر اکبر آسمان جاہ بہادر نواب[5] وقار الامرا اقبال الدولہ بہادر۔ نواب شمشیر[6] جنگ بہادر۔ نواب[7] شہاب جنگ افتخار الملک بہادر۔ نواب[8] فخر الملک بہادر۔ مولوی[9] سید حسین صاحب عماد الملک معتمد مجلس

اعلیحضرت میر مجلس نے اجلاس فرما کے ارکین معدوف کے روبرو زبان مبارک سے فرمایا کہ آج شاید حیدر آباد کی تاریخ مین یہ اول روز ہے کہ یہان کے امرا بالاتفاق رئیس وقت کے سامنے سرکاری کامون مین مدد دینے کے لئے جمع ہوئے مین۔ میری بڑی خواہش تھی وآرزو تھی کہ یہ کونسل مقرر ہو جائے۔ مجھے امید قوی ہے کہ جن امرا کو مین نے انتخاب کیا ہے اُنسے مجکو اور میرے ملک کو بہت مدد ملیگی۔ اور مین یہہ بھی امید رکھتا ہون کہ آپ لوگ اپنے ذاتی اغراض کو سرکاری امور مین راہ نہ دینگے۔ اور سب ملکر بالاتفاق کام کرینگے۔ آپ لوگ اگر چاہین تو اپنے ملک کی بہت بہتری کر سکتے مین۔ اور ملک کی بھلائی گویا میری بھلائی اور عین آپکی بھلائی ہے۔ اور مجھے یہ بھی امید ہے کہ آپ لوگ ہر مقدمے مین نیک نیتی اور خیرخواہی کے ساتھہ آزادانہ رائے دینگے۔ آپ لوگ

یقیناً جانین کہ مجھے ہر فرقے اور ہر گروہ کی رعایت مدنظر ہے۔ مین نہین چاہتا ہون کہ کسی کے واجبی حقوق تلف ہو جائین۔ مین سرکار اور رعایا دونون کے حقوق کی یکسان حفاظت کرونگا۔ اور مہینے مین دو بار پنجشنبہ کے روز کونسل منعقد ہوا کریگی

انتہی کلامہ۔

نواب شمشیر جنگ بہادر نے اجازت کے بعد عرض کیا۔ آج بڑا دن مبارک ہے۔ آج وہ دن ہے کہ ہمارے قدردان جوہر شناس خداوند نعمت کو خدا تعالی نے ہمارا سرفراز کر کے ہمارے سرون پر اُنکا سایہ ڈالا ہے۔ اب ہمارے جوہر کھلین گے۔ اور ہماری قدردانی ہوگی۔ اس تقریر کے بعد جلسہ برخاست ہوا۔

مجلس انتظامی صرف خاص کا انعقاد

حسب الحکم اعلیحضرت غرۂ محرم ۱۳۰۳ ہجری مین مجلس انتظامی صرفخاص منعقد ہوئی اُسکے میر مجلس سی کلارک صاحب بہادر نائب میر مجلس نواب اکرام جنگ بہادر الدولہ بہادر اور نواب قدیر جنگ بہادر۔ اور معتمد مجلس مولوی سید یوسف الدین صاحب ہوئے صرف خاص کے تعلقات کے مخارج و مداخل کا انتظام اسی مجلس کے متعلق کیا گیا۔ مگر تھوڑے ہی روز کے بعد مجلس برخاست ہوگئی۔ اور مولوی سید عبد الرزاق صاحب المخاطب بہ آصف نواز الملک بہادر خدمت معتمدی صرف خاص پر مقرر ہوئے۔ صرفخاص کا کل انتظام معتمد صاحب کے سپرد ہوا۔ مولوی صاحب تا بہ زندگی انتظام عمدہ طرح سے انجام دیتے رہے۔ صرف خاص کا انتظام بدستور قدیم جو معتمد مقرر ہوا اُسیکے تفویض ہوتا ہے

اعلیحضرت کا سفر نیلگری

اعلیحضرت بتقریب تبدیل آب وہوا۔ رجب ۱۳۰۳ ہجری نیلگری کی طرف روانہ ہوئے

آپ کے ہمراہ امرائے ذیل تھے۔

اعظم الامرا[1] امیر اکبر نواب بشیر الدولہ سر آسمانجاہ بہادر۔ نواب عماد[2] نواز جنگ بہادر
منیر نواز[3] جنگ بہادر۔ و عماد الملک[4] بہادر۔ و محبوب یار[5] جنگ بہادر۔ و نواب افسر[6] جنگ بہادر
و حکیم الحکما[7] بہادر۔ و فتح نواز[8] جنگ بہادر۔ و آغا سید[9] علی شوشتری۔ و راجہ مرلی منوہر بہادر
وغیرہم تھے۔ تقریباً دو مہینے وہان بسر کرکے سولہ تاریخ ماہ رمضان سنہ مذکور مین واپس آئے

اعلیحضرت کا سفر مدراس کیطرف

اعلیحضرت۔ لارڈ ڈفرن گورنر جنرل بہادر کی ملاقات کے لئے ۲۴ تاریخ جمادی الاولی
سنہ ۱۳۰۳ ہجری مین مع نواب مختار الملک بہادر مدار المہام۔ و صاحب عالیشان رزیڈنٹ
صاحب و نواب شمس الامرا امیر کبیر خورشید جاہ بہادر۔ و نواب وقار الامرا بہادر۔ و نواب
عماد الملک بہادر۔ و نواب افسر جنگ بہادر۔ و نواب محبوب یار جنگ بہادر۔ و مختار یار جنگ بہادر
و منیر نواز جنگ وغیرہم مدراس روانہ ہوئے۔ ۲۵ تاریخ ماہ مذکور روز سہ شنبہ مدراس مین
مع الخیر پہنچے۔ پندرھوین پلٹن کے سو جوان تعظیماً مع بینڈ و نشان اسٹیشن پر کھڑے ہوے
تھے۔ اعلیحضرت کے پہنچتے ہی ۲۱ ضرب توپ سلامی کی سر ہوئین۔ اور تعظیمی گارڈ نے سلامی
ادا کی۔ اعلیحضرت ریل سے اُتر کے بیگم صاحبہ زوجہ نواب کرناٹک کے عمدہ باغ مین
فروکش ہوئے۔ دوسرے روز مع وزیر و چند امرائے دولت گورنر جنرل بہادر کی ملاقات
کے لئے گورنمنٹ ہوس مین تشریف فرما ہوئے۔ گورنمنٹ ہوس مین ۲۱ ضرب سلامی
کی توپین شلک ہوئین۔ ملاقات کرکے فرودگاہ پر واپس آئے۔ اُسی روز شام کے
ساڑھے پانچ بجے گورنر جنرل بہادر بھی فرودگاہ پر بازدید کی ملاقات کے لئے آئے
ملاقات کرکے رخصت ہوئے۔ ۲۷ جمادی الاخری سہ پہر کے وقت حضور نے لیڈی صاحبہ

ڈفرن سے ملاقات کی۔ اور ۲۸ جمادی الاول دن کے گیارہ بجے اعلیحضرت نے
گورنر صاحب مدراس سے ملاقات کی اُسی روز شام کے ۴ بجے گورنر صاحب مدراس
عمدہ باغ مین آئے۔ اور حضور سے بازدید کی ملاقات کی۔ مدراس مین سرکار انگریزی
و اہل اسلام نے حضور کی بے انتہا مدارات و تعظیم کی۔ اور وہان سے اہل اسلام و اہل صنائع
تہنیت نامے پیش کئے۔ حضور نے اُن کے جواب مین فرمایا **وھو ھذا**

مین بہت مسرور و خوش ہوا۔ کہ اہل مدراس نے میرے آنے سے ایسی خوشدلی و حسن عقیدت
ظاہر کی ہین۔ مین اُنکا شکریہ ادا کرتا ہون۔ اور یہ بات یقینی ہے کہ یہان کی اقامت کی
بہت خوشنما یادگار اپنے ہمراہ لیجاؤنگا۔ انتہی کلامہم۔

آپ نے مدراس مین پانچہزار روپیہ کمشنر پولس کے ذریعہ سے غربا و فقرا پر تقسیم کیا۔
۲۸ جمادی الاول عمدہ باغ مین کثرت سے روشنی ہوئی۔ اور کثرت سے آتشبازی
چھوڑی گئی۔ بیگم صاحبہ نے اعلیحضرت کی ضیافت تکلف و تجمل سے کی۔ گورنر جنرل ہند
۲۷ ماہ مذکور کلکتہ گئے۔ بتاریخ سلخ جمادی الاول اعلیحضرت مع مصاحبین حیدرآباد
روانہ ہوئے۔ غرہ جمادی الثانی کو مع الخیر و العافیہ دار الریاست مین پہنچ گئے۔
امرائے ریاست و جمعیت استقبال کیلئے اسٹیشن پر حاضر تھے۔ پولس کا انتظام درست تھا

اعلیحضرت کے شمائل و مشاغل

آپ کے فضائل و شمائل پسندیدہ بیشمار ہین۔ اگر پورے پورے لکھین جائین تو کتاب
ایک دفتر ہو جائے بنابرین مین قلیلے از کثیر و عشری عشیر مجملاً بطور گوشوارہ گزارش کرتا ہون
آپ جب تخت نشین ہوئے۔ اور ممالک دکن کے انتظام کی باگ اپنے دست قدرت مین لی
نظم و نسق کے مہمات کو مختارانہ کرنے لگے تو ریاست کی درستی و رعایا کی بہتری مین ہمہ تن

مصروف ہوئے۔ اُسوقت سے ابتک برابر رفاہ عام کو مد نظر رکھتے ہین۔ خلائق کی دادرسی
مین توجہ فرماتے ہین مستحقین کے حقوق خواہ اہل اسلام خواہ اہل اصنام سے ہون برابر
ادا کرتے ہین۔ اور ہر ایک فریق کو درجۂ مساوات مین رکھتے ہین۔ معاملات مین توسیط کا
طریق ملحوظ رہتا ہے۔ افراط و تفریط سے منزلون دور رہتے ہین۔ دادخواہون کی داد
و فریاد سنتے ہین مظلومون کو ظالمون کے پنجہ سے بچاتے ہین۔ آپ ہی کے عدل و انصاف
و بذل و الطاف کی برکت ہے کہ تمام اہل دکن خوشحال و فارغ البال ہین۔ آپ کے
سایۂ ہمایون پایہ مین آرام سے زندگی بسر کرتے ہین۔ ہر ایک فرد بشر شکر گزار ہے۔ کوئی
شاکی نہین۔ آپ کی ذات بابرکات فضائل حمیدہ و شمائل پسندیدہ سے موصوف
ہے۔ عدالت و حکمت و شجاعت و سخاوت مین معروف ہین۔ اگر مین آپ کو نوشیروان
عادل و لقمان حکیم و رستم زال و حاتم و معن بن زائدہ و اسخیائے برامکہ سے مثیل کرون تو
میری تمثیل و تشبیہ بجا نہوگی۔ ہان اگر یہہ کہون کہ آپ مجسم عدل و حکمت و ممثل شجاعت
و سخاوت مین تو بیجا نہ ہوگا۔ آپ ابر کرم و بحر سخاوت ہین آپکے خوان نعمت و آب رحمت سے
سیراب و شاداب ہین کیون نہون آپکے نسب کا سلسلہ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی سے
ملتا ہے۔ اور شیخ کا سلسلہ حضرت امیر المومنین ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ سے منتہی ہوتا ہے
بزرگان سلف کی برکت سے آپکے خاندان مین اکثر صاحبان علم و عمل و اہل اللہ مکمل ہوئے ہین
علم و فضل اور ہدایت خلق و افادۂ عوام الناس آپکے خاندان کی موروثی فطرتی صفت ہے
نسلاً بعد نسلٍ یکے بعد دیگرے علم و فضل و معرفت و ہدایت کی کرسی پر جلوہ افروز
ہوتے رہے۔ اسیطرح حکمرانی و ملک کشائی کی صدارت پر صدر نشین۔ چنانچہ خواجہ غاذی
مخاطب بشیخ الاسلام بخارا مین سبحان قلی خان بن نذر محمد خان والی بلخ و بخارا کے

عہد مین ظاہراً صدر عدالت و باطناً مسند نشین رشادت تھے۔ یعنی قلوب خلائق پر حکمرانی
کرتے تھے۔ اور حضرت عزیزان عالم شیخ پدر بزرگوار خواجہ موصوف کی زیادہ توجہ خلائق کی
ہدایت اور خالق کی عبادت کے طرف تھی مدۃ العمر ریاضت و ہدایت مین مشغول رہے
بلخ و بخارا و سمرقند و تاشقند کے ترک و ازبک آپکے معتقد تھے۔ خوانین و تراکمہ آپکے آستانہ
مبارک کو سجدہ گاہ سمجھتے تھے۔ آپکی خانقاہ انبیا مین دو ہزار سے زیادہ مریدین تہجد گزار
رہتے تھے۔ اور حضرت عزیزان مومن شیخ پدر عزیزان درویش شیخ وغیرہم مرتاض و مرجع
خاص و عام تھے۔ مین نے آپکے بزرگان سلف کے حالات مسلسل و واقعات مفصل
محبوب ذی المنن تذکرہ اولیائے دکن کے مقدمہ مین لکھے ہین۔ تذکرہ زیر طبع ہے۔ اس
تذکرہ کے طبع ہونیکے بعد مطبوع ہوگا۔ شائقین خاص اعلیحضرت قدر قدرت اُسکے ملاحظہ سے
بہت خوش ہون گے۔ ہمارے اعلیحضرت قدر قدرت کی بہی ہی شان ہے۔ جو بزرگان
سلف کی تھی۔ ظاہر کیطرف آپکا میلان خاطر زیادہ ہے۔ مقتضائے حال بہی اسی میلان کا
طالب ہے۔ آپکی طبیعت و فطرت مین اصلی میلان مطلق ہے۔ وقتاً فوقتاً باطنی میلان
بہی کرسی ظہور پر جلوہ نما ہو جاتا ہے۔ آپ حسن عقیدت و ارادت و اخلاق و مروت
و استقلال و ہمت۔ دلیری و جرأت سیرت و صورت مین بزرگان سلف کے قدم بقدم ہین
آپ کے رگ و پی مین بلخ و سمرقند کی آب و ہوا کا اثر پایا جاتا ہے۔ اور آپکے چہرے مہرے
سے بخارا و تاشقند کی شان نمایان ہوتی ہے۔ انہین بزرگان سلف کے خصائل و شمائل
سے ہے کہ آپ مشائخ و اہل اللہ سے حسن اعتقاد رکھتے ہین۔ اور حسن ارادت سے ملتے ہین
انکی تعظیم و تکریم مین کوئی بات فرو گذاشت نہین فرماتے۔ فی زماننا متشیخت و مشائخ عنقا صفت
ہین۔ جو اہل اللہ ہین وہ گوشۂ گمنامی مین ہین۔ اور پیران مرید طلب و مریدان پیر طلب کو

خوب پہچانتے ہیں۔ ہر ایک کے جوہر کو امتحان کی کسوٹی پر پرکھتے ہیں۔ کھرے کھوٹے کو
خوب سمجھتے ہیں۔ آپ نقاد انسان ہیں انسان کے نقد انسانیت کو اچھی طرح سے
آزماتے ہیں۔ بھلے برے میں تمیز کر لیتے ہیں۔ مگر باوجود تمیز کسی کی پردہ دری نہیں فرماتے
اور کسی کی تعظیم و تکریم میں فرق نہیں کرتے۔ آپکا حلم و وقار آفرین و تحسین کے لائق ہے
آپکی قوت فیصلہ ایسی مستقل ہے کہ فی الفور معاملہ فیصلہ طلب کا تصفیہ کر دیتے ہیں
اور منتظرہ حالت میں نہیں رکھتے۔ اور استقلال کے رستہ سے کبھی نہیں ہٹتے۔ اور
حکم آپکے قلم عطارد رقم سے جاری ہوتا ہے وہ کبھی رد نہیں ہوتا۔ گویا وہ قلم تقدیر ہے
کسی کے مٹانے سے نہیں مٹتا۔ سنا گیا ہے کہ بعض اوقات آپنے کسی مشائخ یا سائل
کی عرضداشت وظیفہ پر بجائے سو ہزار لکھدیا۔ اہل دفتر نے عرض کیا۔ بجائے سو ہزار
ہوگئے کیا ارشاد ہوتا ہے؟ آپنے فرمایا جو کچھہ ہوا درست ہے ہمارا حکم حکم مبرم ہے۔ ہزار ہی
جاری کیا جائے۔ اور بھی اسی قسم کی بہت سی روایتیں حکایتیں ہیں۔ آپکے تاریخی واقعات میں لکھونگا

آپ کی قدردانی ارباب علم و ہنر

آپ علم دوست و ہنر پرور ہیں۔ آپکی قدردانی و مہمان نوازی کی شہرت نے اکثر عجم و عرب
و ترک و یورپ کے ارباب علم و ادب کو زمین دکن میں کھینچ لایا۔ اور آپکے خوان کرم سے ہر ایک
مستفید و سیراب ہوا۔ آپ علما و شعرا و حکما کی بہت قدر کرتے ہیں۔ اور مشائخین و منجمین
کو بھی بیحد دیتے ہیں۔ ملک دکن فی زمانہ دار العلوم و الفنون ہوگیا ہے۔ بلحاظ آسائش
و آرام غربائے امصار و دیار کے لئے دار الامن و الامان بنگیا۔ آپ ہی کی قدردانی
و جوہر شناسی کی برکت ہے کہ شہر کے ہر ایک چوبازار میں جابجا مدرسے و شفاخانے و شعرا کے
جلسے قائم ہیں۔ کہیں فقہ و حدیث کا درس۔ کہیں تشخیص مزاج و علاج کا ذکر۔ کہیں

قافیہ و ردیف کا چرچا ہو رہا ہے۔ مساجد و خانقاہوں میں ذکر بالجہر و بالخفی کا بازار گرم ہے

آپ کی شعر و شاعری کا ذکر

چونکہ اس تذکرہ میں آپ کی شعر و شاعری کا ذکر مقصود بالذات ہے۔ میں نے جو کچھہ آپکے
حالات تفصیلی کا ایک مختصر و مجمل گوشوارہ گویا مشتے نمونہ از خروارہ ہے۔ میں نے آپکے
تفصیلی حالات محبوب الوطن تذکرہ سلاطین دکن کے تیسرے حصہ میں شرح و بسط کیساتھہ
گزارش کئے ہیں وہ ابھی طبع نہیں ہوا ہے۔ زیر طبع ہے قریب میں اشاعت کے زیور سے
آراستہ ہوکے جلوہ نما ہوگا۔ بنائے علیہ اب یہاں شعر و شاعری کا ذکر واجب و لازم
ہے گزارش کرتا ہوں۔ **وھوھذا**۔

جب آپ سن شعور کو پہنچے اور تخت نشین ہوئے۔ ملکی انتظام میں مصروف ہوئے۔ اور خلائق
کی آسائش و آرام کی فکر کرنے لگے۔ فطرۃً و قدرۃً آپکی طبیعت میں شعر و شاعری کا جوش
موجزن تھا۔ اور مزاج میں سخن سنجی و سخن فہمی کا ولولہ برق افگن تھا۔ باوجود اشتغال
مہمات سلطنت و حکمرانی و اصلاح حالات مخلوقات سبحانی و ریاضت جسمانی و ادائے
حقوق مستحقین اقاصی و ادانی طبع آزمائی و سخن سنجی فرماتے ہیں۔ آپ جو کچھہ موزوں فرماتے
ہیں سنجیدہ و پسندیدہ آپکے کل اشعار برگزیدہ و برجستہ ہوتے ہیں۔ ہر ایک شعر کا
مضمون لطف و مزہ سے خالی نہیں۔ خوبی معانی و رنگین بیانی میں ڈوبا ہوا۔ فصاحت
و بلاغت کی ترازو میں تولا ہوا ہوتا ہے۔ حشو و زوائد سے پاک و صاف نہایت ہی شستہ
و شفاف۔ مضامین کی شوخی الفاظ پاکیزہ سے عیاں۔ درر معانی شیرین کی دلاویزی
فقرات سنجیدہ سے نمایاں۔ آپکی طبیعت کیا ہے بحر مواج ہے اور معانی و لآلی مضامین کا
خزانہ ہے۔ جب چاہتے ہیں فوراً دست فکر سے نکال کے بذریعہ زبان قلم صفحہ کاغذ پر سطور کی

لڑیون مین منظوم فرماتے مین۔ نقادان سخن جوہریان کلام آپکے جواہر پارون کو دیکھکے حیران ہوتے ہین اور کہتے ہین کہ یہ ہیرے ایسے گران بہا ہین کہ ہم نے کبھی آنکھون سے دیکھے نہ کبھی کانون سے سُنے اور آپکے کلام کی صفائی و جادو بیانی سے سامعین کو تعجب ہوتا ہے کہ آپنے ابتدائے زمانہ مین ہی اپنے کلام کو ایسا شستہ و صاف کیا۔ کہ اگر کوئی برسون استاذہ کی خدمت مین مشق کرتا تو یہہ خوبی اسکو نصیب نہوتی۔ آپکی جادو بیانی و طلاقت لسانی سے ثابت ہوتا ہے کہ یہہ خوبی خدادا دہے وعطیہ رب العباد ہے۔ آپ غزلیات و سلامون مین واقعات ایسے ڈہنگ سے ادا فرماتے ہین کہ بعینہ واقعہ کا سمان دکہلائی دیتا ہے۔ اور آپ محاورات زبان کو اہل زبان کی طرح برابر استعمال کرتے ہین۔ جب آپ زبان مبارک سے تکلم فرماتے ہین تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ کوئی اہل زبان استاذ زمان تکلم کر رہا ہے۔ آپ کے صفات مین سے یہہ بہی ایک صفت ہے کہ آپ ایک ہی معنی کو متعدد پیرایون مین ایسے ڈہنگ سے آراستہ کرتے ہین کہ ہر ایک کا رنگ نرالا۔ مگر واقع مین مطلب ایک ہی ہوتا ہے۔ آپکے کلام مین کمال خوبی یہہ ہے کہ برجستہ و شستہ ہوتا ہے جسقدر زوائد سے پاک و صاف۔ متکلم کی زبان سے نکلتے ہی سامع کے گوش دل مین مثل نقش نگین جانشین ہوجاتا ہے اور ایسا حلاوت آمیز و لطف انگیز ہوتا ہے کہ سُننے و پڑہنے سے لطف و مزہ آتا ہے۔ آپکے اشعار کی لطافت و شگفتگی مردہ دلون کو زندہ و پژمردہ گلون کو تازہ کردیتی ہے۔ لطافت کیا ہے گویا آبحیات و ابر بہار ہے۔ آپکو نظم کلام مین قوت مستحضرہ حاصل ہے۔ انواع کلام کے ہر ایک نوع کو آسانی سے موزون کرسکتے ہین۔ اب مین ایک نظیر قوت مستحضرہ گزارش کرتا ہون تاکہ ناظرین کو میری گزارش کی تصدیق ہوجائے کوئی کوتاہ بین مبالغہ و تملق پر محمول نکرے چنانچہ یہان شہر مین محرم شریف مین جابجا مرثیہ خوانی کی مجالس منعقد ہوتی ہین۔ اُن مین سید الشہدا حضرت امام حسین علیہ السلام کے مراثی و سلام پڑہے جاتے ہین۔ اور ہند سے

مشاہیر مراثی خوان بلائے جاتے ہین۔ مراثی ایسے دردانگیز و جگرخراش سُنائے جاتے ہین کہ اہل مجلس کے قلوب رقت و حسرت کے صدمہ سے ہل جاتے ہین۔ کبھی باعتبار خوبی مضمون و ترکیب موزون اہل مجلس کے زبان سے واہ واہ کا نعرہ ایسا بلند ہوتا ہے کہ عرش برین تک پہنچ جاتا ہے وباعتبار معنئ جانسوز و دلگداز ہر ایک فرد کی آہ آہ کا آوازہ زمین و آسمان کو ہلا دیتا ہے۔ اعلیحضرت قدر قدرت مجلس عزا مین حسن عقیدت و ارادت سے شریک ہوتے ہین۔ شہدا کے واقعات سنکے افسوس وحسرت فرماتے ہین۔ ایکروز آپکو مراثی کے سُننے سے بہت ہی رقت و حسرت ہوئی۔ آپ مجلس برخاست ہونیکے بعد اُسی رقت و حسرت مین دولتخانۂ مبارک پر آئے۔ جوش رقت مین چند سلام شہادت امام کے بیان مین لکھے۔ دوسرے روز مجلس مین سلام پڑہا گیا۔ حاضرین مجلس کے دلون سے غم و رنج کا دریا امنڈ آیا۔ تمام واویلا و وامصیبتا کہنے لگے۔ اور آنکہون سے آنسو بہانے لگے۔ شور و شین کا بازار گرم ہوا مجلس کا رنگ بدل گیا مجلس مین کہرام مچ گیا۔ یہہ عام دلون کا ہل جانا آپکے کلام پرتاثیر کا نتیجہ ہے۔ مجکو جسقدر آپکے اشعار دستیاب ہوئے ہین گزارش کرتا ہون۔ کاش اگر ردیف وار پورے ملتے تو ناظرین کو مطالعہ سے زیادہ لطف و مزہ اور میرے اس تذکرہ کو فخر حاصل ہوتا۔

آپکے اشعار مندرجۂ ذیل جنکی شان مین کہا جاتا ہے

کلام المحبوب محبوب الکلام

آصف	بسم اللہ الرحمن الرحیم	حرف الف

محشر مین کون دوست ہے مجھہ دادخواہ کا	دل اپنی راہ کا ہے جگر اپنی راہ کا
دیکھا یہ شعبدہ تری چشم سیاہ کا	محفل مین ہوگیا ہے تماشا نگاہ کا
دل حکمران ہے لشکر فریاد و آہ کا	سہرا وارہی کے دم سے ہے ٹڑبنا سپاہ کا
وہ دیکھتے ہین حشر مین منہ دادخواہ کا	یہہ دیکھتا ہے ناز سے پہر نگاہ کا

ضبطِ فغان اگر نہ کرون مین تو حشر ہو
گردون ہے ایک نالہ کا دشمن اک آہ کا

محشر مین جب ہو ساری خدائی اسی طرف
کیون حال ہو تباہ نہ مجھ دادخواہ کا

اے آسمان خدا کیلئے اب تو رحم کر
خاکا اڑا چکا مرے حالِ تباہ کا

بجلی کبھی بنی کبھی تلوار بن گئی
دیکھا عجیب شعبدہ اُسکی نگاہ کا

برسون مین اُسنے ملنے کا وعدہ کیا ہے آج
اس شرط پر کہ حرف نہ آئے نباہ کا

جب آئے وہ خیال مین آئے نہ خواب مین
دشوار نازکی سے ہوا پھیر راہ کا

ڈسنے لگا ہے یہ تو مرے دلکو صبح و شام
کیا کوڑیالا ناگ ہے زلفِ سیاہ کا

بخشش پہ جنکی بخشنے والیکو ناز ہو
ایسا ہے مرتبہ مرے جرم و گناہ کا

اُس مہروش نے چہرہ سے الٹی ہے جب نقاب
شب کو ذرا سا منہ نکل آیا ہے ماہ کا

کسکو سنوگے کونسا قصہ پسند ہے
یوسف کی چاہ کا کہ زلیخا کی چاہ کا

اُس خارزار مین مجھے اب لیچلا جنون
کھٹکا صبا کو بھی ہے جہان خارِ راہ کا

اک ہانہ اور بھی تجھے قاتل مری قسم
اک شور اُٹھے چار طرف واہ واہ کا

آجائے گرم و سردِ زمانہ نگاہ مین
ہنگامہ دیکھلو جو مرے اشک و آہ کا

اُس ترک چشم کی صفِ مژگان ہے جنگجو
یہ ہے چھری کٹاری سے لڑنا سپاہ کا

ہمشکل سے ہے اپنے اُسے رشک اسقدر
منہ دیکھتا نہین وہ کبھی مہر و ماہ کا

اُس سے شبِ فراق بہلتا رہا ہے دل
مجکو خیال تہا کسی زلفِ سیاہ کا

شاہ و گدا کا حشر مین بس ایک حال ہے
کسکو وہان خیال ہے رتبہ کا جاہ کا

پانی کے ساتہ آگ کا شعلہ نکل گیا
دیکھا طلسم ہم نے عجب اشک و آہ کا

یہ اُسکے دل سے پوچھ یہ اُسکے جگر سے پوچھ
کیسا مزا ہے چاہنے والے کو چاہ کا

یہ ہانہہ سے چرائے تو وہ آنکہ سے چرائے
دزدِ حنا سے چور ہے بڑھکر نگاہ کا

تمکو وفا شعار بنائیگا غیر کیا
لب خشک رنگ زرد ہے جھوٹے گواہ کا

شب کو نہ نیند ہے اُسے دنکو نہ چین ہے
یہ حال اب ہے عاشقِ خوار و تباہ کا

سنتا ہے کون حشر مین مجھ دادخواہ کی
سنتے ہین عذر پیار سے سب عذرخواہ کا

آصف سے یہ چھٹا ہے نہ ہرگز کبھی چھٹے
لپکا ہے اُسکو دید کا چسکا ہے چاہ کا

ولہ

نرگس کو چشمِ مست نے مستانہ کر دیا
عارض پہ تو نے شمع کو پروانہ کر دیا

آئینہ خانہ کو جو پریخانہ کر دیا
دل تہا یگانہ اُسکو بھی بیگانہ کر دیا

کیا تو نے سحر نرگسِ مستانہ کر دیا
دل تہا یگانہ اُسکو بھی بیگانہ کر دیا

دل کو تمہاری زلف نے دیوانہ کر دیا
شمع جمال نے اسے پروانہ کر دیا

اے یاس تو نے داغ تمنا مٹائے
گلزار تہا یہ دل سے ویرانہ کر دیا

رسوائیون کے ساتہ نہین اسکا شکر ہے
شہرت نے میرے عشق کو افسانہ کر دیا

رکھا نہ ایک حال پہ عاشق کا اُسنے دل
کعبہ بنا دیا کبھی بتخانہ کر دیا

پرتو نے تیرے جان مرے دلمین ڈالدی
اعجاز تو نے جلوۂ جانانہ کر دیا

اُسکی نگاہ مست سے آتا ہے غش مجھے
دیوانہ تہا مین اور بھی مستانہ کر دیا

کیا جھوٹ ہے شکایت بیداد سچ کہو
تم نے بڑہا کے بات جو افسانہ کر دیا

دشمن ہماری بزم مین رویا نصیب کو
لبریز اُسنے اشکون سے پیمانہ کر دیا

ہوتا جو زندہ قیس تو لیتا مرے قدم
آباد مین نے دشت کا ویرانہ کر دیا

وہ سختیان اُٹھائین محبت کی راہ مین
نام اپنا تو نے ہمت مردانہ کر دیا

خونِ جگر فراق مین پیتا ہون رات دن
محبوبِ حق کی زلف وہ ہے جسکے واسطے
بہولی جو اُسکی یاد کبہی یہ بہی تہا قصور
جتنا ہے جسکا ظرف وہ دیتا ہے اسقدر
یہ سادگی کی وجہ ہوئی یا غمِ رقیب
مین نے تو کی تہی بات فقط وصل کی کیا
رکہے مین اچہے اچہے چوچن چن کے ظرف مے
اسکی نشیلی آنکہہ سے کیا بچ سکے کوئی
رکہا کسیکو گلشنِ عالم مین شکلِ گل
جس نور کی وہ طور پہ چمکی تہی روشنی
بیٹہے بٹہائے آج یہ کیا دلمین آگئی

دلکو سبو تو چشم کو پیمانہ کر دیا
مژگان کو اپنی حور نے بہی شانہ کر دیا
عاشق نے آپ اپنے کو جرمانہ کر دیا
ہر چارہ گر کو اُسنے مسیحا نہ کر دیا
کیون تم نے ترک سرمہ خناشانہ کر دیا
تمنے جو اُسکو عشق کا افسانہ کر دیا
مسجد کو محتسب نے تو میخانہ کر دیا
زاہد کو جسنے ہجو دوستانہ کر دیا
اُسنے کسیکو سبزۂ بیگانہ کر دیا
روشن اُسی نے دلکا سیہ خانہ کر دیا
آصف نے ترک مشربِ رندانہ کر دیا

ولہ

مژدہ قاصد کا روح افزا تہا
جلوۂ یار کیا کہون کیا تہا
مین نے پوچہا رقیب کیسا تہا
اب یہ جانا کہ ہمکو دہوکا تہا
لوٹتا تہا کوئی تڑپتا تہا
ابہی آنسو پلک تک آیا تہا
بزم مین اُسکے ایک میلا تہا

وہ فرشتہ خدا نے بہیجا تہا
اُسکی قدرت کا اک تماشا تہا
جلکے بولے ترا کلیجا تہا
دل ہمارا نہ تہا تمہارا تہا
کوئے قاتل مین اک تماشا تہا
ابہی دیکہا تو ایک دریا تہا
ہم نہ تہے اُس جگہ زمانا تہا

حشر مین بہی کہین گے تجہسے ہم
اختلافِ مزاج سے نہ بہی
اُنکو بزمِ عدو مین جب دیکہا
ماتمِ غیر مین وہ سو سو بار
جاکے کنجِ لحد مین ہم سمجہے
درِ جانان پہ جبہہ سائی کی
دلِ عشاق پر چہری سی پہری
کہتے مین وہ کہے سنے پہ نجاؤ
کہتے ہون گے عدم مین اہلِ عدم
چال تہی اُسکی یا قیامت تہی
زلف مین دل اگر نہ تہا نہ سہی
کہتے مین قتل کرکے عاشق کو
غور کر لو شبِ فراق کا غم
جلوہ تیرا کسی زمانے مین
دل نشین غیر کا خیال رہا
اب زمانے کا رنج ہے آصف

تجہپہ دعوی ہے تجہپہ دعوا تہا
کوئی قصہ نہ کوئی جہگڑا تہا
راگ تہا رنگ تہا تماشا تہا
مجہسے کہتے تہے تجہسے اچہا تہا
زندگی عمر بہر کا جہگڑا تہا
اپنی تقدیر کا یہہ لکہا تہا
کیا کہون اک نگاہ مین کیا تہا
غیر کے پاس تمنے دیکہا تہا
زندگی کا عجیب میلا تہا
نقشِ پا سے بہی فتنہ برپا تہا
کیون جی مٹہی مین آپکی کیا تہا
اسنے کیا اپنے دلمین سمجہا تہا
مجہہ سے کیا پوچہتے ہو تم کیا تہا
جسنے دیکہا تہا اُسنے دیکہا تہا
وہ تو خلوت مین بہی تنہا تہا
کیا خوشی کا کبہی زمانا تہا

ولہ

دل حور کی اداؤن سے بیزار ہو گیا
جنت مین جا کے مین تو گنہگار ہو گیا
نالون سے آگ کوچۂ دلدار ہو گیا
خورشید حشر سایۂ دیوار ہو گیا

پرہیزگار جب کوئی میخوار ہو گیا
پرہیز کرتے کرتے وہ بیمار ہو گیا

آئے تہے میرے دلکے خریدار بنکے وہ
دل دیکہتے ہی اُنکا خریدار ہو گیا

منصور نے کہا جو انا الحق تو حق یہ ہے
اس کلمہ کا الف ہی اُسے دار ہو گیا

غم کہا گیا ہے ہجر کا تیرے مجہے تمام
پیا سارے لہو کا تہا خونخوار ہو گیا

اے فتنہ گر یہ حال تری رہگذر کا ہے
نقش قدم بہی فتنہ رفتار ہو گیا

لائے تہے وہ رقیبون کو میرے مزار پر
اُڑکر غبار سامنے دیوار ہو گیا

سیدہا ہوا جو تیر نظر دل کو تاک کر
غمزہ بہی ساتہہ کہینچ کے تلوار ہو گیا

رنج و فراق و درد و غم و ضعف قلب نے
بیمار کر دیا مجہے بیمار ہو گیا

پوری جہلک بہی دیکہنے پائی نہ چشم شوق
اتنے مین بند روزن دیوار ہو گیا

سرکار عشق مین ہے بڑا جرم احتیاط
مین بے قصور رہ کے خطاوار ہو گیا

صہبا کے پیتے ہی چودہ طبق کہلے
مین نشۂ شراب سے ہشیار ہو گیا

دنرات کی لڑائی ہے جہگڑے مدام ہین
دل آپکے ستانے سے بیزار ہو گیا

مجکو خیال زلف مین کچہہ سوجہتا نہ تہا
روز فراق بہی تو شب تار ہو گیا

یارب بتون کا عشق مری جان کے ساتہہ ہے
یا رشتۂ حیات بہی زنار ہو گیا

سامان وصل کی مجہے پروانگی تو ہو
تمنے ادہر کہا کہ وہ تیار ہو گیا

پہلے سے اگرچہ وہ کافر دغا شعار
دلکو چرا کے اور بہی عیار ہو گیا

تکلیف اپنے نفس کو دی اور اسقدر
زاہد عبادتون سے گنہگار ہو گیا

اتنے کہان نصیب ہوئے گلچہر گلبدن
محشر ہمارے واسطے گلزار ہو گیا

قاصد یہ تہا گمان کہ یہ عاشق مزاج ہے
کیا جانے کس بلا مین گرفتار ہو گیا

طاقت کہان ہے دلمین کہ ناز اب بہی اُٹہائے
صدمہ اُٹہا اُٹہا کے یہ بیمار ہو گیا

غیرون کیواسطے ہی یہ دربان روک ٹوک
یہ گہر ترا اخیر لو بازار ہو گیا

آصف غم زمانہ نے تجکو گہلا دیا
تیرا تو غیر حال مرے یار ہو گیا

ولہ

عاشق ترا جو تارک دیر و حرم ہوا
دوزخ کو آگ لگ گئی جنت کو غم ہوا

روز فراق کا گذرنا اہم ہوا
یہ دن وہ دن نہین جو بڑہا اور کم ہوا

سنتا ہون غیر مورد لطف و کرم ہوا
یہ کیا غضب کی بات ہوئی کیا ستم ہوا

وہ نقش پائے غیر مٹاتے ہوئے چلے
نقش قدم پہ اور بہی نقش قدم ہوا

صورت وہی رہی جو تصور مین جم گئی
ہر سنگ راہ بتکدہ مجکو صنم ہوا

تو بے نیاز مند سے کب عذر ہو سکے
اے بے نیاز لے سر تسلیم خم ہوا

فکر رقیب ہی مین گرفتار تم رہے
مین مر گیا تو کچہہ بہی مرا انکو غم ہوا

دیکہا جو جو اُسنے نیم نگہ سے زرا لطف
کچہہ دلکی آگ کم ہوئی کچہہ درد کم ہوا

وعدہ کیا اشارۂ وصلت کا غیر سے
اُسکا وہان اشارہ سر اپنا قلم ہوا

مرنیکا میرے غم نہین انکو یہ رنج ہے
کیون ناتوان یہ صرف ہمارا ستم ہوا

احسان ضعف کا ہے گہٹا اضطراب شوق
طاقت جو کم ہوئی تو تڑپنا بہی کم ہوا

وعدہ پر آئے وہ تو شب وصل کیا کرون
ہوتے ہی شام صبح جدائی کا غم ہوا

بہرتی ہے ہجر یار مین فوج سرشک کی
مژگان اشکبار کا جاری قلم ہوا

عشاق کی گذرتی ہے مر مر کے زندگی
انکے لئے تو ایک وجود و عدم ہوا

ایسا گمان تجہپہ نہ تہا اے دغا شعار
دہوکا بڑا مجہے ترے سر کی قسم ہوا

کیا اور اس سے بڑھ کے کہون کیا ہوا مجھے
صدمہ ہوا فراق ہوا رنج و غم ہوا

فریاد بے سبب تو نہین دادخواہ کی
تو نے ستم کیا تو کسی پر ستم ہوا

ہے میرے دل پہ داغ محبت بنام دوست
کیا مٹ سکے جو صورت نقش قدم ہوا

کیسا رقیب کون عدو کسکی چل سکے
جب اتفاق میرے تمہارے بہم ہوا

کرتے ہو وعدہ وصل کا دیکھو تو آئینہ
چہرہ کا رنگ اڑ رہی وقت قسم ہوا

دنیا کی سیر اور ہے عیش و نشاط اور
جام جہان نما نہ کبھی جام جم ہوا

دل تھا کہ دلربا تھا کچھ اسکی خبر نہین
رخصت مری بغل سے کوئی صبحدم ہوا

ہم سے چھپا کے وصل کا وعدہ عدو سے ہو
کیا قہر ہو گیا یہ ستم پر ستم ہوا

سوچو تو مجھپہ عشق مین کیا کیا گذر گئی
غم مجکو رنج مجکو الم مجکو کم ہوا

خط اون کے ہاتھ سے ہوا تحریر غیر کو
سرنامہ پر خطاب ہمارا رقم ہوا

ہمنے دیا جو غیر کی محفل مین مجکو جام
وہ بھی تمہارے سر کی قسم مجکو سم ہوا

آصف کے دم قدم سے یہ نشو و نما ہے
ایسا جہان مین مرد خدا کوئی کم ہوا

ولہ

انصاف بنا اے بت عیار ہو چکا
جب تو ہوا عدو تو خدا یار ہو چکا

بس انتظار وعدۂ دیدار ہو چکا
وہ آئے یا نہ آئے یہ بیمار ہو چکا

کرتا ہون آہ تیغ نگہ کھا کے بے سنبھل
اب میرا وار روک ترا وار ہو چکا

کس طرح سے اسنے اٹھائی ہے قسمین
غم کھاتے کھاتے آپکا غمخوار ہو چکا

آتی نہین ہے شرم تمہین جھوٹ بولتے
وہ وعدہ کرتے ہو جو کئی بار ہو چکا

تم کیا نیا پھنساؤ گے دلکو کہ بار بار
آزاد ہو چکا یہ گرفتار ہو چکا

پوچھا نہ جھوٹے منہ بھی کسی دن مجھے ذرا
سو بار اس امید مین بیمار ہو چکا

مین بھی اب آزمایش مہر و وفا کرون
تیرا تو امتحان کئی بار ہو چکا

ذرہ نظر نہ ٹھہریگا ذرہ حنا کی طرح
یہ چور دل چرا کے گرفتار ہو چکا

اس عاشقی پہ خاک پڑے دل لگی بری
رسوا مین ہر طرح سر بازار ہو چکا

اس مصلحت سے شور فغان کر رہا ہون مین
سویا اگر نصیب تو بیدار ہو چکا

پوچھا یہ میرے مردہ پہ اس بدگمان نے
کچھ اس مین جان ہے کہ یہ بیمار ہو چکا

میری بھی بات کوئی سنیگا کہ تو نہین
ہان ہان کا وعدہ تیرا تو ہر بار ہو چکا

کچھ التجائے وصل کی اب حد نہین ہی
للہ مان لیجئے انکار ہو چکا

رحمت کا تیری رات دن امیدوار ہون
نادم مین اپنے فعل سے غفار ہو چکا

معشوق کی خطائین ہون ثابت یقین نہین
اللہ عاشقون کا طرفدار ہو چکا

اب تو خدا کے واسطے بیت پہ اسکی جا
عاشق ترا تمام مرے یار ہو چکا

اس چشم شوق کو بھی ذرا دیکھ لیجئے
بس آئینہ تو دیکھ چکے پیار ہو چکا

پورا کبھی ہوا بھی ہے اقرار آپکا
سو بار وعدہ کر چکے سو بار ہو چکا

تاب نظارہ چاہیے اسکے جمال کو
آنکھین اگر یہی ہین تو دیدار ہو چکا

کس پر کرے گا جور و جفا تو ہمارے بعد
دلدار تیرا اے مرے دلدار ہو چکا

اس حسن دلفریب سے سبکا ہی ایک حال
اب اختلاف کافر و دیندار ہو چکا

طاقت دل و جگر مین نہ ہے ہاتھ پاؤن مین
سامان اب تو کوچ کا تیار ہو چکا

دیوار ہی گراؤنگا مین سیل اشک سے
سو بار بند روزن دیوار ہو چکا

آئے ہو گھر سے غیر کے مجھپر ہو مہربان
اخلاص دور رکھو بس اب پیار ہو چکا

کبتک سنوں دماغ میں طاقت نہیں رہی
بس شکر مہربانی اغیار ہو چکا

کس کے آگے اُسکی شکایت نہو چکی
آصف تو بے خطا بھی خطاوار ہو چکا

ولہٗ

وہ بھی کیا دن تھے ہمیں غم سے سروکار نہ تھا
دل کو ارمان نہ تھا جان کو آزار نہ تھا

جان دیتا نہ تڑپ کر یہ وہ بیمار نہ تھا
دل پہ جب ہاتھ رکھا تمنے تو آزار نہ تھا

ایلچی کو بھی کوئی قتل کیا کرتا ہے
میں خطاوار تھا قاصد تو خطاوار نہ تھا

وجہ کیا اِسکو قلمبند کیا آپنے کیوں
یہ تو روداد غم ہجر تھی اظہار نہ تھا

منصفی شرط ہے شایان کرم غیر ہی تھے
میں ترے جور و ستم کے بھی سزاوار نہ تھا

رہگیا کوئی نہ کوئی مرے دلکے اندر
تیر میں اسکے تھا پیکان تو سوفار نہ تھا

ایک کیا میں ہی ترے ہجر میں نالاں تھا فقط
کون ایسا تھا جو وہ جان سے بیزار نہ تھا

کیا عیادت کی توقع ہو ستمگر تجھسے
بچگیا کوئی تو کہتا ہے یہ بیمار نہ تھا

عرصۂ حشر کے مانند تھی نفسی نفسی
اسکی محفل میں کسیکا بھی کوئی یار نہ تھا

واہ اے شان کریمی ترے صدقے قربان
جس گنہگار کو دیکھا وہ گنہگار نہ تھا

لطف کیا تھا جو اک آزاد رہا ایک اسیر
ہم گرفتار تھے جسکے وہ گرفتار نہ تھا

اُس نے جب ظلم کیا مجھپہ تو غیروں نے کہا
یہ وفادار کبھی اسکے سزاوار نہ تھا

محفلِ رقص تھی وہ تیری بہت ہوش ربا
سب ہی بیہوش تھے واں کوئی بھی ہشیار نہ تھا

حسرتِ مشق ستم کیوں تجھے دلمیں رہتی
میں تو حاضر تھا اگر کوئی خطاوار نہ تھا

تو نے افسوس ہے بیگانہ کو اپنا سمجھا
غیر سے رشتہ ترا اے بت عیار نہ تھا

وہ شب وصل بناوٹ سے بگڑنا اُسکا
غصہ تھا قہر تھا اخلاص تھا پیار نہ تھا

دور ہی سے وہ مجھے دیکھ کے فرماتے ہیں
نہوا ہے کبھی ایسوں سے سروکار نہ تھا

مجھکو کیا کوئی پھنسائیگا ازل سے ابتک
دل تو آزاد رہا میرا گرفتار نہ تھا

جنس دل لاکے ہم اپنی بغل میں لے آئے
جاکے بازار کو دیکھا تو خریدار نہ تھا

لیجئے غیر سے دو دن بھی نباہی نہ گئی
آپکے ذہن میں آصف تو وفادار نہ تھا

حرف ذال

تیری ہیکل میں مرصع ہیں مسلسل تعویذ
دلکو تسخیر کرینگے یہی ہیکل تعویذ

یوں تو زیبا سبھی زیور ہیں ترے بازو پر
خوشنمائی میں مگر سب سے ہے اوّل تعویذ

درد سر کا تو نہو شکوہ نصیب اعدا
آپ لکھواتے ہیں کیوں لیکے یہ صندل تعویذ

غیر کی نکلی وہ تصویر گلے میں اُنکے
ہمنے جانا تھا کہ ہوگا یہ مخمل تعویذ

واسطے دفعِ نظر کے وہ اگر باندھتے ہیں
شوخیٔ حسن سے ہو جاتے ہیں ہیکل تعویذ

وہ گئے پھیر کے منہ لکھ نہ گئے کچھ اُس پر
قبر کا پہری رہا آنکھ سے اوجھل تعویذ

میں نے جانا کہ یہی مار سیہ کا مَن ہے
اُسکی چوٹی میں جو چمکا تھا ذرا کل تعویذ

یہ جولس ہے ترے سینہ پر اے ماہ جمال
ہے خداداد مبارک بہت افضل تعویذ

چشم مشتاق ہے پائے ترے سینہ پہ جگہ
کاش اس آنکھ سے ہو جائے مبدّل تعویذ

اسقدر ضعف ہے کیوں رات انکو کیسی گذری
پھر اُتر اُترے بازو سے گیا ڈھل تعویذ

ہوگیا آج وہ بیمار تمہارا رخصت
کھولکر جسکو پلاتے رہے تم کل تعویذ

سایۂ فضل خدا آصفِ دیندار پہ ہے
سحر بیکار رقیبوں کا ہے مہمل تعویذ

حرف لام

ہوا چالاک تجھسے بھی سوا دل
چھلاوا شوخ چنچل چلبلا دل

یہ سچ ہے باوفا ہے آپکا دل / بہت ہی بیوفا ہے یہ مرا دل

تری کنہ حقیقت کو نہ پہونچا / مقدر سے سوا ہے نارسا دل

وہ تھی اور وقت صبح لذت / تڑپکر بھی یہ دیتا ہے مزا دل

بہت دیکھے ہین ہمنے بیوفا بھی / ترا سب سے ہے بڑھکر بیوفا دل

ترستی ہین یہ آنکھین دیکھنے کو / کرون کیا مین تڑپتا ہے مرا دل

یہ بتخانہ کو یا کعبہ کو لیجائے / عجب میرا بھی دل ہے ہنما دل

سنی تعریف جب اُس غنچہ لب سے / سمٹکر اور غنچہ ہو گیا دل

لئے جاتا ہے پھر اُسکی گلی مین / یہ بے غیرت یہ کیسا بیحیا دل

مین کیا جانون محبت اورالفت / یہ پہلے ہی پہل تجھ سے لگا دل

نہ دے اے سنگدل تو رنج اسکو / نگر تو ظلم ٹوٹے گا مرا دل

ہماری بندگی ہے ایسے دل کو / نہ دے بندے کو ایسا بھی خدا دل

ہمارا بھی کبھی تو آشنا تھا / ارے او بیوفا نا آشنا دل

برائے نام اسکا بھی نشان ہے / دہن ہے آپکا یا ہے مرا دل

خراب و خستہ ہوکر خوب سنبھلا / محبت مین بگڑ کر بنگیا دل

بچانا عشق کی آفت سے مجھکو / مرا اب مانگتا ہے یہ دعا دل

تڑپنے کی جو عادت ہے تو آصف / تسلّی سے ہوا تڑپا مرا دل

ولہ

کہا جب اُس نے کہئے کیا ہوا دل / بس اتنی بات سنکر آ گیا دل

ہر اک دلبر کی خاطر چاہئے ایک / کہان سے روز لاؤن مین نیا دل

مرادلسوز ہے داغ جگر اب / مرا ہمدرد ہے دردآشنا دل

بہت ہی ٹھیک کہنا آپکا ہے / مرا ہی تو ہوا ہے بیوفا دل

ہمارے دشمن جان عاشقی مین / یہی ہین ایک آنکھین دوسرا دل

کہین آیا نہو وہ فاتحہ کو / تڑپتا ہے جو مرقد مین مرا دل

سبھی کہتے ہین دل کو کعبہ ہے یہ / نہ ڈھا اسکو نہ مٹی مین ملا دل

اگر دل مین نہ دل ڈالون تو کہدے / کہ مین رکھلون کلیجے مین ترا دل

گلی مین دیکھکر اپنی وہ بولے / پھر آیا کسقدر ہے بیحیا دل

سما جائے غم کونین جس مین / کہان سے لاؤن مین اتنا بڑا دل

بہت آنکھون سے کی ہے خونفشانی / ہزارا بنگیا ہے یہ مرا دل

وہ کہتے ہین کہان رکھے کوئی پاؤن / پڑے ہین عاشقون کے جا بجا دل

یہ ہے گفتار یا رفتار کیا ہے / تری باتون پہ میرا پس گیا دل

مرادل ہے نہ کر پامال اسکو / ارے ظالم کلیجے سے لگا دل

کسی پر جان جاتی ہے جب اپنی / خدا حافظ یہ دیتا ہے دعا دل

ہزارون دیکھنے والے ہین اُسکے / صفائی سے ہے آئینہ مرا دل

جسے دیتا ہون وہ کہتا ہے آصف / مبارک آپ کو ہو آپکا دل

ولہ

جب اُسکے کام کا نہ مرے کام کا ہی دل / پھر کس مرض کی بار خدایا دوا ہے دل

اُس سنگدل کے جور و جفا پر فدا ہے دل / کمبخت میری جان کے پیچھے پڑا ہے دل

پاس ادب نہ ضبط محبت رہا مجھے / بے اختیار اُن سے کہا آگیا ہے دل

جسطرح ٹوٹ کر نہ جڑے رشتۂ حیات
ایسا ہی اسکا حال ہے جب ٹوٹتا ہے دل

تم دلستان ہو اور دل آزار بھی تمہین
تم جانتے ہو دلکو تمہین جانتا ہے دل

جس روز سے سنا ہے کہ ہرجائی آپ ہین
اورون سے بدگمان ہون مرا جا بجا ہے دل

پہلے لڑی تھی آنکھہ تری اُسکا ہے قصور
اسپر ہے کیون عتاب مرا بیخطا ہے دل

بچنا محال اور نکلنا محال ہے
اُس بیوفائی زلف مین بیڈھب پھنسا ہے دل

اکسیر کی تلاش مین کیون خاک چھانئے
کشتہ کرے جو نفس کو پھر کیمیا ہے دل

کچھہ وسعت زمین و فلک کی نہین بساط
گر حوصلہ ہو دلمین تو سب سے بڑا ہے دل

باہم ہو کیا ملاپ کہ دونون ہین بیقرار
تم شوخ ہو اگر تو بہت چلبلا ہے دل

بدنامیان اسی کی تو ہین اک جہان مین
تم باوفا ہو سچ ہے مرا بیوفا ہے دل

دام وفا بچھا کے گرفتار جو کرے
ایسے سے آنکھہ اٹکی ہے اُس سے پھنسا ہے دل

دلبر چھٹے نہ مجھسے نہ مین اُس سے چھٹ سکون
مین اُسکے پیچھے یہ مرے پیچھے پڑا ہے دل

انجام کیا ہو دیکھئے اس اختلاف کا
سنتا ہون دلکی مین نہ مری مانتا ہے دل

کیسا فراق وصل مین کب چین ہی مجھے
ترچھی ادائین دیکھتے ہی لوٹتا ہے دل

آصف کا امتحان تو کیا مصطفی بھی گر
یہ ہر کسی کا حوصلہ ہر ایک کا ہے دل

حرف نون

وصل مین تلخ بھی دشنام مزا دیتے ہین
کوسنے والون کو ہم ایسے دعا دیتے ہین

عفو کرتے ہین خطائین نہ سزا دیتے ہین
جان عاشق کی یہ مین وہ تو گھلا دیتے ہین

حال دل کہکے جو ہمنشون کو رلا دیتے ہین
تو ہنسی ہنسکے وہ روتونکو ہنسا دیتے ہین

ایسے لوگون مین نہین ہم کہ عوض اور نکرین
مرد جو کہتے ہین وہ کرکے دکھا دیتے ہین

وہ شہادت کو سمجھتا ہے حیات جاوید
زندگی آپ تو عاشق کی بڑھا دیتے ہین

سنکے آواز چلے آتے ہین وہ گھبرا کر
میرے نالے مری قسمت کو جگا دیتے ہین

دل مرا کسنے چرایا ہے بتائین مجھکو
ذرا پیچ کھینچکے جو نام بتا دیتے ہین

ان حسینون سے کوئی خون کا دعوی نکرے
خونبہا دیتے نہین خون بہا دیتے ہین

اُن کو لاؤ مرے گریہ کا کرینگے وہ علاج
بات کرنے مین جو روتون کو ہنسا دیتے ہین

بیوفا یاد نہین تجھکو دغا کا شیوہ
یاد رکھہ تو کہ یہہ ہم تجھکو سکھا دیتے ہین

آنکھہ ملتے ہی یہ خود ملتے مین دل ملتا ہے
خوبرو پھر بھی تو دل ملکے دغا دیتے ہین

اُن سے کہتا ہون جو مین ہجر کی آفت شب وصل
قہقہہ مار کے وہ صاف اُڑا دیتے ہین

خط پہ خط بھیجین گے کچھہ تو کبھی آئیگا جواب
آج سے ہم بھی یہی تار لگا دیتے ہین

قول ہو بوسہ ہو معشوق تو دے مانگے ہی
پھر وہ دیتا ہے کہان جسے کہا دیتے ہین

دل لگی یہ بھی شب وصل رہا کرتی تھی
ہم جلا دیتے ہین وہ شمع بجھا دیتے ہین

راز افشا نہ ہو لوگون مین یہ ہے اندیشہ
غیر کے خط کو وہ پڑھتے ہی جلا دیتے ہین

روز ہان ہان کے سوا اور نہین ہے کچھہ بات
دلکو دیتے نہین پر کہکے منا دیتے ہین

دل بیتاب جو پنکھے کی طرح ہلتا ہے
روح کو ہم اسی پنکھے سے ہوا دیتے ہین

وہ تو خط پڑھتے نہین ہمکو یہ سوجھی تدبیر
دلکی تصویر لفافے پہ بنا دیتے ہین

ہوکے عاشق مرے مرنیکی مبارکبادی
اُس ستمگر کو مرے اہل عزا دیتے ہین

ہم تو مرتے ہین مگر اہل وفا ہین تم کو
یاد رکھنے کے لئے یاد دلا دیتے ہین

جان کیونکر تجھے دیدون یہ خدا کا ہے مال
کیا پرائی بھی امانت کو لٹا دیتے ہین

یہ کچھہ احسان ہے دل باندھ کے گر چھوڑ دیا
گیسوی یار گرہ سے ہمین کیا دیتے ہین

ابھی کم سن ہین وہ مانوس بہت کہیل سے ہین
خط مرا پہاڑ کے وہ پرزے اڑا دیتے ہین

لب جانان کو چکھائینگے مزا وصل کی شب
ہوتی آئی ہے کہ جہوٹے کو سزا دیتے ہین

چشم بادام دہن پستہ ہے رخسار ہین سیب
ہم ترے وصف مین اک باغ لگا دیتے ہین

وہ گئے دن جو اسے کوستے تہی آٹھ پہر
اتہوا آصف کو وہ جینے کی دعا دیتے ہین

ولہ

تو کرے مجھ سے پیار کی باتین
ہین یہ پروردگار کی باتین

نہ کرو اعتبار کی باتین
دور رکھو یہ پیار کی باتین

صاف آئینہ ہو گئین ہم پر
ترے دل کے غبار کی باتین

ہم مین مشتاق ہان سنا واعظ
بادہ و بادہ خوار کی باتین

رنج کے ساتھ رنج کا ہے کلام
پیار کے ساتھ پیار کی باتین

غیر بھی نوحہ گر ہے یون مجھ پر
جیسے ہین سوگوار کی باتین

کیا کہین تجھ بغیر کس سے کہین
دل امیدوار کی باتین

رات جاتی ہے کیجئے موقوف
قصۂ روزگار کی باتین

جبر کیجے کہ لطف دونون مین
آپ کے اختیار کی باتین

کیا گزرتی ہے کسطرح سے سنین
ہائے اہل مزار کی باتین

کہدیا غیر سے تمہارا بھید
لو سنو رازدار کی باتین

جو ہین کنج لحد مین خاک نشین
جوش فصل بہار کی باتین

ابھرے جوبن نے کردیا بچین
کیا کہین ہو نہار کی باتین

رو کے رکتا نہین ہے طفل سرشک
دیکھو اس جانہار کی باتین

آنکھ سے سب عیان ہے دیکھو تو
چشم مست خمار کی باتین

یاس ہو ہو گئی مگر مین وہی
اس دل جان نثار کی باتین

اے صبا کیا خبر ہے کہہ تو ذرا
میرے اس شہسوار کی باتین

کان رکھکر کبھی سنو تو سہی
اپنے تم دوستدار کی باتین

دل نہ دیتا اگر تو کیون سنتا
چار کے طعنے چار کی باتین

بیوفا ایک تیری خاطر سے
سن رہا ہون ہزار کی باتین

تجکو رسوا کرین یہ ہین آصف
اس دل بیقرار کی باتین

ولہ

ارمان بہت ہین ترے پیکان بہت ہین
دلمین مرے ہر طرح کے مہمان بہت ہین

تہوڑے بھی تو معشوق کے احسان بہت ہین
دو چار بھی نکلین تو وہ ارمان بہت ہین

عاجز تری آنکھون سے مسلمان بہت ہین
یہ تاکتے یہ لوٹتے ایمان بہت ہین

جھگڑے تو ہزارون ہین مگر بات ہے اتنی
ہم تم سے وفا کرکے پشیمان بہت ہین

اے نامہ بر آمادہ کو اقرار تو ہو جائے
کم سن ہین اگر وہ ابھی نادان بہت ہین

کیون خوش ہو مری حسرت دیدار مٹا کر
مٹنے کے لئے اور بھی ارمان بہت ہین

دل ڈھونڈھ رہا ہے انہین اے ناصح مشفق
وہ کام محبت مین جو آسان بہت ہین

مایوس نہو کوئی زمانہین خدا سے
ہونے کیلئے غیب سے سامان بہت ہین

یکبار سبھی کو نہ گرا اپنی نظر سے
آنکھون مین ابھی کہہ لینے کی انسان بہت ہین

قسمت یہ ہماری ہے کہ ارمان نہ نکلے
وہ جان کے ہم سے ہوئی انجان بہت ہین

تم جیسے پریرویونکا سایہ نہین پڑتا
یارو نہین ہمارے ہی نگہبان بہت ہین

زاہد سے قیامت مین بہی بنے کے نہین رند
اسکے لئے ہر حال مین ہر آن بہت ہین

ہم پیتے ہی کرلین گے ابہی توبہ پہ توبہ
دنیا کے لئے دین کے سامان بہت ہین

دیوانون کو جنت ہے ترا سایۂ دیوار
ہان خاک اڑانیکو بیابان بہت ہین

وعدہ نہین کرتے ہو کبہی وصل کا ہم سے
کیا پوچہتے ہو دلمین تو ارمان بہت ہین

ٹلنے کے نہین ہم کہ گزرتے ہین گمان اور
محفل مین تری عیش کے سامان بہت ہین

دل غنچۂ شکستہ مین اگر کیجئے گنتی
ٹوٹے ہوے انسے ترے پیمان بہت ہین

کیا تونے کسیکا دل آشفتہ ہنسایا
گیسو کے ترے بال پریشان بہت ہین

آتے ہین خدا جانے تصور مین وہ کیونکر
دربان وہان انکے نگہبان بہت ہین

یون کہینچکے خنجر مجہے قاتل نے پکارا
آ چاہنے والے تجہے ارمان بہت ہین

جانباز ہمین ہین کہ ہے جان سے حاضر
یون نام کے ہونیکو تو قربان بہت ہین

ہان دیکہنے والے کو نظر اور پرکہہ ہو
انسان جنہین کہئے وہ انسان بہت ہین

دل لیکے کیا مجہسے سلوک آپنے کیا خوب
یون مفت جتانیکو تو احسان بہت ہین

کچہہ اور ہو غم حضرت آصف کی بلا کو
ہان تیری محبت مین پریشان بہت ہین

حرف واو

بہے کیا تم سے گو تم خوبرو ہو
ستمگر بے مروت تند خو ہو

کہا جب مین نے رنجیدہ عدو ہو
وہ بولے سنتے ہی وہ کیون ہو تو ہو

وہی ہے خوبرو جو نیک خو ہو
وہی ہے پہول جسمین رنگ و بو ہو

ادہر مین ہون ادہر محشر مین تو ہو
جو ہونی ہو خدا کے روبرو ہو

تجہے دلمین تو رکہلون مین بہر شک
اسی مین جان ہو اس مین ہی تو ہو

گداز عشق نے چہوڑا ہی کیا ہے
مژہ سے ٹپکے گر دل مین لہو ہو

اسے کیونکر نہو انداز پر ناز
کسی کی دہوم جب یون چارسو ہو

وفاداری ہے گو عاشق کا شیوہ
کرے کیا کوئی بے پروا جو تو ہو

یہ حسرت ہے تری تیغ ہلالی
گریبان کی طرح زیب گلو ہو

لڑائی کی ہین باتین انکی مجہ سے
کہین یہ ختم یارب گفتگو ہو

نقاب اٹہے جو رخ سے روز دیدار
صف محشر مین بہی پہر تو ہی تو ہو

کرین بیگانہ سے ہم کیا شکایت
یگانہ ہو کے جب اپنا عدو ہو

ہمارا خون وہ ہے آبرو دار
تری تلوار جس سے سرخرو ہو

نہو اسکے سوا کچہہ بہی تمنا
دل بے آرزو کی آرزو ہو

یہ ہے خاک در بتخانہ زاہد
شکستہ اسکے چہونے سے وضو ہو

رہے ہر دم مین ہر دم یاد تیری
جدہر دیکہون ادہر بس تو ہی تو ہو

چلے جو سر کے بل اس رہگذر مین
وہی عاشق سراپا جستجو ہو

بگڑتے ہو بظاہر بات سے تم
یہ بہتر دل ہی دلمین گفتگو ہو

وہ پوچہین اپنے دامن سے جو آنسو
مرے اشکون کی کیسی آبرو ہو

تبرک ہے ہمارا بہی دل پاک
لگائے ہاتہہ وہ جسکو وضو ہو

سمجہہ مین آئے کیونکر بات قاصد
تری الجہی ہوی جب گفتگو ہو

عدو کو بزم مین ہو شربت خضر
مرے حق مین مے احمر لہو ہو

مقابل یون ملے جب حسن کی دو
ادہر یوسف ادہر بے پردہ تو ہو

برا کہتے ہین جو تیرے ستم کو
ہماری اور انکی گفتگو ہو

قیامت کی ہے اُسکی ناامیدی
جب اُس سے ہمنے کرلی قطع امید
جو ہو تکیہ کرم پر اُس کے اپنا
خدا عزت رکہے دونون جہان مین

کہ جسکو آرزو کی آرزو ہو
تو پہر کیون آرزو کیون جستجو ہو
برآئے دل کی جو کچہہ آرزو ہو
اور آصف کی ہر اک جا آبرو ہو

ولہ

دل کے عاشق سے جدا ہوتے ہو انصاف کرو
ابہی کیا تہے ابہی کیا ہوتے ہو انصاف کرو

تم تو ناحق بہی خفا ہوتے ہو انصاف کرو
اور پہر جلد سے سوا ہوتے ہو انصاف کرو

مین یہی ڈہنگ تو امید رہیگی کسکو
اب جوان نام خدا ہوتے ہو انصاف کرو

وقت پر کام جو آئین گے یہی آئین گے
دشمن اہل وفا ہوتے ہو انصاف کرو

جان ہم دیتے ہین تم سے ہی فدا کرتے ہین
تم تو غیرون پہ فدا ہوتے ہو انصاف کرو

منصفی شرط ہے یہان یون نہین ہٹتے ہین
تم تو آتے ہی ہوا ہوتے ہو انصاف کرو

خوگر لطف و عنایت ہون مجہے تاب کہان
مہربان ہو کے خفا ہوتے ہو انصاف کرو

داد عاشق کی نہ دی بادشہ حسن بنے
اور سرگرم جفا ہوتے ہو انصاف کرو

تم تو مل مل کے رقیبون سے جلاتے ہو ہمین
اور پہر ہم سے جدا ہوتے ہو انصاف کرو

ہے برا شیوہ بیداد سے رسوا ہونا
سب مین انگشت نما ہوتے ہو انصاف کرو

آج بیداد جو کرتے ہو تو کل کیا ہوگا
منفعل روز جزا ہوتے ہو انصاف کرو

مار رکہتے ہو ذرا آنکہہ دکہاتے ہو جسے
دوسری تم تو قضا ہوتے ہو انصاف کرو

یاد بہی ہے کبہی آصف سے ملے تہے کہ نہین
آج پابند حیا ہوتے ہو انصاف کرو

حرف یائے تحتانی

مچی ہے دہوم زمانہ مین جا بجا کسکی
بندہی ہے دہاک ترے حسن کی ہوا کسکی

وہ حور وش بہی تو مسجد مین تہا خدا جانے
نماز کس نے ادا کی ہوی قضا کسکی

نکر کسی سے محبت یہ ہم نہ کہتے تہے
دل فریفتہ سنتا ہے تو بہلا کسکی

قصور تہا مری آنکہون کا دل نے پائی سزا
ہوی ہے عشق مین یہ کیسکے سر بلا کسکی

مزا جدا ہو تمہین جب تمہین سے کچہہ نہوا
مریض عشق کو راس آئیگی دوا کسکی

ہزار رنگ سے نیرنگ ہین زمانے مین
ہوئی ہے شعبدہ گر چشم فتنہ زا کسکی

فلک بہی گو ہے ستمگر مگر نہین تجہسا
یہ دیکہہ کم ہے جفا کسکی ہے سوا کسکی

لڑی نظر سے نظر میری آپ کی لیکن
ثبوت کیجئے ہے بیشتر خطا کسکی

تمہین بہی اسکی خبر ہے وہ کون ہی ایسا
بندہی ہوئی ہے زمانہ مین یہ ہوا کسکی

کہین نکرنے سے چہپتا ہے عیب دنیا مین
رقیب پر کہو اب جان ہے فدا کسکی

غضب تنے ہوئے ابرو کہنچی ہوئی تلوار
برے مین طور ترے آئی ہے قضا کسکی

عدو بہی میری طرح ملتجی رہا شب قدر
وہان قبول ہوئی دیکہیئے دعا کسکی

یہ امتحان تو دیکہو وہ مجہسے پوچہتے ہین
پسند ہے تمہین اس شہر مین ادا کسکی

کبہی لحاظ ہے دلکو کبہی ہے یہ گستاخ
سمائی اسمین شرارت بہری حیا کسکی

ہوئے ہین دیدہ و دل دونون والہ و شیدا
یہ کیا خبر ہے کہ اچہی ہوا انتہا کسکی

نہ جان کا ہے بہروسہ نہ عمر رفتہ کا
یہ بیوفا ہوئی کسکی وہ آشنا کسکی

مئے طہور کے اوصاف سن لئے واعظ
لگی ہے رٹ تجہے اے بندۂ خدا کسکی

خبر بہی ہے تمہین یا بیخبر ہو تم اُس سے
خبر پہونچتی ہے ہمکو ذرا ذرا کسکی

ستم بھی آپ کریں اور آپ ہی پوچھیں
زبان زبان پہ شکایت ہے برملا کسکی

جو کامیاب نہو کوئی یہ نصیب اُٹھ سکا
نہیں قبول کی آصف نے التجا کسکی

ولہ

اگر ہو امتحاں کہیں نگاہ یار کیسی ہے
نہیں معلوم وہ کستی ہوئی تلوار کیسی ہے

مجھے کس وہم میں ڈالا ہے یہ گفتار کیسی ہے
لبوں پر مسکراہٹ سی یہ گفتار کیسی ہے

تمہاری نرگس بیمار بھی بیمار کیسی ہے
کہ یہہ بیمار ہو کر پھر غریب آزار کیسی ہے

چرا لے میں جو اپنی جان اپنی قاتل وہ کیا جانیں
تری کھنچتی چمکتی کاٹتی تلوار کیسی ہے

نہیں جاتے اگر تصویر ہی کھنچوا کے منگوا لو
یہہ تم کیا جانو شکل عاشق بیمار کیسی ہے

لئے میں دو ہی بوسے ہیں نئے اُسپر کیوں بگڑتی ہو
یہہ دیکھو سرخ ہو کر زینت رخسار کیسی ہے

پکڑتی ہے زمیں پھر قدم کو جیمیں قاتل کے
یہ کیوں مشتاق ایسی ہے مری رفتار کیسی ہے

ہمارا خانۂ دل دیکھکر وہ سخت گھبرائے
کہ یہہ تعمیر بے سقف و در و دیوار کیسی ہے

مجھی سے چاہتے ہیں داد اسکی وہ یہ فرما کر
کہو انصاف سے تم صحبت اغیار کیسی ہے

ستم کرتے ہیں وہ مجھپر دعا دیتا ہوں میں انکو
کوئی دل سے تو پوچھے یہ جفا یار کیسی ہے

کوئی جب خواب میں آتا ہے کھلجاتی ہے آنکھ اُنکی
اجی صاحب تمہاری نیند بھی ہشیار کیسی ہے

نہ کیونکر آبلہ سے سرفرازی دلکو حاصل ہو
ملی یہہ عشق کی سرکار سے دستار کیسی ہے

ہوا بھی ہم اسیروں تک نہیں آتی جو یہ پوچھیں
فضائے باغ کیسی نکہت گلزار کیسی ہے

نزاکت کے بہانے سے تو مجھ تک آ نہیں سکتے
مری آنکھوں میں تم پھرتے ہو یہ رفتار کیسی ہے

گری پڑتی ہیں ٹھوکریں کھاتی ہیں فریادیں
یہ راہ عالم بالا بھی ناہموار کیسی ہے

وہ جانے دل لگی کا حال جس نے دل لگایا ہو
یہی آسان کیسی ہے یہی دشوار کیسی ہے

خدا پر چھوڑ بیٹھے چارہ گر بھی دوست بھی سکو
ذرا چلکر تو دیکھو حالت بیمار کیسی ہے

ترے طعنوں سے اے ظالم کلیجہ ہو گیا چھلنی
ہوئی ہے تیر ہر اک بات یہ گفتار کیسی ہے

نہیں ملتے نہ ملئے ہمسے بھی غمزے نہیں اٹھتے
یہ حجت روز کی کیسی ہے یہ تکرار کیسی ہے

کمر میں تو نے باندھی ہے کمر میں چاہئے رہنا
تری تلوار پھر میرے گلے کی ہار کیسی ہے

خدا نے عقل دی ہے اور کو بھی تو تو اے ناصح
نہیں سنتا کسی کی یہہ خدا کی مار کیسی ہے

مخاطب غیر سے ہیں بزم میں وہ اس سے میں خوش ہوں
مری آنکھوں کو حاصل فرصت دیدار کیسی ہے

سر شوریدہ سے سد سکندر توڑ ڈالیں ہم
جہاں روزن بھی ہے دشوار وہ دیوار کیسی ہے

بہت لڑتی تھی پہلے عاشق ناشاد سے ہر دم
وہی اب آنکھ اُسکی شکل سے بیزار کیسی ہے

وہ کہتے ہیں ہماری ہی صفت میں غزل جب تب
کہوں کیا میں کہ یہہ پابندی اشعار کیسی ہے

اُسے آصف کا غم ہے اور آصف کو یہ بیتابی
ہر اک سے پوچھتا ہے حالت غمخوار کیسی ہے

ولہ

کیا منہ ہے کوئی باتیں بنائے مرے آگے
دعویٰ ہو جو دشمن تو آئے مرے آگے

فتنے تری نظروں نے اُٹھائے مرے آگے
جادو تری آنکھوں نے جگائے مرے آگے

کرنی جو پڑی اُنکو رقیبوں کی اطاعت
کہتے ہیں بڑے بول سب آئے مرے آگے

بے پردہ کیا حور کی تعریف نے اُن کو
جھنجلا کے وہ باہر نکل آئے مرے آگے

وہ کہنے لگے دیکھ کے پروانے کا جلنا
جلتے کو کوئی اور جلائے مرے آگے

محفل میں جلانے کو مجھے ہائے وہ ضد سے
پہلو میں رقیبوں کو بٹھائے مرے آگے

جاتا ہوں عدم کو وہ عیادت کو نہ آئے
اتنی بھی نہ تکلیف اُٹھائے مرے آگے

اُس منزل دشوار میں تقدیر نے ڈالا
رہبر بھی جہاں ٹھوکریں کھائے مرے آگے

ہے نکہت گل مجکو قفس مین بہی غنیمت
یارب یہ بہار آکے نہ جائے مرے آگے

وہ بات نہ کرتے تہے جو کی بات تو یہہ کی
غیرون کے بہت عیب چہپائے مرے آگے

اندیشہ تہا اُنکو کہ آنکھون مین سما جاؤن
منہ کہولے نہ محفل مین وہ آئے مرے آگے

جاتے تہے وہ کل چہپکے سر شام جو پوچہا
مین کیا کہون کیا فقرے بنائے مرے آگے

عاشق کو کیا قتل یہ احسان جتا کر
دنیا مین مصیبت نہ اُٹہائے مرے آگے

بلبل کی کہان ایسی گل افشانی تقریر
باتون کے چمن اُس نے لگائے مرے آگے

بہر آئے جو دل عاشق مضطر کا کرے کیا
تم کہتے ہو آنسو نہ بہائے مرے آگے

روٹہے کا منانا مجہے آجائے جو کوئی
روٹہے ہوے اس دل کو منائے مرے آگے

اُس بزم مین بیجا نہ مجہے اے دل مضطر
کیا ہو جو وہ کہدے یہ نہ آئے مرے آگے

دنیا کا جو ہے قافلہ رکہتا ہے کب آصف
جائے کوئی پیچہے کوئی جائے مرے آگے

ولہ

کب مرے دلپہ کارگر نہ ہوئی
وہ تو برچہی ہوی نظر نہ ہوئی

غیر کو کاوش جگر نہ ہوئی
یہ ادہر کی بلا ادہر نہ ہوئی

نازنین کو کہان ہے تاب نگاہ
خواب مین کیا اُسے نظر نہ ہوئی

مہربانی تری اس الفت پر
جتنی ہوتی تہی اُسقدر نہ ہوئی

تیری فرقت مین رونے والونکی
آستین کب لہو مین تر نہ ہوئی

مین نے جب کچہہ کہا زبانی حال
تیری تسکین بیامبر نہ ہوئی

کب ترا غیر پر نہ دل آیا
کب تری پیار کی نظر نہ ہوئی

غیر اُس بزم ناز مین پہنچے
خیر گذری مجھے خبر نہ ہوئی

تجکو دل دیکے اپنی رسوائی
وہ ہوئی اب جو عمر بہر نہ ہوئی

یہ شب وصل اُنکو حسرت ہے
شام ہوتے ہی کیون سحر نہ ہوئی

ہم بہی جیتنی ہوئی کہے ہی گئے
کب سزا بات بات پر نہ ہوئی

پہر کہان جائین گے آہی ہم
خلد مین بہی اگر بسر نہ ہوئی

ہم نے میدان عشق جیت لیا
فتح غیرون کے نام پر نہ ہوئی

درد سر کا اُنہین بہانہ ہوا
داستان اپنی مختصر نہ ہوئی

دیکہیے دیکہیے پہری آپ نگہہ
ہوتی ہوتی ادہر نظر نہ ہوئی

پاس ہوتی تو سب خلش مٹتی
نہ ہوئی عشق مین مگر نہ ہوئی

مرگئے مرگئے فراق مین ہم
نہ ہوئی اُنکو کچہہ خبر نہ ہوئی

شب کا وعدہ وہ کرکے کہتے ہین
رات دو چار دن اگر نہ ہوئی

سامنے ہی رہی تصور مین
آنکہہ او جہل تری نظر نہ ہوئی

شاخ گل کی بہی دیکہہ لی جنبش
وہ لچکتی ہوئی کمر نہ ہوئی

مین جو رویا تو کیا گناہ ہوا
دامن تر سے چشم تر نہ ہوئی

شکوۂ ہجر سنکے اُسنے کہا
تجکو امید پر نظر نہ ہوئی

کب نظر تری اثر نہ ہوا
کب تری آنکہہ فتنہ گر نہ ہوئی

دُہری تلوارین باندہ لین تم نے
یہ تو معشوق کی کمر نہ ہوئی

کب ہوا حشر کب تمام ہوا
مجہے محشر کی کچہہ خبر نہ ہوئی

بتکدہ مین جو دیکہی ہے صورت
وہ بہلے کو خدا کے گہر نہ ہوئی

صلح کی کچہہ امید ہے باہم
آج آصف سے پہر اگر نہ ہوئی

ولہ

لیتے ہین ہنس کے میرا نام اُٹھتے بیٹھتے
پیار سے دیتے ہین وہ دشنام اُٹھتے بیٹھتے

غیر کی تعریف میرا شکوہ اُنہی خوبیان
وہ بیان کرتے ہین صبح و شام اُٹھتے بیٹھتے

سامنے آجا کہ اے ظالم گذری وہ پہر
مجکو بیتابی سے زیر بام اُٹھتے بیٹھتے

چھیڑتے ہنس ہنس کے ہین عشاق کو رونا ہوا
دیکھکر معشوق گل اندام اُٹھتے بیٹھتے

میرے کہنے پر عمل کرتے تھے وہ دن اور ہے
اتہو ہے ہر بات پر الزام اُٹھتے بیٹھتے

سنکے قاصد سے رقیبون کے سنانیکے لئے
یاد کرتے ہین مرا پیغام اُٹھتے بیٹھتے

ہو چکی تعظیم غیرون کی کرو محفل تمام
شب تو گذری پہر خاص و عام اُٹھتے بیٹھتے

ضعف مین کن مشکلون سے طے ہوئی ہے راہ شوق
پہونچے ہین منزل پہ ہر ہر گام اُٹھتے بیٹھتے

ہمکو کیا مطلب کہ سب اغیار محفل کو تری
دیتے ہین آغاز سے انجام اُٹھتے بیٹھتے

میکدہ مین مدرسہ کی قید اے زاہد نہین
بے تکلف سب ہین مے آشام اُٹھتے بیٹھتے

دل کے چھالون کی دکھاؤن سیر کیا مثل حباب
یہ نہین ہین ای بت گلفام اُٹھتے بیٹھتے

اٹھو آ صورت کہا جا گرتے پڑتے ضعف سے
ہم بہی آ بیٹھے ہین زیر بام اُٹھتے بیٹھتے

عاشقون کا قتل اُنکو کھیل ہے مشکل نہین
وہ تو کر لیتے ہین ایسے کام اُٹھتے بیٹھتے

دل ہی جب بیچین ہو آصف تو کیا کوئی کرے
چلتے پھرتے ہے نہ ہے آرام اُٹھتے بیٹھتے

ولہ

انداز شوخ شوخ جو ملتے ہین یار کے
اب ناز دیکھے کوئی دل بیقرار کے

نکلی ہے جان عشق مین اُس گلعذار کے
عشاق بہول لیتے ہین پہرے مزار کے

وعدہ کا انتظار کہانتک کرے کوئی
ناچار ہم بہی بیٹھ رہے دل کو مار کے

دل مین ہمارے ایک صنم پردہ دار ہے
آئے خیال غیر تو پردہ پکار کے

رفتار اُسکی کیون نہ قیامت بپا کرے
فتنے قدم سے اُٹھتے ہین اُس شہسوار کے

بیٹھے شب وصال ہو چپ چپ الگ الگ
جب دل کہلے تو لطف ہون بوس و کنار کے

بیتاب دل کے ہاتھ سے ہے میری لاش بہی
اندر مزار کے کبھی باہر مزار کے

یہ تو شب وصال ہے ماتم کا دن نہین
کیون سادگی سے آئے ہو زیور اُتار کے

اُسکی نشیلی آنکھون سے ایمان کیا بچے
دشمن یہ دونون مست ہین پرہیزگار کے

چوری کی بات تہی جو پکارا رقیب کو
ٹہرا رہے مین سامنے میرے پکار کے

سرکار عشق کو ہے ازادگی پسند
قیدی ہین چھوٹ جائین کہین زلف یار کے

گنتی کے داغ پاس مرے دلمین رہ گئے
یہ مین نشان لٹی ہوی فصل بہار کے

یہ دل نہین ہے زلف بگڑ کر جو پھر بنے
اسکو کہین بگاڑ نہ دینا سنوار کے

بس امتحان غیر تو اب ہو چکا تمام
اُمیدوار ہم بہی تو ہین ایک وار کے

زاہد کو ناز زہد پہ رندون کا ہے یہ قول
بندے گناہگار ہین پروردگار کے

سچ ہے نہین کسیکا کوئی ہائے بیکسی
جاتے ہین یار قبر کے اندر اُتار کے

دونون طرف ہے بحر محبت مین ایک حال
بے صبر وار کے ہین تو بیہوش یار کے

بندون پہ اپنے شان کریمی سے رحم ہے
کیا فیض و فضل ہین مرے پروردگار کے

جب تک ہے منہ مین بات تو اخفائے راز ہے
وہ بات کیا چھپے جو پڑے منہ ہزار کے

انصاف کر تو خاک پہ کسکی ہے اے صبا
پیچھے پڑی ہے کیون مرے مشت غبار کے

آصف سے ہم نے پوچھا جو مذہب تو یہ کہا
ہم ہین غلام پنجتن و چار یار کے

ولہ

یہ دل آشنا اور نا آشنا ہے
بھلوں سے بھلا ہے بروں سے برا ہے

قیامت کی چتون غضب کی ادا ہے
بچائے خدا چشم بد سے دعا ہے

شکایت نہیں تو اگر بیوفا ہے
یہ قسمت ہے میری اُسیکا گلا ہے

نہیں ہے اگر تو ہمارا تو کیا ہے
زمانے مین کوئی کسیکا ہوا ہے

پیو بھی پلاؤ بھی اسکا مزا ہے
یہ شیشہ بھرا ہے یہ ساغر دھرا ہے

رہے یا نہیں کوئی کس کام کا ہے
سلامت رہو تم یہ میری دعا ہے

کریں بتکدہ سے عبث قصد کعبہ
یہاں بھی خدا ہے وہاں بھی خدا ہے

مزا ہے یہی بات مین بات نکلے
ادا سے ادا جب ہو پھر تو کیا ہے

نشانہ بنے دیکھیے کونسا دل
یہ تیر دعا ہے وہ تیر ادا ہے

گیا دل تو جائیگی جان حزیں بھی
محبت کا آخر کو پھل کیا ملا ہے

یہ کافر حسین ایک جا جمع ہونگے
جہنم مین بھی اک طرح کا مزا ہے

نہ لکھنا اُسے خط مین کیا جانتا تھا
مرا مدعی یہ مرا مدعا ہے

شب وصل مین ڈر کے ہر بار مجھسے
وہ پوچھا کئے صبح تک کیا بجا ہے

جفا کرکے تمنے وفا کی تو کیا کی
وہ دل ہی نہیں مجھ مین اب کیا رہا ہے

نہ اترا وبس بس خدا سے ڈرو بھی
گر اچھے ہو تم تو بروں کا خدا ہے

ترے توڑنے سے نہ ٹوٹیگا ہر گز
مرا دل بھی کیا تیرا عہد وفا ہے

کہاں جائے انسان اپنے نکل کر
زمین فتنہ گر ہے فلک فتنہ زا ہے

شب وصل کس طرح طے ہو یہ جھگڑا
نہ تم مانتے ہو نہ دل مانتا ہے

کہو پھر تو گھبرا کے ذکر عدو پر
نہیں ہم تو واقف خدا جانتا ہے

نہ ہونا کبھی مائل زلف اے دل
اُسی کے لیے ہے سر پر جسکی بلا ہے

بجز میرے اوروں سے مطلب نہ کہو
مرا مدعا ہے تو یہ مدعا ہے

تمہارا ہی مین ہون خطاوار عاشق
زمانہ کہو مجھ سے پھر کیون خفا ہے

ستائش مین ہے ایک لطف تبسم
شکایت مین سو طرح کا مزا ہے

بہت دور ہے منزل الفت اے دل
جو یہ طے ہوئی پھر خدا ہی خدا ہے

یہ پوچھا کسی نے جو عاشق سے آ کے
ترا حال اب کیا سے کیا ہو گیا ہے

کہا اُس نے میری مصیبت نہ پوچھو
سراپا کا میرے یہ نقشہ بنا ہے

یہ سر تھا کبھی زانوے دلربا پر
یہی زانوے فکر پر اب جھکا ہے

کبھی یہ جبین رشک ماہ مبین تھی
یہی خاک مین صورت نقش پا ہے

کشیدہ کمان کی طرح تھا جو ابرو
وہ اب جوڑ ٹوٹی ہوئی تیغ کا ہے

وہ آنکھین جو تھین محو دیدار ہر دم
انہین اک قیامت کا اب سامنا ہے

وہ بینی جو تھی محو خوشبوئے الفت
وہ مدت سے محروم بوئے وفا ہے

وہ لب غنچہ لب جسکو دیتے تھے بوسے
لب زخم کی طرح اب بدنما ہے

وہ گوش طربناک لبریز نغمہ
شکایت ملامت ہی اب سن رہا ہے

وہ گردن پڑے دست محبوب جسمین
گریبان اُسے طوق اب ہو رہا ہے

وہ گلرنگ رخ جسکے بلبل تھے گرو
خزان دیدہ پھولون سے مرجھا گیا ہے

وہ سینہ جو عشرت کدہ تھا ہمیشہ
اُسے دیکھیے اب تو ماتم سرا ہے

بھرا جو حسینون کے سینون پہ پہرون
اُسی ہاتھ سے اب تو سر پیٹتا ہے

کبھی پاؤن چلتے تھے راہِ طلب مین
اُنہین یاس نے اب شکستہ کیا ہے

یہ دل رنج و غم سے تہا آزاد کیسا
یہی اب گرفتارِ دامِ بلا ہے

کوئی بیوفاؤنکے دم مین نہ آئے
محبت جو کی تھی یہ اُسکی سزا ہے

مرے حالِ بد پر کرم کرنے والا
خدا ہے خدا ہے خدا ہے خدا ہے

ہمارے بھی ہے امتحان مین آصف
لگانا ہی دل کا سراسر خطا ہے

ولہ

کجی پر اے دلِ گمراہ تو ہے
مرا دشمن مرا بدخواہ تو ہے

نظر آتا نہین شب کو سیدن
کرین کیا ہم جو رشکِ ماہ تو ہے

فلک کو دیکھکر کوئے بتان سے
اُٹھے یہ کہکے ہم اللہ تو ہے

کہا جب اُن سے عاشق اور بھی ہین
قسم کھاکر کہا واللہ تو ہے

تصورِ غیر کا مین نے کیا جب
کہان جاتا کہ سدِّ راہ تو ہے

مرا رازِ محبت ہو نہ افشا
خدایا اس سے بس آگاہ تو ہے

رقیبون کا جلائے دل نہ جائین
کہان برقِ بلائے آہ تو ہے

دل اُنہو دیدیا اُس بت کو مین نے
مرا یاور مرے اللہ تو ہے

پڑا پھرتا ہے کوچہ مین اُسی کے
ارے او دل بڑا گمراہ تو ہے

نہ پایا دل کے گوشہ مین کوئی اور
فقط اک زیبِ خلوتگاہ تو ہے

اثر دیکھا ترا اے عشق ہم نے
ارے ظالم بڑا جانکاہ تو ہے

کہا جب بیوفا غیرون کو مین نے
چٹخکر بولے وہ واللہ تو ہے

ترے در کا گدا یا ہیر مین ہون
شہنشاہون کا شاہنشاہ تو ہے

ادا سے ناز سے پاس آکے اُسنے
کہا آصف سے آصف جاہ تو ہے

ولہ

پھر رہی ہے سارے عالم مین دہائی آپکی
یہ خدا کی ہے خدائی یا خدائی آپ کی

مار ڈالیگی ہمین یہ کج ادائی آپ کی
بیوفائی بیرخی بے اعتنائی آپکی

راست بازون پر ہے روشن کج ادائی آپکی
ہے وفادارون پہ ظاہر بیوفائی آپکی

دیدۂ پرخون کو میرے دیکھکر کہتے ہین وہ
ہے یہ بیماری کی سرخی آنکھہ آئی آپکی

خوب پھل پایا ہے ملکر لیا آگے کو عہد
کیا ملائیگی خدا سے آشنائی آپکی

جو پھنسائیگا کسیکو آپ بھی پھنس جائیگا
ہو چکی پھندے سے میرے اب رہائی آپکی

بال تھے اُلجھے ہوئے شانہ کیا ہے دیر تک
مین دبارون دکھہ گئی ہو گی کلائی آپکی

چھیڑ کا اسمین مزا شکوے کا اسمین لطف ہے
صلح سے بہتر سمجھتا ہون لڑائی آپکی

جب تلون ہے طبیعت مین تو یکسان ہو گئی
آشنائی آپکی نا آشنائی آپ کی

کیا سکھائے گی قیامت آپکو فتنونکی چال
ابتدا سے یہ تو ہے سیکھی سکھائی آپکی

دلمین ہم جلتے ہین سنکر کچھ اتنا بس نہین
لوگ کرتے ہین بُرائی پر برائی آپکی

پھر ہوئے برہم یہ غصہ مجھپہ کیون ہے اسقدر
ہو گئی تھی وصل مین مجھسے صفائی آپکی

داورِ محشر کے آگے آپکا شکوہ کیا
حسبِ عادت پھر قسم بھی ہمنے کھائی آپکی

اپنے عاشق کو ستانا اسقدر اچھا نہین
بیٹھہ جائیگی مرے دلمین برائی آپکی

آپکی صورت جو دیکھین گے تو بھر آئیگا دل
یاد آئیگی قیامت مین جدائی آپکی

جانتے تھے جلکے ہونگے بزمِ دشمن مین سبک
کیا کرین ہمکو محبت کھینچ لائی آپکی

ہے تجلی نور کی لاکھون حجابون سے عیان
پردے پردے مین ہے کیا کیا خودنمائی آپکی

اپنی آنکھوں کی بلائیں لوں کہ شب کو خواب میں
خوب بے پردہ مجھے صورت دکھائی آپکی

رنج فرقت میں جو مر کر جیے تو کیا جیے
خاک میں ہمکو ملائیگی جدائی آپکی

روز محشر پرسش اعمال ہوگی جب مری
یا نبی رونگا دہائی پر دہائی آپکی

عاشق و معشوق کے لب پر ہوئی ہی داستان
یہ وفاداری ہماری بیوفائی آپکی

سیر گلشن کیا کہوں کیا باعث فرحت ہوئی
پھول کو سونگھا تو خوشبو مجھکو آئی آپکی

غیر کو بھیجا تھا چھلا خط کے اندر ڈالکر
وہ نشانی لیجیے میرے ہاتھہ آئی آپکی

بدگمانی دیکھنا دیکھی جو میری آہ سرد
پوچھتے ہیں وہ لگی کسنے بجھائی آپکی

کسطرح راضی ہوے کیا اُسنے جادو کردیا
شب کو آصف سے ہوئی کیونکر صفائی آپکی

ولہ

نہ دل میں صبر نہ دل میں قرار باقی ہے
کسیکی یاد فقط یادگار باقی ہے

تری بہار جو ابر بہار باقی ہے
ابھی سرور مے خوشگوار باقی ہے

حجاب وصل میں بھی اے نگار باقی ہے
نگہ نگہ کو مرے انتظار باقی ہے

لگا کے تیر مرے دل پہ تو جگر کو نہ چھوڑ
شکار وہ تو ہوا یہ شکار باقی ہے

مٹا سکے گا مجھے خاک چرخ کج رفتار
نہیں مزار تو مشت غبار باقی ہے

نکالیو دل شیدا وصال میں ارمان
ابھی تو حسن کی کچھہ کچھہ بہار باقی ہے

کہ اب بھی وعدہ خلافی سے عہد اے ظالم
کہ کچھہ یوہیں سا ترا اعتبار باقی ہے

جوان ہوگئے تجھے گرچہ آئی شرم و حیا
و کمسنی کی شرارت تو یار باقی ہے

وہ کس غرور سے کہتے ہیں اب شباب کے بعد
یوہیں رہیگی یہ جتنی بہار باقی ہے

خدا کے آگے بھی کہدونگا میں تو روز جزا
کہ دل میں آرزوئے وصل یار باقی ہے

ہزار بار نکالو جو دل کی تم ارمان
یہ بار بار کہوں لاکھہ بار باقی ہے

تمہا قصور مرا اسکو کردیا ثابت
تمہارے دلمیں ابھی تک غبار باقی ہے

شب وصال وہ گھبرا کے صبح تک مجھہ سے
یہ پوچھتے ہی رہے کوئی پیار باقی ہے

ہزار گن کے جو میں تھم گیا تھکی ہے زبان
بہت سا تیرے ستم کا شمار باقی ہے

تمہیں رقیب کا جسطرح انتظار رہا
تمہارا ہمکو بھی یوں انتظار باقی ہے

ترا جو سینہ ہے آئینہ میں بھی تو دیکھوں
نہیں ہے یا ترے دل میں غبار باقی ہے

نکل گئی مرے دل سے تری فرقہ کی پھانس
عدو کے رشک کا کمبخت خار باقی ہے

مٹے بلا سے مٹے ہم مگر جفا تو کرو
ابھی مزار کا سنگ مزار باقی ہے

تمہارے ڈھنگ تو سارے ہیں بیوفائی کے
یوہیں سا وعدہ ناپائدار باقی ہے

مٹے مٹے نظر آتی ہیں داغ دل اکثر
لٹی لٹی مرے دلکی بہار باقی ہے

نکالیں تو نے زمانے کی حسرتیں کیا کیا
فقط یہی دل امیدوار باقی ہے

ہماری قبر پہ اُسکو چڑھا دے اے گلرو
ترے گلے میں جو پھولوں کا ہار باقی ہے

نشان اہل نشان ہوگئے بہت معدوم
ظہور قدرت پروردگار باقی ہے

قد اُسکا سرو ہے پستان انار سیب زنخ
بہار پر ہے وہ جوبن بہار باقی ہے

پلادے ساغر مے ساقیا نہ دیر لگا
چمن میں جوش گل و برگ و بار باقی ہے

کوئی رہا نہیں ارمان نزع میں مجھکو
جو ہے تو حسرت دیدار یار باقی ہے

بجا ہے قدر کرو جسقدر مرے دل کی
کہ عاشقوں میں یہی یادگار باقی ہے

اُٹھائے رنج کہاں تک یہ آصف غمگین
کہ مجھہ میں کیا مرے پروردگار باقی ہے

ولہ

اب آشنا ہوئے ہین تمہارے نئے نئے
پہرتے ہین لوگ تمکو اُبہارے نئے نئے

انسان ہے کہ حور وپری ہے یہ کون ہے
چلمن سے ہورہے ہین اشارے نئے نئے

پہلے ہماری چاہ سے یہ بات تہی کہان
ہین رنگ ڈہنگ اب تری پیارے نئے نئے

بستر پر اُنکے دیکہے ستارے جڑے ہوئے
دن کو نظر یہ آئے ہین تارے نئے نئے

مہجور و دلفگار و پریشان و بدنصیب
رکہے گئے خطاب ہمارے نئے نئے

گر ایک ہے عدم تو قیامت ہے دوسرا
دریائے عشق کے ہین کنارے نئے نئے

وہ التفات ہے نہ وہ ہین مہربانیان
بدلے ہین طور آپکے سارے نئے نئے

تصویر داغ دل کی ہے زخم جگر کی بہی
تحفے یہ اُن کو نذر گذارے نئے نئے

اُن کو ملے رقیب تو معشوق ہمکو بہی
اُن کے نئے نئے ہین ہمارے نئے نئے

دیکہے بہت سے زہرہ جبین اور مہ جمال
چمکے زمین پر بہی ستارے نئے نئے

چاہت مین ہے نئیون کی پرانونکا کب مزا
ہوتے نہین ہین پان کرارے نئے نئے

ہمسے چہٹے تو پہر نہین ملنے کا کوئی بہی
تم ڈہونڈتے پہروگے سہارے نئے نئے

جانے دو اگلی باتون کو جو کچہہ ہوا ہوا
پہر عہد ہون ہمارے تمہارے نئے نئے

بہڑکی جو دل کی آگ پتنگے بنے ہین شرر
آنکہون نے یہ دکہائے شرارے نئے نئے

ہمکو ملا نہ خانہ دل کا سا ایک بہی
نقشے مکان مکان کے اُتارے نئے نئے

آصف نے غیر کا جو کیا شکوہ یہ کہا
معشوق کیا نہین ہین تمہارے نئے نئے

ولہ

پہرے ہوئے ہین جب سے کسی گلعذار کے
چمن سے جہڑ گئے ہین عروس بہار کے

حُسن وجمال تیرے مین کیا کیا بہار کے
دیتے ہین جان عاشق جانباز وار کے

صدمے بیان کیا ہون شب انتظار کے
سو بار چپ ہوا ہون اجل کو پکار کے

چلتا ہوا ہے پنجۂ مژگان اشکبار
لُتّے سے لئے ہین دامن ابر بہار کے

یہ قول وصل کا ہے نہ ٹوٹے خدا کرے
جاتے ہو میرے ہاتہہ پہ تم ہاتہہ مار کے

چکر مین تجہکو ڈال دیا عشق غیر نے
یہ ہتہکنڈے ہین گردش لیل و نہار کے

یہ عرصہ گاہ حشر ہے محفل نہین تری
اغیار رہے تو جائین تجہے اُبہار کے

کچہہ تم نگاہ مہر وعنایت اگر کرو
کچہہ حوصلے بڑہین دل امیدوار کے

میرے دل و جگر سے کوئی پوچہلے ذرا
کیا کیا مزے ہین وصل مین اُس گلعذار کے

کس عارف خدا کا گذر اسپہ ہو گیا
قربان شیخ و شاب ہین میرے مزار کے

اُس خوش گلو کی ہے وہ سریلی صدا کہ کچہہ
نغمے ہزار بار سُنے ہین ہزار کے

آنکہون مین ہے سرور نہ مستانہ ہی ادا
پالے پڑے ہو کیا کسی پرہیزگار کے

مجبور کر دیا ہے محبت نے کیا کرین
دل اختیار کا ہے نہ تم اختیار کے

اس حسن پر دوچند ہوا حسن اور بہی
اُبہرے ہوئے ہین گال جو اُس نوبہار کے

انگڑائیان خمار کی لیتے ہو صبح سے
ہتے چڑہے تہے رات کو کس بادہ خوار کے

ایسی ہے تیری اُٹہتی جوانی کی دہوم دہام
جوش و خروش جیسے ہون آئی بہار کے

قطرے شراب سرخ کے یاد آ گئے مجہے
توبہ کے بعد دیکہکے دانے انار کے

دیگا چڑہے بڑہے ہوئے جوبن کی داد کون
پچتاؤگے بہت مجہے دل سے اُتار کے

ٹہنڈی ہوا ہے مے ہے بہت تنگ گل ہے پاس
پہر اُسپہ لطف بارش ابر بہار کے

کس سے کہون مین حال کہ بس جوش عشق سے
کیسے ہین رنگ ڈہنگ دل بیقرار کے

پہونچائے ہمکو دیکھئے عمر رواں کہان
قابو مین یہ سمند نہین ہے سوار کے

آصف کے حال پر بھی احسان ہین کبھی
اخلاص کے وفا کے محبت کے پیار کے

ولہ

سامنے وہ بے نقاب دیکھئے کبتک رہے
دیکھنے والون کو تاب دیکھئے کبتک رہے

نشۂ مے ساقیا ہم بھی ہین جلدی پلا
بزم شراب و کباب دیکھئے کبتک رہے

حشر کا دن ہے بڑا حال غم اس سے ہوا
مجھسے سوال و جواب دیکھئے کبتک رہے

ہجر کا دن یا خدا حشر کا دن ہو گیا
پیش نظر آفتاب دیکھئے کبتک رہے

رات تڑپنے کٹی چین نہین دن کو بھی
دل کو مرے اضطراب دیکھئے کبتک رہے

سوتے ہین وہ وصل مین ڈر بھی ہے کچھ کچھ نہین
چشم ہے وا نیم خواب دیکھئے کبتک رہے

مٹ گئین جو صورتین کیا کہین کس سے کہین
چرخ کا یہ انقلاب دیکھئے کبتک رہے

تلوون مین کی گدگدی پانون بھی داب کبھی
وصل کی شب انکو خواب دیکھئے کبتک رہے

چین نہین تو نہین موت بھی اسکو نہین
یہ دل خانہ خراب دیکھئے کبتک رہے

تونے پھرایا ہے سر کھینے کا تیرے اثر
تا صبح مشفق خضاب دیکھئے کبتک رہے

ہاتھ مین ہے جام مل پاس ہے اک شاخ گل
نشۂ جوش شراب دیکھئے کبتک رہے

وصل کی جو تھی گھڑی وہ تو گذر ہی گئی
ہجر کا تیرے عذاب دیکھئے کبتک رہے

رشک سے وہ مہ جبین خاک نہ ڈالے کہین
آئینہ کی آب و تاب دیکھئے کبتک رہے

کہتی ہے شوخی نہ رہی اور یہ مستی نہ رہی
شرم سے منہ پر نقاب دیکھئے کبتک رہے

جور کیا ناتک نہین اشک کیا تک نہین
اور غم بیحساب دیکھئے کبتک رہے

حسن کا اسکے ظہور مل کے ہوا نار نور
دورہ آفتاب دیکھئے کبتک رہے

وصل کی شب ہمکنار آج ہے وہ گلعذار
لطف شراب و کباب دیکھئے کبتک رہے

آصف ناشاد کا حال وہی ہے جو تھا
عشق مین مٹی خراب دیکھئے کبتک رہے

سلام

سلامی دیکھنا اشکون کے گوہر ایسے ہوتے ہین
لئے ہین شہ نے دامن مین مقدر ایسے ہوتے ہین

مضامین غم شہ زور ادل تہام کر سنئے
رگ جان کھولدیتے ہین یہ نشتر ایسے ہوتے ہین

سنا شبیر کا نام اور اک بجلی گری دل پر
جو دلمین درد رکھتے ہین وہ مضطر ایسے ہوتے ہین

فرشتون نے کہا جب سر کٹا نے آنکو دیکھا
ولی اللہ کے اللہ اکبر ایسے ہوتے ہین

لڑے اس ڈھنگ سے اکبر کہ دشمن بھی پکار اٹھے
بہادر اسکو کہتے ہین دلاور ایسے ہوتے ہین

زمین سے عرش پر پہنچا دیا شبیر نے حر کو
خدا کے خاص بندے بندہ پرور ایسے ہوتے ہین

مرے آئینہ دلمین ہے جلوہ ماہ زہرہ کا
سکندر سے کہو دیکھے سکندر ایسے ہوتے ہین

تن سرور پہ جتنے زخم تھے وہ سب بتاتے تھے
چھری تلوار برچھے تیر خنجر ایسے ہوتے ہین

محبت زینب و شبیر کی دیکھو تو ظاہر ہو
کہ خواہر ایسی ہوتی ہی برادر ایسے ہوتے ہین

لب و دندان مین شہ سے اور ہی کچھ آب پیدا ہے
نہ لعل اس ڈھنگ کے دیکھئے گوہر ایسے ہوتے ہین

لڑے بچے جو زینب کے تعجب اسپہ بیجا ہے
کہ جو شیر زمین پلتے ہین اکثر ایسے ہوتے ہین

نہائی خون مین اصغر تو بانو سے کہا شہ نے
کہ دیکھو باغ جنت کے گل تر ایسے ہوتے ہین

مظالم کربلا کے سنکے حیرت اسپہ ہوتی ہے
کہ بہتہ ٹھہتے ہتلے دکھے پتھر ایسے ہوتے ہین

عدو بھی ہو گئے حیران جو دیکھا صبر حضرت کا
یہہ کیا معلوم کہ سبط پیمبر ایسے ہوتے ہین

پھڑک کر شہ کی شہ رگ کہہ رہی تھی یہ قاتل سے
کہ پیاسے سوکھے مشتاق خنجر ایسے ہوتے ہین

مزا کیا دیکھے رہے ہین دیدۂ تر اپنے اے آصف	یہہ ہم نے آج جانا جام کوثر ایسے بہرتے ہین

سلام

رات دن دل مین خیال شہدا رہتا ہے	خوب رونے کا تڑپنے کا مزا ملتا ہے
ماتم شاہ شہیدان کبہی گھٹنے کا نہین	یہ وہ ہے داغ ہمیشہ جو ہرا رہتا ہے
دل فراسا ہے مگر دیکھیے وسعت اُسکی	داغ رہتا ہے جدا درد جدا رہتا ہے
خلف ساقی کوثر ہے ہمارا ساقی	مئے کوثر سے یہان جام بہرا رہتا ہے
عاجزی چاہیے اُن کو جو کرم والے ہین	خاک پر نخل ثمردار جہکا رہتا ہے
ہے تصور مین جو عابد کی برہنہ پائی	ایک کانٹا سا کلیجہ مین چبہا رہتا ہے

فیض یہہ چشم گہربار کا ہے اے آصف
موتیون سے مرا دامن جو بہرا رہتا ہے

آذری اسفراینی

آذری تخلص ۔ سید حمزہ نام ۔ شیخ نورالدین لقب ۔ آپ خواجہ علی ملک سربداریہ کے فرزند ہین ۔ نسب کا سلسلہ احمد زمجی ہاشمی مروزی سے منتہی ہوتا ہے ۔ خواجہ ملک سربداریہ کے عہد مین اسفراین مین صاحب اقتدار و اختیار تہا ۔ آذری کا مسقط الراس اسفرائن ہے ۔ اسی شہر مین نشو و نما پایا ۔ اور وہان کے علما و فضلا کی خدمت مین تربیت و تعلیم پائی ۔ جب فارغ التحصیل ہوا اُسوقت عالم شباب تہا ۔ شعر و شاعری مین مشغول ہوا شاعری کے میدان مین مشاہیر شعرا سے بڑہ گیا ۔ تیزی فہم و ذکا مین مشہور ہوا ۔ چنانچہ ایک وقت شیخ صدرالدین رواس کے ہمراہ مشہد مقدس مین میرزا الغ بیگ کے ملنے کیلئے گیا ۔ میرزا نے اول شیخ صدرالدین سے پوچہا کہ آپ رواس ہین جملہ یا روات ثلاثہ مین

شیخ نے کہا رواص صاد سے ہون ۔ میرزا نے فرمایا کہ آپ صاد سے بہی نہین ہین اسلئے کہ رواص کلام عرب مین نہین آیا ۔ پہر شیخ آذری سے پوچہا کہ آپکا تخلص آذری کس جہت سے ہے آپنے کہا چونکہ میری ولادت ماہ آذر مین ہوی تہی اسلئے مین نے آذر تخلص اختیار کیا ۔ میرزا نے کہا آپ شاعر پیشہ نہین تہے ۔ وہ آذر بضم ذال ہے نہ بفتح ۔ شیخ نے بداہتہً جوابدیا ۔ ماہ آذر کے ذال نے متعدد سال لت و خواری مین گذارے اور اسکی پیٹہ خمیدہ ہوگئی ۔ قریب تہا کہ اسکی پیٹہ شکستہ ہو جائے ۔ لیکن مقام شعور و ہوش مین آیا ۔ اور قائم ہوگیا ۔ اسکی پشت درست و راست ہوگئی ۔ میرزا کو شیخ کا جواب پسند آیا ۔ شیخ کو مصاحبین کے زمرہ مین شریک فرمایا ۔ اور بیشمار انعام و احسان سے سرفراز کیا ۔ اور شیخ سے فرمائش کی کہ سلمان ساوجی کے قصائد جواباً لکہئے ۔ شیخ نے موزون کر کے پیش کیا ۔ تمام شعرا نے پسند کیا ۔ بعد ازان ایک قصیدہ میرزا شاہرخ کی مدح مین بہی لکہا شاہزادہ کے توسل سے میرزا کے ملاحظہ مین پیش کیا ۔ میرزا بہت ہی خوش ہوا ۔ ملک الشعرائی خطاب سے مخاطب فرمایا ۔ اور صلہ و انعام وافر سے مالامال کیا ۔ اسی زمانہ مین شیخ نے دنیا سے برخاستہ خاطر ہوکے طریقہ درویشی مین قدم رکہا ۔ شیخ محی الدین طوسی کی خدمت مین پہنچا ۔ کتب سلوک و احادیث کی سند شیخ سے حاصل کی ۔ اور اُن کے ہمراہ حج کو گیا ۔ شیخ کے فوت ہونیکے بعد سید نعمت اللہ ولی کرمانی کی خدمت مین آیا اور بیعت کی ۔ ریاضت شاقہ کے بعد سیر و سیاحت مین مشغول ہوا ۔ بہارستان سخن کے مولف نے لکہا سفر کرتے وقت میرزا بایسنغر بن میرزا شاہرخ نے شیخ کی خدمت مین ایک بدرہ زر پیش کیا ۔ شیخ نے قبول نہین فرمایا ۔ اور یہ بیت پڑہی[۵]

زر کہ ستانی و برافشانیش   ہم بہ ازانست کہ نستانیش

مولانا مجاہد ہندی طالب العلم نے اُس بدرہ سے ایک مشت زر اُٹہایا اور کہا اے شیخ

تونے اس مال کو اپنی ذات پر حرام کیا۔ خدا نے مجھپر حلال کیا۔ شاہزادہ طالب علم کے کلام سے مسکرایا۔ اور بدرہ اسکو دیدیا۔

شیخ سیاحت کے زمانہ مین ایک سال کامل بیت الحرام مین مقیم و مجاور رہا۔ قیام و مجاورت کے زمانہ مین ایک کتاب مسمی سعی الصفا مشتمل بر مناسک حج و تاریخ کعبہ لکھی۔

فرشتہ نے لکھا کہ شیخ آذری حرمین شریفین کی زیارت سے فارغ ہوکے دکن مین آیا۔ سلطان احمد شاہ بہمنی کے دربار مین باریاب ہوا سلطان کی مدح مین چند قصائد غرا پیش کئے انعام و خطاب ملک الشعرائی سے سرفراز ہوا۔ پھر حسب الارشاد سلطان بہمن نامہ کی نظم شروع کی۔ جب احمد شاہ کے داستان پر پہنچا تب کتاب بادشاہ کے ملاحظہ مین پیش کی۔ اور وطن مالوفہ جانیکے لئے رخصت طلب کی۔ بادشاہ نے کہا اے آذری فی زماننا مین مخدومی سید محمد الحسینی گیسو دراز کے فوت ہونے سے رنج و مصیبت مین ہون آپکے ملنے سے میرا رنج و غم کم ہوتا ہے۔ آپ اسوقت سدہاتے ہین تو آپکے فراق مین بھی مبتلا ہونگا۔ رنج و غم دوچند ہوگا۔ شیخ نے جب بادشاہ کی ایسی عنایت دیکھی تو دکن مین سکونت اختیار کی۔ اور اپنے عیال و اطفال کو خراسان سے طلب کیا۔ اتفاقاً بادشاہ نے انہین ایام یعنے ۸۳۲ھ ہجری مین دارالامارہ بیدر مین ایک قصر رفیع الشان بنا کیا جس اتفاق سے تیار ہوگیا تھا۔ شیخ نے قصر کی شان مین دو بیتین لکھکے خوشنویس کے ہاتھہ سے لکھواکے دروازہ پر چسپان کردین۔ ایکروز بادشاہ کی نظر بیتون پر پڑی بہت خوش ہوا تحسین کرکے پوچھا کہ یہہ کس نے لکھین ہین حاضرین مقربین نے عرض کیا کہ یہہ شیخ آذری کا نتیجہ طبع ہے۔ اسوقت شہزادہ علاء الدین نے موقع دیکھکے عرض کیا کہ شیخ مشتاق وطن ہے۔ کہتا ہے اگر بادشاہ مجکو رخصت کرین تو

مین حج کا نصف ثواب پیشکش کرتا ہون۔ بادشاہ راضی ہوا شیخ کو بلوایا چالیس ہزار تنکہ نقرہ کہ ہر ایک تنکہ وزنا ایک تولہ ہوتا ہے پیش کیا۔ شیخ نے تمام زر کے بدرون کو دیکھکے کہا۔ لا یحمل عطایاکم الا مطایاکم۔ آپ کی عطیہ کو کوئی نہین اٹھائیگا مگر آپکے اونٹ۔ بادشاہ مسکرایا اور بیس ہزار خرچ راہ و کرایہ کے لئے عطا کیا۔ اسیوقت خلعت خاصہ اور پانچ خدمتگار ہندی بھی عنایت کئے۔ اور شیخ کو رخصت فرمایا۔ شیخ نے رخصت کیوقت عضائر رازی کی یہہ دو بیتین پڑہین ؎

ثواب کرد که پیدا نکرد هر دو جهان — یگانه داور داراب بی نظیر همال
وگرنه هر دو بخشیدی بوقت کرم — امید بنده نماندی بایزد متعال

وعدہ کیا تھا کہ بہمن نامہ وہان سے لکھکے بھیجا کرونگا۔ ہمایون کے داستان تک لکھکے بھیجا۔ ہمایون کے داستان تک آذری کی تصنیف سے ہے۔ باقی ملا نظیری و سامعی وغیرہ نے تکمیل کی۔ اور اصل کے ساتھہ ملحق کردیا۔ شیخ آذری ہند سے اسفرائن مین پہنچا تا بزندگی گوشہ نشین رہا۔ شبانہ روز ریاضت و عبادت مین گزارتا تھا۔ آخر بیاسی برس کی عمر مین ۸۶۶ھ ہجری مین واصل حق ہوا۔ زندگی مین اپنے قبر کے لئے زمین و باغ خرید کے وقف کردیا تھا۔ زمین و روضہ کی آمدنی طلبہ و فقرا و صلحا و روشنی و فرش کے لئے وقف کردی تھی حمد اللہ مستوفی نے اسکی وفات کی تاریخ لکھی ؎

چراغ دل بمصباح حیاتش — بانواع حقائق داشت پر تو
چو او مانند خسرو بود در شعر — ازان تاریخ فوتش گشت خسرو

ہفت اقلیم کے مولف نے لکھا کہ ایک بزرگ سے منقول ہے۔ فرمایا کہ مین نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک رات خواب مین دیکھا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھہ جاتے تھے

مین نے چاہا کہ ایک شخص سے پوچھون کہ حضرت کہان تشریف لیجاتے ہین۔ یکایک حضرت صلعم میری طرف متوجہ ہوئے فرمایا کہ آذری کی زیارت کیلئے اس بیت کے صلہ مین جاتا ہون کہ اُس نے میرے فرزند کے مرثیہ مین لکھی وہ بیت یہہ ہے۔

سوراخ میشود دل ما چون گل حسین ... ہر جا کہ ذکر واقعہ کربلا بود

باوجود این شیخ آذری کی شاعری و سخن گستری تمام طوائف انام کے نزدیک مسلم الثبوت ہے اور اسکی درویشی و بزرگی بھی مقبول و محمود ہے۔ مجمع الفصحا کے مولف نے لکھا کہ صاحب التالیف و التصنیف تہا۔ من تصانیفہ جواہر الاسرار۔ و عجائب الدنیا۔ طغرائے ہمایون۔ سعی الصفا۔ جواہر الاسرار ایک مجموعہ نوادر ہے بطور کشکول متعدد علوم پر شامل ہے۔ اور اسمین اکثر اشعار مشکلہ کو حل کیا ہے۔ کتاب کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا کی لیاقت و استعداد کس حد تک تہی۔ تم کلامہ۔

من اشعارہ

در مدح حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ

چنانکہ ہست فلک را دوازدہ تمثال ... کہ آفتاب برآن دور می کند مہ و سال
بر آسمان ولایت دوازدہ برج اند ... چو آفتاب نبوت ہمہ باوج کمال
شہان بی سپہ و خسروان بے شمشیر ... ملوک بے حشم و اغنیائے بے اموال
ازین دوازدہ بروج دوازدہ خورشید ... علیست مہر سپہر کمال و مطلع آل
علیست آنکہ بکنہ حقیقتش نرسد ... بغیر ذات خداوند ایزد متعال
حدیث معرفت او بمردم نا اہل ... ہمان حکایت آبست و قصہ غربال
چنان منورم از پرتو رضا کہ اگر ... رگم زنند ہمہ نور ریزد از قیفال

ولہ
منت خدا را کہ مطیع پیمبرم ... فرمان بر قضائے خداوند اکبرم
توحید بحر و این تن من ہمچو کشتی است ... جان ناخدائے کشتی و عقلست لنگرم
تا از سواد وجہ شدم سرخ روی فقر ... روشن شدہ است معنی گوگرد احمرم
معنی حل طلق حلول قناعت است ... این نکتہ یاد گیر کہ من کیمیا گرم
دنیا چو جیفہ طالب آن سگ شمردہ اند ... لیکن من این گروہ بسگ نیز نشمرم
من ترک ہند و جیفہ جیپال کردہ ام ... باد بروت جو نہ بیک جو نمی خرم
از آفتاب ہمت من ہر ذرہ ایست ... گر ذرہ ایش دانم از ذرہ کمترم
از خسروی روی زمین ننگ آیدم ... تا من گدائے حضرت ساقی کوثرم

ولہ
زہول روز جزا آذری چہ میترسی ... تو کیستی کہ در آن روز در شمار آئی

ولہ
ز حکمت بیاموز مت نکتہ ... کہ در ہر دو عالم شوی سرفراز

ولہ
لباس طریقت چو در بر کنی ... بذلت مرنج و بعزت مناز

ولہ
من گریہ آتشین نمیدانستم ... من سوز دل حزین نمیدانستم
نہ نام بمن گذاشت عشقت نہ نشان ... من عشق ترا چنین نمیدانستم

ولہ
چون ستولی درد جدائی تن بہر درون ... دوائے این مرض راہیچکس جز من نمیداند

ولہ
باز مست شد چشم من میدان گریہ آب زد ... سیل اشک آمد شبخون بر سپاہ خواب زد

ولہ
آن چشم شوخ را بستم میتوان شناخت ... زانرو کہ مست را بکرم میتوان شناخت

ولہ
ما رخت دل بمنزل حیرت کشیدہ ایم ... خط بر سواد خطہ راحت کشیدہ ایم
فردا عذاب حشر نیابد بچشم من ... در جنب محنتی کہ ز فرقت کشیدہ ایم

ولہ
مجلسی کہ در و گنج کبریا بخشند ... ہزار افسر شاہی بیک گدا بخشند

دلاز میکده ہا روز و شب گدای کن		بود کہ دُردکشان جرعۂ بما بخشند
شدیم پیر ز عصیان و چشم آن داریم		کہ جرم ما بجوانان پارسا بخشند
غلام ہمت آن عاشقانِ با کرمم		کہ یک صواب بہ بینند و صد خطا بخشند
بکوی میکدہ از مفلسی چہ غم دارم		کہ ساقیان ہمہ جام جہان نما بخشند
بہ نیم ساعت ہجر آذری نمی ارزد		ہزار بار گرش در جہان بقا بخشند
شنیدہ ام کہ درین طارم زراندود ست	ولہ	خطیکہ عاقبت کار جملہ محمود ست
ز تاب قہر میندیش نا امید مباش		کہ زیر سایۂ خود نیست ہرچہ موجود ست
اگرچہ دولت وصلت بچون منی نرسید	ولہ	درین امید بمیرم کہ خوش تمنای ست
اگر صبا سر زلفت ترا گذارد دہد	ولہ	ہزار دل شدہ ایمان خود بباد دہد
باز شب شد چشم من میدان گریہ بت زد	ولہ	سیل اشک آمد شبستان بر سپاہ خواب زد
خوش حیات ست کسی را کہ پس از جان دادن	ولہ	دوستان بر سر خاکش بزیارت آیند
قیمت دولت وصل تو اگر جان بودی	ولہ	کار بر عاشقان دلسوختہ آسان بودی
گر رسیدی بخم طرۂ او دست مراد		ہمچنین خاطر مجموع پریشان بودی

بہارستان کے مولف نے لکہا کہ شعرائے معاصرین امیر شاہی و آذری کے اشعار مین باہم ایک کو دوسرے پر ترجیح دینے مین بحث و تکرار کرنے لگے۔ آخر اس تصفیہ کیلئے ایک بزرگ معتمد علیہ سے پوچہا۔ بزرگ معتمد علیہ نے تہوڑی دیر تامل کیا۔ ترجیح تو بیان نہین کی لیکن شیخ آذری کی غزل سے ایک مصرع جس سے دونون کی تعریف مستفاد ہوتی تہی تضمین کرکے تصفیہ کردیا۔ ھو ھذا ؎

اے کہ گفتی صفت آذری و شاہی کن		حال این نکتہ برون ست ز آگاہی ما

آذری مجمع اسرار کلام ازلست		در نیارد سر اندیشہ بہمراہی ما
لیک خود بر سر دیوان سخن می گوید		چرخ بر دوش کشد غاشیۂ شاہی ما

مصرع مذکور آذری کی دیوان کے ابتدائے غزل کے مطلع سے ہے۔ ؎

گر کنند ندر بہ لطف تو ہمراہی ما		چرخ بر دوش کشد غاشیۂ شاہی ما

امیر شاہی سبزواری کی وفات ۸۵۷؁ ہجری مین بزمانۂ بابر شہر استرآباد مین واقع ہوی اسکی نعش کو وہان سے منتقل کرکے سبزوار مین بزرگان سلف کے خانقاہ مین دفن کئے گئے۔

مولانا محتشم کاشی نے شیخ آذری کے مرثیہ کی تتبع مین کہا ہے۔ کسی نے ابتک اس زمین مین مرثیہ نہین لکہا تہا۔ آذری سے بڑہ گیا۔ بعض نے کہا کیا بڑہا الخ

ہست از ملال گرچہ بری ذو الجلال   او در دلست و ہیچ دلے نیست بے ملال

بہارستان سخن کے مولف نے دولتشاہ کے تذکرہ سے نقل کیا۔ کہ شیخ آذری حج و زیارات سے فارغ ہوکے ہند مین آیا۔ سلطان محمد جونہ سے ملا۔ سلطان نے ملا کو پہلی ہی ملاقات مین پچاس ہزار دینار دئے۔ بادشاہی امرا و اہل دربار نے چاہا کہ شیخ ہندوستانی رسم کے موافق بادشاہ کی تعظیم و کورنش مین مبادرت کرے۔ شیخ نے تعظیم و تواضع سے انکار کیا۔ اور زر عطیۂ سلطانی کو واپس کردیا۔ اور قصیدہ مین اس کا اظہار کیا ہے۔ ؎

من ترک ہند و جیفہ جیپال کردہ ام		باد بروت جونہ بہیچ نمی خرم

انتہی کلام سمرقندی۔ لیکن سمرقندی کی نقل خلاف واقع ہے۔ اسلئے کہ سلطان محمد جونہ ۷۵۲؁ ہجری مین فوت ہوا۔ اور شیخ کا تولد ۷۸۴؁ ہجری مین واقع ہوا۔ بادشاہ کی وفات و شیخ کے تولد مین (۳۲) سال کا تفاوت ہے۔ اس تفاوت کے سبب سلطان محمد سے

محمد شاہ نبیرۂ خضر خان مراد لئے ہین۔ کہ ۸۳۷ھ ہجری مین تخت نشین ہوا۔ لیکن اسکو کسی نے جونہ سے موسوم نہین کیا۔ الخ

دولت شاہ نے اسطرح کے مقدمات بلا تحقیق لکھے ہین۔ انتہی کلام بہارستان۔

میرے نزدیک وہ نون ہو لعین غلطی کے میدان مین جولانی کر رہے ہین۔ اِدہر اُدہر گم ہو رہے ہین واقع مین یہ ہے کہ شیخ نے حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ کی شان مین متعدد قصائد لکھے۔ اور انمین اپنی استغنائی و آزادی کا اظہار کیا ہے اور یہہ بہی بتلایا کہ مین دنیا و مافیہا سے علیحدہ ہون جیسا کہ ؎ من ترک ہندو جیبۂ جیپال کردہ ام ٭ بادبروت جونہ بیک جونمی خرم ٭ الخ

یہہ شعر شاعر نے باعتبار معنی مجازی لکہدیا ہے نہ باعتبار معنی حقیقی۔ اگر آپ باعتبار معنی حقیقی و عرف عام جونہ سے سلطان محمد لیتے ہین تو جیپال سے بہی وہی حقیقی لینا چاہیے۔ جیپال و آذری کے زمانہ مین بہت زیادہ فاصلہ ہے۔ آذر نوی صدی کے شعرا مین ہے۔ اور جیپال پانچوین صدی اور تغلق آٹھوین صدی مین گذرے مین سمرقندی کو اسی شعر کے جونہ نے غلطی کے گڑہے مین گرایا۔ اور بہارستان کے مولف نے سمرقندی پر جرح و قدح کی لیکن پورا تصفیہ نہین کیا۔ مذبذب چہوڑ دیا۔ آذری کا دیوان نادر الوجود ہے۔

مولینا الفتی یزدی

الفتی تخلص۔ مولینا الفتی نام۔ سادات یزد سے ہے۔ عالم فاضل ادیب کامل تہا ۹۴۲ھ ہجری مین وطن سے ہند مین وارد ہوا۔ خان زمان کے ظل عاطفت مین خوشحال و فارغ البال رہا۔ ہمیشہ خان بہادر کی صحبت مین کیا حضر و کیا سفر زندگی

بسر کرتا رہا۔ اکثر خان موصوف کی مدایح مین قصائد و رباعیات لکہین۔ دلخواہ جائزے و صلے پاتا رہا۔ چنانچہ میر غلام علی آزاد بلگرامی نے خزانۂ عامرہ مین لکہا الفتی نے خان زمان کی خدمت مین یہہ مطلع پیش کیا ؎

مشت خاشاکیم و داریم آتشے ہمرہ خویش		دور نبود گر بسوزیم از شرار آہ خویش

خان مذکور نے مطلع کا صلہ ہزار روپیہ عطا کیا۔ شاعر کے کلام کی داد دی۔ جسوقت خان بہادر عازم گجرات ہوا یزدی بہی ہمرکاب تہا۔ پہر گجرات سے دکن مین آیا۔ اس اثنا مین خان زمان کا انتقال ہوگیا۔ مولانا الفتی ۹۴۵ھ ہجری مین سلطان عبد اللہ قطب شاہ کی خدمت مین رجوع ہوا۔ سلطان موصوف نے مولانا کی بڑی تعظیم و توقیر کی۔ مولانا نے قطب شاہ کے حالات مین ایک کتاب مسمی بروائح گلشن قطب شاہی لکہی۔ کتاب مختصر ہے سات روائح پر شامل ہے۔ رائحہ اول مین بادشاہ کے اخلاق حمیدہ کا ذکر۔ رائحہ دوم مین محلات و عمارات شاہی کا بیان ہے۔ رائحہ سوم مین حیدرآباد کی آبادی کا ذکر ہے۔ رائحہ چہارم مین جشنہائے سالانہ کا ذکر۔ رائحہ پنجم مین لشکر فیروزی اثر کا ذکر ہے۔ رائحہ ہفتم مین سبب تالیف کتاب۔ کتاب قلیل اللفظ کثیر المعنی ہے عبارت رنگین۔ مصنف نے گویا دریا کو کوزہ مین بہر دیا ہے۔ عبارت رنگین و معانی بہترین ہے۔ کیا نظم و کیا نثر ہر ایک کا رنگ نرالا ہے۔ شایستگی الفاظ و خوبی معانی کا حسن دوبالا ہے دیکہنے سے مزہ و لطف آتا ہے۔ ہر ایک فقرہ دلچسپ اور ہر ایک لفظ دلپسند ہے۔ ہم بطور نمونہ ہر ایک روائح سے دو ایک فقرے ذیل مین نقل کرتے ہین تاکہ شائقین لطف اٹہائین۔

من رائحہ اول

للہ الحمد کہ ذات قدسی صفات در شش جہت ربع مسکون بہ پنج صفت یگانہ و ممتاز است

نورفشانی آفتاب عدل۔ کوہ شکوہی سنگ قار۔ جلوہ طرازی حسن خلق۔ گوہرباری
پنجہ سخاوت۔ قدرت نمائی بازوی شجاعت۔ از سواد عین عدالتش بیاض دیدہ خورشید
نور پژوہ، و از نقطہ قاف وقارش کوہ باریوزہ شکوہ، و دندان سین سخایش با جواہر
عقد پروین بطنز در تبسم، و طرہ لام خلقش با جعد حور العین بسر زلف در تکلم۔
مد شین شجاعتش در صف شگافی سر آمد شمشیر بہرام۔

من رائحہ دوم

سبحان اللہ از شکوہ دولتخانہ عرش آشیانہ کہ از بلند پائگی بسر کوبی قصر سپہر قامت رفعت
برافراختہ، تعالی اللہ از شوکت عمارت عالی منزلت کہ از علو شان بسر زنش کاخ
آسمان لب بام را سخن گو ساختہ۔

نظم

زہے شان دروازۂ شیر دل — کہ از رفعتش گشتہ گردون خجل
باین آستان تا شود سرفراز — سجود آورد مہر با صد نیاز
ز فیض زمین بوسی آنجناب — بگیتی شدہ روشناس آفتاب
باین در بسایند شاہان جبین — بدربانیش باد دولت رہین

من رائحہ سوم

توان از فیض وصف حیدرآباد — خرابی سخن را کرد آباد
قلم شرح سوادش را چو پرداخت — سواد اعظمی را طرح انداخت

من رائحہ چہارم

وہ چہ عرصۂ نشاط و بساط انبساط است کہ سامعہ باریافتگان طایع سند را نغمہ
عیش نواختہ۔ و شامہ مقربان ارجمند را بہ نکہت نشاط معطر ساختہ۔ ہر صبح فراشان

فراشان فرشتہ خصال بجاروب شہبال از گلہائے شب آیہ آسمان آسمان انجم فشان

من رائحہ پنجم

در توصیف لشکر نصرت علم و تعریف عسکر ظفر پرچم صف آرائی و فوج نمائی معانی
نمودہ شبدیز کلک و سمند قلم را بمیدان صفحہ می تازد و از جوش مضامین رنگین سطح
بیاض را ہمچو عرصہ رزم دلیران شرح رومی سازد

من رائحہ ششم

دلا چند باشی چو غم در خمار — سر از جیب ہستی چو عشرت برآر
حیات ابد جو مسیحا نہ رو — کہ بخشند شراب کہن جان نو
چو دست انابت دہی با وضو — ہر آنکس کہ پیمان بہ پیمانہ بست
بجز توبہ ہیچش نباید شکست — بگیر از مئی و آب زمزم وضو

من رائحہ ہفتم

این گرامی نسخہ کہ ارمغان عالم غیب و تحفہ مبداء فیاضی ست۔ بے سرمایہ نقد فرصت
سر حد اقلیم آغاز بمنزل کشور انجام رسید۔ ہر رائحہ اش بمشام یعقوب جان نکتہ سنجان
عاشق سخن نکہت پیرہن یوسف معنی رساند و ہر فقرہ اش بگوش مجنون دل دقیقہ سنان
ادا فہم مژدہ وصل لیلی مضمون رساند۔ از روائح سبعہ این گلشن جہات ستہ
قلم و سخن نکہتستان گشتہ۔ الخ

سلطان عبداللہ قطب شاہ نے کتاب مذکور کے صلہ میں سات ہزار ہون عطا کئے
مولانا الفتی لطیف الطبع و ظریف المزاج تہا۔ بادشاہ و اہل دربار تمام مولانا کی
تقریر و بذلہ سنجی و لطیفہ گوئی سے نہایت خوش ہوتے تہے۔ مولانا کی مروت و حسن خلق

دکن مین مشہور حسن خلق سے تمام اراکین دکن و مشائخ مشاہیر کو مسخر کر لیا تھا۔ سب مولانا کے مداح تھے۔ اکثر اہل حوائج کی سفارش بادشاہ کی خدمت مین کرتا تھا مولانا کے ذریعہ سے اکثر فائز المرام ہوتے تھے عبداللہ قطب شاہ کے فوت ہونیکے بعد ابوالحسن تانا شاہ کے زمانہ مین بھی چند روز زندہ رہا۔ عمر رسیدہ ہو کر حیدرآباد مین سنہ ہجری مین فوت ہوا۔ میر مومن کے دائرہ مین دفن کیا گیا۔

من اشعارہ

عبداللہ قطب شاہ کی مدح مین

بہار فیض ازل قطب شاہ عبداللہ
که یافت نشاء ز عدلش شہر تلنگانه

سواد دیدهٔ عالم سزد اگر گردد
ز نور معدلتش کشور تلنگانه

ہمیشه تا که ثباتست خاک را باشد
ز خاک مقدم او افسر تلنگانه

لبالب از می مہر علی و آل شده است
بدور دولت او ساغر تلنگانه

زمین تربیت آفتاب سلطنتش
بود براوج شرف اختر تلنگانه

تعریف کمان شیر دل

زہے شان دروازهٔ شیر دل
که از رفعتش گشته گردون خجل

باین آستان تا شود سرفراز
سجود آورد مہر با صد نیاز

ز فیض زمین بوسی آنجناب
بگیتی شده روشناس آفتاب

باین در بسایند شاہان جبین
بدربانیش باد دولت رہین

تعریف لعل محل

چو نام لعل محل کلکم آورد بزبان
شوند معنئ رنگین بصفحه لعل فشان

تعریف چندن محل

کنم وصف چندن محل چون رقم
بدستم شود شاخ چندن قلم

گگن محل

بنگری بر گگن محل بود زند
کاختران فلک سلحداران

اندرو ہر شب از پئ چوکی
می نشینند بخت بیداران

سجن محل

بیا زبان بحدیث سجن محل بگشا
که در بنائے سخن رفعتی شود پیدا

زہے عمارت عالی که از ره وسعت
بزیر سایهٔ خود داده عالمی را جا

بصحن وسعت او فرش گشته کند وری
کشاده رو چو کریمان زند بخلق صلا

دروازه قدم

اس دروازه مین حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نقش قدم تھا

کنم چون رقم وصف ہنگ قدم
سراز رتبه بر لوح ساید قلم

سرے را رسد وصل این نقش پا
که ہر دو جہان راد ہد رونما

خرقهٔ مبارک و موی مبارک

اسی دروازهٔ مذکوره مین آنحضرت صلعم کا خرقه مبارک تھا

ز موئے پیمبر سخن سر کنم
مشام دل و جان معطر کنم

در اوصاف این موی عنبر سرشت
رقم گشته ریحان باغ بہشت

باین موی بسته دل اہل دین
ہمین ست تفسیر حبل المتین

دولت محل

اس محل مین اہل دربار کا سلام ہوتا تہا

ببین رتبہ و قدر دولت محل — کہ دولت از و یافت قدر و محل
درو فرش گردیدہ بخت بلند — ستادہ بپا طالع ارجمند
درو مجلسی باسعادت قرین — ہمیشہ بدولت شدہ ہمنشین
ز ارباب دولت درو فوج فوج — ہمہ کار خود را رسانده باوج

ندی محل

یہہ محل موسی ندی کے کنارہ پر تھا

ساکنش تر دماغ بی مئی ناب — از ہوایش بسیر عالم آب
خادمش دم زند ز فیض بنا — ہمچو خضر و مسیح ز آب و ہوا

حسینی محل

یہہ محل باغ مین تہا

عیان گشتہ بر طرف این بوستان — حسینی محل ہمچو قصر جنان
بو و شبنمی بر سر لالہ زار — کہ شد سنبل از سایہ اش آشکار

حیدر محل

اس محل مین خاص امرا بادشاہ سے ملتے تہے

درو ہموارہ دولت خواہ بادا — مکان مخلصان شاہ بادا

محمدی محل

اس محل مین بادشاہ کا تخت جلوسی تہا اور بادشاہ اس مین دربار عام فرماتا تہا

زہے تختے کہ از عکس جواہر — بسطح چرخ انجم ساخت ظاہر
ز رفعت تاج از گردون ستاند — بساق عرش نسبت را رساند
علو او بکرسی شد ہم آغوش — ملک را زیور و ہم زینت دوش

الہی محل

یہہ محل بادشاہ کی سیرگاہ تہا

در تاج رفعت الہی محل — کہ زد بر بلندیش گردون مثل
ببام فلک قدر رش افکندہ فرش — بنایش بکرسی است مانند عرش
شدہ بوستان بطرفش عیان — بلی جای خلد است بر آسمان
سر ہر درختش بعرش آشنا — ہم آغوش با سدرۃ المنتہی
ز ہر شاخ تارنج و لیمو چنان — چو ماہ و ستارہ ز سبز آسمان
چو خوش گشتہ بر طرف آن لالہ زار — دو حوض مدور ز زر آشکار
بہر حوض فیلے طلائی عیان — ز خرطوم پیوستہ گوہر فشان
چنان این دو حوضند روشن آب — کہ گشتند روشن مہ و آفتاب

امانت محل

یہہ محل خاص بادشاہ کا خلوت خانہ تہا

این خانہ کہ گشتہ ظل حق را مسکن — طور است بمنزلت کلیمش شدہ من
چون نیست مرا حوصلۂ جام لقا — با من دارد ہمیشہ در پردہ سخن

حیات محل

اس محل مین سلطان عبد اللہ قطب شاہ کی والدہ حیات النسا بیگم رہتی تہی

درین عصمت سرائے آسمان فر / نیاید کس بجز ناموس اکبر

ولہ

کشد زہرہ را پردہ دار حیا / زپردہ برون او فتد کر نوا

ولہ

تا بود بر سپہر شکل بنات / یاورش باد در زمانہ حیات

ولہ

تاکہ باشد نشان زما در دہر / یاورش از نور چشم شاہی بہر

ولہ

کم مباد از سرش بحق الہ / سایۂ قطب شاہ عبد اللہ

داد محل

بادشاہ اس محل مین مظلومون کی فریاد سنتا تھا اور دادرسی کرتا تھا۔

ایضاً

زہے از شان این قصر عدالت / کہ در رفعت بود ہمتائے گردون

غلط گفتم کہ از بیم حوادث / بود در سایہ اش ماوای گردون

خدیو دادرس از روے نمودار / چو نور مہر از سیمائے گردون

تعالی اللہ زحسن جلوہ این دلربا منظر / کہ باقی از ہوائے جانفزائش دہر فانی باد

زبہر شمسہ اش گردون سپند از شمس میسوزد / کہ ایمن این بنا از چشم زخم آسمانی باد

بصد خوبی برآمد آرزویش عاقبت از دل / زمین را از وجود این عمارت شادمانی باد

مولینا احمد کمانچہ گر لاری اسیر

اسیر تخلص ۔ مولانا احمد نام المعروف امیر قاضی برادر قاضی بیگ وزیر والی احمد نگر دکن ۔ آپکا وطن اصلی لار تھا ۔ شاہ عباس ماضی کے زمانہ مین وطن سے ہند مین وارد ہوا ملازمان اکبر مین ملازمت اختیار کی ۔ چند روز کے بعد اکبر آباد سے بھائی کے نزدیک دکن مین آیا ۔ بھائی کے سایۂ عاطفت مین مدت تک رہا ۔ نہایت خوشحال و فارغ البال تھا

بعد ازان بھائی کی بدمزاجی کی وجہ سے کشیدہ خاطر ہوکر وطن اصلی کو مراجعت کی وطن مین پہنچکر شاہ عباس ماضی کے دربار مین باریاب ہوکر ملازمت کے سلسلہ مین منسلک ہوا ۔ فن موسیقی مین استاد تھا ۔ کمانچہ نوازی مین کمال رکھتا تھا ۔ اسی وجہ سے احمد کمانچہ مشہور ہوا ۔ علوم وفنون مین لیاقت تامہ و مہارت کاملہ رکھتا تھا ۔ اور شعر گوئی مین ہوشیار و یگانہ روزگار تھا ۔ آخر ۹۷۲ھ ہجری مین دنیائے ناپائدار سے عالم بقا کو رحلت کی ۔ اور قاضی بیگ بھی کالت و وزارت سے موقوف ہوکر وطن مالوفہ لار کو گیا وہان پہنچکر عالم عدم کا سفر اختیار کیا ۔ من تذکرہ ہفت اقلیم ۔ اور یہہ دونو بھائی قاضی مسعود قزوینی کے فرزند ہین ۔ قاضی موصوف شاہ صفی کے زمانہ مین معزز و مکرم تھا ۔ اور انشا پردازی مین لائق و فائق تھا ۔ دستور قاضی انشا مین ایک کتاب آپکے تصنیف سے مشہور ہے ۔ صاحب آتشکدہ و ہفت اقلیم نے امیر قاضی کا تخلص اسیر لکھا ہے ۔ لیکن صاحب صبح گلشن نے احمد لکھا ۔ نہین معلوم کہان سے لکھا ۔ ماخذ نہین بتلایا

من اشعارہ

آن مہ چو برقص دست بالا می کرد / می آمد و می گشت و بخود می نازید

ولہ

ہر دم گرہے از دل ما وا می کرد / میرفت و بکشتگان تماشا می کرد

ولہ

خالیست زاندیشۂ عشقت دلم امروز / رحم است بحال دل بیجا صنم امروز

ولہ

قاتل خود را بحل کردم کہ دست من ازو / داشتم تا نیم جانی دست و در کار بود

ولہ

سراپا سوختم زین غم کہ شمع بزم او خود را / سراپا سوخت تا از بزم او ناز بدبیرون نش

ولہ

زخش تو دست میزند آن فتنہ را مگر / دلہائے مضطرب شدہ در کاسہ سم است

برمن شب ہجران تو رحم است کہ چون شمع / می سوزم و جان میدہم و چارہ ندارم

جاکودہ چنان دردل تنگم ہوس او		کاید بمشام از نفس من نفس او

قاضی محمد جان آشنا اورنگ آبادی

آشنا تخلص - محمد جان نام - اورنگ آبادی المولد تھے - نشو و نما کے بعد فضلاء شہر سے کتب درسیہ پڑہی تہین - ذی استعداد و لائق تھے - اورنگ آباد ضلع مین کسی گانون کے قاضی تھے - اسیوجہ سے لفظ قاضی آپکے نام کا تاج ہے - آپکے نسب کا حال اور ولادت و وفات کی کیفیت کسی تذکرہ نویس نے نہین لکھی مگر تحفۃ الشعرا فاقشال اورنگ آبادی کی تحریر سے اسقدر معلوم ہوتا ہے کہ سنہ ۱۱۷۵ ہجری مین صاحب قاضی صاحب زندہ تھے - میر غلام علی آزاد و سراج الدین و عبد القادر سامی افضل فاقشال وغیرہ شعرا کے معاصر تھے - آپ شعرگوئی کے شائق تھے - سخن فہم و کم گو تھے کبھی کبھی موزون کرتے تھے - ہمکو جسقدر اشعار ملے ہین اُن کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ خوش فکر تھے - جو کچھ کہا خوب کہا مضمون تازہ کی تلاش مین بے نظیر تھے -

من اشعارہ

غبار راہ اورا توتیائے چشم خود سازم	ولہ	من این تعویذ را در پردہ با دام می پیچم
چشم کہ نظر کرد درین دشت جنون خیز	ولہ	گر شاخ غزالان گل با دام بر آید
مرم سرگرم سودائے علی مرتضی باشد	ولہ	نیستان در وجود م بیشۂ شیر خدا باشد
ساقیا مست نگاہ تو شود جا دارد	ولہ	جرعۂ ہر کہ بجام تو تمنا دارد
روز و شب چرخ زد و در سر کویت نرسید		فلک از اختر خود آبلہ در پا دارد
من کم بربستر غم یاد و شبہائے دراز		سر شوریدہ ما بین کہ چہ سودا دارد

حاصل سودا پریشانیست کاکل شاہد است آتش عشق از ہجوم گریہ کی گردد خموش	ولہ	تیرہ بختان با بگل از بد سنبل شناہد است شعلہ را از آب پیراہن بود دل شاہد است

شیخ معین الدین محمد اوحدی الدقاقی البلبانی الحسینی

اوحدی تخلص - شیخ معین الدین محمد نام - سادات حسینی سے ہین - آپکا اصلی وطن بلبان ضلع گازرون ہے - آپ شیخ ابو علی دقاق کی اولاد مین ہین تقی اوحدی آپکے فرزند ہین - آپ صاحب علم و ہنر و اہل وجد و حال تھے - حقائق و معارف کے رموز سے واقف - تصوف و عرفان کے مراتب سے عارف تھے - شعرگوئی مین بہی استاد کامل تھے - آپکا کلام مضامین تصوف و توحید مین ڈوبا ہوا ہوتا ہے ہر ایک فقرہ و کلمہ سے جوش و خروش نمایان - آپ وطن سے سنہ ۹۷۱ ہجری مین شہر قزوین مین وارد ہوئے - شاہ طہماسپ ماضی کی خدمت مین باریاب ہوے - بادشاہ آپکی ملاقات سے بہت خوش ہوا - آپکی تعظیم و توقیر کی انعام لائق و خلعت فاخرہ سے سرفراز فرمایا - آپ بادشاہ کی خدمت سے رخصت ہوکر شیراز مین آئے - وہان چندروز قیام پذیر رہے پہر وہان سے ہندوستان آئے چندروز احمدنگر مین بسر کئے - چنانچہ آپنے اپنے تذکرہ مین لکہا کہ مین نے محسن ہمدانی کو احمدنگر مین دیکھا - آخر وہان سے حیدرآباد دکن مین سلطان عبد اللہ قطب شاہ کے پاس پہنچے - سلطان ذی مروت نے آپکی بڑی عزت و آبرو کی - اور منصب عمدہ پر ممتاز فرمایا - آخر آپ سنہ ۹۷۹ ہجری مین حیدرآباد مین فوت ہوئے میر کے دائرہ مین دفن کئے گئے - اوحدی تخلص کے کئی شاعر گذرے ہین - اوحدی اصفہانی المتوفی سنہ ۷۳۸ - اور اوحدی تقی بلبانی

آپکا فرزند بہی دکن مین آیا ہے۔ احمدنگر مین فوت ہوا۔ سنہ وفات معلوم نہین ہوا۔

من اشعارہ

گر بتیشم بلند تو ترزند افتادہ است		ہمتم راست چو نخل تو بلند افتادہ است
آن نہ خال ست دل ماست کہ در زنخ گزند		بر سر آتش حسنت چو سپند افتادہ است
دام صیاد معین باز بخود می بالد	وله	تا زہ صید پیش ہما با کمند افتادہ است
در عشق بجز خون جگر ہیچ مخور		تا زہر توان خور و شکر ہیچ مخور
از نعمت خوان عیش لذت خواہی		زنہار کہ غم بخور دگر ہیچ مخور

میر مومن ادائی یزدی

ادائی تخلص - میر مومن نام - سادات یزد سے تہا - عالم فاضل و ادیب کامل تہا علوم حکمیہ و مسائل فلسفیہ مین مہارت تامہ رکہتا تہا فلسفہ و معقول مین مشہور تہا علمائے ظاہری نے اُسکو الحاد و دہریت کی طرف منسوب و متہم کیا - وطن مین اسقدر تنگ ہوا کہ اُسکو وہان رہنا مشکل ہوگیا - آخر اوسط عمر مین عازم ہند ہوا - ہند مین چند بندر سورت مین رہا پہر وہان سے گولکنڈہ حیدرآباد مین آیا - سلطان علی قطب شاہ کی خدمت مین باریاب ہوا - بادشاہ نے بڑی عزت و توقیر کی - میر مومن استرآبادی کی تائید سے منصب عمدہ پر مقرر کردیا - مدت العمر گولکنڈہ مین خوش و خرم رہا - آخر سنہ ۱۰۳۰ ہجری مین یہین فوت ہوا - بقول صاحب آتشکدہ سورت مین فوت ہوا - ادائی کا کلام اداہائے رنگین و اندازہائے شیرین سے مملو ہوتا ہے

من اشعارہ

کبوتر برد سویش نامہ من چون کنم یارب	وله	کہ ہنوانی با وگفتن سخنہای زبانی را
چاشنی گیر زہر کاسہ این خوان گشتم	وله	خوش نمک تر ز سر انگشت پشیمانی نیست
بی رو تو روزی کہ رہم در چمن افتد	وله	دیوار بہ از سایہ کہ بر روی من افتد
این عمر بیا و تو بہاران ماند	وله	این عیش بسیل کوہساران ماند
زنہار چنان مزی کہ بعد از مردن		انگشت گزیدنی بیاران ماند
زشوق نامہ نویسم اشتپارہ کنم	وله	دلی کہ نیست تسلی در و چہ چارہ کنم
تا در جسد مدینہ جسمت شدہ جان	وله	دین تو گرفت قاف تا قاف جہان
در لفظ مدینہ کز اعجاز تو چون		مہ شق شدہ و گرفت دین را بمیان

میرزا اختر

اختری تخلص - یزد کے مشاہیر شعرا سے ہے - ریاض الشعرا کے مولف نے لکہا کہ اختری نشو و نما کے بعد عالم شباب مین علمائے یزد کی خدمت مین کتب علوم و فنون سے فارغ التحصیل ہوا - تحریر و تقریر مین یگانہ - عالی دماغ و پاکیزہ خیال تہا - علم نجوم و جفر مین بہی مہارت تامہ رکہتا تہا - شعر و شاعری کا شیفتہ تہا - نہایت ذکی و ذہین تہا - طبیعت فصاحت و بلاغت کے میدان مین جولانی کررہی تہی - کلام فصیح و بلیغ ہوتا تہا - اسی شاعری کی بدولت شاہ عباس ماضی والی ایران کی خدمت مین پہنچا - مقربین کے زمرہ مین شریک ہوا - شاہی دربار مین معزز و مکرم تہا - اور شعرا مین ممتاز و سرفراز تہا - ائمہ اطہار و بادشاہ ذی اقتدار کے فضائل و مدائح مین قصیدے لکہے - چند مدت بادشاہ کی خدمت مین رہا - پہر سیر ہند کا ارادہ کیا -

ایران سے ہند مین آیا۔ میر جملہ شہرستانی (جو قطب شاہیہ سلطنت کا مدارالمہام تہا) کی خدمت مین آیا۔ میر کے توسل سے بادشاہی دربار مین باریاب ہوکر بادشاہ کی ملازمت سے مشرف ہوا منصب و صلۂ مناسب پایا مدت تک دکن مین عشرت و عیش کے ساتہہ زندگی بسر کرتا رہا۔ میر جملہ کے فوت ہونیکے بعد ایران گیا۔ وہان چند روز قیام کرکے پہر ہند مین مراجعت کی۔ حیدرآباد دکن مین مع الخیر پہنچا۔ ابوالحسن تانا شاہ کی سلطنت کا عالم شباب تہا۔ ابوالحسن اختری کی بہت تعظیم و توقیر کرتا تہا آخر سنہ ۱۱۰۲ ہجری مین فوت ہوا۔ لنگر حوض کے قریب مدفون ہوا۔

من اشعارہ

روز محشر گر بود دستے شہیدان ترا		کار خواہد بود مشکل طرف داماں ترا
زان دم کہ چشیدم نمک خوان تمنا	ولہ	ہر چیز کہ خوردم مزۂ خون جگر داشت
ترسم کہ تا مشام نرساند صبا بہار	ولہ	بد کرد جان کہ ہمرہ باد صبا نرفت
ہلاکم می کند در عشق بازی رشک پروانہ		کہ گاہے رخصت برگرد سر گردیدنی دارد
حکم عشق ست کہ در کوی تو افغان نکنم		تا ترا از ستم کردہ پشیمان نکنم
از درش بردم اسیل سرشک آخر کار		اختری چون گلہ از دیدۂ گریان نکنم

ایجاد مرزا علی نقی خان

ایجاد تخلص۔ مرزا علی نقی خان نام۔ نقد علیخان خطاب۔ آپ ہمدانی الاصل قوم قاچار سے تہے آپ کے والد ماجد نقد علیخان (جو شیخ علیخان وزیر شاہ سلیمان صفوی کے قرابتدار تہے) غفران مآب آصفجاہ بہادر اول کے عہد مین وارد دکن ہوئے۔ غفران مآب سے

ملازمت حاصل کی۔ حضور نے آپکو بلحاظ علم و فضل حیدرآباد کی دیوانی پر مامور فرمایا آپ دیوانی کا کام امانت و دیانت کے ساتہہ عمدہ طرح سے انجام دیتے رہے۔ انصاف پسند و خداترس تہے مقدمات کی تحقیقات مین خوب غور و فکر کرتے تہے۔ اور رعایا کے حقوق کا زیادہ لحاظ فرماتے تہے۔ اور ہمیشہ کہتے تہے ایسا نہو کہ رعایا کے حقوق تلف ہو جاوین اور مین قیامت مین ماخوذ ہو جاؤن۔ ابتدا مین آپکے والد ماجد نے برہانپور کو اپنا وطن قرار دیا تہا۔ عیال و اطفال و متعلقین کو وہین رکہا تہا۔

مرزا ایجاد صاحب ترجمہ کی ولادت دارالسرور برہانپور مین واقع ہوئی۔ چنانچہ خود اُس نے ایام شباب مین اپنی ولادت کی تاریخ کہی ہے

چو ایجاد سعادت مند از دارالسرور آمد   در اول حیدرآبادی شد و آخر کربلائی شد

نشو و نما کے بعد جب سن شعور و عقل کو پہنچا۔ کتب درسیہ علوم و فنون سے فارغ التحصیل ہوا۔ تمام کتب متداولہ والد ماجد و دیگر علمائے زمانہ کی خدمت مین ختم کین۔ تکمیل تحصیل کے بعد شعر و شاعری سخندانی و سخن سنجی کے میدان مین قدم رکہا۔ والد ماجد سے کلام کی اصلاح لیتا رہا۔ چونکہ طبیعت مین شاعری کا جوش و خروش موجزن تہا۔ اور ایجاد معانی تازہ کا شوق برق افگن تہا۔ شیرین سخن کا فرہاد و نقدی کلام کا نقاد۔ معانی تازہ کا موجد۔ و نازک خیالی کا مجدد ہوا۔ آپکے صفائی محاورہ نے گوہر گرانمایہ کو کم مایہ کیا۔ اور شیرین کلامی نے چشمۂ حیات کو گوشۂ ظلمات مین گم نام۔ شعر و شاعری کے میدان مین ایسی جولانی کی کہ امثال و اقران پر مقدم ہو گیا۔ اور اقسام کلام کے ایجاد مین اقدم شمار کیا گیا۔ آپ کے اشعار ابدار تازہ تازہ مضامین و معانی رنگین مین سنجیدہ و پسندیدہ ہونے لگے اور ہر ایک شعر سے نازک خیالی و جادو بیانی ٹپکنے لگی۔ دکن کے شعرا مین آپ کی شاعری

وسحر البیانی کا چرچا ہونے لگا - اور شعرا کے نزدیک آپکی لیاقت مسلم الثبوت ہونے لگی -
آپکے معاصرین سے میر غلام علی آزاد بلگرامی - و عبد الحکیم حاکم لاہوری - و واقف بٹالوی
و لچھمی نرائن شفیق اورنگ آبادی - و عبد القادر مہربان فخری و عبد الوہاب وغیرہم تھے
اور آپ نثر نویسی مین بھی منشی بے نظیر تھے - عبارت رنگین و مقفیٰ لکھنے مین قدرت
کاملہ رکھتے تھے - آپکے عمدہ عمدہ فقرے فصاحت و بلاغت مین تولے ہوے ہوتے
تھے گویا ہر ایک فقرہ خوبی و حسن کے سانچے مین ڈہلا ہوا ہوتا تھا - آپ اور میر غلام علی
آزاد بلگرامی کے فیمابین محبت و اتحاد کا رشتہ قائم تھا - باہم مراسلت و مکاتبت
کا سلسلہ جاری تھا - آپنے ایکوقت آزاد کی خدمت مین ایک رقعہ لکھا تھا -
جسکے ہر ایک فقرہ کے اعداد مساوی اعداد کے میر غلام علی آزاد کے برآمد ہوتے ہین
کل اعداد اسم و تخلص چودہ سے چوالیس ہوتے ہین - مین رقعہ کے چند فقرے اس
مقام مین گزارش کرتا ہون تاکہ شائقین اُسکے مطالعہ سے لطف اُٹھائین -
فقرات ذیل ہین -
شاہ عالی غذبہ کشور آزادی - اعلی مراتب اقلیم والا نژادی - سلطان مملکت حق جوئی
و قناعت - فرمان روائے عالم دانا دلی و راحت - اورنگ نشین شرایع و یقین
سریر آرائے محفل حلم و تمکین - سید صحیح النسب میمنت صفات - دلکش کلام رفیع الدرجات
شمع التفات و سلوک - چراغ انجمن ملوک - عزت خاندان کرام - فخر مجموع عالی
بلگرام ۔ انتہیٰ -
آپ عالم شباب مین والد ماجد کے توسل سے عالی جناب غفران مآب آصفجاہ بہادر
اول کی خدمت مین باریاب ہوئے - غفران مآب آپکی لیاقت و استعداد و طبیعت خداداد کے

لاحظہ سے بہت محظوظ ہوئے - اور آپکو چند روز مصاحبت مین رکہا - پہر حضور نے
آپکو رتگر فیروزی اثر کی کوتوالی پر مقرر فرمایا - اور کوتوالی سے فیلخانہ کی داروغگی
پر منتقل کیا - اور تہوڑی مدت شہر حیدرآباد کی کروڑگیری کی خدمت پر مامور رہے
جب آپکے والد ماجد نے ۱۱۶۴ ہجری مین اس دار فانی سے عالم جاودانی کیطرف
رحلت کی تب آپ کو نواب نظام الدولہ ناصر جنگ شہید نے والد مرحوم نقد علیخان کی جگہ
خدمت دیوانی حیدرآباد و خطاب موروثی نقد علیخان سے سرفراز فرمایا - آپ خوش خلق و نرم دل تھے پاکیزہ مزاج
و صاف طبع نیک محضر و حلیم الوضع تھے - مدۃ العمر کسی کیلئے برائی نہین چاہی - کسیکو برا کہا جسکو بھلا کیا
بہلائی سے کیا - اہل کن آپسے مانوس تھے آپکو مدبر و امین جانتے تھے - کوئی اہل غرض یا بغرض آپکی
خدمت مین آتا - تو آپ نہایت حسن اخلاق و محبت سے ملتے تھے - عام و خاص کی
حاجت روائی مین زیادہ کوشش اہتمام کی فرماتے تھے کہ حاجتمندون کے کام
نکلین - عوام الناس کی تالیف قلوب و غربا کی ہمدردی جسقدر ہو سکے کرتے تھے
آپ کی شان آفرین کے لائق تھی افسوس فی زماننا انقلاب زمانہ سے عہدہ دارون
کی یہ حالت ہے کہ ارباب حوائج سے متنفر رہتے ہین - اور ملاقات سے بیزار ہر چند کہ
کوئی درماندہ آفت و گرفتار مصیبت عرض حالات کرے نہین سنتے - ذرہ برابر رحم
نہین کرتے - بزرگان سلف کے حالات سے سبق لینا چاہئے - اور اسلاف کے قدم
بقدم رہنا چاہئے - اسی پیروی مین ملک کی آبادی و مالک کی نیکنامی ہے - اور آپنے
اپنی دیوانی کے زمانہ مین کسی پر ظلم و تعدی و ناجائز قہر و غضب نہین فرمایا - اور
آقا کے اطاعت گزار و تابعدار رہے - کبھی آقا کی اطاعت کے دائرے سے قدم باہر
نہین رکھا - جو آقا نے فرمایا سر آنکھون پر رکھا - اگر مالک کا کوئی حکم خلاف دستور ہوا تو

اسکی تعمیل کا اقرار کرکے حکمت عملی سے مالک کو ایسا سمجھایا کہ مالک خود کہدیتا کہ حکم سابق کو منسوخ کرنا چاہیئے ۔ دستورالوزرا کے مولف نے بادشاہ و وزیر کے اتفاق کی بابت ایک جملہ تعریف و آفرین کے لائق لکھا ۔ وہ یہہ ہے وہ وزیر مبارک وزیر ہے جس سے بادشاہ و رعایا خوش ہون ۔ اہل دکن کے نزدیک آپ اسی قسم کے وزیر تھے ۔ کہ آپکی دیوانی کے عہد مین دکن کا ملک سبز و سیراب تہا ۔ آپکا سنہ رحلت کسی تذکرہ نویس نے نہین لکھا ۔ مگر قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ سنہ ۱۱۸۵ کے قریب فوت ہوے ۔ اولاً حیدرآباد مین امانتہً مدفون ہوئے ۔ ثانیاً آپکے قرابتدارون نے لاش کو کربلائے معلیٰ روانہ کیا ۔ وہان کی خاک پاک مین دفن کئے گئے ۔ آپکے یادگار تین فرزند ہوشمند و خداوند عقل و شعور تھے ۔ علی نقی خان انصاف و مہدیعلیخان نیر و باقرعلیخان افسر ہرایک کا ذکر مستقل اس تذکرہ مین آئیگا ۔ آپ صاحب دیوان تھے ۔ آپکا دیوان و کلیات قلمی نواب سرسالار جنگ وزیر مرحوم کے کتبخانہ مین موجود ہے ۔ اب مین آپکے دیوان سے اشعار ذیل شائقین کے ملاحظہ کے لئے گزارش کرتا ہون آپ فارسی و اردو دونو زبان مین کلام موزون فرماتے تھے ۔

من اشعارہ الفارسی

ما نگوییم کہ از حلقۂ تقدیر برآ		لیکن از دامگہ عقل بتدبیر برآ
با کمان صحبت اگر راست نیاید بگذر		از کمانخانۂ این طائفہ چون تیر برآ
در مزاج امرا گر تو درآمد خواہی		جرم بر خویش بگیر از در تقصیر برآ
ہر شب نگار تا نہ آمد بدست من	ولہ	ایجاد کردہ اند برنگ حنا مرا
تو در دلمی و من بہر طرف میپرم از شوقت	ولہ	عبث بیہودہ عمرے کردہ ام تحصیل حاصل را

چون بخاطر میرسد پامالی خون حنا	ولہ	دست و پا گم میکنم در فکر مضمون حنا
در ہر جگرے ہست خراش سخن ما		الماس تراش است تراش سخن ما
ماہ من در خانۂ ایجاد ہر شب میروی		رفتن آنجا یک شبے موقوف کن اینجا بیا

حرف باء موحدہ

کدام شمع بفانوس دل تجلی کرد		کہ ہوش از دل پروانہ ہا پرید امشب
بروے مشہد پروانہ شمع را دیدم		کہ چادرے ز گل داغ می کشید امشب

تاء منقوطہ

دل کہ در گریہ گرم بیتابی ست	ولہ	سر و کارش بمردم آبی ست
یار نہ آمد و می بنشست و شباب رفت		عمر عزیز حیف باین اضطراب رفت
اے داغ دلم چشم تماشائی قیامت	ولہ	لخت جگرم لالۂ صحرائے قیامت
سر زلف دگر سلسلہ جنبان شدہ است	ولہ	کہ حواس من دیوانہ پریشان شدہ است
ہر طرف می نگرم چشم خوشی می بینم		نرگس امسال درین شہر فراوان شدہ است
جوش موج گل این فصل بسر سبزہ زمن		غنچہ لبیان چہ بگوییم کہ چہ طوفان شدہ است
خط رخسار تو زیبائش خاصی دارد		متن این باغچۂ گل حاشیہ ریحان شدہ است
شمع رویان بسر تربت مجنون جمعند		امشب ایجاد درین دشت چراغان شدہ است
طالعم برگشت و بخت انتظارم برگشت	ولہ	نامہ بر برگشت و خط برگشت و یارم برنگشت
از پر ہمائے ابرے داریم چتر شاہی	ولہ	این سایہ بر سر ما از دولت بہار است
پیر گشتی و ہوسہائے جوانانہ بجاست		صبح روشن شد و تاریکی این خانہ بجاست
ہمچو طفلی نزد ایجاد با دو سنگے چند		از چنین شہر برون رفتن دیوانہ بجاست

سبک آید بنظر هر که تهی مایه شود
ایجاد مفلسی نعم و جز نام اهل بیت
از هیچ درے بسکه ندیدیم کشودی
ابر است و هوائے خوش باران بهار است
تا غنچه دلش وا شود و گل کند آرام
بی کشتی می جانب صحرا نتوان رفت
عصرے رسید زاهد و موقوف شد شراب
چون غنچه و گل ایجاد مقسوم ما ازین باغ
قدر مجنون را کسے داند که همچون گردباد
در متانت که گران سنگ کسے نیست چو من
احوال اشک خود چه مفصل کنیم بیان
ایجاد حج نکرده بمشهد روانه شو
هیچ خوف هم نکرد از باطن پیر مغان
نیست از کسی عجز و غرور من و تو
پان وسی که بر لب ورنگ تازه ریخت
عیش با تفاق در عالم
پیری و گریهٔ سحرگاهے
بر خطش رو گذاشتیم همه شب
چندان عرق شرم بریزیم که بشوید

همچو آن کیسهٔ منعم که زر هم خالی است
وله
چیزے دگر بخانهٔ من هم نمانده است
ایجاد دل ما ز همه باب گرفته ست
وله
بر باده کشان ریزش احسان بهار است
باد سحری مروحه جنبان بهار است
امسال که جوش گل و طوفان بهار است
وله
گفتم برو نماز بکن آفتاب رفت
وله
از دولت بهاران دستار نیست و قبا نیست
خاک بر سر گردباد عمرے در بیابان گشته است
وله
کوه اگر هست کمر بستهٔ تمکین من است
وله
دریائے شور مجلسی از ماجرائے اوست
من رضا منم رضائے خدا در رضائے اوست
وله
آبروئے دختر رز زاهدے پیر بریخت
وله
قصهٔ شاه و گدا در همه جا مشهور است
وله
نقاشی تبسم و پرواز بوسه است
صحبت بے نقاب محبوب است
وله
شب ماهتاب و عالم آب ست
وله
بوئے ریحان علاج بیخوابی ست
از گرد گناه همه سیمائے قیامت

پادشاهے گدائے درویشی ست
خواب شیرین و شکر آرام
بیشتر خلق ز هم شکوه چه گفتارند
چندی چو مرغ قبله نما چرخ میزنم
میرسد پیغام دل هر دم که ما مون از من ست
اگر تقصیر کردی معذرت خواه
دل به تسلیم و رضا کار خود آراسته ست
گفته بودی که فراموش نه یادت نکنم
زن طبیعت باز دم گیرے ما آگاه نیست
باز آنشوخ بیگانهٔ من آمده است
رفتم و گرو سرے یار شبی گر دیدم
شدم بمیکده دیدم شراب نوشیهاست
قبای پرده دری باب بد قماشان است
دیدم ز عین مردمی اول بروے من
این دست و پا شکسته سر جنگ روزگار
میخرامی بسر خاک شهیدان امروز
تنگ پوشیده امروز برنگے که چو گل
ضعفم چنان گرفته که در وصف نیف یاره
بشکل مجلس آئینه می آئی

وله
سر دولت بپائے درویشی ست
ورنے بوریائے درویشی ست
ورنه کس را زکسے کم گله خاموشی ست
وله
آخر بترب کعبه قرارم بسبوئے نشست
وله
اشک می گویا بروئے من که جیحون از من ست
وله
که ترک معذرت تقصیر ثانی است
وله
از خدا خواسته ایم آنچه خدا خواسته است
وله
کرده گر تو فراموش مرا خود یاد ست
وله
جوهر شمشیر ما را مرد میداند که چیست
وله
دولت رفتهٔ من خانهٔ من آمده است
گفت با شمع که پروانهٔ من آمده ست
وله
میان باده و خم طرفه گرم جوشیهاست
لباس مرد هنرمند عیب پوشیهاست
وله
چشم تو قسم بنگاه نخست نشست
محتاج مومیائے لطف درست نیست
وله
بزمین خوردن دامان بی چیزی نیست
جامهٔ نازک و خوشبوئی تو جز بدن ست
گویم اگر قصیده مجال گریز نیست
نگاه هر یکے بهر خود نمائی است

امیدوار پیری خویش هر جوان		شب خواب هیچ کس نکند بی خیال صبح
وقت آخر چون سند ز دولت میرود		گشت بر من روشن انحراف ز فروغ ماه صبح

ردیف دال مهمله

نباشد گر کسی را دست رس خود بکار آید		برای آشنا باید بپای آشنا افتد
ذکری ز نمکدان لب یار نباشد	وله	در مجلس ایجاد چه شورست به بینید
در بتخانه حسن برهمن زاده دیدم	وله	ملاقات من و آن سنگدل آنجا فدائی شد
بسان کفش زردوزیست همسک جفت با دینا	وله	بحلقش گر گذاری پای که از زر دست بردارد
غریبی گر کند یاد وطن مسرور میگردد	وله	دلم دارالسرور از نام بر ماهنو میگردد
نفس در کش گر از بحر حقیقت گوهری خواهی	وله	بدریا چون رود غواص ره در خویشتن ریزد
آن نباتی جامه گر با بنده هم بالین شود	وله	بند بندم یکقلم چون نیشکر شیرین شود
سختی دوران گران بر خاطر هموار نیست		صفحه کاغذ ز نقش کوه کی سنگین شود
چالاکی نگاه تو نازم که سوی من	وله	دیدی چنانکه چشم ترا هم خبر نشد
خاطر خود جمع دار ای غنچه لب نامرام	وله	خود بخود مکتوب من مانند گل وا می‌شود
سرمه پیراهنی در مجلس ما دوش بود	وله	چشم از دیدار روشن بود خاموش بود
ایجاد در حضور شریعت پناه عشق	وله	بمهر داغ محضر دل معتبر نشد
ترکیب لب لعل تو بی سبزه خط نیست	وله	حرفی ست که یاقوت با سنگ ندارد
هر کسی در صفت حسن تو بیتی میخواند	وله	شعر برجستهٔ من مطلع ابروی تو بود
نرگس چیزی گرفتم همتم بس تنگ میدارد	وله	کف دستم ز استغنا کجا رنگ حنا گیرد
شیشه در دست جوان ساقی گلفام رسید		هوش رفت از سرستان که پریزاد آمد

این دل صافی که من دارم به آئینه از به است	وله	بلکه در اقبال پهلو با سکندر می زند
روز حشر ایجاد من در سایهٔ مهر علی		خیمه خود بر کنار حوض کوثر می زند
مو سفیدی نمک زندگی پیران است	وله	ماهتاب طرف صبح بهاری دارد
چشم دل مردمک دیدهٔ جانم کردند	وله	هر چه منظور نظر بود دبیانم کردند
لاله زاری بمن از داغ عطا فرمودند		رونق محشر خونین کفانم کردند
اگر با قامتش دعوی کند سرو	وله	الهی حرف او بالا نگردد
کس اول گرد باید گر بگردد		بگرد کعبه گردد یا نگردد
سرکشی آن قد رعنا دارد	وله	ناز بر عالم بالا دارد
گل دیدار شگفته است امسال		باغ نظاره تماشا دارد
بی تامل سفر از خویش کنید		راه اندیشه عمرها دارد
هرگز سخنی نکردی ارشاد	وله	از دست خموشش تو فریاد
از خانهٔ خود نگردیم دور	وله	عمر تو دار و خانه آباد
ما را چو کمان بهم کشیدی	وله	اینخانهٔ الفت تو آباد
در چمن یار گلعذار آمد	وله	رنگ بر چهرهٔ بهار آمد
راست می گوید اگر سرو که همدوش تو ام	وله	بر سر دعوی خود مصحف گل بردارد
قید هستی غم سنگین جانی دارد	وله	دوش آزادی ما بار گران دارد

تو محیطی همه لب تشنهٔ دیدار تو اند
چون حباب از ته دل جمله هوادار تو اند

حرف راء مهمله

پوشش خود سفیدان گلبدن از ناز کرد — رنگ از روئے بہار یاسمن پرواز گیر

حرف راء معجمه

اگر مطلب ز خط او نمی بود — نمی شد در جهان هرگز سخن سبز
شهید حسن سبز گشتم ایجاد — به محشر می کنم رنگ کفن سبز

حرف شین معجمه

ای مصور از لباس یار دامانش مکش — بر رفتنم دست اگر یابی گریبانش مکش

حرف صاد مهمله

گرش حیثیت تماشائے شب و روز هست — همچو آن مردم که بیند صبح و شام رقص

حرف لام

چشم زخم مردم عالم اگر منظور نیست — مهر شبنم چرا بستند در بازوی گل
در هوائے گلرخان هر کس که زیر خاک شد — بر مزار او بیفشانند بر روئے گل

حرف میم

پریشان میشود خاطر مبادا از زلف بکشائی — من از شبهای تاریک و دراز تارعی ترسم
از دست همدمان در شکوه لبریزم ولے — ولہ — یکدم کسے همچو بے تصویر نشنیدست آوازم

حرف نون

با وصف نام همچو نگین در تمام عمر — یکجا نه دست داد برائے نشست من

حرف یاء

نیستی در بحر هستی جز حباب زندگی — دم غنیمت دان بکن حج در اخراب زندگی

زود ترا آئی جمع اند بکاشانه ما — با میدِ نمک لطف تو مهمانی
نه بسر و الفتی داری نه سوئے لاله می بینی — صراحی در بغل ساغر بکف مستانه می آئی

من اشعاره الهندی

اب کے ترے گھر جو آئیں گے ہم — پھر یہاں سے کہیں نجائیں گے ہم
مانند نسیم تجکو ہر صبح — اے غنچہ دہان ہنسائیں گے ہم
جو تیری زبان سے آئے کہیو — ٹک منہ سے تو منہ لگائیں گے ہم
پی کر ترے منہ کی گالیان بہی — ان ہاتون کی مار کہائیں گے ہم
لو ہو ترا پانی کرکے تجھکو — بادہ کی جگہ پلائیں گے ہم
پھر ہم کہے یہ تیری خاطر — یہ جو کہین سب اُٹھائیں گے ہم
اب تو تری بندگی میں آئے — جسطرح اُٹھے اُٹھائیں گے ہم
سن یار کہا کہ تجھکو ایجاد — ان جانون ستی دکہائیں گے ہم

نوحه سید الشهدائے امام حسین علیه السلام

جان و دل قربان شاه کربلا — من بلا گردان شاه کربلا
من نشینم رفته چو نقش قدم — بر در ایوان شاه کربلا
لعنت حق ای وفاداران کنید — بر جفا کاران شاه کربلا
شاخ مرجان ربش در خون طپید — گوهر غلطان شاه کربلا
مصحف حق را سجاوندی نمود — سرخی قرآن شاه کربلا
آخر از فرموده شاه نجف — می شوم مهمان شاه کربلا
جا مرا در صفحهٔ خود میدهند — بوذر و سلمان شاه کربلا

ساقی کوثر مرا مدہوش کن　　از مئی عرفان شاہ کربلا
این مقرنس چرخ مخروطی بود　　گوئے از چوگان شاہ کربلا
می کند خورشید ہم کسب ضیا　　از مہ تابان شاہ کربلا
از رحمتت گوہر نیسان بود　　ریزشِ احسان شاہ کربلا
سبحہ گردیدست با خود سجدہ گاہ　　طینتِ پاکان شاہ کربلا
خانہ اش باب السلام جنت است　　ہر کہ شد دربان شاہ کربلا
یا علی ایجاد را محشور کن　　با عزاداران شاہ کربلا

افصح - میر محمد علی

افصح تخلص - میر محمد علی نام مشہدی الاصل سادات رضوی سے ہین - تذکرۂ بے نظیر کے مولف نے لکھا کہ آپکے جدامجد سید اختیار امیر تیمور گورگان کے عہد مین توران سے شہر سبزوار مین آئے - مدت تک وہان سکونت پذیر رہے - جب امیر تیمور خراسان کو فتح کرکے شہر سبزوار مین آیا - سید موصوف کو بلحاظ شرافت حسب و نسب اپنے ہمراہ سمرقند مین لایا - بقول بعض خراسان سے شہر سبزوار مین لایا - اور اپنی دختر سے شادی کر دی - اور شہر سمرقند یا شہر سبزوار کی قضا پر مامور فرمایا - سید مذکور تا مرگ اسی خدمت پر بحال رہا - پھر سید کی رحلت کے بعد اُنکی اولاد بھی وہان معزز خدمات و عہدون پر کامیاب ہوتے رہے - اور خاص قضا کی خدمت کا سلسلہ بھی آپکے خاندان مین نسلاً بعد نسلٍ مسلسل رہا - امیر تیمور کی قرابت کی وجہ سے آپکے اولاد کے نامون کا تاج لفظ سلطان ہوا - آپکے والد سلطان شاہ مرزا عالمگیری زمانہ مین

وارد ہند ہوئے - سربلند خان میر بخشی کی لڑکی سے شادی کی - شادی کے بعد مخاطب بہ شاہنواز خان ہوا - میر افصح سربلند خان کی لڑکی کے بطن سے ہند مین پیدا ہوا - ہند ہی کی زمین مین نشو نما پایا - اور تربیت و تعلیم بھی یہین پائی - سنِ شعور کے بعد کتب درسیہ اساتذۂ زمانہ سے پڑھین - عالم جوانی مین تحصیل علوم و تکمیل فنون سے فارغ ہوا - ذہین و ہوشیار فہیم و ہونہار تھا موزون الطبع و سنجیدہ وضع تھا - شاعری کے میدان مین ایسا قدم بڑھایا کہ معاصرین سے چند قدم آگے بڑھ گیا - گل رعنا مین لکھا ہے کہ حسن اتفاق سے ہے کہ سنہ ۱۱۵۲ہجری مین شہر لاہور مین رونق افروز رہا - تذکرۂ مردم دیدہ کے مولف حاکم نے لکھا کہ مین میر افصح سے لاہور مین ملا شاعر خوش مزاج و لائق ہے حسن اخلاق و تواضع مین فائق - لیکن جسقدر لیاقت رکھتا ہے اس سے زیادہ کا مدعی ہے شعرائے لاہور نے میری تحریک طرح پر مشکل زمین مین اکثر غزلین کہین - وہان چند مدت مشاعرہ کا لطف رہا - یاران ہم مشرب کا جلسہ غنیمت تھا - پھر آپکے والد شاہ مرزا و میر افصح غفران مآب نواب آصفجاہ مرحوم اول کے ہمراہ دکن مین آئے - ڈاک چوکی کی داروغگی پر مقرر ہوئے - اور میر افصح بھی اہل مناصب مین مامور ہوئے - پدر و پسر دونون غفران مآب کی ملازمت و رفاقت مین رہے - جب ہمت یار خان ناظم صوبہ بیجاپور ہوئے - آپ بھی مع والد با جد ناظم صاحب کے ہمراہ معین ہوئے - مدت تک ناظم صاحب کے ہمراہ ہمت و جوانمردی سے بسر کرتے رہے - آخر جب ناظم صاحب ہمت خان افغان مہدوی حاکم کرنول کی تنبیہ کے لئے مقرر ہوئے - میر افصح مع والد ہمرکاب تھے - حاکم کرنول سے سخت جنگ ہوا - طرفین سے اکثر مقتول و مجروح ہوئے - اسی معرکہ مین میر افصح اور اُن کے والد شاہ میرزا مقتول ہوئے - صاحب مردم دیدہ نے لکھا کہ یہہ واقعہ سنہ ۱۱۵۷ گیارہ سے چون مین

واقع ہوا - اور دیگر مولفین نے لکھا کہ سنہ گیارہ سو پچاس مین الخ اوّل کا قول صحیح ہے اسلئے کہ مردم دیدہ کا مولف میر افصح کا معاصر ہے - جو لکھا ہے اسکا مشاہدہ ہے -

من اشعاره

نمک بوسه بر آن زند قدح نوش حرام	وله	که فراموش کند حق نمکدان ترا
نیست پیرایۂ ہر تیرہ درون جامۂ فقر	وله	رسم آئینه دلانست نمد پوشیها
شود معلوم ظرف نیک و بد وقت سخن گفتن	وله	نمی باشد صدائے کاسۂ چینی سفالی را
آہم بباد آن قد برجسته رسته است	وله	چون نیشکر ز خاک کمر بسته رسته است
ببزم اہل تمیز در آ تماشا کن	وله	برین مرقّع تصویر یک قلم صاد است
منور است ازان نور چشم دیر و حرم	وله	کہ این چراغ میان دو محفل افتاد است
شکر خدا کہ دیدۂ شاہد پرست من	وله	ہر چند بت پرست بود خود پرست نیست
مرا کہ ابلق ایام زیر فرمانست	وله	چہ غم کہ توسن گردون ستارہ پیشانیست
ہر دلبرے کہ دل نبرد مایۂ غم است	وله	سروے کہ جلوہ نکند نخل ماتم است
ازمی تہی مباد کہ در چشم اہل ذوق	وله	پیمانہ بے شراب ہلال محرّم است
تا خرامان بچمن آن دلجو شدہ است	وله	سرو انگشت تحیّر بلب جو شدہ است
زخون بیگنہ تا ہنوز گلگون است	وله	بہ تیغ یار چہ حاجت غلاف مخمل سرخ
دل خرابی می کند از زلف بند بیهش کنید	وله	دست و پائے مینزند دیوانہ زنجیرش کنید
آسمان خم بر سر کوئے تو از تعظیم شد		عمر این محو ارادت صرف یک تسلیم شد
نہ از رخت عرق از گرمی شراب چکید	وله	ستارہ آب شد از شرم آفتاب چکید
چون رخت ازمی عرق افشان شود	وله	خانۂ آئینہ چراغان شود

دل عبث می خواهد از دور فلک عیش مدام	وله	آرزوے می کسی از شیشۂ واژون نکرد
بداد حق نبود شرط مومن و کافر	وله	کہ ابر کعبہ گہے در فرنگ می بارد
دل بے درد چہ اندیشۂ نقصان دارد	؍؍	موی چینی نشود از غم ایام سفید
خط مشکین بگرد حسن گلفام این چنین باید	وله	تکلف بر طرف صبح اینچنین شام اینچنین باید
مرا در حلقۂ زلف تو ہر کس دید تحسین کرد	؍؍	کہ صیاد اینچنین صید اینچنین دام اینچنین باید
شہید زہر نگاہ کرشتہ افصح	وله	کہ ہمچو رنگ حنا شد ترا رگ جان سبز
بجز تصور چشم تو نیست در دل من	وله	شگفتہ است درین باغ یک قلم نرگس
کسے کہ کشتہ نگردد بہ تیغ دلبر خویش	وله	سزد کہ تیر خورد ہمچو ماہی از پر خویش
گردن دعوی بکش در بزم ادب	وله	میرسد آخر بہ پستی سرفرازیہاے شمع
در محفل کہ حسن تو روشن کند چراغ	وله	پروانہہا بہ شمع نوید بہر داغ
برمن کاسۂ سودا شدہ زان سبزۂ خط	وله	کہ خیالات فزون می شود از نشۂ بنگ
تا دیدہ شبے سنبل گیسوی تو در خواب	وله	مشہور چمن شدہ بہ پریشان نظرے گل
در طریق راستیہا کردہ ام از سر قدم	وله	گرچہ ہمچو خامہ در ظاہر محرّف میروم

امین - امین الدین علے

امین تخلص - امین الدین علی نام - مہدی علیخان خطاب ہے - آپ سید مبارک خان بخاری قلعدار دولت آباد کے قرابتداروں مین سے ہین - عالم فاضل فارغ التحصیل تھے - فضائل و کمالات صوری معنوی سے موصوف تھے - شعرگوئی و سخن سنجی مین لائق شمار کئے جاتے تھے - ذی استعداد و صاحب سواد - خوش رفتار و خوش گفتار -

فقرا دوست و غربا پرور آشنا پرست و مہمان نواز تہے - آپکا کلام دلچسپ و دلپسند ہوتا تہا
آپ کی غزل و مثنوی کو شعرا کا غذ زر سمجھتے تہے - آپ غفران ماب نواب آصفجاہ اول کے
منصبداروں میں ممتاز تہے - منصب مناسب و خطاب عزت سے سرفراز ١١٧٤ھ ہجری تک
زندہ رہے آخر ١١٧٨ھ ہجری میں فوت ہوے - دولت آباد میں دفن کئے گئے

من اشعارہ

چہ قدر صید دل تواند کرد
در برش تا لباس باد امیت

وله

نہ چمن نہ غنچہ نہ گلزار میخواہم دلم
چہرۂ سبزہ ہیچ یار میخواہد دلم

بادۂ صاف کنار آب مہتاب خوشی
ساقی امشب نشئہ سرشار میخواہد دلم

بسکہ دلچسپ است شیرین کار قند لبش
بوسۂ زان لعل شکربار می خواہد دلم

دلربای شوخ و شنگ ہرچند دلآرامی برد
دلبر دلدادہ را بسیار می خواہد دلم

وله

گر بے تو خورم شراب جانان
جان سوزد و دل کباب جانان

در یاد تو میبدم بھر سو
چون نشئہ کہ بر شراب جانان

شاید کہ رسید روز وصلت
دارد دلم اضطراب جانان

انسان شیخ غلام مصطفی مرادآبادی

انسان تخلص - شیخ غلام مصطفی نام - قوم کنبوہ آپکا مولد و منشا مرادآباد ہے
انسان کامل عالم فاضل جامع معقول و منقول تہا - شعر و شاعری میں مقبول تہا
کتب معقولات ملا قطب الدین سہالوی و شیخ غلام نقشبند لکہنوی سے تحصیل کی
تہیں - ملا کے ارشد تلامذہ سے تہا - اور حدیث کی سند کا سلسلہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی سے

پہنچتا ہے - اور شیخ جان محمد صاحب قادری دہلوی کے مرید و خلیفہ - شیخ کملائے زمانہ و اولیائے
عصر سے تہے - علوم درسی کے سوا علم طب نجوم و فنون خوش نویسی و شانہ بینی وغیرہ
میں مستعد کامل تہے - اکثر براہمہ ہند مسائل نجوم میں آپ سے امداد و اعانت لیتے تہے
مسائل غریبہ و عجیبہ کو نہایت آسانی و سہولت سے حل کر دیتے تہے - ہندی میں شعر
و دوہہ خوب کہتے تہے - فارسی میں آپکا کلام توحید و تعرف و سلوک تصوف کے
مضامین سے مملو ہوتا تہا - کلام کی بندش و ترکیب نہایت درست ہوتی ہے
میر غلام علی آزاد بلگرامی نے لکہا کہ جمیع علوم و فنون کی کتابیں انسان کے سینہ میں
محفوظ تہیں - آپکا علم سینوی تہا نہ سفینوی - آپکے پاس کوئی کتاب نہیں تہی -
جو کچہہ علوم و فنون سے تہا آپکی زبان پر از بر تہا - درس و تدریس کیوقت فوائد و زوائد
مع حل و شرح سامع کی حیثیت کے موافق بیان فرماتے تہے - اکثر طلبۂ علوم و فنون
دیار و امصار سے آپکی خدمت میں آتے تہے اور آپ سے علوم و فنون کی کتابیں پڑہتے
تہے - مسائل مختلفہ و مقامات مشکلہ کو آسانی کے ساتہہ حل کر لیتے تہے - آپ
مدۃ العمر نوکر پیشہ رہے عالمگیری زمانہ میں ہند سے دکن میں آئے منصبداری صیغہ میں
مامور ہوئے - مدت تک اسی ملک میں گزارے - آخر نوکری ترک کرکے بلدہ ایلچپور پر
میں آئے - اور سکونت پذیر ہوئے - یہاں ایسے جمے کہ مر کے اٹہے - یہاں ایک جوان
خوشرو دیہاتی پر فریفتہ ہوئے - اور اس سے تعلق خاطر ہو گیا - اسی محبوب کے دروازہ
پر اقامت گزین ہوئے - اتفاقاً یکایک وہ جوان مر گیا - آپ کو رنج و غم کا سخت صدمہ
ہوا - اسکے رنج میں زندہ در گور ہوئے - کثرت غم سے دیوانہ بن گئے - آبادی سے نکل کر
صحرا نوردی اختیار کی - انہیں ایام میں آپکے استاد مولینا قطب الدین سہالوی

جو زیارت حرمین شریفین سے مراجعت کرکے آرہے تھے بلدۂ ایلچپور مین وارد ہوئے لوگون سے شاگرد رشید انسان کا حال پوچھا۔ معلوم ہوا کہ وہ دیوانہ ہوگیا ہے انسانی آبادی سے دور ویرانون مین رہتا ہے۔ مولانا نے فرمایا کہ اُسکو میرے پاس لاؤ۔ لوگون نے عرض کیا کہ وہ آبادی مین ہرگز نہین آئیگا۔ ہم کو دیکھتے ہی فرار ہوجائیگا۔ مولانا نے ایک رقعہ لکھا ایک شخص کو دیکے کہا کہ یہ رقعہ انسان کو دکھلاؤ۔ آپنے رقعہ مین یہہ فقرہ جو عرب کے نزدیک ضرب المثل ہے کہ اَطْرِقْ کَرٰی اطرق کرای ان النعامۃ فی القری { یہ مثل اُس شخص کے لئے بولی جاتی ہے جو اپنے نفس پر نازان ہو۔ یا اس شخص کے نسبت جو کلام لطیف ونرم سے دام فریب مین آجائے۔

اس مثل کی اصل حقیقت یہ ہے کہ کری ایک پرندہ مثل کبک دری کے ہوتا ہے عرب جب اسکے شکار کا ارادہ کرتے ہین تب آہستہ آہستہ یہ فقرہ بولتے ہین اطرق کری الخ وہ آواز سنکے زمین سے دبکے پیوست ہوجاتا ہے۔ پس اُسپر چادر ڈالدیتے ہین اور اُسکو آسانی سے شکار کرلیتے ہین۔ پھر عرب کے نزدیک یہ مثل شخص فریب خوردہ کے نسبت مستعمل ومروج ہوگئی۔ ھذا ماخوذ من ضرب الامثال للمیدانی۔ حسب ہدایت ملا صاحب شخص مذکور رقعہ لیگیا۔ اور انسان کو دکھلایا۔ انسان رقعہ کو دیکھتے ہی مولانا کی خدمت مین حاضر ہوا۔ مولانا سے نیازمندانہ ملا۔ پھر ملا صاحب ہندوستان روانہ ہوئے۔ انسان بدستور سابق دشت وصحرا مین پراگندہ وپریشان گھومنے لگا۔ گل رعنا کے مولف نے لکھا کہ انسان نے انتقال سے تین سال قبل ترک لباس کیا تھا۔ صرف ایک قمیص پر اکتفا کیا ہوا تھا۔ ایک رات اول وقت مین خواب مین دیکھا کہ کوئی ہاتف غیبی کہتا ہے۔ رحل خیر من یعمل خیراً۔ یعنے

نیک مرد وہ شخص ہے جو امر خیر کرے۔ آخر ۱۲۴۱ہجری مین فوت ہوا۔ بلدہ ایلچپور مین شاہ عبدالرحمن عرف رحمن شاہ دولہ غزنوی کے مزار کے قریب مدفون ہوا۔ اور گل رعنا کے مولف نے لکھا کہ آقا محمد امین ایلچپوری متخلص بوفا آپکے ارشد تلامذہ مین تھے۔ نقل کرتے ہین کہ ایک وقت ناصر علی ہندی وانسان باہم ملے۔ مکالمہ مین ناصر علی نے استادون کے اشعار مین عیب جوئی ونکتہ چینی شروع کی۔ انسان نے فرمایا کہ آپ اساتذہ کے کلام مین عیوب نکالتے ہین۔ اور اپنے کلام سے خبر نہین کہتے چنانچہ آپکے اس شعر مین ؎

مانده ام مینائے می بر طاق وحسرت می کشم　　　　توبہ گستاخی است شرم از روی او می کشم

شرم کشیدن خلاف محاورہ ہے۔ اس مقام مین خجالت کشیدن چاہئے۔ کہتے ہین کہ ناصر علی سخت نادم ہوا۔ جلسہ برخاست ہوا۔ انسان سلام علیک کہکر چلتے ہوئے۔

من اشعارہ

نہ بر راہِ تو تنہا وار دراز نرگس چمن چشمی	وله	بود با دام چشمی لالہ چشمی یاسمن چشمی
بازی عشق است می باید بسامان باختن	وله	ہر سحر چون صبح جان تازہ خندان باختن
چہ عجب در روشِ دہر گر افتاد خلل	وله	پیر شد چرخ از ان گشت دماغش مختل
روشن دل و وابستۂ مذہب چہ کمالست	وله	ہر چہ مقابل شود آئینہ ہمانست
در شان علی بحث کنند شیعہ وسنی		حقا کہ علی برتر ازین ہر دو بیان است
انسان چو مسمّی شود از اسم الٰہی		ناچار ز افزون شدن عبد بر آن است
در اسم علی چون کہ نبی عبد نیفزود		بنگر کہ درین پردہ عجب رمز نہان است
ہستی تشخص عدم چو آئینہ بہ پیش	وله	عالم بمثال عکس بخویش بخویش

انسان بمثل چو چشم عکس است درو　　آن شخص عیان نمودہ پاک از کم و بیش

انسان نے اس رباعی مین وحدت الوجود کا مسئلہ نہایت خوبی و خوش اسلوبی سے بیان کیا ہے۔ گویا دریا کو کوزہ مین بہر دیا ہے۔ میر غلام علی آزاد بلگرامی نے اس رباعی کی شرح تذکرہ سرو آزاد مین لکہی ہے۔ مین یہان اُسکا ترجمہ ناظرین کے ملاحظہ کے لئے گزارش کرتا ہون۔ تاکہ ملاحظہ سے مستفید ہون۔

قولہ ہستی۔ اصطلاح صوفیہ کرام مین ہستی سے حقیقت حق مراد ہے۔ اسکو اُس شخص سے تشبیہ دیتا ہے جو اپنی ذات کو آئینہ مین مشاہدہ کرے۔ دونون مین وجہ تشبیہ جامعیت کثرت ہے۔ مشاہدہ کرنیوالے مین کثرت بوجہ اعضا۔ اور ذات حق مین باعتبار صفات ذاتیہ جیسا کہ وہ فرماتا ہے {کنت کنزاً مخفیاً} دونون ظہور کے خواہان وجویان ہین۔ ایک تناسب اعضا کی وجہ سے نمایان۔ دوسرا اسمائے صفاتی کے لحاظ سے عیان ہوتا ہے۔ جیسا کہ اسکے قول سے {فاحببت ان اعرف} پس مین دوست رکہتا ہون کہ پہچانون۔ قولہ و عالم الخ عالم سے علم حق مراد ہے۔ اُسکو آئینہ سے تشبیہ دیتا ہے اس لئے کہ دونون مبدء انکشاف ہین۔ اور عالم کو آئینہ کے عکس سے تشبیہ دیتا ہے اسلئے کہ عالم کے حقائق صوفیہ کرام کے نزدیک صور علمیہ ہین۔ مرتبہ علم مین ظاہر ہوتی ہین۔ جیسا کہ آئینہ مین عکس دکہلائی دیتا ہے۔ عقلا پر ظاہر ہے جسطرح تمام اعضا کا عکس آئینہ مین واقع ہوتا ہے اسیطرح آنکہہ کا عکس بہی اُسمین واقع ہوتا ہے اور آنکہہ کے عکس مین اُس شخص کا تمام عکس نمایان ہوتا ہے۔ پس شاعر انسان کی حقیقت کو جو تمام حقائق عالم سے جامعیت کے ساتہہ مخصوص ہے۔ آنکہہ کے عکس سے تشبیہ دیتا ہے کیونکہ وہ بہی بہ نسبت عکس تمام اعضا اُس شخص کی آئینہ داری کرتا ہے اور اُسکو

دکہلاتا ہے۔ بخلاف دیگر عکوس۔ اور شیخ محی الدین اکبر قدس سرہ کے کلام سے بہی یہی مراد ہے۔ {وکان آدم ھی المرآۃ المجلوۃ} مشبہ و مشبہ بہ کا مشترک الاسم ہونا نہایت لطف رکہتا ہے۔ اور شاعر کا تخلص کہ انسان ہے اس معنی نے لطف کو قند مکرر کر دیا۔ پس رباعی کے معنی یہ ہین کہ ہستی نے یعنی ذات حق جو جامع تمام اسمائے صفاتی ہے اور مرتبہ علم مین آئینہ سے ظہور کیا۔ اور عالم اُس شخص کے عکسون کی طرح صورت نما ہوا۔ بنحویش و بنحویش کے معنی یہہ ہین کہ عالم کو عکس کی طرح دو جہت پیدا ہوئین۔ ایک کے وجود علیحدہ دکہائی دیتا ہے اور غیر معلوم ہوتا ہے بنحویش ہے۔ یعنی ہیچ ہے۔ کیونکہ واقع مین وہ شخص آپ ظاہر ہوتا ہے اور عکس کا وجود وہمی ہے کیونکہ یہہ بہی واقع مین خود وہی ہے جو اپنی ذات پر ظاہر ہوا ہے یعنے موجود فی حد ذاتہ ہے انسان کی حقیقت تمام عالم کے حقائق کے مقابلہ مین آنکہہ کے عکس کی طرح ہے یعنے آنکہہ کے عکس مین ذات حق نے تمام مراتب کے ساتہہ جلوہ فرمایا۔ و معنی پاک از کم و بیش الخ کے یہہ ہین کہ اللہ کا ظہور انسان کی حقیقت مین اور اسکا ظہور تمام عالم مین کم و بیش نہین ہے بلکہ انسان مین بطور اجمال۔ اور عالم مین بطور تفصیل ہے۔ مثلاً انسان کی صورت آئینہ مین اور انسان کی صورت آنکہہ کے عکس مین برابر ہے مگر فرق اتنا ہے کہ آئینہ مین بڑی اور آنکہہ کے عکس مین چہوٹی۔ اسلئے انسان کو عالم صغیر اور عالم کو انسان کبیر کہتے ہین۔ انتہی ترجمۃ الرباعی۔

انصاف۔ علی نقی خان

انصاف تخلص۔ علی نقی خان نام ہمدانی الاصل قوم قاچار سے تہے۔ آپ

نقد علیخان ایجاد کے فرزند ہین۔ آپکی ولادت شہر حیدرآباد دکن مین ۱۱۶۳ھ ہجری مین واقع ہوی چنانچہ آپکے جدِ امجد نے جو تاریخ گوئی مین بینظیر تہے۔ آپکی ولادت کی تاریخ اس فقرہ مین پائی {صاحب اقبال مبارک قدم ست} پرورش اور تربیت کے بعد اسی شہر مین کتب درسیہ سے فارغ ہوئے ۱۱۷۳ھ۔ علوم حکمیہ و فنون ادبیہ مین مرتبہ کمال کو پہنچے مرزا افضل ثابت تحفۃ الشعرا مین لکہتے ہین کہ انصاف الہیات و طبعیات مین بینظیر تہے۔ مین نے ایجاد کی زبانی سنا وہ فرماتے تہے کہ میرا فرزند فخر خاندان ہے انتہی کلامہ انصاف کا عالم شباب تہا درجۂ کمال آپکا ہم رکاب تہا مزاج بحر مواج تہا۔ بزرگی کا سر پر تاج تہا۔ طبیعت برق تہی ذکاوت ذہن کے بادلون مین کڑک رہی تہی دماغ مین علم و فہم کی روشنی چمک رہی تہی۔ فلسفی خیالون اور حکمی مثالون کا ذخیرہ قوت حافظہ مین محفوظ تہا اور زمانہ کے واقعات کا فوٹو خیال کے مرقع مین ملحوظ تہا۔ آپکے دل مین شعرگوئی کا خیال پیدا ہوا۔ جوش طبیعت سے موزون کرنے لگے۔ ابتدا مین والد ماجد سے اصلاح لینے لگے تہوڑے ہی دنون مین زمرۂ شعرا مین مشہور ہوگئے۔ آپکا کلام شستہ و صاف ہے ہر ایک شعر سے مضامین دلپسند و معانی دلچسپ نمایان ہین اور ہر ایک فقرہ سے رنگین بیانی و شیرین زبانی عیان ہے۔ آپ صاحب دیوان ہین آپکا دیوان عجائب و غرائب کا سفینہ ہے لطائف و نوادر کا خزینہ ہے۔ ذہین و فہیم ادیب حکیم تہے۔ شاعر خوش فکر و خوش طبع خوش مزاج و شگفتہ جبین۔ ظریف و رنگین تہے۔ خلیق و لیئق تہے دوست پرست و یار نواز۔ آپ سرکار عالی نظام کے منصبدارون مین سرفراز۔ عالم فاضل و ادیب کامل تہے درس و تدریس کا شوق تہا۔ چونکہ معقولات و الہیات مین مشہور رہے۔ اکثر طلبہ منتہی آپ سے اس فن کے کتب پڑہتے تہے۔ ہم عصرون مین لائق

از گلِ رعنا ۱۲

مانے جاتے تہے۔ اور آپکو موروثی شاعری کی بہی دولت تہی۔ ہفتہ عشرہ مین اپنے مکان پر مشاعرہ کا جلسہ بہی منعقد فرماتے تہے۔ شہر کے اکثر شعرا کا مجمع ہوتا تہا۔ خوب مزہ و لطف رہتا تہا۔ گل رعنا مین لچہمی نراین شفیق لکہتے ہین کہ مین ۱۱۸۰ھ ہجری مین وارد حیدرآباد ہوا انصاف سے چند روز خوب ملاقات رہی اکثر اوقات مشاعرہ کا اتفاق ہوا تہا کلامہ پہر دوسرے مقام مین لکہتے ہین کہ جناب انصاف ۱۱۸۲ھ ہجری مین اورنگ آباد رونق افروز ہوے فقیر سے ملاقات ہوی چند روز مقیم رہے خوب لطف رہا انتہی۔ غرض جہان آپ رہے اپنے خیال وضع کے پابند رہے مدۃ العمر عمدہ طرح سے گزارے۔ قدرت اللہ خان قدرت نتائج الافکار مین لکہتے ہین کہ آپکی وفات ۱۱۹۵ھ ہجری مین شہر حیدرآباد دکن مین واقع ہوی۔ آب ہم آپکے دیوان سے اشعار ذیل شائقین کے ملاحظہ کیلیے گزارش کرتے ہین

من اشعارہ الفارسی

روشن از نور ثنائے اوست گوہر حرفِ ما ‌‌ عقدہ گو ہر بست حمدش در گلوے حرفِ ما
چہرۂ گفتار ما را رونق از نعت نبی ‌‌ وصف آن دُر یتیم ست آبروے حرفِ ما
گلشن تقریر ما را وصف آتش سبز ساخت ‌‌ تازہ بر فردوس دارد رنگ و بوے حرفِ ما

وله
قیس را آدم نمیدانیم بادیہ پیما ‌‌ بود یک غول بیابانی ز صحراے شما
جان نباید داد چین را بر جبین زنہ کہ او ‌‌ دخل بیجا می کند در بیت ابروے شما

وله
صبا ہر صبح بعد از گرد سر گردیدن شیر ‌‌ رسانی بندگی از من خداوندان بطحا را

وله
دست قاتل بد ہم روز جزا دامان را ‌‌ من نہ آنم کہ فراموش کنم احسان را
نشوم دشمن ہجران اگرم قتل کند ‌‌ بسکہ بوصل بتان دوست ندارم جان را

وله
مرید سرکشی خواہند شیخان ریاضت کش ‌‌ تلاش توسن بد خو بود چابک سواران را

تماشا کردن جنگ خروسان معصیت باشد
روئے او دیدم نمودم محو داغ خویش را
بار ہا چون شیشۂ ساعت درین کلفت سرا
در گلستان آمد و رنگ دیگر از رخ گلہا پرید
دل چون من ضعیفی را چہ نقصان گر بدست آید
اوج ناک حرامان ہرگز نمی توان دید

نباید آزرده کردن بزاغ تا جداران را
صبح روشن شد زدامن جراغ خویش را
ولہ
آسمان سر گشت و مشکل روزگارم سرگشت
ولہ
از برائے عندلیبان این گل دیگر شگفت
ولہ
سلیمان ہم برائے نام مورے میکند پیدا
خورشید چشم پوشید وقت ظہور مہتاب

من اشعاره الہندی

می ہو چکی تمام گلابی مین کیا رہا
ذبح کر کے داب کیون کہتا ہے تو پانون تلے

ساقی سمجہہ کے دیکہہ خرابی مین کیا رہا
چہوڑ دے بسمل کو تا کہو لکے وہ تلملے

ایما ۔ میر بخشی عاشق علیخان

ایما تخلص ۔ میر بخشی نام عاشق علیخان خطاب ۔ آپ خوشحال خان قاقشال کے نواسے تہے آپکے نانا عالمگیری زمانہ مین بادشاہی معزز منصبدارون مین تہے ۔ شوخ طبیعت و آزادانہ مزاج تہے ۔ بی پروائی آپکی ذاتی صفت تہی ۔ آپکو خوشی سے خوشی تہی نہ غمی سے غمی ایکوقت خوشحال خان نے جواہر و زر سے بنگلہ آراستہ کیا ۔ عالمگیری عتاب مین معتوب ہوا ۔ کچہہ پروا نکی بلکہ شوخی سے کہتا تہا ۔ ہماری خوشحالی کہین نہین گئی ہم ہر حال مین خوشحال ہین ۔ آخر خانزادی کی وجہ سے قصور معاف ہوا ۔ بدستور اصل منصب سے سرفرازی پائی ۔ عالمگیری زمانہ مین فوت ہوا ۔ میر بخشی صاحب ترجمہ نانا کے بعد وزارت خان بن دیانت خان کے ذریعہ سے پانصدی منصب و خطاب خانی سے سرفراز ہوا

نظام الملک آصفجاہ کے منصبدارون مین منسلک ہوا ۔ چند مدت کے بعد پریشان حال ہوا اور کسیقدر حواس و دماغ مین خلل واقع ہوا ۔ اسوجہ سے دلاور خان بن دلاور خان نصرت کی رفاقت مین رہا ۔ دلاور خان رائچور و ادونی کی قلعداری و فوجداری پر ممتاز تہا ۔ علم ہندی کا استاد ۔ چند رسائل آپکی تصنیف سے ہین ۔ علم عربی و فارسی مین بہی ہی استعداد و قابل تہا ۔ شعر گوئی و تاریخ گوئی مین یگانہ شمار کیا جاتا تہا ۔ سنہ [illegible] ہجری مین فوت ہوا ۔

من اشعاره الفارسی

چاہ زنخدان آبروئے سالکان بو سیر تخت
باکہ گویم غور کن این ماجرائے آشنا

جب مبارز خان نظام الملک آصفجاہ کے لشکر کے قریب پہنچکر دریائے پورنا سے عبور کر کے آگے نکل گیا اور آصفجاہ کا مقابل نہین ہوا ۔ تب لشکر مین شہرت ہوی کہ مبارز خان خوف سے بہاگا ۔ میان ایما بہی لشکر مین تہے ۔ تاریخ کہی ع

سال تاریخ پوچہتے ہین یاران
گفتمش ڈر گیا مبارز خان
سنہ ۱۱۳۶ ہجری

من اشعاره الہندی

طبیب عشق سین پوچہا زلیخا نی علاج اپنا
کہا تجہہ پر بہلا ہے سورۂ یوسف کا دم کرنا

ولہ
عاشق نہین ہے تجکو کچہہ خوف معصیت کا
موسی رضا ہینگے امام ضامن اپنا

ولہ
کیون نہ گہبراوے وہ کمان ابرو
واسطے جسکے کہینچتے ہین سے چلے

افتخار ۔ سید عبدالوہاب دولت آبادی

افتخار تخلص ۔ سید عبدالوہاب نام ۔ سادات بخاری الاصل سے ہین ۔ نسب کا سلسلہ سید مخدوم جہانیان بخاری سے ملتا ہے ۔ آپکا مولد و منشا احمدنگر دکن ہے ۔ تعلیم و تربیت کے بعد

مرتضیٰ خان بخاری قلعدار دولت آباد کی دختر سے شادی کی - اس تقریب سے آپ دولت آباد مین آئے - اور یہین متوطن ہوئے - سن شعور کے بعد فارسی کتب درسیہ مین استعداد وافی حاصل کی - پہر صرف کی تصریف ماضی حال و استقبال مین مصروف ہے - بعد ازان نحو کی طرف متوجہ ہوئے - ایک زمانہ تک کلمہ و کلام کی تعریف و رفع و نصب و جر کے تحقیق مین گذارے - علیٰ ہذا القیاس معقول کے حاصل کرنے مین بہی عرق ریزی و دلسوزی کی فراغت تحصیل کے بعد فن ادب و شعر کا شوق انہین پیدا ہوا - جناب میر غلام علی آزاد بلگرامی کی خدمت مین حاضر ہوئے - اور آپکی شاگردی مین فائز المرام ہوئے - اور کتب تحصیل شدہ کی تکمیل بہی حضرت آزاد کی توجہ سے کی - آپنے تذکرۂ بینظیر مین حضرت آزاد کی استادی اور اپنی شاگردی کا اقرار و اظہار کیا ہے ؎

ہفت اقلیم سخن امروز را استاد ما   دارد این معمورہ را زیر قلم آزاد ما

فارغ التحصیل ہونیکے بعد آپنے علم طب کو بہی حاصل کیا - مدت تک اطبا کی خدمت مین مشق کرتا رہا - اکثر مطبون مین بیٹھکر تشخیص و تفتیش کرتے رہے - حکیم حاذق و طبیب فائق تھے - آپ سنہ ۱۱۸۳ ہجری مین نواب اشجع الدولہ بہادر غیور جنگ متخلص بہ غیور کی خدمت مین مقربین کے زمرہ مین اول نمبر تھے - نواب صاحب آپکی بڑی عزت و آبرو فرماتے تھے خوش حال و فارغبال تھے - آپ نواب صاحب کی مجلس کی رونق تھے - ہر وقت لطائف و ظرائف سے نواب کی دلجوئی و خوش طبعی فرماتے تھے - آپ سلیم الطبع حلیم الوضع پسندیدہ سیرت و سنجیدہ طبیعت تھے خوش کردار و خوش رفتار راست گفتار صاحب وقار تھے - ظرافت و لطافت مین مشہور فصاحت و بلاغت مین نور علیٰ نور تھے - انشا پردازی مین بلند پرواز - اور نظم کی شیرازہ بندی مین گویا بلبل شیراز تھے - کلام شستہ و رنگین کے

نقشبند و مضامین برجستہ و دلنشین کے نخلبند تھے - آپکی انشاء نثر کے دیکھنے سے ذائقہ کو لذت اور سامعہ کو فرحت حاصل ہوتی ہے - اور لطافت نظم و نزاکت معانی کے مطالعہ سے قوت ناطقہ کو لطف فرحت ہاتھ آتا ہے - تازہ تازہ لطائف شگوفہ شگوفہ ظرائف کے ملاحظہ سے دل و دماغ سیراب تازہ ہوتا ہے - آپکا فارسی دیوان روزمرۂ اہل زبان ہے - محاورہ مین سفینہ کمال نزاکت و خوبی مین سحر حلال ہے - آپکا کلام ریختہ زبان مین بہی فصاحت و ملاحت سے لبریز ہے - حسن بلاغت و نزاکت سے شور انگیز ہے - ادا ہائے دل آویز و کرشمہائے جادو آمیز سے معلوم ہوتا ہے کہ سحر سامری ہے - کثرت آرائش و نگارش سے ثابت ہوتا ہے کہ زہرہ و مشتری ہے - آپ ریختہ زبان مین بہی صاحب دیوان ہین - آپنے ریختہ مین دوہے اور کبت در جہولنہ و مکری اور پہیلیان بہی کہی ہین - آپ کا تخلص افتخار ہے ہم اگر آپکو فخر دکن کہین تو بجا ہے - آپنے سنہ ۱۱۷۲ ہجری مین تذکرۂ شعرا مسمیٰ بینظیر تالیف کیا ہے - اسمین متقدمین و معاصرین کا حال تاریخی طرز پر لکہا ہے تذکرہ کا نام بینظیر تاریخی ہے - آخر آپ سنہ ۱۱۹۰ ہجری کے قریب فوت ہوئے - دولت آباد مین حضرت برہان الدین غریب کے روضہ کے قریب مدفون ہوئے - کسی تذکرہ نویس نے آپکی وفات کا سنہ نہین لکہا شاید معلوم نہوا ہوگا -

من اشعارہ الفارسی

بود فیضان دیگر چشمۂ داد الہی را		زماہی قسمت افزونتر بود دندان ماہی را
حمایت میکند ہامون دل دیوانۂ ما را	ولہ	گل داغم چراغ زیر دامان ست صحرا را
بود معزتی با قحبۂ بازار جوشیدن	ولہ	اگر راہ حمیت میروی بگذار دنیا را
اسپر از نقش پائش جبہۂ ما بر فروزد	ولہ	از زمین این سجدہ داری بخشش انعام ما

مشت خاک خویش را فرش رہ او ساختم	وله	تا باین تقریب یابم دولت پابوس را
شب خیال او تصرف کرد در دل ہر چہ خواست	وله	حکم صاحب خانہ دارد آنکہ شد مہمانِ ما
بیقراران را ببال دیگران پرواز نیست	وله	احتیاجِ دلو نبود چشمۂ سیماب را
رسوا کند محک زرِ ناقص عیار را	وله	باشد ہمین معاملہ سنگ مزار را
یک جہان جلوہ کند نور خدا در دل صاف	وله	آتشین نخل شود عکس چراغی در آب
بگذرند از خود نکویان از نکوی نگذرند	وله	بو نمیدارد دریغ از ما چو گل گردد گلاب
سوختن چون شمع بر بالین جانان بہتر است	وله	درد گر این منزلت یابد ز درمان بہتر است
آن خوب را بجامۂ رنگین نیاز نیست	وله	چون بر لباس در بر او سادہ خوشنماست
در تف عشق تو آرام دل بیتاب است	وله	قائم النار کہ دیدیم ہمین سیماب است
ز تیغ یار چہ احسان کہ نیست بر سر ما	وله	بود بہر دو جہان چہرۂ شہیدان سرخ
یا علی غیر ترا در دل من نیست گذر	وله	ہست مشہور کہ این بادیہ شیرے دارد
بر ہمنے کہ دلم را بسوخت می گوید	وله	برو برو ز تو بوئے کباب می آید
چشم گریان مرا عالم تماشا کردنی ست	وله	آن پری را آرزوی سیر این دریا نشد
غنچہ یکبار کشاید لب خوش بوی دہد	وله	خوب آید سخنی کز لب کم گو آید
مزاج عاشق و طفل ست یکسان امتحان کردم	وله	باندک حیلۂ خوبان بہ پیراہن نمی گنجد
چہ از بیگانہ نالد کس وفا از خود نیاید آخر	وله	ز شبنم شکوہ بیجا کہ رنگش ہم بپرید آخر
از وفا گشتم خجل چون یار شد شمع مزار	وله	می شدم پروانہ گر جانِ دگر میداشتم
سیر زلف تو چگویم بچہ عنوان کردم	وله	ہر دم آنجا دل جمعی پریشان کردم
مگر رخانۂ آئینہ روشن کردہ ظالم	وله	شبی در خانۂ ما ہم چراغان میتوان کردن

میرود آن آہنین دل از سرم دامن فشان		لوح خاکم سنگ مقناطیس بودی کاشکے

انور - نورالدین خان کرناٹکی

انور تخلص - نورالدین محمد خان بہادر نام - آپ ابوالمعانی بہادر کوپاموی کے فرزند ہین اور نواب محمد محفوظ خان بہادر شہامت جنگ کے نواسہ سنہ ۱۱۶۰ ہجری مین شہر تہٹر نگر مین پیدا ہوئے - سن شعور کے بعد کتب درسیہ عربیہ فارسیہ علما فضلا کی خدمت مین ختم کین اور فن شعرگوئی مین مولانا محمد باقر آگاہ سے تعلیم پائی اوّلاً انور تخلص کرتے تھے ثانیاً دل تخلص اختیار کیا -

ابتدا مین نواب والاجاہ کی سرکار مین بعہدۂ خانسامانی تنخواہ پر مقرر رہے - بعد ازان نیلور کی فوجداری پر سرفراز ہوے وہان بجرم قتل معزول ہوئے - اور قلعہ چندرگیری مین مقید کئے گئے - حالت حبس مین حافظ محمد مکی سے قرآن حفظ فرمایا - حفظ قرآن کے بعد ایک عرضی معافی جرائم کے لئے نواب والاجاہ کی خدمت مین بھیجی - نوابصاحب نے قیدخانہ سے بلایا - اور قرآن شریف سنا - رمضان المبارک کا مہینہ تھا - تراویح پڑھنے کا ارشاد ہوا انور نے نوابصاحب کے حضور مین شبینہ پڑھا - نوابصاحب بہت خوش ہوئے پھر نیلور کی فوجداری پر بحال فرمایا - اور پلنار اور ونکول کی فوجداری بھی آپ ہی کے تفویض ہوئی - نوابصاحب کے انتقال کے بعد سنہ ۱۲۱۰ ہجری مین عمدۃ الامرا بہادر کے طرف سے صوبہ داری ارکاٹ کی نیابت پر مامور ہوئے - ایک سال کے بعد معزول ہوکر مدراس مین پہنچے وہان عارضۂ سل و دق مین مبتلا ہوئے - آخر سنہ ۱۲۱۲ ہجری مین آخرت کا سفر اختیار کیا شیخ محمد مخدوم ساوی کے گنبد کے قریب مدفون ہوئے -

مشہور ہے کہ انور نے ایکروز ایک رباعی مستزاد نواب والاجاہ کی خدمت مین پیش کی نواب نے انور کا منہ جواہر گران بہا سے بہر دیا وہ رباعی مستزاد یہہ ہے

رباعی

از نقد بقائیکہ عطا کرد ترا ـ رب الارباب
از وعدہ ایزدی کہ یک را بعوض ـ دہ می بخشند
کردی ہمہ را صرف در راہ خدا ـ بصدق و ثواب
ہفصد حق تست بعد از الطاف و عطا ـ وہو الوہاب

صاحب دیوان ہے۔ اشعار مین دونون تخلص موجود مین کہین انور کہین دل جو و بعض نے لکہا ہے کہ انور کے دو دیوان ایک مین انور تخلص کرتا ہے اور دوسرے مین دل یہہ سہو ہے صاحب گلدستہ کرناٹک نے محقق طور سے لکہا ہے۔

من اشعارہ الفارسی

طپید نہائے دل آرد از عشرت نوید اینجا
ز فیض دادن سر یافتیم از سر جو اینہا
دل ز گیسوئے تو شد محو پریشانیہا
خوشتر از گلبانگ می آید فغانم یار را
تیر تو آمد بدل منزل خود جان گذاشت
در شکن زلف یار کرد دل آخر قرار
سینہ از بسکہ وحشت آباد ست
بحر تعظیم یار ما ز عدم
گر بیاد زلف مشکین تو گردم اشکبار
وصل ہم مانع بیتابی انور نشود
آئینہ ہند و دل ساعت فرنگ

ولہ — مگر قربان شدن باشد مبارک باد اینجا
ولہ — بجا شد اتفاق شمع و من در سر فشانیہا
کرد در کار جنون سلسلہ جنبانیہا
ولہ — گوش گل باز ست از بہر نوائے عندلیب
ولہ — طاقت مہمان نداشت خانہ بمہمان گذاشت
عشق تو دیوانہ را بر دو بزندان گذاشت
ولہ — طفل اشکم رسیدہ می آید
سرو قامت کشیدہ می آید
ولہ — چون سلیمانی شود ہر اشک من زنار دار
لذت این طپش آغوش تو میداند و بس
باشد حیات دل طپش بیشمار دل

وحشت نگر کہ چون قدم از کشور عدم
ز شمع حسن تو گر چشم دل شود روشن
خدنگ نازکش غمزہ را تمام مکن
سحر زمین گل و بلبل کند بگلشن مشق
من امشب ہر چہ گویم بی تکلف میشود موزون

ولہ — بر داشتم بدامن صحرا گذاشتم
برنگ مہر زند خندہ ہر سحر شامم
ولہ — بخون خلق مژان دست و قتل عام مکن
یکی دریدن جیب و دگر کشیدن آہ
خیالم مخوان بالائی موزونست پنداری

ارسلان مولانا قاسم مشہدی

ارسلان تخلص۔ مولانا قاسم نام مشہدی الاصل ہے۔ سید صحیح النسب تہا۔ علامۂ دہر و فہامۂ عصر تہا۔ فن شاعری مین فرد فرید۔ اکبر بادشاہ کے زمانہ مین ہندمین وارد ہوا تاریخ گوئی و خوشنویسی مین وحید تہا۔ چندمدت تک اکبر کی ملازمت مین رہا۔ پہر احمد آباد گجرات مین گیا۔ اور وہان سکونت پذیر ہوا۔ چند روز کے بعد دکن کی سیر کو نکلا اولاً احمد نگر مین پہنچا۔ نظام شاہ بحری نے بڑی خاطرداری و مہمان نوازی کی۔ پہر وہان سے بیجاپور آیا وہان کے بہی والی نے بڑی عزت و آبرو کی۔ چند روز قیام کر کے وہان سے گولکنڈہ مین رونق افزا ہوا۔ یہان بہی بدستور شاہان دیگر تعظیم و توقیر سے ممتاز ہوا۔ اور عبداللہ قطب شاہ نے بہت کچہہ سلوک کیا۔ عطیات و صلات سے سرفراز فرمایا۔ چند روز یہان رہا بعد ازان احمد آباد گجرات مین معاودت کی۔ اس فکر مین تہا کہ وطن مالوفہ روانہ ہو جائے کہ یکایک فوت موعود پہنچا۔ وہین فوت ہوا۔ یہہ حادثہ سنہ ۱۰۱۵ ہجری مین واقع ہوا۔ صاحب صبح گلشن نے لکہا کہ یہہ واقعہ لاہور مین سنہ ۱۰۹۵ ہجری مین۔ اور ہم نے ریاض الشعرا مین دیکہا۔ کہ اسکا مدفن احمد آباد۔ اور

نہین معلوم کہ سنہ مذکور ومدفن لاہو صاحب صبح گلشن نے کس کتاب سے نقل کیا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

من اشعارہ الفارسی

آہ دلم گر اثرے داشتے — شام امیدم سحرے داشتے
گرد سرت گشتی و گردے طواف — کعبہ اگر بال و پرے داشتے

وله

لفظ و معنی بحال من گریند — بی گذرے در کتاب کنم

امداد۔ شیخ غلام حسین برہانپوری

امداد تخلص۔ شیخ غلام حسین نام۔ ہاشمی النسب قادری الطریقہ ہے۔ حافظ گہانسی صاحب کا ہمشیر زادہ تہا۔ آپکا مولد ومنشا برہانپور خاندیس تہا۔ سن تمیز کے بعد کتب درسیہ عربیہ فضلاے شہر سے پڑہین۔ لیاقت استعداد حاصل کی۔ شعر گوئی مین عمدہ سلیقہ پیدا کیا۔ برہانپور سے شہر اورنگ آباد مین آیا۔ جناب میر غلام علی آزاد بلگرامی کے حلقۂ شاگردی مین داخل ہوا۔ آپکی خدمت مین مشق کرتا رہا۔ جناب آزاد کی توجہ و اصلاح سے شعر خوب کہنے لگا خیالات رنگین و مضامین دلنشین ایجاد کرنے لگا مدت تک اورنگ آباد مین رہا۔ نواب نظام الدولہ ناصر جنگ شہید کی ملازمون مین ممتاز تہا۔ ملازمت کے علاوہ امرا کے بچون کو بہی تربیت و تعلیم دیتا تہا۔ شہر کے اکثر معزز امرازادے آپکی خدمت بابرکت مین بغرض استفادہ حاضر ہوتے تہے۔ امرا آپکی کفیل تہے عمدہ طرح سے خدمت و سلوک کرتے تہے۔ نہایت فراغت سے زندگی بسر کرتے رہے۔ آخر اورنگ آباد سے وطن مالوفہ برہانپور روانہ ہوا۔ وہان چند روز زندہ رہا۔ پہر بہشت برین کو رحلت کی۔ آپکی وفات قریب سنہ ۱۱۹۲ ہجری مین ہوئی۔ آپ خوش فکر خوش سلیقہ۔ ظریف الطبع شگفتہ جبین تہے

مزاج مین درویشی و خاکساری تہی درویش دوست و فانی مشرب تہے۔ اکثر اوقات اہل اللہ و اہل دکن کی خدمت مین گزارتے تہے۔

من اشعارہ الفارسی

از تو پنہان میکند آئینہ روی خویش را — ہر کسی منظور دارد آبروی خویش را
گل از باطن صاحبدلان بی قصد فیض — در گرہ بستن نداند غنچہ بوی خویش را

وله

سرگرم الفت من و اغیار بودہ — اے جان عاشقی تو چہ عیار بودہ

وله

بر دامن دلم نہ غبار تعصب ست — چون ساغر بلور ہمہ صاف مشرب ست

وله

گر بصحرا نگہ او چمن آرا گردد — شاخ آہو قلم نرگس شہلا گردد
صندلی رنگ ہے گر سر درمان دارد — درد ہم گرد سر ما بتمنا گردد

وله

دل ز دستم رفت و من ہم قیم ای قاتل بیا — گر براہی من نمی آئی برائے دل بیا

وله

سیر کتاب عبرت ازین باغ می کنم — از داغ دل چو لالہ ورق داغ می کنم

وله

ظاہر شود باو ہمہ رنگ شکست ما — در صورتی کہ آئینہ گیر د زدست ما
ما و الی قلم و مضمون تازہ ایم — در گل زمین صفحہ بود بندوبست ما

وله

ہزار شخص درین شیشہ خانہ امکان — بوحدت تو نمو وند صورت مجلس

وله

در خدمت تو پیر مغان کہنہ بندگیست — عمری بظل عاطفت تاک ماندہ ایم

وله

موج واری دل طپش از آب میخواہیم ما — پارہ بیتابی سیماب میخواہیم ما
دارم عشق نوجوان امداد ما پیرانہ — سیر بادہ گلرنگ در مہتاب میخواہیم ما
در تحیر اشک ما خونین دلان بیوجہ نیست — نرگس تصویر را سیراب میخواہیم ما

وله

اہل گلشن یک قلم پروردہ حسن تو اند — سرو از سر کار والای تو یک تو سرفراز

رونق دہ تخت شرع شاہ نجف ست — روشن کن آفتاب ماہ نجف ست
شاہی خواہی وگر تو راہی جوئی — شاہ نجف است و شاہراہ نجف ست

وله
چون سرزند از کس سخن بیہدہ کر شو — از حرف سبک نیست الم گوش گران را

وله
بداغ ہجر تو اے وای سوختند مرا — بدرہی کہ نباید فروختند مرا
چسان کنم مژہ را وا بسوی روی بتان — نگہ چو جوہر آئینہ دوختند مرا

وله
ہمچو آن طایر کہ بیخود پرزند در باد بند — باکمال اختیار خویش مجبوریم ما

وله
از دلش محو کن یارب یاد نسیان مرا — بشکن از خاطر شکستہ ہای پیمان مرا

وله
بالباس سرمہ در چشم خوبان میروم — یا بود بر من نگہ برگشتہ مژگان مرا

وله
اگر گویم کہ چین ابروست آن ابر کمان من — رسد گر تیر چشمش می شود خاطر نشان من
آنہا کہ زلف یار مکرر نوشتہ اند — ہر سطر این مسودہ ابتر نوشتہ اند
امداد مردمیکہ بدرد اند آشنا — مضمون اشک از ہمہ بہتر نوشتہ اند

مستزاد امداد

سازی تو حیا بہانہ در خون بطپیم ✤ اے باغ نگاہ
بر سر زنی کلی و ما داغ شویم ✤ خورشید و ماہ
این مسئلہ از کدام ملت ای یار ✤ از بر کردہ
تسبیح رقیب و ما زیاد رویم ✤ سبحان اللہ

چو مو شد ناتوان دیوانہ زلف گرہ گیرش — وله — توان از شانہ سنبل کشیدن پا ز زنجیرش

نمیدانم چسان از پردہ حسنش چہرہ بکشاید
میان چو کلک مانی یک قلم شد صرف تصویرش

اقدس میر رضی شوستری

اقدس تخلص - میر رضی نام - سادات شوستر سے ہین - آپکے والد یا جد اُس ملک مین شیخ الاسلامی کے خطاب سے مخاطب تھے - آپکی ولادت ۱۱۲۱ہجری مین شہر شوستر مین واقع ہوئی - نشو و نما کے بعد علوم و فنون کی تحصیل مین مشغول ہوئے - اُنیس ۱۹ برس کی عمر مین فاضل کامل ہوئے - تحصیل کے بعد آپکو سیر و سیاحت کا شوق ہوا - اوّلاً عراق عجم و عرب کا سفر اختیار کیا - ہر ایک شہر و دیار کے علما و فضلا سے ملا اور اُن کے درس و تدریس کے حلقون مین شریک ہوتا رہا - ہر ایک انجمن سے فائدہ ہر ایک نشیمن سے استفادہ پایا اور ہر ایک خرمن سے خوشہ اور ہر ایک خوان سے توشہ لیا - ثانیاً ہندوستان کی سیر کا ارادہ کیا ۱۱۴۹ہجری مین بندر بصرہ سے سوداگرون کے ہمراہ بندر سورت مین آیا - چند روز سورت مین قیام کر کے براہ دریا بنگالہ روانہ ہوا - بنگالہ مین پہنچکر نواب شجاع الدولہ ناظم بنگالہ سے ملاقات کی - ناظم نے آپکی بڑی تعظیم و توقیر کی نہایت عزت و آبرو سے رکھا مہمان نوازی و غریب پروری کا حق پورا ادا کیا سعدی علیہ الرحمہ کے شعر پر کاربند ہوا

ع بزرگان مسافر بجان پرورند — کہ نام نکوئی بعالم برند

میر رضی نہایت دلجمعی و اطمینان سے مدت تک نواب صاحب کی مصاحبت مین رہا نواب صاحب کے انتقال کے بعد نواب شد قلیخان بہادر رستم جنگ مخمور کے ہمراہ دکن مین آیا - حضور بندگانعالی نواب آصفجاہ مرحوم کی خدمت مین ملازم ہوا - اہل مناصب کے زمرہ مین شریک کیا گیا - ماہوار صرف مایحتاج کے لئے ساٹھ روپئے مقرر ہوئی تھی - چونکہ خاطر خواہ ترقی نہین پائی تھی اسوجہ سے کشیدہ خاطر و رنجیدہ دل ہو کر کمال ہمت

واستقلال سے استغنا و بی پروائی کا دامن ہاتھہ مین تہا مگر گوشہ نشینی اختیار کر لی تہی امرا کی خدمت مین آنا جانا بالکل ترک کر دیا تہا۔ آخر عہد مین نواب آصفجاہ مرحوم نے دارالانشا کی خدمت تجویز کی مگر اقدس نے منظور نہین کی۔ حضور سے ارشاد ہوا کہ ما بدولت کی ملاقات کے لئے ہفتہ مین ایکبار آیا کرو اقدس نے قبول کیا۔ اور عرض کیا اس شرط پر کہ ایک شخص کی سفارش کرتا رہونگا۔ بندگانعالی نے منظور فرمایا۔ ملازمت باریابی کا دن سہ شنبہ تہا۔ روز مذکور مین میر رضی کے مکان پر اژدہام خلائق ہوتا تہا۔ میر رضی نے مقرر کیا تہا جو سب سے اول پہنچے اسروز اُسکی سفارش کرتا تہا۔ مدۃ العمر یہہ سلسلہ برابر جاری رہا اکثر حاجتمند رضی کے ذریعہ سے اس سرکار دولتمدار مین فائز المرام ہوئے۔ آصفجاہ ثانی کے زمانہ مین دس ہزار روپیہ محاصل کے جاگیر سے سرفراز ہوا تہا۔ شہر حیدرآباد مین رضی کا دولتخانہ ایرانی گلی مین اور امام باڑہ پورانی حویلی کے قریب تہا۔ فی زماننا اصل مکان تو باقی نہین رہا۔ مگر اُسی مقام مین میر عالم کی بڑی بڑی عمارتین قائم ہین۔ اور امام باڑہ والاوہ بدستور قایم اتبک موجود ہے۔ شہر مین ہر ایک شخص رضی کے الاوہ سے واقف ہے الارضی علوم و فنون مین مشہور و معروف۔ اور فضائل و کرائم سے موصوف۔ خوش تقریر و خوش تحریر فصاحت و بلاغت مین بےمثل۔ طاقت لسانی و عذوبت بیانی مین بےبدل تہا۔ علما و فضلا کی مجالس مین مسائل حکمیہ و نکات علمیہ کو اُس خوبی و آسانی سے بیان کرتا تہا کہ حاضرین مجلس محظوظ و مستفیض ہوتے تہے۔

ادیب کامل و شاعر فاضل ناظم و ناثر تہا۔ فارسی و عربی مین نثر بامحاورہ لکہتا اور نظم بہی دونون زبانون مین نہایت ہی مرغوب موزون۔ کیا نظم و کیا نثر بغیر سوچے سمجہے لکہتا تہا۔ جو فقرہ یا مصرع آپکے قلم سے نکلتا تہا وہ دلچسپ و دلپسند ہوتا تہا۔ آپکے

آپ کے اشعار لالی آبدار و در شاہوار ہین۔ اب ہم گزارش کے رشتہ مین پروتے ہین تاکہ شائقین اونکو قوت ناطقہ کے گلے کا ہار بنائین۔

من اشعارہ الفارسی

آسمان تا طرح دل بیتاب ریخت		ازسر کلک قضا یک قطرۂ خون نا ریخت
نشئہ جز بیقراری نیست اندر بزم عشق		در قدح ساقی بجای می مگر سیماب ریخت
سالکان را حیرت از باسائش چہ کار		خامہ کی در دیدۂ تصویر رنگ خواب ریخت
شوخ چشمی بسکہ دارد ساقی دوران شعار		شب نمک در جام می از پرتو مہتاب ریخت
سطرہای صفحۂ مضمون حبابیا شد مگر		خامہ طرح وصف کج رفتاری حباب ریخت
سیل از ہرجا کہ خیزد مقصدش دریا بود		عشق طرح منزل دریای دل بیتاب ریخت
نرم شو گر سخت رویان کار صورت گیر نیست	ولہ	خامۂ فولاد ہرگز لائق تصویر نیست
نباشد خودنمائی مردم افتادہ از پا را	ولہ	گر رنگینی نباشد سایہ گلہای رعنا را
ظالم از عربدہ بار ستم خویش کشد	ولہ	عقرب از کجروشی بر سر خود نیش کشد
رفتہ رفتہ ظلم گردون بیشتر از عدل شد	ولہ	این کمان از بسکہ کج ماند آخر خانہ کرد
ریاضت در جہاد نفس باشد حربۂ مردان	ولہ	خوش آن پہلو کہ از ترکش نہد نقش بوریا گردد
سخت رویان فارغ اند از کاوش اہل جہان	ولہ	در زمین سخت سہم کندن بنیاد نیست
دولت بی رنجگان سرمایۂ سنگین دلی است	ولہ	خاک چون یاقوت گردد سنگ خارا می شود
تا چند بار خاطر دلہا توان شدن	ولہ	یک چند سیر کشور نسیانم آرزوست

میر رضی موصوف کے دو فرزند تہے ایک میر ابوالقاسم المخاطب بہ میر عالم بہادر دوم میر زین العابدین میر عالم بہادر اولا بعہدۂ وکالت فیمابین سرکار آصفیہ و انگلشیہ مقرر تہا

ارسطو جاہ مدار المہام سرکار عالی نظام کے فوت ہونیکے بعد عہدہ مدار المہامی پر مامور ہوا۔ آخر ۱۲۱۶ھ ہجری مین فوت ہوا۔ اولاد ایک فرزند میر دوران عالم شباب مین والد ماجد کے حیات مین فوت ہو چکا تہا۔ اور دو لڑکیان تہین دونون منیر الملک بہادر کے عقد مین آئین۔ ایک کے مرنیکے بعد دوسری۔ فرزند دوم میر رضی مرحوم میر زین العابدین ٹیپو سلطان کی سرکار مین ملازم تہا المتوفی ۱۲۱۳ھ ہجری بمرض سرسام۔

دونون کا حال محبوب الزمن تذکرہ امرا و وزرائے دکن مین مفصل لکہا گیا ہے۔

امیر۔ سید امیر حیدر بلگرامی نزیل اورنگ آباد

امیر تخلص۔ امیر حیدر نام۔ آپ میر نور الحسین بن میر غلام علی آزاد بلگرامی کے خلف الصدق مین۔ آپکی ولادت شہر بلگرام مین دس تاریخ ماہ جمادی الاول ۱۱۶۵ھ ہجری مین واقع ہوئی۔ جد بزرگوار آزاد نے تاریخ ولادت کہی ہے ؎

بفرزند من میر نور الحسین پسر داد خلاق عالیجناب
خرد سال تاریخ میلاد او رقم کرد صاحب شرف آفتاب

سن شعور کے بعد ۱۱۷۹ھ ہجری مین حسب الطلب جد بزرگوار ہمراہ میر اولاد محمد خان ذکا اورنگ آباد مین آئے۔ جد بزرگوار کے سایۂ عاطفت مین تربیت و تعلیم پائی۔ چند مدت کے بعد فارغ التحصیل ہوئے۔ جمیع علوم و فنون مین عمدہ مہارت حاصل کی۔ مسائل فقہیہ کے استخراج مین قوت اجتہادیہ پیدا کی۔ جزئیات فقہ پر زیادہ واقفیت تہی ہزارہا مسائل مستحضر تہے۔ دار الامارہ کلکتہ مین خدمت افتا پر مقرر تہے۔ سولہ برس تک افتا کا کام نہایت خوبی کے ساتہہ انجام دیتے رہے۔ حکام وقت و رعایا آپ سے

نہایت خوش تہے۔ آپ مقبول خالق و عزیز خلائق تہے۔ شعر گوئی و انشا پردازی فارسی مین بہی بے نظیر تہے۔ خوش تحریر و خوش تقریر تہے۔ آخر ترپن سال کی عمر مین ۱۲۱۷ھ ہجری مین کلکتہ سے عظیم آباد روانہ ہوئے۔ مرشد آباد مین پہنچکر آخرت کا سفر اختیار کیا قالوا انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ہیر پرشاد باد فروش نے آپکی رحلت کی تاریخ کہی ؎

واویلا امیر حیدر رفت ۔ آپکی تصانیف سے منتخب الصرف و منتخب النحو و تاریخ اکبری یادگار ہین۔

من اشعارہ الفارسی

تاج نام حق بود بر تارک دیوان ما سرنوشت از بد بسم اللہ بر عنوان ما

ولہ

با تنگ ظرفان عالم نیست مارا اختلاط شیشہ نتواند شدن دام پریزادان ما

ولہ

یار آئینہ خود ساخت سراپائے مرا قابل صورت خود دید ہیولائی مرا

ولہ

حکمتے در دوست باشد نرگس دلدار را از نگاہے مید ہد صحبت من بیمار را

ولہ

نمی باشد شکیبا ہمنشین جویای صحبت را ندارد گر کسے از سایہ یاری میکند پیدا

ولہ

از چمن امروز رخصت می شوم عازم گل وام صیادیم ما

ولہ

عنایت کن ز چشم خویشتن ساقی شراب امشب روم تا در چمن چون غنچہ نرگس بخواب امشب
امیر آن نے سوار ماہ سیما در خرام آمد سر دیگر فوج اختر ہا شتابد در رکاب امشب

ولہ

در سر زلف بتان بر من چہ آفتہا گذشت حیف سیر ملک ہندوستان بخبتہا گذشت
صبح پیری آمد و فصل جوانیہا نماند چشم را وا کن کہ وقت خواب غفلتہا گذشت
سرو بالا نازنینی در نظر آمد امیر از خرام قامتش بر من قیامتہا گذشت

ولہ

شب کہ در میخانہ ہر لب تشنہ ساغر نوش بود عالم آب از طلوع ماہ من در جوش بود

این نگویم که مرا از قفس آزاد کنید	وله	در چمن موسم گل نام مرا یاد کنید
بسکه شبہا عصای من لبریز از غم گشته بود	وله	پیکرم از پائے تا سر نخل ماتم گشته بود
پریشان می شود ہر کس که در کوئے تو می آید	وله	بزلف شوخ می نازم که بر روئے تو می آید
در عدم ہم درد و داغ عشق باشد بیشمار	وله	طفل چون پیدا شود اول بگرید زار زار
بر عاشق خود ظلم و بر اغیار ترحم	وله	نا منصفی طبع شما را چکند کس
صفحه رخسار او با خالہا ہمراہ خط	وله	زینت دیگر دہد ہمچون کتاب با نقط
پیش آن شمع رخ جا رقص کنان برخیزم	وله	کم ز پروانه از سر جان برخیزم
چشم سلمان منتجب نگرد سوئے امیر		صبح محشر که من از خواب گران برخیزم
چه شد ار شمشیر خونریزت سلامت را نمی خواہم	وله	تا اسیر شکن طرۂ جانان شده ام
ہر که بے مغز است نتوان داشت زو چشم امید	وله	آرزوی باده زنہار از تہی مینا مکن
رود دولت ز ارباب غنا آہسته آہسته	وله	که زائل می شود از مس طلا آہسته آہسته
بزرگان را بود دائم بکف سررشته تمکین		گذارد فیل در رفتار پا آہسته آہسته
عندلیب قفسم باد بہاران مددی		بال و پر ریخته ام سوی گلستان مددی
ہمچو ماہی که فتد دور ز سرچشمه آب		تشنگی می کشدم چاہ زنخدان مددی

ارشد میر غلام علی اورنگ آبادی

ارشد تخلص۔ میر غلام علی نام۔ سادات رضوی سے تہا۔ صحیح النسب۔ نسب کا سلسلہ سترہوین پشت مین سید شجاع المدنی الکرمانی سے پہنچتا ہے۔ اور سید شجاع گیارہ واسطے سے حضرت امام علی بن موسیٰ الرضا سے ملتا ہے۔ آپکا مولد و منشا شہر اجین

صوبہ مالوہ ہے آپکی ولادت کا مادۂ تاریخ {نیک بخت ازلی} ہے آپنے سنہ شعور کے بعد شیخ نظام الدین ویہاپوری اعظم شاہی کی خدمت مین علم و فضل حاصل کیا۔ آپکی آبا و اجداد کرام کا اصلی وطن سنام ضلع سرہند تہا۔ آپکے والد ماجد میر محمد سعید و جد امجد میر محمد شاکر عالمگیری منصبدار تہے ضلع اجین مین فوجداری خدمتون پر مامور تہے۔ آپنے اپنا سجع مع نام والد و جد موزون کیا ہے نہایت ہی عمدہ و خوشنما ہے ؎ تا کرم بخت سعیدم کہ غلام علی امام۔ میر محمد جعفر آپکے نانا تہے وہ بہی عالمگیری زمانہ مین برار کے صدر تہے۔ پہر مالوہ مین اسی خدمت پر گئے آخر شہر اجین کے قاضی ہوئے۔ امانت و دیانت دار تہے۔ بادشاہ کے نزدیک ذی اعتبار و ذی وقار تہے۔ میر ارشد بہی بادشاہ کی طرف سے موروثی عہدۂ قضا پر سرفراز ہوا مدت تک اسی خدمت پر مامور رہا۔ پہر سنہ ۱۱۷۵ ہجری مین وطن سے شہر اورنگ آباد مین آیا۔ اور یہان سکونت پذیر ہوا۔ سلسلۂ قادریہ مین شاہ محی الدین بن قاضی سید احمد سنامی کا مرید تہا یہان شاہ عبد القادر بن شاہ محمد صادق اللطیفی الملتانی القادری کا بہی طالب ہوگیا چند روز مستفید ہوتا رہا۔ پہر آخر مین حضرت شاہ فخر الدین الترمذی الحسینی سے فیضیاب ہوا۔ اسی سنہ مذکورہ مین امیر الممالک کے لشکر سے نواب مؤتمن الدولہ درگاہ قلیخان بہادر اورنگ آباد مین رونق افزا ہوئے۔ ارشد نے آپکی خیر مقدم مین یہ قطعہ پیش کیا ؎

ناظم عصر چو آمد بخجسته بنیاد	شکر درگاہ الہی ز حد افزون باشد
دوحۂ گلشن دولت که بظل کرمش	خلق از آفت دوران ہمه مامون باشد
شاد در بزم لقائش دل احباب مدام	دشمن او بمصیبت کده محزون باشد
باد در حصن نگہبانی ایزد محفوظ	مثل آن نقطه که در دائرہ نون باشد
خواست ارشد ز خرد سال قدومش فرمود	قدم مؤتمن الدوله ہمایون باشد

ارشد مدت تک نواب صاحب کی رفاقت مین رہا۔ نواب صاحب ارشد کی بڑی عزت و آبرو کرتے تہے آخر نواب صاحب غرہ رجب سنہ ۱۱۷۶ ہجری مین اورنگ آباد کی صوبہ داری سے معزول ہوئے۔ ذیحجہ پانچوین تاریخ سنہ مذکور اورنگ آباد سے نظام آباد مین رونق افزا ہوئے نظام آباد آپکی جاگیر تہی۔ دوبارہ بحالی کا بندوبست ہوا کہ یکایک ۱۸ جمادی الاول سنہ ۱۱۸۰ ہجری کو بعارضہ سرسام فوت ہوئے۔ نظام آباد سے نعش مبارک اورنگ آباد مین لائے۔ اُن کی والد کے مقبرہ مین مدفون کئے۔ ارشد نے نواب مرحوم کی تاریخ مین ایک مصرع لکہا ہے ؏ اہل عالم سینہ چاک از ماتم سالار جنگ ٭ ارشد نواب مرحوم کے بعد نواب اشجع الدولہ بہادر غیور جنگ متخلص غیور کی خدمت مین باریاب ہوا خوشی و خرمی سے زندگی بسر کرتا رہا۔ میر ارشد ظریف الطبع لطیف المزاج شگفتہ جبین تہا پسندیدہ صورت سنجیدہ طبیعت تہا۔ تاریخ گوئی مین بینظیر خوش تقریر و خوش تحریر تہا۔ ائمہ رضی اللہ عنہم کی شان مین بہت قصائد لکہے ہین۔ غزل مین کم فکر ہے۔ محمد اعظم اور اُسکے بیٹے بیدار بخت خان عالم جب شہید ہوئے تاریخ شہادت ایہ کریمہ سے استخراج کیا ؏ ولند خلنھم فی الصالحین۔ اور امیر الامرا حسین علیخان کی تاریخ (رضوان اللہ عنہ) اور اپنے ماموں سید شاکر علیخان کی تاریخ توفنی مسلماً والحقنی بالصالحین) اور فردوس آرامگاہ محمد شاہ کی تاریخ (انی ذاھب الی ربی سیھدین) ہے۔ عزیز الدین عالمگیر ثانی کی تاریخ جلوسی - (ان فضلہ کان علیک) میر شمس الدین نامی کی تاریخ تولد (خورشید دمید) ارشد فارسی و ہندی دونون زبان مین شعر کہتا تہا۔

من اشعارہ الفارسی

عاشقان دیدۂ خود را چمنی ساختہ اند	تا بنظارۂ گلگون ہدفی ساختہ اند

حاصل از طول امل جیست بجز بوالہوسی	مگر از بہر تقید رسنے ساختہ اند
وله	
عشق غالب گشت و دل را جانب آن ماہ برد	این گدا را قسمت آخر بدر آن شاہ برد
وله	
نیست آسان در فراقش زندگی بردن بسر	در خیال قامت جانان قیامتہا گذشت
وله	
کاسہ کاسہ خون دل در باغ گیتی می خورم	حیرتی دارم ندانم لالہ زار کیستم
قدردان من نباشد ہر کس از اہل جہان	صیرفی داند کہ من نقد عیار کیستم

من اشعارہ الہندی

مجکو خبر نہین کہ مرے جی کدہر گیا	گر راہ لی ہے گہر کی تو تحقیق گہر گیا
جس نے دیکہا ہے تری خوبی حسن رخسار	بے توقف کہا سبحان جمالک اے یار
یار میرا ہے ایس حسن کے آرائش مین	مین بہی چشم نظر انداز کو رکہتا ہون سنوار
بات شیرین ہے اُسکی مصری	اسکے دو لب مین شاہد عادل
اس کیفیت کی کیف بسر کسکو نہین	ساقی کے جام سے پیتا ہون مین مدام
سجن یہ رو ہے تیرا رشک سورج اور مہ گل	سیاہ شب تیری ہو اور مشک اور سنبل
نین تیرے مین جیون آہو کے چشم نرگس حور	مین لعل لب تیرے شکر اور آب زمزم و مل

آپ کی تصنیف سے ایک تنبیہ الشائقین فی جلائل محی الدین جیلانی رحمتہ اللہ علیہ تہی اسمین آپنے محبوب سبحانی رضہ کے فضائل اور معترضین رذائل کے اعتراضات کے جوابات مدلل و مکمل لکہے ہین۔ اور اسی رسالہ مین اپنے بزرگان سلف و خلف کے حالات بہی ضمناً بیان کئے ہین۔ آپکا رسالہ نادر الوجود میرے کتبخانہ مین موجود تہا۔ لیکن افسوس کہ موسی ندی کی طغیانی واقعہ سنہ ۱۳۲۶ ہجری مین غرق آب و نذر سیلاب ہوگیا۔ مین نے جسقدر اس رسالہ سے اپنی بیاض مین نقل کر لیا تہا۔ وہی میرے پاس باقی ہے۔ موقع و محل پر ہر ایک واقع کو

بیان کرتا ہون - میر غلام علیؒ رشد حضرت شاہ فخر الدین ترندی کا نواسہ و مرید و خلیفہ تہا -

امیدؔ - قزلباش خان

امید تخلص - میر محمد رضا اصلی نام - قزلباش خان خطاب - ہمدانی الاصل قوم قرائلو سے تہا - عالم شباب مین ہمدان سے اصفہان مین آیا - مرزا طاہر وحید سے تلمذ حاصل کیا - عالمگیر کے زمانہ مین ہند مین پہنچا منصبدار ہوا - شاہ عالم کے زمانہ مین قزلباش خان کا خطاب و جاگیر سے سرفراز ہوا - ہوشیار و تجربہ کار تہا امرا سے ربط و ضبط رکہتا تہا - زندگی عیش و عشرت و حظ و لذت مین بسر کرتا تہا - امرا اسکی بڑی عزت و آبرو کرتے تہے - محمد معزالدین جہاندارشاہ کے عہد مین برہانپور کی دیوانی پر مقرر ہوا چند روز دیوانی کا کام انجام دیتا رہا - پہر امیر الامرا حسین علیخان کے ہمراہ اورنگ آباد مین آیا تہوڑے دن رہکر مبارزخان ناظم حیدرآباد کے ہمراہ شہر مین وارد ہوا - چست و چالاک دلیر و بیباک تہا - جب مبارزخان نواب آصفجاہ کے مقابلہ کے لئے مستعد ہوا تو اُسوقت امید بہی ہمراہ ہوا - معرکۂ جنگ مین خوب لڑا دلیری و بہادری سے خوب کام لیا آخر مبارزخان مقتول ہوا - فوج مین اضطرابی پہیل گئی - بہت سے مقتول ہوئے اور بعض نے فرار کا رستہ لیا - اور بعض آصفجاہی فوج مین اسیر و قید ہوئے - انہین امید بہی تہا - ایک غزل آصف جاہ کی خدمت مین بہیجی آپنے شاہانہ عنایت سے رہا فرمایا - اور بحالی خدمت و جاگیر کا حکم دیا - مدت تک خوشحال و فارغ البال رہا - سفر حرمین شریفین کی رخصت لی - نواب آصفجاہ مرحوم نے نہایت خوشی سے مرحمت کی - ایک سن کے بعد زیارت حرمین سے مراجعت کی - نواب آصفجاہ کی خدمت مین حاضر ہوا - نذر و تبرکات گذرانے

از تذکرۂ شاکین ۱۲

آپنے قبول فرمایا - بدستور سابق خدمت و جاگیر پر بحال کیا - پہر سنہ ۱۱۵۰ ہجری مین نواب آصف جاہ مرحوم دلی بلائے گئے - نواب موصوف فی الفور روانہ ہوئے - امید بہی ہمرکاب تہا - اور سفر بہوپال مین بہی ہمراہ رہا - دلی مین پہنچنے کے بعد چند روز نواب صاحب مرحوم کی خدمت و بندگی مین بسر کیا - جب حضور آصفجاہ نے دکن کی طرف مراجعت کی امید نے دکن سے نا امید ہوکے دار الخلافہ مین سکونت اختیار کی - تحفۃ الشعرا مین افضل بیگ قاقشال نے لکہا ہے کہ حضور آصفجاہ دلی مین امید سے کشیدہ ہو گئے تہے - اسیوجہ سے امید نے آپکی رفاقت ترک کرکے دلی مین سکونت اختیار کی تہی -

امید خوش اخلاق پسندیدہ سیرت شگفتہ مزاج سنجیدہ طینت تہا - ظریف الطبع لطیف الوضع تہا - ذکاوت و چالاکی مین شعلۂ جوالہ و ذہانت و تیزی مین آتش کا پرکالہ تہا - صحبت رنگین کا فریفتہ - یاران نازنین کا شیفتہ تہا - فن شاعری و انشا مین وحید عصر - نازک خیالی مین فرید دہر تہا - ولایت زا تہا مگر ہندیون کی بدولت دوہے و کبت خوب سمجہتا تہا - اور ریختہ زبان مین بہی شعر موزون کرتا تہا - جب تک دکن مین رہا بلند آوازہ رہا - اسیطرح دلی مین بہی تا بزندگی خوش و خرم رہا - امرا زادے اور نوابزادے آپکی بڑی قدر کرتے تہے - ہزار ہا روپئے نذر دیتے تہے - آرام و عیش کے ساتہہ زندگی بسر کرتا تہا - موسیقی ہندی مین خوب ماہر تہا - خوش الحان و خوش آواز تہا - راگ و رنگ کا شائق - رباب و چنگ کا عاشق تہا آپکے مکان پر یاران ہم مشرب کا مجمع رہتا تہا - کبہی مشاعرہ کبہی سماع کا جلسہ ہوتا تہا - ہر روز نوروز ہر رات شب برات تہی - آخر امید سنہ ۱۱۵۹ ہجری مین اس عالم سے نا امید ہوکے بہشت برین روانہ ہوا - میر غلام علی آزاد سے اتحاد و محبت رکہتا تہا میرنے مرحوم کی تاریخ وفات کہی -

خان سخن گستر و سحر آفرین — رخت سفر بست ازین خاکدان
سال وفاتش دل نالانِ من — یافتہ جان دادہ قزلباش خان
۱۱۵۹ھ

لطیفہ - خود امید سے منقول ہے کہ مین ایک روز نواب ذوالفقار خان بن اسد خان وزیر کی خدمت مین گیا اور زمانہ کی شکایت کی - نواب نے فرمایا کہ دنیا کو امید کے ساتھہ کہاتے ہین - مین نے عرض کیا پس آپ کیون میرے بغیر کہاتے ہین - اُسوقت سے نواب نے روزانہ کہانا بہیجنا مقرر کیا - خاص نواب کے دسترخوان سے کئی خوان اقسام اقسام کے کہانون سے بہرے ہوئے آتے تہے فراغت سے احباب کے ساتھہ کہاتا تہا - اور کہلاتا تہا آشنا پرست و مہمان دوست تہا -

من اشعارہ الفارسی

منم آن آہوئے وحشت زدۂ دشتِ جنون — کہ نیاورد بدام الفتِ صیاد مرا
برنگ سرمہ کہ در چشم کور بیقدر ست — کسے بہیچ نگیرد درین دیار مرا
ز آب دیدہ زبس پائے در گل است مرا — سفر بکوئے تو بسیار مشکل ست مرا
بسا کشاد کہ در بستگی شود ظاہر — کلید روزی استاد قفل گر قفل است
پاس لبہائے جگر خون شدہ چون خواہد یافت — چشم مخمور تو خود از ہمہ بیمارتر است
خدا ناکردہ اندوہت چرا از دوستان باشد — شنیدم کلفتی داری نصیب دشمنان باشد
سرگشتگی بعالمم ہست — برگردِ سرت چرا نگردم
خوش وقتے کہ می بالید از جانان بروی دوشم — برنگِ ماہ نو ہر شام می گشت آغوشم
گشت روگردان زبس آبادی از ویرانہ ام — چون کمان حلقہ بیرون شد درون خانہ ام
روشن شود بہ پیش تو چون شمع سوزِ من — یک شب اگر تو ہمنشینی بروزِ من

رباعی

بر درگہ دوست گناہے بخشند — صد سالہ گنہ تمام آہے بخشند
عفو گنہم بنا توانی کردند — زینجاست کہ کوہ را بکاہی بخشند

امیرؔ - امیر احمد مینائی

امیر تخلص - شیخ امیر احمد نام - مینائی نسبت ہے جد اعلیٰ حضرت شیخ مینا لکہنوی کے طرف آپکی نسب کا سلسلہ شیخ موصوف سے بچند واسطہ منتہی ہوتا ہے - حضرت شیخ اولیائے کاملین سے تہے - صاحب کشف و کرامات - جامع الحسنات والبرکات تہے - آپکے ارشاد و ہدایت سے اکثر عام و خاص فیض نعمت و معرفت سے مستفید ہوئے ہین - ابتک آپکے خاندان مین یکے بعد دیگرے ارشاد و ہدایت کی مسند پر جلوس فرما ہوتے ہین - بزرگان سلف سے خلف تک وہی سلسلۂ فیض جاری ہے - حضرت شیخ کی رحلت سنہ ہجری مین واقع ہوئی شہر لکہنو مین آصف الدولہ کے امام باڑہ کے قریب میدان پر فضا مین مدفون ہوئے - فی زماننا آپکا مزار زیارتگاہ خاص و عام ہے - سالانہ عرس ہوتا ہے - فقیر مولف آپکی زیارت و فاتحہ عرس سے مشرف ہوا ہے - عجب مقام نورانی فرودگاہ ملائکہ سبحانی ہے - صاحب ترجمہ کے والد ماجد مولوی کرم احمد تہے - آپکی ولادت باسعادت ۱۲۴۴ھ سنہ ہجری مین ہوئی - آپکا مسقط الراس شہر لکہنو ہے - آپکی نشو نما وہان کی آب و ہوا کے آغوش مین ہوئی - جب سن شعور و تمیز کو پہنچے تحصیل علوم و فنون کے طرف ہمہ تن مصروف ہوئے - اولاً والد ماجد کی خدمت مین مختصرات کتب متداولہ سے فراغت حاصل کی - اور کتب مطولات علوم عقلی و نقلی اساتذہ کملا و علمائے فضلا کی خدمت مین ختم کین - فارغ التحصیل کیوقت شباب کا عالم تہا - درس و تدریس کا شوق دلمین جوش مار رہا تہا - طلبہ کو نہایت محبت و خلق سے پڑہاتے تہے

عربی وفارسی دونون زبانون مین ادیب کامل تھے - چونکہ آپکی طبیعت فطرۃً موزون الطبع
واقع ہوی تھی - آپکا میلان طبع شعروشاعری کیطرف مائل ہوا - طبیعت خداداد وعطیۂ
رب العباد سے مضامین دلکش موزون کرنے لگے - اور اپنے نتائج طبع کو سید مظفر علیخان
تدبیر الدولہ اسیر لکھنوی کے ملاحظہ مین پیش کرنے لگے - اسیر آپکے مضامین پاکیزہ کو دیکھہ
کے حیران ہوتے تھے - اور اصلاح کے زیور سے آراستہ فرماتے تھے - اسیر کو آپکی شاگردی پر
فخر وناز تھا - واقعی اسیر کا فخر بجا تھا - آپکی ذات پر شعروشاعری خود نازان ہے - آپ
لکھنو کے مشاعرون مین شریک ہونے لگے - آپکا کلام نہایت ہی شگفتہ وبرجستہ ہوتا تھا
جب آپ اپنا کلام حاضرین مشاعرہ کو سناتے تھے تب تمام حاضرین واہ واہ کرتے تھے
اور کہتے تھے واہ میان اسیر آپنے تو ایک شہباز بلند پرواز تیار کیا - یہ ہونہار سید ان شاعری
مین خوب پرواز کریگا - عجب نہین کہ مجمع شعرا مین ممتاز ہوگا - تہوڑی ہی زمانہ کے بعد شعر کا
خیال وگمان مرتبہ اذعان ویقین کو پہنچ گیا - یعنی آپ ایسے لائق وفائق ہوئے کہ استاذی
کے مرتبہ کو پہنچ گئے - آپ کا کلام شستہ وصاف وپاکیزہ وشفاف ہوتا ہے - آپکی بندش الفاظ
ونشست معانی ایسی دلچسپ ودلکش ہوتی ہے کہ سامعین کے قلوب پر جادو کا اثر کرتی ہے
قلوب کی وہ حالت ہوتی ہے کہ مضمون پر تاثیر سے وجد کرنے لگتے ہین - جس مضمون مین
ارادہ کرتے ہین وہی مضمون آسانی سے ایسی خوش اسلوبی وخوبی کے ساتھہ موزون فرماتے ہین
گویا مضمون کا مصداق دکہا دیتے ہین - مثلاً اگر تصوف و وحدت الوجود یا نعت رسول محمود
ومعشوق حقیقی کے خط وخال کی تعریف - یا بہار وخزان کی توصیف یا بخت واقبال کی خوبی
یا بدبختی وادبار کی برائی بیان کرین تو واقع کے مطابق معانی ذہنیہ وصور علمیہ کا سمان نمایان
کردیتے ہین - آپکے کلام الہام التیام کی جسقدر تعریف کی جائے کم ہے - ممکن نہین کہ کوئی

ادا کر سکے - پس مین یہہ کہتا ہون کہ آپکے کلام کی تعریف محدود کرنا ممنوعات سے ہے
جب آپکی لیاقت وجادو بیانی کی شہرت بلند آوازہ ہوئی - اور آپکی شاعری کا شہرہ
اکناف واطراف مین شایع ہوا - تب شایقین کلام آپکے حلقۂ تلمذ مین دور دور سے
آنے لگے - اور آپکی اصلاح سے کلام کو مزین کرنے لگے - اسیطرح رؤسائے ہند آپ کو
خواہش سے طلب کرنے لگے - ہر ایک رئیس چاہتا تھا کہ آپ میری ریاست مین آئین
اور اپنے فیض سے طالبین کو مستفید فرمائین - آپ درویش صفت وقناعت پرست تھے
دنیا ومافیہا کی طرف رغبت کم رکہتے تھے - جاہ وحشمت کے خواہان نہین تھے -
آپکا دل قناعت کی دولت سے مالا مال تہا - آپ چند مدت واجد علیشاہ بادشاہ کے
دربار مین باریاب ہے - ہنگامۂ غدر کے بعد نواب محمد یوسف علیخان بہادر والی رامپور
نے آپ کو طلب فرمایا - آپ حسب الطلب لکھنو سے رامپور آئے - نوابصاحب نے
آپ کی تعظیم وتوقیر وخاطر داری مین ایک دقیقہ فروگذاشت نہین فرمایا - اور آپکیلئے
معقول تنخواہ مقرر کردی - آپ مدت تک نوابصاحب کی خدمت مین رہے - فراغت
سے زندگی بسر کئے - اور اپنی عمر کا بڑا حصہ بسر کیا نہایت آرام وفراغت سے رہے - تالیف
وتصنیف مین مشغول رہتے تھے - اور اوقات معینہ پر نوابصاحب کی خدمت مین بہی
آمد ورفت کرتے تھے - آپ نوابصاحب کی مجلس کے روشن چراغ تھے - آپ کی ذات سے
مجلس کی رونق بڑہ جاتی تھی -
اعلیحضرت آصفجاہ ششم خلد اللہ ملکہ ۱۳۱۸ھ ہجری مین بتقریب ملاقات گورنر جنرل
کلکتہ تشریف لیگئے - ملاقات سے فارغ ہوکے بطور سیر وتفرج بنارس مین رونق افزا ہوے
حسن اتفاق سے حضرت امیر مینائی صاحب ترجمہ بہی وہان تہے - بعض احباب کی تحریک سے

اعلیحضرت سے ملاقات کی۔ اور ایک مدحیہ مسدس تازہ تالیف پیش کیا۔ اعلیحضرت جو قلمرو سخن کے حکمران ہین آپ کے کلام شیرین سے بہت خوش ہوئے۔ اور آپ کی کلام کی داد دی اور آپ کو حیدرآباد تشریف آوری کی دعوت دی۔ آپ طاعۃً وسمعاً حیدرآباد دکن مین آئے۔ اور آتے ہی پیچش سے بیمار ہوئے۔ بیماری کا سلسلہ ایک مہینے تک جاری رہا۔ ہر چند کہ معالجہ کیا گیا۔ کوئی علاج مفید نہین ہوا۔ آخر بمصداق کل نفس ذائقۃ الموت آپ بتاریخ ۱۹ جمادی الثانی سنہ مذکورہ مین اس جہان ناپائدار سے خلد برین روانہ ہوئے۔ قالوا انا للہ وانا الیہ راجعون اور یوسف صاحب شریف صاحب قدس سرہما کی درگاہ مین مدفون ہین۔ آپ نیک نیت و پسندیدہ طینت تہے بعید و قریب و مقیم و غریب کی دلداری ہمدردی مین کوشش بلیغ فرماتے تہے۔ ہر ایک کی حاجت روائی مین دریغ نہین کرتے تہے۔ مریدون و تلامذہ کے ساتہہ حسن اخلاق سے ملتے تہے۔ اور ہر ایک کو اپنی جادو بیانی سے مسخر کر لیتے تہے۔ آپ کی رحلت کے بعد آپ کے فرزند حقیقی مولوی لطیف احمد صاحب والدماجد کے ہمراہ یہان آئے تہے۔ اور نیز مرحوم کے ایک نامور شاگرد رشید مولوی جلیل حسن صاحب جلیل ہمرکاب تہے۔ جو بے سروسامانی کے عالم مین نہایت استقلال کے ساتہہ متوکلاً علی اللہ شہر مین جمے رہے۔ اور امیدوار تہے کہ حضور خلد اللہ ملکہ کیا تجویز فرماتے ہین لیکن اعلیحضرت کو آپکی پرورش کا کامل خیال تہا۔ بمصداق کل امر مرہون باوقاتہا پس اعلیحضرت خلد اللہ ملکہ نے ۱۳۲۸ ہجری مین مولوی لطیف احمد صاحب اختر و مولوی جلیل حسن صاحب جلیل کو پانسو پانسو روپئے ماہوار سے سرفراز فرمایا مولوی اختر صاحب کو ہوم سکرٹری کا مددگار کیا۔ اور مولانا جلیل کو استاد داغ کی جگہ عطا کی۔

دونون بزرگ سراپا خوش اخلاق و خوش اشفاق مین لطیف الطبع و خندان جبین ہین۔ اسی تذکرہ مین آپ دونون بزرگون کا ذکر خیر آئیگا۔ مرحوم مینائی کو لطیف احمد کے سوا اور بہی چار فرزند دلبند ہین۔ محمد احمد۔ مولوی خورشید احمد۔ مولوی مختار احمد۔ مولوی مسعود احمد۔ آپ کے کل باقیات الصالحات لائق فائق و ذی استعداد ہین۔ اللہم سلمہم بالخیر والعافیہ۔ آپ کی سخندانی و سخن سنجی کا آفتاب ایسا چمکا کہ ہند کے بلاد و امصار کو تمام روشن کر دیا اور آپ کے گلدستون و شگوفہائے اشعار رشک گلزار سے شاعرون کے مشاعرے اور سخنورون کے جلسے گلشن بنگئے۔ آپ ہی کے مضامین رنگین و معانی شیرین سے نازک خیالان سخن سنج و نقش بندان بلند آہنگ مستفید ہوتے ہین۔ آپ کے تالیفات سے مسدس و دیوان نعت وغیرہ مطبوع ہوچکی ہین ہندوستان و دکن مین متداول و مین کون ایسا ہے جو آپ کے کلام سے واقف نہوگا۔ بناءً علیہ بطور نمونہ مختصر آپ کے نتائج طبع کو گزارش کرتا ہون۔

ہو ہذہ

الف آدم مین ہے حمد و احمد مین ہے یہ مد کا — سبب یہ ہے کہ وان سایہ تہا یان یہ تہا قد کا

گمان ہوتا ہے جنت سے وہی تراعبا ہو کر — اتہارہ کہا تہا جو اللہ نے سایہ محمد کا

زیارت کو چلون یارب پڑے یہ غل مدینہ مین — غلام آیا محمد کا غلام آیا محمد کا

ولہ

نظر آیا وہ چہرہ ہوتے ہوتے رک گئی وحشت — اٹہائی اُس نے چلون ہوگیا پردہ گریبان کا

وہ زخمی مین تڑپ کیسی چہڑکنا گر نمک قاتل — دہان زخم سے ہم چوم لیتے منہ نمکدان کا

ولہ

بہار آئی ہے اے دست جنون یا عید آئی ہے — گریبان سے گلے ملنے چلا ہے چاک دامن کا

ولہ

بعد مردن شرم عصیان سے ہون ایسا آب آب — خاک سے میرے تیمم بہی وضو ہو جائیگا

وله
بتون کے ظلم سے بہی اپنا مدعا نکلا
کہ منہ سے شکر زبان سے خدا خدا نکلا

وله
سو جہاہے ہجو وی مین یہہ مضمون ور کا
پردے مین دخت رز کی ہے جلوہ حضور کا

وله
گل خود تہے بے ثبات گلستان دہر مین
گلچین غریب مفت مین بدنام ہو گیا

وله
وہ کون تہا جو خرابات مین خراب تہا
ہم آج ہوئے کیا کبہی شباب نے تہا

لحاظ ہم سے نہ قاتل کا ہو سکا دم قتل
سنبہل سنبہل کے تڑپتے وہ اضطراب تہا

شکایت انسے کوئی گالیون کی کیا کرتا
کسیکا نام کسیکی طرف خطاب نہ تہا

وله
زلف آئی ہے لٹک کر رو جانان کیطرف
پاؤن پہیلائے مین کافر نے قرآن کیطرف

وله
آسمان بہر عار ڈہونڈ رہا ہے لیکن
ایک ذرہ نہین ملتی ہے کہین گرد ملال

مہمانی کی یہہ ہے رسم عجب کیا ہے اگر
سامری گاو کرے دعوی موسی مین جلال

وله
مرے آنسو نے مجہکو بخشوا یا
بڑے کام آئے یہہ لڑکے مچل گیا

تیری کا تصور دل محرم مین جو گذرے
ٹہرانے سے قاضی کے نہ ٹہرے کبہی تقصیر

وله
ظاہر مین ہم فریفتہ حسن بتان کے ہین
پر کیا کہین نگاہ مین جلوے کہان کے ہین

وله
گم گشتہ دل کی تا کجا جستجو کرین
ہان اور دل ملے تو تری آرزو کرین

وله
دل ویران میرا آباد رہے
ایسے ویرانے کہان ہوتے ہین

آئی ہے شب ہجر رلانیکے لئے
مین ایک نہین سب کے مٹانے کیلئے

اشکون مین مرے ڈوب رہا ہے عالم
آنکہین مری روتی ہین زمانے کے لئے

مسدس

آج کیسا اس آیا انقلاب آسمان
کر گیا تسکین خاطر اضطراب آسمان

اُٹہہ گیا آنکہون کے آگے سے حجاب آسمان
گر گئے نظرون سے ماہ و آفتاب آسمان

اپنی گردش دیکہکر خود آسمان چکرا گیا
گردش چشم حسینان کا ہمین لطف آگیا

لی مقدر نے یہ کروٹ یا کسی ادبار نے
رخ سے برقع کو ہٹایا شاہد اسرار نے

لیلیا بوسہ جبین کا دولت بیدار نے
منہ چہپایا دامن اقبال مین ادبار نے

باغ امکان مین بہار کامرانی آگئی
پیر گردون پر نئے سر سے جوانی آگئی

رنگ عالم دیکہئے اب ہے وہ زینت اور ہے
کیا یہ نیرنگی کوئی سمجہے حقیقت اور ہے

کل تو تہی کچہہ اور صورت آج صورت اور ہے
دل کو حیرت اور ہے آنکہون کو حیرت اور ہے

رات سے دن ہو گیا اب کیونکر ہو گیا
زلف سمٹی چاند سا چہرہ منور ہو گیا

کون گہر سے اسطرح نکلا ہے نکلے جیسے ہم
سر پہ گرد راہ چہائی صورت ابر کرم

دل سے نکلی آرزو نہ نکلا جگر سے خار ہم
دست ہمت نکلے کانٹون نے لئے اپنے قدم

صبح غربت ہے کہ خود آغوش پہیلائے ہوئے
شام غربت ہے کہ لیلی زلف بکہرائے ہوئے

امتیاز میر محسن مدراسی کرناٹکی

امتیاز تخلص - میر محسن نام مدراسی الاصل ہے - جامع فضل و کمال منشی بے مثال تہا - انشا پردازی عبارت نویسی مین مرزا عبدالقادر بیدل کی پیروی کرتا تہا - اور بیدل کی طرز خاص کا معتقد تہا - عزلت نشین دنیا و مافیہا سے متنفر تہا - گوشۂ عزلت سے بے ضرورت

کبھی قدم باہر نہین رکھتا تہا۔ اکثر اہل مدراس کو درس و تدریس سے مستفید کرتا تہا۔ مولانا رائق مصنف صبح وطن آپکے تلامذہ مین سے ہے۔ شاعر خوش گو و شیرین خو تہا۔ اُس کے کلام سے شیرینی و رنگینی عیان ہے آخر سنہ ۱۱۹ ہجری مین جہان فانی سے ملک جاودانی کو روانہ ہوا

من اشعارہ

از عدم رنگین کفن گردیدہ می آمد برون — غنچہ میدارد مگر در سینہ پیکان ترا

حسن شوخ آئینہ ہا بر طاق مژگان چیدہ است — این چمن طبعان نگہ را دستہ بند گل کنید

گرد راہ ما غزالان را سواد دیدہ شد — تا خراب ناز چشم سرمہ سا گردیدہ ام

آثم۔ سید ابراہیم حیدرآبادی

آثم تخلص۔ سید ابراہیم نام۔ آپکا اصلی وطن حیدرآباد دکن ہے۔ آپکی تربیت و پرورش اسی شہر مین ہوئی۔ آپنے عالم شباب کے شروع مین کتب درسیہ فارسیہ مین بقدر ضرورت استعداد حاصل کر لی۔ موزون الطبع و خوش فکر تہے۔ شعرگوئی بہی شروع کی موزون کرنے لگے۔ کلام درست و سنجیدہ ہوتا ہے۔ فی الحال آپکی عمر قریب پچاس برس کے ہوگی

من اشعارہ الہندی

مضمون بنا ہے دل مین مرے زلف یار کا — رکہا ہے مین نے نافہ مین نافہ تتار کا

فرقت مین بعد مرگ بہی آنکہین کہلی رہین — کیا پوچہتے ہو حال شب انتظار کا

کیا خوب فاتحہ کا بہانا ملا انہین — تعویذ تک مٹا گئے آکر مزار کا

سنکر غم فراق تجاہل سے کہتے ہین — اب کہئے کیا ہے حال دل بیقرار کا

آثم وہ رکہے نور مین یا پہینکے نار مین — جو حکم ہے بجا ہے مرے کردگار کا

اشک سید جمال الدین لکہنوی

اشک تخلص۔ اشک تخلص سید جمال الدین حیدر نام ہے۔ لکہنوی الاصل ہین آپکے بزرگ نواب مبارز الملک سربلند خان صوبہ ارکاٹ کے قرابتدار تہے۔ آپ ذی استعداد و لائق ہین شعر و شاعری مین بے نظیر ہین۔ آپکا کلام شستہ و سنجیدہ ہے مطالعہ سے لطف و مزہ آتا ہے۔ آپکو مولوی شیخ محمد بخش شہید لکہنوی سے تلمذ حاصل ہے۔ آپ صاحب دیوان ہین آپکا دیوان مسمی باسم تاریخی دستور الشعرا مطبوع ہو گیا ہے آپکی عمر تخمیناً ستر برس کی ہوگی۔ آپ کو لکہنو چہوڑے ہوے تخمیناً چالیس برس کا زمانہ گذرا ہے۔ چالیس برس سے حیدرآباد مین سکونت پذیر ہین۔ سرکار عالی نظام مین منصب مناسب پر ممتاز ہین۔ خوشحال و فارغ البال ہین۔ خوش خوراک و خوش پوشاک ہین۔

من اشعارہ الہندی

ہو گئی بخشش کی صورت جب ندامت بڑہ گئی — اجتماع قالب جان ہوتے ہوتے رہ گیا

دیکہئے آزاد ہون اُن کے اسیر — آج بہی وا قفل زندان ہوتے ہوتے رہ گیا

ولہ

ہو گئی بخشش کی صورت جب ندامت بڑہ گئی — جسقدر عصیان بڑہے اُتنی ہی رحمت بڑہ گئی

چل گئی دلبر چہری دیکہا جو اُسنے ناز سے — قتل کے سامان ہوئے جسدن عنایت بڑہ گئی

بعد مردن بہی دکہایا تیرہ بختی نے اثر — یا پگہل کر رہ گئی یا شمع تربت بڑہ گئی

افسر۔ سید احمد حیدرآبادی

افسر تخلص۔ سید احمد نام حیدرآبادی المولد و المنشا ہے۔ آپ فارسی مین عمدہ مہارت

واستعداد رکہتے ہین۔ جولانی طبیعت سے شعرگوئی کے میدان مین تیز قدم ہین۔ مزاج مین چستی کلام مین شوخی ہے۔ جو کچہہ کہتے ہین خوب مرغوب ہوتا ہے۔ نواب میر عباس حسین خان شمشاد حیدرآبادی سے اصلاح لیتے ہین۔ صاحب دیوان ومثنوی ہین۔ آپکا کلام صاف وشستہ وبامحاورہ ہے۔ رفتہ رفتہ درجۂ استادی کو پہنچ جائینگے۔ فی الحال آپکی عمر تقریباً پینتیس چھتیس ہوگی۔ خدائے تعالی خوش وخرم رکہے۔

من اشعارہ الہندی

اپنی سلامتی کا دوگانہ ادا کرے
ظالم نے کی قبول قدم دیکھنے کی عرض
احسان نہ رہا فرط خوشی بخت رسا کا
اندیشۂ شب وصل عدو کہنے کا بیجا
ہے شوق کی افزائش الفت مین فنا ہونا

ولہ

خط دیکے نامہ بر نہو سائل جواب کا
ہوا یا میری آنکہہ سے حلقہ رکاب کا
وان جاکے مجھے ہوش نہین ہے سر پا کا
یان ضعف سے اٹہتا ہی نہین ہاتہہ دعا کا
جان سیکھتی ہے دل سے قربان ادا ہونا

الفت۔ محمد جمال الدین مدراسی

الفت تخلص۔ محمد جمال الدین نام۔ آپ مولوی تاج الدین بہجت مدراسی کے خلف الصدق ہین۔ آپ مدراسی المولد ہین۔ آپنے والد ماجد سے کتب درسیہ تحصیل کین۔ ذی استعداد ولائق ہوئے۔ شعرگوئی وسخن سنجی کا شوق ہوا۔ شعر موزون کی مشق والد ماجد سے کرتے رہے۔ چندروز کی اصلاح سے کلام درست ہوگیا۔ کلام سے پختگی وشستگی ظاہر ہونے لگی۔ آپکا کلام نعت وحمد مین ہے۔ آپنے اکثر قصائد حمد ونعت مین لکہے ہین۔ اور بزرگان عظام واولیا کرام کی مدائح مین بہی موزون کئے ہین

جناب الفت نے خوب کیا توشۂ عقبی ہے۔ آپکی عمر قریب ساٹہہ برس کے ہے پیشتر ریاست حیدرآباد مین سرکاری خدمت پر مامور تہے۔ اب بسبب کبرسنی وظیفہ خوار ہین درس تدریس فرماتے ہین۔

من اشعارہ الہندی

ہے روکش بستان جہان کوئے محمد
والشمس ہے تفسیر دو رخسارۂ انور

رونق وہ گلہائے جہان روئے محمد
واللیل ہے تعبیر دو گیسوئے محمد

من اشعارہ الفارسی

حکام جہان تابع فرمان محمد
چون شرح دہم منزلت رفعت والا
پاسنگ بود ثقل گناہان تو الفت

شاہان جہان اند گدایان محمد
نہ چرخ برین پایۂ دیوان محمد
بس ہست گران پلۂ احسان محمد

احسان۔ میر عباس علیخان حیدرآبادی

احسان تخلص۔ میر عباس علیخان نام۔ آپ نواب سہام جنگ کے فرزند ہین۔ آپ حیدرآبادی المولد ہین۔ آپنے فارسی کتب پڑہ کے بقدر ضرورت لیاقت پیدا کی مگر عالم طفولیت سے شعرگوئی کا شوق تہا اکثر استادون کے دواوین فراہم کرکے اُن مین سے ہزارہا اشعار یاد کرلئے۔ اور آپ بہی طبیعت کی صفائی اور فکر کی رسائی سے شعر موزون کرتے تہے۔ کلام سلیس وبامحاورہ ہوتا تہا۔ خوش خلق وخوش مزاج تہا۔ خوش خوراک وخوش پوشاک تہا۔ راتدن لہو ولعب مین مشغول رہتا تہا۔ مرغ لڑانا۔ کبوتر اڑانا۔ مرغبازی وکبوتربازی مین ہزارہا روپیہ صرف کرتا تہا۔ پتنگ بازی کا فریفتہ تہا۔ ایک کبوتر اور مرغ سو روپیہ کو لیتا تہا۔ منیر الملک بہادر اور امین الملک کے ہاتہہ

فروخت بھی کرتا تھا۔ آپ کو ہجوگوئی کی استعداد تھی جب چاہتے تھے کسیکی بھی
ہجو کہدیتے تھے۔ لچھمی نراین صاحب تخلص اورنگ آبادی نے اعظم الامرا بہادر کے
نسبت چند اشعار نامناسب لکھے تھے۔ آپنے اوسکا رد کیا اعظم الامرا کی سرکار مین
جاگیر و انعام سے سرفراز ہوا۔ آخر سنہ ۱۲۳ ہجری مین عالم ہستی سے عدم کا سافر ہوا

من اشعاره

آستین سے تری باہر جو کلائی ہوتی
نہ کام اس چرخ دون پرور سے نکلے
فلاطون سا مدبر تہا سو بہولا
پر اسپر بہی ارسطوجاہ دانا
کرے کیا فوج نے اسکو ندہی تن
سورن کو جیت کر اب سرخرو ہو
اڑا دون یہان سے یون مضمون صاحب
نہ سمجہانا قیامت فہم اتنا
تو پہر کیا حال ہووے دشمنو نکا
نکل آیا وہ یون خورشید تابان
یون نکلا کفر سے وہ اسم اعظم
ریاست پہر نئے سر سے جو چمکی

وله

شمع فانوس سے باہر نکل آئی ہوتی
مگر شاہنشہ قنبر سے نکلے
نہ جسکا اب کوئی ہمسر سے نکلے
بڑی فطرت مین اسکندر سے نکلے
مگر جو خال ادہر سے نکلے
قسم ہے لالہ احمر سے نکلے
خزف جسطرح کسی گوہر سے نکلے
کہ جب وہ شیر نر اودہر سے نکلے
کہ آہ شعلہ زن ہر سر سے نکلے
کہ مہ بدلی کی جیسے کہر سے نکلے
شرر جون چیر کر پتہر سے نکلے
چراغ خضر ہر ایک گھر سے نکلے

تری تضمین پر تحسین احسان
محبت حیدر و صفدر سے نکلے

آزاد۔ ابو الحمید لکھنوی سلمہ اللہ

آزاد تخلص۔ ابو الحمید نام۔ آپکا اصلی وطن لکھنو ہے۔ آپنے سن شعور کے بعد
فارسی عربی مین بقدر ضرورت استعداد حاصل کر کے شعرگوئی کی طبع موزون و خوش فکر
تہے۔ خوب کہنے لگے۔ نواب مرزا خان داغ دہلوی سے اصلاح لینے لگے۔ جناب
داغ کی عنایت و توجہ سے لائق شاعر ہوگئے۔ کلام سلیس و بامحاورہ ہے۔ ایہام و مبالغہ
سے پاک و صاف ہے۔ آپ چند سال سے سرکار عالی نظام مین ملازم ہین۔ خوش خلق
و نیک سیرت ہین۔ عمر تقریباً چالیس پچاس برس کے ہے۔

من اشعاره الہندی

وان سب افراد صرف بیت و ریت ہوگئی
یا غضب آیا ستم ٹوٹا قیامت ہوگئی

واہ اے نیرنگئی قدرت ترا ممنون ہون
وہ تماشائی ہوا جب مجھکو حیرت ہوگئی

جہوٹے وعدون نے کسیکی کردیا خانہ خراب
منزل دل رہگذار یاس و حسرت ہوگئی

جب تلاش شاہد مقصود مین کہا قدم
رہنمائی کے لئے آگے مصیبت ہوگئی

آج عشق و عاشقی کا ہوگیا جہگڑا تمام
اٹھہ گیا آزاد دنیا سے فراغت ہوگئی

ایما۔ میر حسن علیخان اورنگ آبادی

ایما تخلص۔ میر حسن علیخان نام۔ آپ شرفاء اورنگ آباد دکن سے تہے۔ صاحب
فضائل و کمالات تہے۔ شعرگوئی مین لائق اقران و امثال مین فائق تہے۔ آپکا
کلام فصاحت و ملاحت مین ڈوبا ہوا ہوتا تہا۔ ہر ایک شعر نزاکت و لطافت مین
تولا ہوا ہوتا تہا۔ ہر ایک مصرع برجستہ و شستہ ہوتا تہا۔ آپ خوش گفتار و خوش کردار
تہے۔ طرز لباس و وضع رفتار اہل ہنر کی طرح رکہتے تہے۔ آپ اورنگ آباد سے سنہ ۱۲ ہجری مین

حیدرآباد آئے۔ مہاراجہ چندولال بہادر کے دربار میں باریاب ہوئے۔ مہاراج نے آپکی بڑی عزت و آبرو کی پانسو روپئے ماہوار مقرر کردئے۔ آپ اکثر اوقات مہاراج کی مصاحبت میں رہتے تھے۔ آپکو ایک وقت حضور سکندر جاہ بہادر نے یہہ فرد دی کہ اسکو اردو اشعار میں تضمین کر کے پیش کرو۔ **فرد** اکنون کرا دماغ کہ پرسد زباغبان۔ بلبل چہ گفت و گل چہ شنید و صبا چہ کرد + آپنے اسکو تضمین کر کے پیش کیا۔ پانچ سو روپیہ صلہ پایا۔ تضمین یہہ ہے

ایامین ساکنان چمن سے کیا سوال
ہم بہی تو تہے خزان تمہارے شریک درد
کیفیتین بہار کی ہم سے بہی کچہہ کہو
اردہی بہشت دی کی ہوئی کس طرح نبرد
غنچہ جو مسکرا کے دیا چٹ میں جواب
تو نے سنی نہین کسی اُستاد کی یہ فرد
اکنون کرا دماغ کہ پرسد زباغبان
بلبل چہ گفت و گل چہ شنید و صبا چہ کرد

آپنے آخر سنہ ۱۲۳ ہجری میں اس عالم فانی سے بہشت برین کو رحلت کی۔ آپ صاحب دیوان تہے اردو و فارسی دونو زبانون میں خوب شعر کہتے تہے۔

ادیب مولوی محمد سیف الحق دہلوی

ادیب **تخلص**۔ محمد سیف الحق نام۔ آپکا اصلی وطن دلّی ہے۔ آپکی نسب کا سلسلہ مولوی شیخ عبدالحق محدث دہلوی سے پہنچتا ہے۔ آپنے سن شعور کے بعد علمائے دلّی کی خدمت میں کتب درسیہ علوم متداولہ سے فراغت حاصل کی۔ ذکی الطبع و فہیم تہے طبیعت میں چستی و چالاکی خداداد تہی۔ اور آپکے دلمین اس بات کا جوش و خروش تہا کہ

حالت موجودہ سے کسی خاص فن جدید میں ترقی کرنا چاہئے۔ چند روز تک آپ اس تردد و تفکر میں رہے۔ مگر قوت فیصلہ سے کوئی خاص امر طے نہین پایا تہا کہ ایکا ایک طبیعت کی اقتضا نے فن شاعری کیطرف متوجہ کیا۔ جولانی طبیعت و رسائی فکر سے مضامین سنجیدہ و معانی پسندیدہ کو بیان کے قالب میں ایسی طرز سے ڈہالے کہ نہایت ہی خوشنما و مرغوب نظر آنے لگے۔ اُسوقت مرزا اسداللہ خان غالب زندہ تہے۔ اور اُنکی اُستادی کل ہند میں مسلّم الثبوت تہی۔ آپنے غالب مرحوم کو اپنا کلام دکہلایا۔ مرحوم البتہ آپکا کلام دیکہتے ہی بہت خوش ہوئے اور فرمایا ہونہار بروا چکنے چکنے پات۔ اُستاد مرحوم کا یہ فقرہ ادیب کے دلپر موثر ہوا۔ اور آپکا شوق بہ نسبت سابق دو چند ہو گیا۔ اس فن میں خوب کوشش و جانفشانی کی۔ اور اُستاد مرحوم کی بہی توجہ کامل رہی۔ چند روز میں اُستادی کے رتبہ کو پہنچ گئے۔ آپکی شاعری معاصرین کے نزدیک بہی مسلّم الثبوت ہو گئی۔

آپ خوش نویسی و خوش خطی میں بے نظیر تہے۔ اور تاریخ گوئی میں بہی عدیم المثال ظریف الطبع و لطیف الوضع تہے یاران ہم مشرب سے خوش طبعی و خوش مزاجی سے ملتے تہے۔ اشفاق و اخلاق میں شہرۂ آفاق تہے۔ آپ فارسی و ہندی دونو زبان میں کہتے تہے۔ ہم آپکے اشعار آبدار ذیل میں گزارش کرتے ہیں۔ تاکہ ناظرین لطف و مزہ اُٹہائین۔

جناب ادیب دہلی سے ریاست حیدرآباد میں آئے سرکار عالی نظام میں ملازم ہوئے۔ چند سال تک سرکاری خدمت مفوضہ کا اہتمام عمدہ طرح کرتے رہے آخر ۳ صفر سنہ ۱۳۰۹ ہجری میں شہر حیدرآباد دکن میں مسافر عدم ہوئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

من اشعارہ الہندی

آؤ کبہی تو فاتحہ پڑہنے کیواسطے
حسرت نشان ہے مرے کنج مزار کا

ہو جان پر جو ایک مصیبت تو روئیے
موت آگئی مجہے سر شام فراق سے
کر چشم و دل کی خیر سے طلب ادب
کیسا کٹا ہے غیر جو دو چار ہو گیا
خوف افشا سے ستمہائے نہانی کیجئے
غیر تک ملتفت حال یون ہے میرا
موج دریا کی حقیقت بہی کہلی ہائے ادب

دل بهی یہان ملا تو ترے اختیار کا
دشمن نے آج کام کیا دوستدار کا
ایکا برا پڑا ہے تجہے انتظار کا
وله
میرا دم اسکو خنجر خونخوار ہوگیا
وله
ناتوان دیکہتے ہین دیدۂ مردم مجہکو
جانتا واقف اسرار نہان تم مجہکو
جوش گریہ نے دکہایا جو تلاطم مجہکو

اعزاز- مرزا دین محمد بیگ کابلی

اعزاز تخلص- مرزا دین محمد بیگ نام- آپکا اصلی وطن کابل ہے- نشو و نما وہین کی آب و ہوا اور وہین کی خوشنما غذا مین ہوا ہے- اور سن شعور کے بعد آپنے وطن کے علماء سے کتب درسیہ علوم متداولہ و فنون متعارفہ تحصیل کی تہین- علم و لیاقت و فضل و قابلیت مین مستعد و لائق تہے- آپ وطن سے دلی مین آئے اور وہان متوطن ہوے- چند مدت تک امرا کی ملازمت و سفارت و وکالت مین رہے- مال و زر خوب حاصل کرتے تہے- جہان رہے وہان خوش رہے- آپکا مزاج آزادانہ اور مشرب فلسفانہ تہا- صلح کل کے طریقہ کے پیرو تہے- آپ خوش اخلاقی کی وجہ سے ہر ایک بشر کو کیا ہندو کیا مسلمان مساوی سمجہتے تہے- ہر ایک کے ساتہہ لطف و مدارا فرماتے تہے- دلی سے آپ نواب وزیر الدولہ کے زمانہ مین ریاست ٹونک مین آئے نواب سے ملے نواب صاحب نے آپکو سفارت کے عہدہ پر مقرر فرمایا- مدت تک اسی خدمت پر مامور رہے- خوش و خرم تہے کسی قسم کی تکلیف

نہین تہی- آپ ٹونک سے نواب ناصر الدولہ بہادر کے زمانہ مین حیدرآباد دکن آئے- مولوی محمد حسین صاحب جو مقرب حضور تہے اُنکے مکان پر فروکش تہے- مولوی صاحب آپکی بڑی خاطرداری کرتے تہے- آپنے ایک کتاب مسمی اخلاق محمدی نواب کے نام پر لکہی اور مولوی صاحب کے ذریعہ سے حضور مین پیش کی معلوم نہین حضور نے منظور فرمایا یا نہین کتاب ہم نام بامسمی مضامین اخلاق پر شامل تہی ہر ایک فقرہ و کلمہ سے خلق محمدی عیان اور ہر باب حکایت و نقل سے خود خلق مجسم نمایان تہا- اُسکی متعدد باب ہین- ہر ایک باب مین مضامین اخلاق کو مع شواہد و نظائر لکہا ہے- دیکہنے سے لطف آتا ہے- آپکو سیر و سیاحت کا شوق تہا- عراق عجم و عراق عرب کی خوب سیر کی ہے- ملک بخارا و خوارزم و بلخ و بدخشان تک گئے ہین- سندہ و ہند مین بہی خوب گہومے ہین- ہر ایک مقام کے رسم و رواج اور ہر ملک کی طرز معاشرت سے واقف تہے- چنانچہ آپنے ایک کتاب قبا وہی نسائی تالیف کی- اسمین ہر ملک کی عورتون کے رسم اور انکی مزعومات عمدہ طرح سے بیان کئے ہین- گویا یہہ کتاب مذہب نجم کے مسائل و عقائد کا آئینہ ہے-

آپ فارسی مین نظم و نثر عمدہ لکہتے تہے- آپکی تحریر و تقریر مین مضمون آفرینی تہی- بغیر سوچے سمجہے لکہتے تہے- آپکی عبارت رنگین و شیرین ہوتی تہی- نظم مین آپ اعزاز تخلص کرتے تہے اور نثر مین رسہت گفتار- آپکا کلام اسبات کی تصدیق کرتا ہے کہ بیشک آپ ان دو اسمون کے مستمی و مصداق تہے- آپ حیدرآباد سے برار آئے- اور وہان حکام کی قدردانی سے ملکاپور ضلع بلڈانہ مین منصفی کی خدمت پر مقرر ہوئے- دو ڈہائی سال تک اس خدمت پر مامور رہے عدالت کا کام نہایت امانت و دیانت کے ساتہہ انجام دیتے رہے- مقدمات کی تحقیق مین کسی کی رعایت نہین کرتے تہے اور نہ کسی کی سفارش سنتے تہے-

حق کو باطل سے علیحدہ کر دیتے تھے۔ اہل مقدمات اور اُن کے متعلقین سے گھر پر نہین ملتے تھے۔ رشوت کے نام سے کشیدہ ورنجیدہ ہوتے تھے۔ کسیکا ہدیہ و تحفہ بھی نہین لیتے تھے جب برار سے فارسی دفتر موقوف ہوا۔ اور اُسکی جگہ مرہٹی دفتر قائم ہوا۔ اور منصف بھی موقوف ہوئے اور آپ بھی موقوف ہوگئے۔ تب ملکاپور مین جا مع مسجد کے بیرونی حجرون مین سکونت اختیار کی۔ ملکاپور کے قاضی خواجہ محمد صاحب جو برار مین نامی و معروف و مشہور ہین آپکی خدمت و مہمان نوازی نہایت سیرچشمی سے کرتے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ قاضی صاحب اور مرزا صاحب دو قالب ایک جان ہین۔ پھر آپ حکام کی قدر دانی سے عہدۂ تحصیلداری پر مقرر ہوئے۔ جلگاؤن ضلع آکولہ کے تحصیلدار ہوئے دو تین سال تک کام عمدہ طرح سے کرتے رہے۔ افسران بالا آپکے کام سے نہایت ہی خوش تھے۔ آپ خوش مزاج و خوش طبع تھے۔ ظریف و بذلہ سنج و لطیفہ گو تھے اہل مجلس کو اپنے کلام رنگین سے رنگین فرماتے تھے۔ لطائف و ظرائف سے اسقدر ہنساتے تھے کہ پیٹون مین بل پڑ جاتے تھے۔ خندہ پیشانی و شگفتہ دل تھے۔ آپکے مزاج مین غرور و تکبر کا نام و نشان نہین تھا۔ فقیر مولف کو بھی آپ سے نیاز تھا۔ نہایت توجہ و عنایت سے تکلم فرماتے تھے۔ لکھنے پڑھنے کی تاکید کرتے تھے۔ مین اُسوقت طالب علمی کرتا تھا۔ میری عمر اُسوقت تقریباً بارہ برس کی ہوگی۔ مین اکثر آپکی خدمت مین حاضر ہوتا تھا۔ اور آپکے فیض درس سے مستفید ہوتا تھا۔ آپ صاحب التالیف والتصنیف تھے۔ چند کتب آپ کی تالیف سے ہین از انجملہ اخلاق محمدی۔ شاہنشہ نامہ فتاوی نسائی۔ دیوان غیر مرتب ہین۔ عجائب الکلمات۔ مرات الخصائل۔ آپکی یہہ کتابین میرے کتبخانہ مین موجود تھین افسوس کہ موسی ندی کی طغیانی مین تمام

غرق آب و نذر سیلاب ہوگئین۔ آخر آپ ۱۲۷۷ہجری مین بمقام قصبہ جلگانون ضلع آکولہ برار مین عالم بقا کی طرف مسافر ہوئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اور اُسی قصبہ مین مدفون کئے گئے۔ آپکی تاریخ منشی رام سیوک صاحب متخلص گہر بار نے کہی ہے

چو مرزا دین محمد بیگ اعزاز — ازین دار فنا شد جادہ پیما
چہ اعزازیکہ سلطان سخن سنج — بلیغ و ناثر و ہم فخر شعرا
ہمای فکر او را آشیان عرش — نہنگ طبع او را قعر دریا
ید بیضا مضامین منیرش — خیالاتش چہ اعجاز مسیحا
گذشت آن منشی یکتای دوران — کسے دیگر نگیرد نام انشا
ازین ماتم دو تا پشت فلک شد — دما غم این چنان بگرفت سودا
بگو تاج بلاغت چون بیفتاد — بتاریخش دریغا وائے ویلا

۱۲۷۷ھ

اُسوقت برار مین مرزا صاحب مرحوم کے دوست و عنایت فرما دستور رستم جی و بہمن جی باشندگان پونہ معزز خدمات پر مقرر تھے۔ مرزا صاحب کے انتقال سے بہت رنجیدہ ہوئے اور مرزا صاحب کے تمام مال و اسباب کو حفاظت سے نگاہ رکہا۔ اور مرحوم کے فرزند مرزا مہر علی بیگ کو دلی سے بلایا۔ حسب الطلب مرزا آئے۔ دونون معززین نے اپنے پیارے دوست کے لخت جگر کو اپنے دولتخانہ پر مہمان رکہا۔ اور مہمانی و مدارات مین کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہین فرمایا۔ اور انسے کہا اگر آپ یہان نوکری کرنا چاہین تو ہم کوشش کرکے کرا سکتے ہین مرحوم کے فرزند نے انکار کیا۔ آخر دونون بھائیون نے مرحوم کا تمام مال و اسباب فرزند مرحوم کے حوالہ کیا اور اپنے جیب خاص سے بھی معتدبہ رقم دیکے دلی روانہ کیا مرحوم کے فرزند نے دونون بزرگان فرشتہ طینت کا شکریہ ادا کیا۔ اور وطن مالوفہ روانہ ہوا

دونون بزرگان برایکے خصائل کی ہمدردی خالصاً لوجہ اللہ آفرین و تعریف کے لائق ہے ہم کو ایسے بزرگون کی پیروی کرنی چاہئے - افسوس فی زماننا مروت ہمدردی عنقا صفت مجہول الاسم و معروف الاسم ہے -

من اشعارہ الفارسی

رفتم کہ بوسم قدم پیر مغان را — نذر در میخانہ کنم نقد روان را

ولہ

عذرم اثر پذیر نشد طبع یار را — خاموش آب چشم نسازد شرار را
چون بقامت راست سازد ہمہ نازنین قبا را — از زبان گل مبارک باد می آرد صبا
گر گذارد پا بچشم دل خیالش را او — مردمک گو بذر راہ دیدہ او را مرحبا
در سفر بردی رقیبا از چہ جانان مرا — دور کردی جانم از تن بردہ جان مرا
بتو درخانہ ایم خانہ خراب — ہمچنان قطرہ درمیان حباب
گفت قاصد کہ یار می آید — این خیالیست دیدہ ام درخواب
از گردش زمانہ کسے را فراغ نیست — آن کیست درجہان کہ دلش پر ز داغ نیست
وضع دل خونبار نمی دانم چیست — این گریہ بسیار نمی دانم چیست
حلقۂ زلف او گلو گیر است — می کشد دل چہ دام تزویر است
خواست آلودہ کند پنجہ بخون من زار — خنجرش را ز تن لاغر من عار آمد
در تہیدستی مناسبت قرب دوستان — می فتد شاخ درخت خشک از چشم بہار
ز جنت پرتوی در گلشن افتاد — نمود از چہرۂ گلرنگ پرواز
گل بردہ مگر رشک ز داماں قبایش — امروز پشیمان شدہ افتاد بپایش
می شوم آب چو چاہ ذقنش می بینم — غنچہ را محو بہ پیش دہنش می بینم

بر سر تربت اعزا ز بنا آمد و گفت — کشتۂ کیست کہ خون از کفنش می بینم

ولہ

می شود آخر ہمان کارے کہ بیدار شدن — مفت بہر کار خود در پیچ و تاب افتادہ ایم

ولہ

شدہ ام پیر تمنائے جوانی دارم — شاید از دہر بکف خط امانی دارم

ولہ

شد تہی دستی ازان مایہ و سامان من — تا نہ بیند کس غبار از گوشۂ دامان من

ولہ

از سر خاکم چرا بر چیدہ دامان میروی — روی گردان از سر خاک غریبان میروی

رباعی

ہر غم کہ درین زمانہ صورت دارد — در پیش من آمدن ضرورت دارد
من میکنمش ضیافت از خون جگر — با این ہمہ خاطرش کدورت دارد

آفاق۔ محمد عیسیٰ خان دہلوی

آفاق تخلص۔ محمد عیسیٰ خان نام۔ آپکا اصلی وطن دہلی ہے۔ آپ دلّی کے شریف زادون مین سے تہے۔ علم و فضل کے زیور سے آراستہ تہے مستعد طالب علم تہے۔ شعر گوئی پر شیفتہ تہے۔ طبیعت مین قدرتی تیزی و چالاکی تہی۔ شعر کہنے لگے قائم دہلی سے اصلاح لیتے تہے۔ رفتہ رفتہ کلام مین پختگی و شستگی آگئی۔ درجہ کمال کو پہنچے۔ شہرۂ آفاق ہوئے۔ دلّی سے حیدرآباد دکن مین آئے۔ اور نواب شمس الامرا بہادر کی سرکار مین دو سو روپئے ماہوار سے ملازم ہوئے۔ مدت تک زندہ رہے۔ آخر سنہ ۱۲۵۳ ہجری مین اس دار ناپائیدار سے دار القرار کو روانہ ہوئے۔ جناب مولینا میر شمس الدین فیض نے تاریخ رحلت کہی ہے۔

ع زانقضای آفاق آفاق رفت ؛ ۱۲۵۳ھ

تضمین بر غزل قائم

کہتے جو ہو مثل گل چاک جگر جائے — اور بر نگ صبا جلد گذر جائے

سب سے ہے بہتر یہی اب کے اگر جائے
گلشن الفت سے دل لے یہ ثمر جائے
داغ بدل جائے دست بسر جائے

کیا کہون تجھسے دلا طرفہ ہے اک ماجرا
نکہت گل کا گیا آ گئے نکل قافلا
پہلے تو وہ رنگ تہا اب یہ نیا گل کہلا
کر کے ہمین ہمنشوا کہتی ہے باد صبا
مین کوئی کوئی دم مین چلی آپ ٹہر جائے

کیا کہون کیا بات ہے ایک طلسمات ہے
مرگ کی شب بات ہے ظلم سے ظلمات ہے
ہجر کی یہ رات ہے غم سے ملاقات ہے
دل بہی نہین ساتہہ ہے عالم برسات ہے
بات سے تیرے کدہر دیدۂ تر جائے

ایمان شیر محمد خان حیدر آبادی

ایمان تخلص۔ شیر محمد خان نام محمد عاقل خان نایک کا فرزند ہے۔ حیدر آبادی المولد ہے۔ آپکے والد سرکار نظام مین وقایع نگاری کی خدمت پر مامور تہے۔ اور اخبار گوئی کا بہی کام اُن کے سپرد تہا۔ ایمان نے نشو و نما کے بعد شہر کے علما و فضلا کی خدمت مین کتب عربیہ و فارسیہ تحصیل کین یگانہ روزگار ہوا۔ اور موروثی فن مین بہی بینظیر۔ سرکاری تمام اخباریون کا افسر تہا۔ دکن کے تمام واقعات اُسکے حافظہ کے خزانہ مین محفوظ تہے۔ سرکار مین ممتاز و معزز تہا۔ اکثر اوقات سفر و حضر مین اعظم الامرا کا مصاحب رہا ہے شعر گوئی و شعر فہمی مین بیمثل تاریخ دانی و وقایع نگاری مین بے بدل تہا شعراء و حاضرین آپکی اُستادی کے قائل تہے سنہ ۱۲۱۶ ہجری مین حضور آصفجاہ ثانی کے زمانہ مین مجلس کمان ایلچی بیگ مین مشاعرہ قرار پایا تہا۔ تمام شعرا جمع ہوئے۔ مگر آپ نہین آئے تہے سب آپکا

انتظار کر رہے تہے۔ بعض کی رائے ہوئی کہ غزل خوانی شروع کیجائے۔ اکثر نے کہا جب تک استاد نہون کچہہ مزہ و لطف نہوگا۔ آخر آپ آئے وجہ تاخیر بیان کئے سبکا شکریہ ادا کر کے عذرخواہی کی۔ مشاعرہ بڑی عظمت و شان سے ہوا اُسمین شعراء ہند و دکن مجتمع تہے۔ آپکا کلام سنجیدہ و پسندیدہ ہوتا ہے۔ صنائع و بدایع کے زیور سے آراستہ اور آرائش جگت و ضلع سے پیراستہ ہوتا ہے۔ آپ اپنے کلام مین ایہام بہی استعمال کرتے ہین۔ آپ صاحب دیوان ہین آپکا دیوان بعض کتبخانون مین موجود ہے۔ آپ تاریخ گوئی مین کامل مہارت و قدرت رکہتے تہے۔ فی البدیہہ تاریخ کہتے تہے۔ آپنے حضور آصفجاہ ثانی کی تاریخ مین ایک قطعہ لکہا۔ اُس کے چوتہے مصرع سے دو مادہ تاریخ برآمد ہوتے ہین۔ مقبرہ کے دروازہ پر کہ مسجد مین ہے یہی قطعہ کندہ ہے

بر روح پاک میر نظام علی مدام
زین مصرع عجیب دو تاریخ را بخوان
خوانند با وضو ہمہ اشخاص فاتحہ
مستوجب بہشت و با خلاص فاتحہ

۱۲۱۸

اور دوسرے شعرا نے بہی تاریخین کہین مگر آپکی تاریخ مطبوع عام ہوی۔ اسیوجہ سے مقبرہ کے دروازہ پر کندہ کرائی گئی۔ آپ خوش خلق خوش سیرت تہے۔ پاکیزہ شمائل و حمیدہ خصائل تہے۔ عزیز خلائق مقبول خالق تہے۔ آخر سنہ ۱۲۲۲ ہجری مین فوت ہوئے۔ آپکی تالیف سے رسالہ شطرنج و رسالۂ عروض قافیہ و دیوان مشہور ہے۔

من اشعارہ۔ ضلع میوہ مین

آسیب ہے جنگ عشق کر ہمین عیان
آتا نہین زخم یہ انگور یہان
سو سیر ہوا فال سے یو نہین معلوم
سر دیکہو ہی تو ناشپاتی ہے کہان

ضلع پلنگ مین

آرام نہ کیونکر اب یہ بیٹھے بیٹھو لیں | کسطرح خوشی سے نہ پلنگ پہ جہولیں
پایا تہا کبہو نہ سات پیٹری میں یہ دکہ | پٹی پڑی ایسی کہ اُکھڑ گئی چولیں

ضلع لٹو مین

لٹو ہے تیرے یہ ہر کوئی اب یار | اور حال پریشان سے نہیں کہتا ہی گہما
آخر کوچے مین اُسکی جاکر جا لی | پہرتا تہا اسی آس پہ وہ سو سو بار

ولہ

ہر یہ گر چشم سے اپنی وہ خوش ابرو پونچھے | گرد خجلت کو سدا دیدۂ آہو پونچھے
آستین کا مین کسو کی نہ ہوا دست نگر | میری ہاتون نے آخر میرے آنسو پونچھے
رنگ گلشن کا شفق روئے فلک سے اُڑ جائے | اپنے ہاتہے سے وہ کافر کبہی گو پونچھے

ولہ

رنگ لب جانان کو سرخ زیادہ ہے | اور وزن مین برگ گل دو سرخ زیادہ ہے

ولہ

روا ہے کون سے مشرب مین اے ایمان نا منصف | دل پرویز خوش ہو خاطر فرہاد محزون ہو

ولہ

ٹپک پڑتا ہے خونِ دل مرا ایمان آنکہون سے | مئی گلگون کا جسدم بزم مین ساغر چہلکتا ہے

افسر - میر باقر علیخان

افسر تخلص - میر باقر علیخان نام - آپ نقد علیخان ایجاد کے فرزند دوم ہین آپ علم وفضل کے زیور سے آراستہ اور پیرایۂ حسن خلق وکمال سے پیراستہ تہے خوش سلیقہ خوش سیرت تہے - شعر و شاعری کے شیفتہ - استعداد خداداد تہی - اصلاح کلام والد ماجد سے لیتے تہے - آپکا کلام دلچسپ و دلپسند ہے -

من نتائج طبع

امروز میرود بگلستان نگار ما | از دست میرود دل بے اختیار ما

دوستان موسم گل آمدہ دل شاد کنید | ولہ | دست در گردن ہم زمزمہ بنیاد کنید

اختر - مولوی لطیف احمد صاحب

اختر تخلص - لطیف احمد نام ہے - آپ حضرت امیر احمد مینائی لکہنوی کے فرزند سوم مین - آپ کی ولادت باسعادت شہر لکہنو مین ہوی - (بلند اختر) سے آپکی تاریخ ولادت بحساب جمل برآمد ہوتی ہے - یعنی ۱۲۸۶ ہجری - آپ کی نشو ونما لکہنو کی آب وہوائے مردم خیز مین ہوئی - جب آپ کی عمر ہفت سالہ ہوئی - تب والد ماجد نے آپکی تعلیم شروع کی - آپ نہایت ہی ذکی الطبع وذہین تہے - آپکے چہرہ مہرہ سے حسنی وچالاکی عیان تہی - عزیز قریب یہی کہتے تہے یہہ صاحبزادہ ہونہار معلوم ہوتا ہے - چشم بد دور خدا عمر خضر نصیب کرے - والد ماجد تعلیم کی طرف بہت توجہ فرماتے تہے - والد ماجد کی توجہ کی برکت سے آپ پندرہ یا سولہ برس کی عمر مین فارسی عربی کتب درسیہ وعلوم متداولہ سے فارغ التحصیل ہوئے - شعر وشاعری کے طرف بچپن ہی سے طبیعت مائل تہی - مائل کیون نہو یہ شعرگوئی وسخندانی آپ کی موروثی ملک تہی والد ماجد ایام طالب علمی مین اگرچہ شاعری وشعرگوئی سے مانع ہوتے تہے - لیکن مقتضائے طبیعت مبادرت کر ہی جاتا تہا - آپکے نتائج طبع والد ماجد و دیگر اعزہ دیکہہ کے متعجب ہوتے تہے - تحصیل سے فارغ ہونیکے بعد آپ شعر وشاعری کے میدان مین جولانی کرنے لگے - اقران وامثال مین فائق ہونے لگے - آپکو تلمذ والد ماجد ہی سے تہا - اپنے نتائج طبع والد ماجد ہی کے ملاخطہ مین پیش کرتے رہے والد ماجد ہی کی اصلاح سے استادی کے رتبہ کو پہنچے - بمصداق الولد سر لابیہ والد کے

ہین۔ آپکے اخلاق وعادات سے بزرگان سلف کی شان نمایان ہوتی ہے۔ مروت
وہمدردی آپکا پیرایہ فتوت وجوانمردی آپکا سرمایہ ہے۔ آپکی کسر نفسی و خاکساری کی
یہہ حالت ہے ہر کس و ناکس کے سامنے جہکے جاتے ہین۔ نہہد شاخ پر میوہ سر بزیر ہین کے مصداق ہین
ہر غریب الوطن و نووارد بلد سے ایسے ملتے ہین جیسا کہ کوئی اپنے عزیز قریب سے ملتا ہے
آپ کو علوم و فنون سے ایسی دلچسپی ہے کہ ہر وقت آپکی مجلس مین علوم و فنون کا
تذکرہ اور شعر و شاعری کا چرچا ہوتا ہے۔ اور خاص آپ کی عادات سے ہے کہ بزرگان
سلف و خلف کو بہلائی سے یاد کرتے ہین۔ اور آپنے ایسا طریقہ و ضابطہ رکہا ہے
کہ حاضرین مجلس سے کوئی کسیکی شکایت نہین کرسکتا۔ اگر کوئی سہواً کسیکی نسبت
کہے تو آپ اسکے قول کو ایسے ڈہنگ سے بدل دیتے ہین کہ وہ خیر محض ہوجاتا ہے
یا اشارۃً و کنایتہً اسطرح تکلم کرتے ہین کہ عاقل تنا کی شاکر پہنچاتا ہے۔ فقیر مولف کو
تہوڑا ہی زمانہ گذرا ہے کہ آپسے نیاز حاصل ہوا ہے۔ مجہے اس تہوڑی ہی مدت مین آپکی
ملاقات سے جو لطف و مزہ حاصل ہوتا ہے۔ اسطرح مدت کے احباب سے کبہی نہین ہوا۔
مین اختر صاحب و مولانا جلیل کو سچے دل سے ایسا سمجہتا ہون کہ گویا یہہ میرے قدیم
عنایت فرما ہین۔ مدعیان عیب بین میرے اس قول پر قہقہہ مارین گے۔ کہ یہہ مولوی
تملقاً دونون بزرگون کی محبت کا دم مارتا ہے۔ یہہ نہین سمجہین گے کہ دونون
بزرگون کی خوش اخلاقی کی کرامت ہے کہ مین انکو اپنا عنایت فرما سمجہتا ہون۔
فی زماننا جناب اختر صاحب و مولانا جلیل امام الشعرا و استاذ البلغا ہین۔ آپ کی توجہ
و اصلاح کی برکت سے دکن مین شعرا کا گروہ بہت بڑہ جائیگا۔ اور شعر و شاعری کا
بازار گرم ہوجائیگا۔ اکثر شاعر شاعر ہوجائین گے۔ سخن سنجی و سخن دانی سے ماہر ہر ایک

شاعر کو آپکی شاگردی پر ناز ہوگا۔ مورخین سلف کے کلام سے ثابت ہوتا ہے کہ نظم
کلام ریختہ کا وجود اولاً زمین دکن مین پیدا ہوا۔ ابہی اسکی پوری نشو و نما نہین ہوئی تہی
کہ وطن سے غربت اختیار کیا۔ دکن سے ہند مین پہنچا۔ کبہی لکہنو کبہی دہلی مین آمد و رفت
کرتا رہا۔ اور اپنے اصلی وطن کو فراموش کردیا تہا۔ اب مدت کے بعد اپنے اصلی وطن کو
مراجعت کرتا ہے۔ عجب نہین کہ یہان ہی دونون بزرگون کی توجہ سے سکونت
اختیار کرے۔ اور شعرا کے نزدیک لکہنو و دکن و دہلی کی زبانین مستند سمجہی جائین۔
آپکا کلام آسمان فصاحت و بلاغت کا نیر اعظم ہے۔ بندش برجستہ و ترکیب شایستہ کا
اختر معظم ہے۔ آپکا کلام صفائی و شستگی مین ڈوبا ہوا ہے۔ نزاکت و لطافت سے
بہرا ہوا ہے۔ حشو و زوائد سے پاک و صاف۔ تعقید لفظی و معنوی سے شفاف ہے
سامعین کے دلون پر سحر سامری کا اثر کرتا ہے۔ اور کلام کے سننے سے دل کو سرور
حاصل ہوتا ہے اور صاحبان کمال وجد کرتے ہین۔ جناب اختر اسوقت ہوم سکرٹری
کے مددگاری کی خدمت پر مامور ہین۔ خدمت مفوضہ کا کام نہایت عمدگی سے
ادا کرتے ہین۔ ارباب حاجات سے خلوص و حسن سلوک سے ملتے ہین۔ غرور و تکبر سے
منزلون دور رہتے ہین۔ آپکی انکساری دیکہہ کے کل دفتر کے ملازمین و صاحبان اغراض
فرمان بردار و حلقہ بگوش بنتے ہین۔ تہوڑی ہی مدت کی ملازمت مین وہ قبولیت
عامہ حاصل ہوئی کہ دیگر برسون کے ملازمین کو ہمدست نہین ہوئی۔ ادنی سے اعلی
تک تمام آپکے شکرگزار ہین۔ کوئی آپکی نسبت شکایت نہین کرتا ہے ہر ایک آپکو بہلائی
سے یاد کرتا ہے۔ اختر کے لئے قبولیت عامہ کا ہونا عطیہ عظمی ہے۔ ذلک فضل اللہ یوتیہ
من یشاء۔ و طوائف انام کا آپکو معتمد قرار دینا نعمت کبری ہے۔ آپکے حالات لطائف

آیات بیشمار ہین۔ مین نے طوالت کی وجہ سے قلم انداز کرکے اسیقدر پر اکتفا کیا۔ اب آپکے نتائج طبع گذارش کرتا ہون **ہوہذہ**

دکہادے آج ای اختر کہ جودت ایسی ہوتی ہے
ثنا ہو شاہ آصف کی اور ایسی ہو کہ سب کہدین
جمال شاہ دیکہا تہا کہ دل اپنا پکار اُٹہا
خدا رکہے یہی ظل خدا ہین اب خدائی مین
علی کا ہو جو محبوب اُسکی رعنائی کا کیا کہنا
غلط کیا ہی کہ آپ آصف کے پریمین سلیمان ہین
فلک فر میر محبوب علیخان کا زمانہ ہے
وہ طرزِ حکمرانی ہے وہ رنگ خسروانی ہے
مظالم کو مٹا دینا غریبونکی خبر لینا
جہانبانی سلیمانی مسیحائی و دارائی
بشر کیسے فلک بہی تو قدم لینے کو جہکتا ہے
ہزارون دل مین سب مین ہے جگہ اک ذات آصف کی

سخنور اسکو کہتے ہین طبیعت ایسی ہوتی ہے
بلاغت نام اسکا ہی فصاحت ایسی ہوتی ہے
خدائے پاک کی بندون پہ رحمت ایسی ہوتی ہے
جوان ہین ہے کسی مین کب جلالت ایسی ہوتی ہے
ہزارون صورتون مین ایک صورت ایسی ہوتی ہی
کسیکی قاف سے تا قاف شہرت ایسی ہوتی ہے
جو گہر گہر ایسی عشرت ہے مسرت ایسی ہوتی ہے
حکومت خود یہ کہتی ہی حکومت ایسی ہوتی ہی
سیاست کے یہ معنی ہین ریاست ایسی ہوتی ہے
کوئی پوچہے تو ہم کہدین کہ حضرت ایسی ہوتی ہے
اسی کہتے ہین رفعت شان و شوکت ایسی ہوتی ہے
حقیقت تو یہ ہی کثرت مین وحدت ایسی ہوتی ہے

آزاد۔ میر غلام علی الحسینی البلگرامی

آزاد تخلص۔ میر غلام علی نام۔ آپکا مسقط الراس محلہ میدان پورہ واقع قصبہ بلگرام صوبہ اودہ ہے۔ آپکی ولادت باسعادت پچیس تاریخ ماہ صفر روز یکشنبہ سنہ ۱۱۱۶ ہجری مین واقع ہوی۔ آپکی نسب کا سلسلہ عیسیٰ موتم الاشبال بن زید شہید بن امام زین العابدین

رضی اللہ عنہ سے منتہی ہوتا ہے۔ چنانچہ خود آزاد نے خزانۂ عامرہ مین لکہا ہے

گرچہ باشد موتم الاشبال عیسیٰ جد من عیسیٰ جان بخش شیر نم باد انفس

آپ نسبًا حسینی و اصلًا واسطی و وطنًا بلگرامی مذہبًا حنفی و طریقۃً چشتی تہے جب آپنے نشو و نما کے میدان مین قدم رکہا۔ سرو روان کی طرح بڑہنے لگے۔ اعزہ و اقارب آپکے رنگ ڈہنگ کو دیکہکر کہتے تہے۔ ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات۔ آپکے چہرے مہرے اور اعضا و مفاصل کے قیافہ سے مترشح ہوتا تہا کہ یہہ آفتاب خاندان جہان کو روشن کریگا۔ فضائے عالم کو اپنے فیضان نعمت سے گلشن بنائیگا۔ اور محافل علم و فضل کو زینت دیگا معقولات و منقولات کے نکات ظاہر کریگا۔ بناءً علیہ والد ماجد و دیگر اعزہ خاص جدماوری علامہ میر سید عبد الجلیل بلگرامی آپکی تعلیم و تربیت کی طرف متوجہ ہوئے اور عمدہ اہتمام کیا۔ اساتذہ کرام و علمائے نحاریر سے آپکی تعلیم شروع ہوئی۔ آپ درجہ بدرجہ ترقی کے اوج پر عروج کرتے رہے۔ چنانچہ خود صاحب ترجمہ نے اپنے مولفہ تذکرہ خزانۂ عامرہ مین لکہا کہ میری تحصیل پانچ اساتذہ کرام سے درجۂ تکمیل کو پہنچی۔ اول مولانا میر طفیل احمد بلگرامی قدس سرہ سے کتب درسیہ پڑہین۔ آپکے قصیدہ افتخاریہ کے شعر سے ثابت ہوتا ہے

شاگرد خاص میر طفیل محمدم اور در علوم عقلی و نقلی ست رہبرم

دوم علامۂ زمان میر عبد الجلیل سقی اللہ السلسبیل سے لغت و حدیث و سیر نبوی و فنون ادب حاصل کیا۔ چنانچہ ایک غزل کے مقطع مین فرماتے ہین

آزاد ماکہ فضل و کمال بہم رساند خدمت نمود حضرت عبد الجلیل را

سوم بحر مواج علوم میر سید محمد خلف علامہ مرحوم سے عروض و قوافی و فنون ادب کی

تکمیل کی۔ چہارم صاحب آیات بینات مولانا شیخ محمد حیات سندی روح اللہ روحہ سے مدینہ منورہ مین صحیح بخاری کی سند و صحاح ستہ و سائر مفردات کی اجازت حاصل کی پنجم جامع کمالات شیخ عبدالوہاب طنطاوی سے مکہ معظمہ مین بعض فوائد علم حدیث اخذ کیا۔ تحصیل علوم و فنون سے فارغ ہونیکے بعد سنہ ۱۱۳۰ ہجری مین حضرت قدوۃ العارفین سید لطف اللہ بلگرامی قدس سرہ العزیز سے بیعت حاصل کی انتہی کلامہ۔

آپ پندرہ برس کی عمر مین فارغ التحصیل ہوئے۔ عالم شباب تہا۔ طبیعت بحر علوم و فنون مین مواج شعر و شاعری کے میدان مین شعلہ جوالہ تہی۔ اور دلمین سیر و سیاحت و تلاش ملازمت و تحصیل نعمت و شہرت کا شوق جوش زن تہا۔ چنانچہ آپنے خزانہ عامرہ مین لکہا کہ مجکو مدت العمر مین تین سفر واقع ہوئے۔ سفر اول شاہجہان آباد۔ آپ سنہ ۱۱۳۰ ہجری مین علامہ مرحوم کے ملنے کیلئے بلگرام سے میر عظمت اللہ بیخبر بلگرامی کے ہمراہ شاہجہان آباد روانہ ہوئے۔ وہان پہنچ کے علامہ کی خدمت مین دو سال تک رہے اس مدت مین فوائد علم و فضل سے مستفید ہوکے وطن مالوفہ تشریف لائے۔ سفر دوم سیوستان واقع شدہ۔ سیوستان مین آپکے ماموں میر سید محمد میر بخشی گری و وقایع نگاری پر مامور تہے۔ حسب الطلب میر سنہ ۱۱۴۲ ہجری ماہ ذیحجہ مین وطن سے سیوستان روانہ ہوئے شاہجہان آباد و ملتان و اُچ وغیرہ بلاد سے عبور و مرور کرتے ہوئے بتاریخ دہم ماہ ربیع الاول سنہ ۱۱۴۳ ہجری مین شہر مذکور مین مع الخیر پہنچے ماموں صاحب کی ملازمت سے مشرف ہوئے۔ میر صاحب ہمشیرزادہ کے دیدار سے بہت خوش ہوے۔ اور ہمشیرزادہ کو نیابتاً دونوں خدمتوں پر مامور کرکے خود بلگرام روانہ ہوئے۔ آپ چار سال تک دونوں خدمتوں کا کام عمدہ طرح سے انجام دیتے رہے۔ آپکے انتظام سے حکام بالادست خوش ہوتے ہے

آپکی لیاقت و خوبی انتظام کی تعریف کرتے تہے۔ چار سال گزرنے کے بعد میر صاحب وطن سے واپس آئے۔ اور اپنے ہمشیرزادے آزاد کو بلگرام روانہ فرمایا۔ پس صاحب ترجمہ آزاد سنہ ۱۱۴۷ ہجری مین سیوستان سے روانہ ہوئے۔ جب شاہجہان آباد مین پہنچے وہان معلوم ہوا کہ آپکے والد میر محمد نوح مع تمام اہل بیت الہ آباد مین آئے ہین۔ آپ شاہجہان آباد سے برآمد ہوئے۔ سیدہے اکبرآباد سے الہ آباد پہنچے۔ تین سال تک وہان والد ماجد کی خدمت مین رہے۔ اس مدت مین دو مرتبہ بلگرام مین بہی گئے تہے۔ لچہمی نراین شفیق شاگرد آزاد اصناف ترجمہ تذکرہ گل رعنا مین آپکی زبانی نقل کرتا ہے کہ جناب آزاد نے مجہسے ذکر کیا۔ کہ نواب مبارزالملک سربلند خان تونی صوبہ الہ آباد اپنے فرزند میر محمود المخاطب بہ شاہنواز خان کو نیابتہً صوبہ مین مقرر کرکے خود شاہجہان آباد مین محمد شاہ بادشاہ کے پاس گیا اور میرے والد میر محمد نوح نواب شاہنواز خان کی سرکار مین میر سامانی کی خدمت پر مامور تہے۔ ایک روز والد مجکو اور میرے بہائی میر غلام حسین کو نواب شاہنواز خان کی ملازمت کے لئے لیگئے۔ نواب بنگلہ مرتضی مین رونق افزا تہے۔ اور میرے والد نواب کے قریب کہڑے ہوئے افراد کا غذات پر دستخط کرا رہے تہے۔ اور ہم دونون بہائی دور کہڑے ہوے اس انتظار مین تہے کہ نواب ہمارے طرف دیکہے کہ ہم تسلیم بجا لائین۔ نواب دستخط کرنے مین ایسے مشغول تہے کہ دیر تک ہمارے ہی طرف نہین دیکہا باوجود حسب دستور چوبدارون نے باادب و باقاعدہ کہہ کے چلایا لیکن نواب نے چوبدارون کے چلانے سے بہی ہمار طرف نہین دیکہا۔ اسوقت میرے دل مین غیرت و حمیت نے جوش کیا کہ مخلوق کے دروازہ پر اسقدر عجز و انکسار کرنا فضول ہے۔ خالق حقیقی کے طرف رجوع ہونا افضل ہے مین سلام گاہ سے لوٹا۔ چوبدار نے پوچہا حضرت کہان جاتے ہین۔ مین نے کہا گہر

چوبدارون کے آداب سے ہے کہ آیندہ کو روکتے ہین۔ اور روندہ کو نہین روکتے چوبدار نے
مجکو نہین روکا۔ مین سیدہا گہر آیا۔ اور میرا بہائی وہان ٹہیر رہا۔ بعد مین نواب کی
ملازمت و تسلیم سے مشرف ہوا جب والد ماجد دربار سے گہر مین آئے۔ مجہہ سے پوچہا
کہ آپنے نواب کی ملازمت ترک کیئے آخر کیا کروگے مین نے عرض کیا جو کچہہ تقدیر مین ہے ہوگا

سفر - زیارت بیت اللہ شریف

آپنے اُسیوقت دلمین عزم جزم کیا کہ آپکے خالق کے دروازہ پر چلنا چاہئے۔ پس
بلگرام سے تیسری تاریخ ماہ رجب سنہ ۱۱۵۰ ہجری مطابق مادۂ تاریخ (سفر خیر) زیارت
بیت اللہ کا احرام باندہا۔ اور شہر سے نکلتے وقت کسیکو آگاہ نہین کیا۔ نہین تو
سدراہ ہوتے۔ اہل بیت کو تین روز کے بعد معلوم ہوا۔ افسوس کرنے لگے۔ آپکے
حقیقی بہائی غلام حسن تین منزل تک تعاقب مین گئے۔ آخر آپکو نہین پایا۔ لاچار ہوکے
واپس آئے۔ آپ غیر معروف راہ سے پیادہ پا سرونج ضلع مالوا تک آئے۔ آپنے
غیر متعارف طریق اسلئے اختیار کیا تہا تاکہ کوئی خبردار ہوکے مانع نہووے۔ اُسوقت
عالیجناب نواب آصفجاہ اول کا لشکر فیروزی اثر اس ملک مین جلوہ افروز تہا۔ لشکر مین
ایک عزیز نیک محضر نے بے سابقۂ معرفت آپ کی خاطر و مدارات کی۔ اور مہمان نوازی
کے لوازم پورے ادا کیئے۔ اور آپکو ایک تہہ مکلف ساز و سامان سے آراستہ سواری
کے لئے عطا کی۔ سبحان اللہ اُس زمانہ مین اہل زمان کیا فراخ حوصلہ و مہمان نواز و غربا پرور
ہوتے تہے۔ غربائے نابلد و درماندگان بیوسیلہ کے ساتہہ جان و مال سے ہمدردی و
مساعدت فرماتے تہے۔ فی زماننا باوجود معرفت سابقہ اغماض کرتے ہین بیچارہ
غریب بلکہ قریب کی بہی کوئی ہمدردی نہین کرتا۔ ہم کو بزرگان سلف کے واقعات سے

سبق لینا چاہئے اور قدم بقدم چلنا چاہئے۔ اسلاف کی پیروی مین دارین کی
بہبودی و نیکنامی ہے۔ اسی ضلع مین حسن اتفاقات سے بتاریخ دوم شعبان
سنہ مذکورہ مین نواب آصفجاہ سے ملاقات حاصل ہوئی۔ اور آپنے ایک رباعی
پیش کی۔

رباعی

اے حامیٔ دین محیط جود و احسان — حق داد ترا خطاب آصف شایان
او تخت بدرگاہ سلیمان آورد — تو آل نبی را بدر کعبہ رسان

نواب عالیجناب رباعی دیکہہ کے بہت محظوظ ہوئے۔ اور زاد و راحلہ کا کامل بندوبست
کردیا۔ آزاد اسم بامسمیٰ تہا بجز اس رباعی کے کسیکی مدح سرائی نہین کی۔ اور نہ کبہی
صلہ طلب کیا۔ اگر غور سے دیکہا جائے تو یہہ رباعی بہی بیت اللہ شریف کے سفر کیلیے
ہے نہ اپنی ذاتی منفعت کے لئے۔ بقول صاحب گل رعنا آپ راہ سے آسائش
و آرام کے ساتہہ آہستہ آہستہ منزل مقصود کو پہنچے۔ یعنے بندرگاہ سورت مین داخل
ہوا۔ اور سبحۃ المرجان مین خود آزاد نے لکہا کہ مین مبادین و شوار گزار و کوہ ہائے
ناہنجار کو پیادہ پا طے کرتا ہوا جاتا تہا راہ مین سوائے شوق دل میرا کوئی رہنما و رفیق
نہین تہا۔ آخر خدائے تعالی نے مجکو اس مقام پر پہنچایا جسکی مجکو امید نہین تہی یعنی
مین بندرگاہ سورت محروسہ مین پہنچ گیا۔ اور وہان سے جہاز پر سوار ہوا۔ چند روز
کے بعد جدہ مکرمہ کے کنارہ پر وارد ہوا۔ اور وہان فروکش ہوکے خدا کا شکریہ ادا کیا
چار روز تک اسی مقام پر فضا مین قیام پذیر رہا۔ اور چار روز کے قیام مین تندرست
و شگفتہ رو ہوگیا۔ پہر وہان سے کعبۂ معظمہ مین مع الخیر والعافیۃ بتاریخ ۲۹
محرم سنہ ۱۱۵۱ ہجری داخل ہوا انتہی کلامہ۔ چونکہ حج کا موسم باقی نہین رہا تہا۔

تین روز مکہ معظمہ مین قیام فرمایا طواف بیت اللہ و مقامات متبرکہ کی زیارت سے
مشرف ہوکے مدینہ منورہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے
شوق مین روانہ ہوا۔ ۲۵ تاریخ ماہ صفر مدینہ منورہ مین حضرت کی زیارت سے دل کو تازہ
وسیراب فرمایا۔ خود فرماتے ہین کہ زیارت سے مشرف ہوتے ہی غربت کے مصائب دور ہوگئے
اور مین قبۂ عالی و روضہ صافی کے سامنے نہایت ادب سے کھڑا ہوگیا۔ اور آستانہ مقدس
کی خاک کو آنکھون کا سرمہ بنایا۔ اور وہان کے قیام کو نعمت عظمی سمجھا۔ ایس اقامت کے
زمانہ مین حضرت شیخ محمد حیات سندہی سے صحیح بخاری پڑہی اور اسکی سند اور صحاح ستہ
اور مفردات کی اجازت بہی شیخ سے حاصل کی۔ جیساکہ صدر مین مذکور ہوچکا ہے
آپ مدینہ منورہ مین تقریبًا دس مہینے تک رہے اور عید الفطر وہان کرکے ۱۴ تاریخ ماہ
شوال سنہ مذکور مین مدینہ منورہ سے دیدۂ گریان و سینۂ سوزان برآمد ہوئے
آخر عشرہ مین بیت اللہ شریف مین پہنچے۔ وہان شیخ عبد الوہاب طنطاوی سے
احادیث نبویہ مین فوائد کثیرہ حاصل کئے۔ پہر حج کے لئے احرام باندہا۔ اور حج
کے مناسک فرائض وسنن کلًا ادا کئے اور ادائے حج کی تاریخ عمل اعظم ہے۔ خود
صاحب ترجمہ نے تذکرہ خزانہ عامرہ مین لکہا کہ سالم کشمیری نے میرے اور اپنے حال
کی نسبت کہا ہے ؎

عید فطرست بروز پیغمبر — شیئًا للہ گفتم بس باور
این عید و مدینہ بخت من طالع من — انشاء اللہ مکہ و عید دگر

آخر ماہ ربیع الثانی سنہ ۱۱۵۲ ہجری مین طائف گئے۔ وہان کے باغات و میوہائے
طائف کی سیر کی اور سیدنا عبد اللہ بن عباس کی زیارت سے مشرف ہوکے مکہ مین

مراجعت کی ماہ مذکور کے آخر عشرہ مین مکہ معظمہ سے اہل و عیال کے تعلق و والدین
کی محبت کی وجہ ہند روانہ ہوئے۔ تیسری تاریخ جمادی الاولی جدہ سے جہاز پر سوار ہوکے
آٹھہ روز مین مخا مین پہنچے۔ حضرت سیدنا علی بن عمر شاذلی کی زیارت کی وہان
چار دن قیام کرکے ۲۹ ماہ مذکور کو سورت معمورہ کے کنارہ پر اُترے۔ اور دوسری تاریخ
ماہ جمادی الثانی بلدۂ مامورہ بھڑ مین داخل ہوئے۔ آپکی مراجعت کی تاریخ (سفر بخیر)
ہے۔ پانچ مہینے تک بھڑ مین رہے۔ پہر آپ ۱۱ تاریخ ماہ ذیقعدہ وہان سے برآمد ہوئے
۲۷ ماہ مذکور مین شہر اورنگ آباد کو قدوم میمنت لزوم سے رشک گلشن فرمایا۔ اور
عارف ربانی شاہ مسافر غجدوانی قدس سرہ المتوفی سنہ ۱۱۲۶ ہجری کے تکیہ مین
گوشہ نشین ہوئے۔ دنیا و مافیہا سے کنارہ کش۔ سات برس تک تکیہ مذکورہ مین سکونت گزین
رہے سنہ ۱۱۵۴ ہجری مین بطور سیر حیدرآباد و بیدر گئے تہے۔ چند روز بسر کرکے سال مذکورہ
مین خجستہ بنیاد مین آئے بدستور تکیہ مین تہے۔ جب سنہ ۱۱۵۸ ہجری مین نواب نظام الدولہ
ناصر جنگ شہید والد ماجد نواب آصف جاہ کی طرف سے صوبہ داری اورنگ آباد پر نیابتًا مامور
ہوکے آئے۔ اُسوقت نواب نے آپکو اپنے دربار مین بلایا۔ آپ حسب الطلب نواب کے
پاس گئے۔ نواب نے آپکی بہت تعظیم و توقیر کی۔ اور آپکو اپنے حسن خلق کے دام مین مقید
کرلیا۔ ہرچند کہ آپ کنارہ کش ہوتے تہے لیکن نواب شہید آپکو نہین چہوڑتے تہے۔ ابتدا
ملاقات سے مدت حیات تک آزاد کو محبت و اتحاد کے دام سے کبہی آزاد نہین کیا نواب
شعر و شاعری کا فریفتہ تہا۔ آپ سے اصلاح لیتا تہا۔ آزاد خزانہ عامرہ مین لکہتے ہین۔
کہ نواب نے جو اشعار فقیر کی ملاقات کے بعد لکہے ہین بے سقم و عیب ہین۔ جب میرے سامنے
موزون فرماتے تہے تب اُسیوقت اصلاح لیتے تہے۔ اور اگر غائبانہ کہتے تو لفافہ مین بند کرکے

میرے پاس بہیجتے تہے۔ فقیر اشعار اصلاح کردہ کو مہر بمہر کرکے بہیجتا تہا۔ خود نواب
اصلاح کردہ اشعار شائقین کو سناتے تہے۔ اور دیوان مین داخل کرتے تہے۔ نواب نے
جو اشعار فقیر کی ملاقات سے قبل موزون کئے اصلاح طلب مین۔ مجکو اپنا دیوان اصلاح
کے لئے دیا تہا۔ مین دیوان کا تہوڑا حصہ درست کیا باقی کے لئے دماغ و زمانہ نے موقع
نہین دیا۔ نواب نے ایک رات غزل موزون کرکے فقیر کے پاس بہیجی۔ اصلاح باقی کے لئے
دماغ و زمانہ نے موقع نہین دیا۔ نواب نے ایک رات غزل موزون کرکے فقیر کے پاس بہیجی
اصلاح کرکے بہیجدیا۔ صبح نواب دیوانخانہ مین رونق افزا ہوئے۔ اور امرا و شعرای رکاب
مثلاً صمصام الدولہ شاہنواز خان و موسوی خان جرات اورنگ آبادی و رضی خان داماد
موسوی خان مذکور و نقد علیخان ایجاد وغیرہ حاضر تہے۔ نواب غزل اصلاح شدہ پڑہنے لگے
ایک شعر مین سرو خرامان یعنی درخت سرو باندہا تہا۔ جرات نے اعتراض کیا کہ سرو خرامان
معشوق کے قامت پر صادق آتا ہے۔ درخت سرو پر کیونکر صادق ہو سکتا ہے۔ نواب نے
فقیر کے طرف دیکہا۔ مین نے کہا یہ نزاع صائب ہے سرو خرامان سے درخت سرو ارادہ کیا
ہے چنانچہ کہتا ہے ؎

پائے ہر آرا از آستین دست نگارین در چمن تا دستہا پنہان کند سرو خرامان در بغل

نواب بہت خوش ہوئے اور بیت کو فوراً یاد کرلی۔ جرات نے کہا میرزا سے تعجب ہوتا ہے
کہ سرو زمین گیر کو سرو خرامان کہا۔ مین نے کہا جناب شعر کی بنا تخیل پر ہے۔ درخت کہ
ہوا کی تحریک سے جنبش کرتا ہے گویا خرام کرتا ہے۔ چنانچہ سلمان ساوجی اس امر کی تصریح کرتا ہے ؎

سرو وانہ صبا گرد چمان تا چون قد بتان شد روان ہر چند بخرامد بآن سرو خرامان کی رسد

ایسا ہی عربی مین غصن میاس و شجر میاد کہتے ہین میاس و میاد دونون بمعنی خرامان

ہین۔ (انتہی کلام آزاد بلگرامی صاحب ترجمہ)
حضرت نواب کی خدمت مین تا بہ زندگی سایہ کی طرح ہمرکاب ہے۔ نواب شہید آپکی
مصاحبت سے بہت محظوظ ہوتا تہا۔ اور آپ کی عزت و آبرو مین ایک دقیقہ فروگذاشت
نہین کرتا تہا۔ آپکے توسل سے اکثر اہل حاجات فائز المرام ہوتے تہے۔ آپ ہر کس و ناکس
کی سفارش مین کوتاہی نہین فرماتے تہے۔ نواب شہید آپ کی سفارش سنتا تہا۔ آپ
اس کار خیر مین معروف تہے۔ ہر ایک غریب و بیکس آپکے سایہ عاطفت مین آ کے خواستگار
دستگیری ہوتا تہا۔ سنہ مذکورہ مین نواب کرناٹک مین بطور دورہ روانہ ہوا۔ اُسوقت آزاد
صاحب ترجمہ کو ہمراہ لیا۔ آپ سرینگ پٹن تک جو راجہ میسور کا دار السلطنت تہا ہمرکاب رہے
پائین گہاٹ و بالا گہاٹ کے پر فضا میدانون و پہاڑون کی خوب سیر کی۔ و عجائب
و غرائب تماشے دیکہے۔ آخر سنہ ۱۱۶۱ ہجری غرہ ماہ صفر کو ہمراہ نواب اورنگ آباد رونق افزا
ہوئے۔ اور اُسی سال مذکورہ مین نواب صوف کے ہمراہ بلدہ برہانپور گئے۔ چندہی روز
مین واپس آئے۔ پہر سنہ ۱۱۶۲ ہجری مین دوبارہ برہانپور جانیکا اتفاق ہوا۔ کنارہ نربدا تک
ملاحظہ کرکے مع نواب اورنگ آباد آئے۔ ابہی سفر سے آرام نہین پائے تہے کہ پہر ۱۴ تاریخ
ماہ شوال سنہ مذکورہ مین نواب شہید کے ہمراہ ارکاٹ روانہ ہوئے۔ ایک سال چندماہ
تک سفر مین بسر کئے۔ اسی سفر مین نواب کی شہادت واقع ہوئی۔ نواب کی شہادت کے بعد
بتاریخ ۱۵ جمادی الاول سنہ ۱۱۶۴ ہجری شہر اورنگ آباد مین رونق افزا ہوئے۔ بعد بتاریخ
نہم رجب سنہ مذکور حسب الطلب نواب صمصام الدولہ شاہنواز خان مرحوم حیدر آباد روانہ
ہوئے۔ چند مہینے بسر کرکے ۱۶ تاریخ ماہ ذیقعدہ سنہ مذکور حیدر آباد سے بر آمد ہوکے
اورنگ آباد مین آئے قدوم میمنت لزوم سے اورنگ آباد کو رشک فردوس برین کیا۔

چندروز تک شاہ مسافر کے تکیہ مین آزادانہ رہے۔ جب نواب صمصام الدولہ شاہنواز خان
سنہ ۱۱۶۷ ہجری مین نواب امیر الممالک خلف آصفجاہ طاب ثراہ کی خدمت منصب
وکالت سے سرفراز ہوکے حیدر آباد گئے۔ وہان سے آزاد صاحب ترجمہ کو نہایت شوق
واشتیاق سے طلب فرمایا حسب الطلب سنہ مذکورہ مین حیدر آباد تشریف لیگئے۔ پھر
سنہ ۱۱۶۸ ہجری مین بلدہ اورنگ آباد مین مراجعت کی پھر اورنگ آباد مین ایسے جمے کہ
مرکے اُٹھے۔ گل رعنا کے مولف نے لکھا کہ حضرت آزاد فرماتے تھے کہ جب بیت اللہ
کی زیارت سے واپس آیا تب مین نے دل مین مشورہ و مطارحہ کیا کہ فقیری متعدد الاقسام
ہے ازانجملہ کونسی قسم اختیار کرنی چاہئے۔ آخر یہہ مقرر پایا کہ بند مشیخت و پیری مریدی
سے آزاد رہنا چاہئے۔ راہ راست پر ثابت قدم۔ اس لئے کہ دنیوی معاملات مین دروغ
کو فروغ نہین ہوتا ہے اور دنیوی معاملات مین بطریق اولی۔ چنانچہ حضرت کرامات
گوئی و سلسلہ پیری و مریدی سے منزلون دور رہتے ہین۔ راستی و درستی و خوش معاملگی
مین زندگی بسر کرتے ہین مشائخانہ و پیرانہ نمائش نہین کرتے ہین۔ چنانچہ آپ
فرماتے تھے۔ کہ عرس و بزم آرائی ریاکارون کی شہرت و شکار کا وسیلہ ہے۔ خلائق کو
گرفتار کرنیکا دام ہے۔ آپنے اپنے لئے خاص کوئی تکیہ و خانقاہ نہین بنایا۔ فرماتے تھے
کہ تکیہ داری مین خانہ داری سے زیادہ مضرت ہے۔ اسلئے کہ اگر خانہ داری مین صاحب خانہ
سے قصور و خطا واقع ہو جائے تو اہل بیت زن و فرزند بسبب تعلق جزئیت
معاف کرتے ہین۔ اور تکیہ داری مین اگر قصور و فتور واقع ہو جائے تو واردین
و صادرین مختلف الطبایع چشم پوشی نہین کرتے۔ بلکہ لعن وطعن کا بازار گرم کرتے ہین
چنانچہ آپکے ایک شعر سے یہی مضمون مترشح ہوتا ہے۔ ـــ

تکیہ داران نیستند از خانہ داران ہیچ کم * شکر حق آزاد ما از رسم شان دارد فراغ * انتہی کلامہ
آزاد صاحب ترجمہ کے تذکرون سے معلوم ہوتا ہے کہ آپنے لکھا کہ جب مین نے سفر حجاز
سے مراجعت کی اول بندر سورت مین آیا۔ اور وہان سے اورنگ آباد مین پہنچا۔ گوشہ نشینی
و توکل پر قدم جمایا۔ تقریباً دس برس تک برفاقت قناعت زندگی بسر کی۔ کسی کی پروا نہین کرتا تھا
آخر عمر چالیس برس سے زائد ہوگئی۔ امور ضروری کیلئے استعانت کی نوبت آئی۔ گرمی و سردی
کے سہنے کی تاب و توان باقی نہین رہی۔ ایسی حالت مین توکل سے کام نہین چلتا تھا۔
پس انہین ایام مین نواب نظام الدولہ ناصر جنگ شہید نے آپسے رفاقت کی خواہش کی
آپنے بامر مجبوری قبول کی۔ اور آپ نواب کی رفاقت مین شہادت تک رہے۔
آپ فرماتے ہین کہ نواب کی رفاقت کے بعد یقیناً معلوم ہوا کہ ایک امیر کی نوکری توکل سے
بہتر ہے۔ اس لئے کہ ایک امیر کے طرف محتاج ہونا ہزار امیر کے طرف سے بہتر ہے۔ جب
انسان کی نظر تمام جانب سے بند ہو جاتی ہے تب وہ دل جمعی سے زندگی بسر کرتا ہے۔ جو
کام پیش آتا ہے اطمینان سے انجام دیتا ہے۔ آپنے توکل کے معنی اسطرح بیان فرمایا کہ
متوکل پر اگر پے درپے فاقے واقع ہون مگر اُسکے دلمین یہہ خطرہ نہووے کہ کوئی کہانا
لائے اگر توکل مین یہہ مرتبہ حاصل ہو تو توکل مبارک ہے۔ اگر توکل مین یہہ مرتبہ نہو تو
وہ توکل توکل نہین ہے بلکہ پراگندگی ہے۔ جو متوکل منتظر فتوح ہوگا۔ اپنا دل پراگندہ
کریگا۔ اور وقت عزیز کو برباد کریگا۔ ـــ

توکل را نظر بر روزی تو خدمتی باشد	ہمان بہتر کہ این کس یار صاحب دولتی باشد
اگر بستے میان از کشاد کار محتاجان	تقرب با خداوندان دولت طاعتی باشد
سواد فقر را از پرتو دولت چراغان کن	ترا زین جامعیت با سلیمان نسبتی باشد

ہمدردی و دستگیری غربا و فقرا کا ذکر

آزاد صاحب جمہ کے مزاج مین ہمدردی و دستگیری غربا و فقرا جوش زن تہی۔ اہل جہان
کی حاجت روائی و فیض رسانی و دلسوزی خلق مین زبان و قلم و درم سے دریغ نہین فرماتے
تہے۔ یہہ صفتِ ہمدردی خاص آپکی ذات بابرکات مین ایسی تہی کہ سلف سے خلف تک
کسی مین دیکہے گئے نہ سنی گئے۔ چنانچہ جب نواب نظام الدولہ نے مظفر جنگ پر فیروزی پائی
اُسوقت ملک ارکاٹ مین رونق افزا ہوئے۔ اُسطرف کے تمام عمال و حکام حضور طلب ہوئے
ہر ایک سے محاسبہ لینے لگے۔ آپ اس زمانہ مین نواب صمصام الدولہ کے خیمہ کے قریب فروکش
تہے۔ آپ ایک روز نواب کے خیمہ سے برآمد ہوئے۔ ایک شخص آپکے پاس دوڑتا ہوا آیا۔
اور آپ سے کہا کہ حاجی عبد الشکور نام عامل معزول کہتا ہے کہ مین حوالات مین ہون۔
جگہ سے جنبش نہین کرسکتا ہون۔ شکنجہ بلا مین مبتلا ہون۔ آپ یہان تک تشریف لائے
اور میرے حال پر نظر رحم فرمائے۔ باوجود اسمعنی کہ آپ سے اور عامل سے تعارف و آشنائی
سابقہ نہین تہی۔ آپ از روی مروت اسکے پاس گئے۔ دیکہا اسنے محاسبہ و قید کی
شکایت کی۔ آپ اُسیوقت نواب صمصام الدولہ کے پاس مراجعت کرکے آئے۔ نواب سے
کہا حاجی عبد الشکور نام ایک عامل عاملون کے زمرہ مین آپکے آستانہ پر حاضر ہے۔ آپ
بیچارہ غریب کو روبرو بلائے۔ نواب نے فرمایا عامل محاسبہ کو روبرو طلب کرنیکا ضابطہ نہین ہے
آپ نے فرمایا کہ مین آپکو یہہ نہین کہتا ہون کہ اسکو محاسبہ سے معاف فرمائے۔ صرف
یہہ چاہتا ہون کہ ایک مرتبہ روبرو بلائے۔ نواب انکار فرماتے تہے اور آپ اصرار کرتے تہے
آخر نواب نے اسکو روبرو بلایا اور اسکی حالت دیکہی۔ بہت مہربانی کی۔ فرمایا کہ کل
ڈیوڑہی پر حاضر رہین اور چوبدار کو تاکید کی جب حاضر ہو جائے تو ہمکو مطلع کرنا

حسب الحکم دوسرے روز حاجی ڈیوڑہی پر حاضر ہوا۔ چوبدار نے خبر دی۔ نواب صمصام الدولہ
نے نواب نظام الدولہ سے عرض کیا کہ حاجی عبد الشکور محاسبہ دار حاضر ہے۔ میر غلام علی
آزاد نے مجہہ سے کہا کہ ایک مرتبہ اسکو روبرو بلائے۔ ہرچند کہ مین نے انکار کیا لیکن میرے
مجکو معذور نہین رکہا۔ بامر لاچاری روبرو بلایا۔ اسوقت مین بہی حضور مین عرض کرتا ہون
کہ حاجی کو ایکمرتبہ روبرو بلائے۔ حکم صادر ہوا کہ حاضر کرین۔ فوراً حاضر ہوا۔ نواب
نظام الدولہ نے دیکہا کہ پیر نود سالہ کوژہ پشت پیراہن زیب بدن و دستار سبز بر سر
عصا و تسبیح ہاتہہ مین تہامے ہوے ہے۔ نواب نے دیکہتے ہی پیر فانی کو پاس بلایا۔ اور
حال استفسار فرمایا۔ فرد محاسبہ قریب بیس ہزار کے تہی معاف فرمایا۔ اور پیر فانی کے لئے
روزینہ معین کردیا۔ سرکار سے سواری عنایت کرکے رخصت فرمایا۔ اور آپ فرماتے تہے
کہ باہم زمانہ مین اتفاق پیدا کرنا بہتر ہے۔ اور انقطاع بے ہنری۔ آدمی کو چاہئے
کہ عالم آشنائی و محبت مین نقدی الثیام و محبت کو ضائع نکرے۔

عظمت و رفعت

امرائے جلیل القدر و رؤسائے عالی جوہر آپکو بزرگی و عظمت کی نظر سے دیکہتے تہے
اور آپکی تعظیم و تکریم بجا لاتے تہے۔ آپ آزادانہ زندگی بسر کرتے تہے۔ کسی امیر و وزیر سے
خواستگار نہین ہوتے تہے۔ امرا آپ کی ملازمت و خدمت کو فخر جانتے تہے۔ اور آپ سے
امور ریاست مین استعانت لیتے تہے۔ آپکی رائے صائب سے مستفید ہوتے تہے۔ آپ
تا زندگی مستغنیانہ رہے آپ خزانہ عامرہ کے خطبہ مین لکہتے ہین کہ۔ مینے مدۃ العمر
کسی امیر کی مدح نہین کی نہ اپنے نامہ کو کسی دولتمند کی ستائش سے سیاہ کیا ؎

مہر برلب کرد آزاد از ثنائے اغنیا   نیست ارباب دول را بار در دیوان ما

آپ فرماتے ہین ہرچند کہ مین امرا سے ارتباط و رؤسا سے اختلاط رکہتا ہون۔ لیکن استغنائی و بی پروائی کو ترک نہین کرتا ہون۔ اور فقر کے فخر کو تونگری کے دروازہ پہ ذلیل نہین کرتا ہون۔ چنانچہ بلبل گل کی مصاحبت سے خواہان زر نہین ہے۔ نہ مچھلی سیپ کی مجالست سے گوہر کی خواستگار ہے۔ اسی مضمون مین کہا ہے ؎

جبابم مشت من از گوہر منت نہی آمد — نبا شد عیب گر خود را بدریا آشنا کردم

اور آپنے فرمایا کہ خادم الخلائق کی ہمت کا مدار اسبات پر ہے کہ اگر تہی دستی کی وجہ سے دستگیری نہو سکے تو حاجتمندون کی حاجت روائی مین اعانت کے طریق پر چلنا چاہئے اور حاجتمند کو امیر و وزیر کے پاس لیجانا۔ اور منزل مقصود کو پہنچانا چاہئے۔ اگر انگشت مین گرہ کشائی کی قوت نہو تو بذریعۂ زبان قلم حاجتمندون کی سفارش کرنی چاہئے۔ انتہی کلامہ آپ کی سفارش کا رقعہ اکسیر ہے غربا و فقرا آپ کے رقعہ کو آیۂ رحمت جانتے ہین۔ جس شخص کو آپکا رقعہ ملا گویا اُس نے رقعۂ زر پایا۔ امرا آپکے رقعہ کو مانتے تہے۔ آپکی سفارش سنتے تہے۔

بردباری کا ذکر

آپ حلیم الطبع و سلیم المزاج و متواضع تہے اگر آپ کسی نا اہل جاہل سے سخت کلامی و درشتی سنتے تو چشم پوشی فرماتے تہے۔ اور فرمودۂ الٰہی (واذا خاطبہم الجاہلون قالوا سلاما) پر عمل کرتے تہے۔ آپ فرماتے تہے کہ کلام تلخ ایسی دوائے تلخ ہے کہ اُسکا پینا مفید ہے شور و شر کو دفع کرتا ہے۔ اور کلام تلخ کا جواب فتنہ و شر کا سبب ہوتا ہے۔ ایکوقت کسی بزرگ نیک محضر نے مرتبان کلان مربا سے بہری ہوئی آپکی خدمت مین ہدیۃً بہیجی آپ نے جانی نام خادم کے حوالہ کیا۔ جانی اُٹہا کے لے گیا۔ پہر آپنے مرتبان کو ایک ساعت کے بعد

دیکہا ربع حصہ خالی ہوگیا۔ آپ کو گمان ہوا کہ جانی نے تصرف کیا۔ اُس سے اسطرح پوچہا۔ اے جانی اگر تو نے مرتبان مین ہاتہہ دہو کے ڈالا ہے تو بہتر ہے نہین تو باقی تمام مربا بیکار ہوگا۔ جانی نے کہا کہ مین نے ہاتہہ دہو کے مرتبان مین ڈالا تہا۔ آپنے فرمایا بہت خوب کیا۔ آپ کی چشم پوشی و معافی سبحان اللہ کیا خوب تہی۔ اللہ اللہ بزرگان سلف کیسے ملائک صفت ہوتے تہے۔ عفو کرم حلم و تواضع انکا خمیر ہوتا تہا واقع مین یہی شرفا انسان کامل ہوتے تہے۔ فی زماننا ہم خلاف کو ان کے خلاف پاتے ہین۔ اپنے خادمون زیردستون کو ذراسی تقصیر خطاب پر سخت سخت سزائین دیتے ہین بلکہ کو توالی مین بہیجتے ہین۔ اُنکی قدیمانہ خدمتون کو بہول جاتے ہین۔ رعونت و غرور مین ایسے مست ہین کہ عفو و کرم و حلم و تواضع کے مفہوم کو نہین جانتے اللہ تعالی ہم تمام کو نیک نیت کرے کہ ہم بزرگان سلف کے طریقہ پر چلین۔ اور اُن کے واقعات کو عبرت کی نظر سے دیکہین۔

گل رعنا کے مولف لچہمی نراین نے لکہا کہ اورنگ آباد مین ایک رات آپکی شال چورا ہی گئی چند روز کے بعد ایک دست فروش نے فروخت کے لئے بازار مین لایا۔ آپکے کسی دوست پاشا گرد نے شال کو پہچانا کہ یہہ حضرت کی شال ہے۔ خرید کے بہانہ سے حضرت کے پاس لایا۔ اور عرض کیا کہ دست فروش کو گرفتار کرنا چاہئے۔ اور اس سے استفسار کرنا کہ یہ شال کہان سے لایا۔ آپنے مخبر کی بات نہین سُنی اور فرمایا۔ کہ یہہ معاملہ حاکم وقت کی پیشی مین جائیگا۔ مین مدعی ہونگا۔ مین اسبات کو پسند نہین کرتا ہون کہ دعوی مین حاکم کے اجلاس مین بازاری آدمی کا مقابل ہون۔ شال واپس کردی اور سارق کو چہوڑ دیا۔

عقل و فراست و فہم و کیاست

آپکی عقل و فراست و فہم و کیاست اس درجہ پر تھی کہ ارسطو آپ سے سبق لیوے اور افلاطون اصلاح۔ چنانچہ ایکروز جناب مولانا فخر الدین اورنگ آبادی کے پاس ایک شخص ہدیہ لایا۔ اور مولوی صاحب نے ہدیہ کو رشوت سمجھ کے رد کیا۔ اُس وقت حضرت آزاد حاضر تھے۔ آپنے شخص مذکور سے کہا کہ اگر یہہ ہدیہ مجھکو دیتا ہے تو مین لیتا ہون۔ اُس شخص نے برضا و رغبت دیا۔ آپنے ہدیہ لیکے۔ مولوی صاحب کے سامنے رکھا۔ اور فرمایا مولانا یہہ میری ملک ہے مین آپکو دیتا ہون لیجیے اسمین رشوت کی آمیزش نہین ہے۔ مولوی صاحب نے مسکرا کے قبول کیا۔ حاضرین مجلس اس معاملہ کے دیکھنے سے تعجب کرنے لگے۔

نقل ہے کہ ایکروز سید غلام حسن و مولوی فخر الدین کے درمیان نغمہ کی حلت و حرمت کی بابت باہم مباحثہ ہونے لگا۔ سید صاحب نغمہ کی تحریم کے دلائل بیان کرتے تھے۔ اور مولوی صاحب دلائل حلت۔ حاجی حسام الدین علامۂ سیاح سید کا طرفدار ہوا یہہ مباحثہ بہت بڑہگیا حضرت آزاد بہی اسی مجلس مین شریک تھے۔ ہر چند آپنے رفع مناقشہ مین جسقدر کوشش کرنی تہی ادا کی لیکن کوشش مفید نہین ہوئی بامر لاچاری ایک تدبیر سوچی۔ حاجی حسام الدین سے پوچھا کہ آپنے کہان کہان کی سیر و سیاحت کی۔ فرمائیے۔ ہود علیہ السلام کی قبر کہان ہے۔ آپنے فرمایا یمن مین۔ آپنے فرمایا نہین شام مین ہے۔ حاجی نے کہا مین نے اُن کی قبر کی زیارت یمن مین کی آپنے کہا کہ مین نے ایک معتبر کتاب مین دیکھا کہ شام مین ہے۔ حاجی اپنی راستی پر مبالغہ کرنے لگا۔ حضرت آزاد بہی معارضہ کی زنجیر ہلاتے تھے۔ تو مولوی و سید

اپنا مناقشہ چھوڑ کے آزاد و حاجی کے مناقشہ کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور نغمہ کا مذاکرہ بہول گئے۔ جب آزاد نے دیکھا کہ مناقشہ نغمہ منقطع ہوگیا۔ تب آپنے حاجی سے فرمایا آپ جو کچھ کہتے مین وہی صحیح ہے ہود کی قبر یمن مین ہے۔ آپنے مناقشہ کو حکمت عملی سے دور کیا۔

قوت حافظہ۔ و لطیفہ گوئی۔ و حسن ظرافت

آپکی قوت حافظہ نہایت ہی قوی تہی۔ جو بات ایک دفعہ سنتے وہ حافظہ کے صفحہ پر نقش کالحجر ہو جاتی تہی۔ پہر کبہی نہین بہولتے تہے۔ چنانچہ آپنے سرو آزاد مین سید عظیم الدین بلگرامی کے ترجمہ مین لکہا کہ ایک وقت قاسم کاہی کی یہہ بیت ان کے سامنے پڑہی گئی۔ ؎

چون ز عکس عارضش آئینہ برگ گل شود ۔۔۔ گر دران آئینہ طوطی بنگرد بلبل شود

بہت محظوظ ہوئے۔ انہین ایام مین احمد آباد گجرات اپنے والد میر نجابت کے پاس گئے پہر پانچ برس کے بعد بلگرام مین آئے۔ آزاد سے پوچھا کہ وہ بیت خوب آپنے سنائی تہی فوراً آزاد نے سنا دیا۔ سید متعجب ہوا۔

آپ لطیف الطبع و ظریف الوضع تہے۔ قاضی بیضاوی نے آیہ کریمہ (الذی جعل لکم من الشجر الاخضر نارا) یعنے خدائے تعالی نے تمہارے لئے سبز درخت سے آگ پیدا کی کی تفسیر مین کہتا ہے مثلاً جب مرخ کی شاخ کو عفار کی شاخ پر رگڑتے ہین یہانتک کہ دونون سے پانی ٹپکتا ہے آخر آگ انہون سے نکلتی ہے۔ جوہری صحاح مین کہتا ہے کہ مرخ و عفار دو درخت ہین ان سے آگ لیتے ہین عفار نر ہے مرخ مادہ ہے۔ آپنے سبحۃ المرجان مین لکہا کہ بیضاوی اگر ایسا کہتا کہ عفار کو مرخ پر رگڑتے ہین۔ تو اس صورت مین

زیادہ پر ہوتا۔ لیکن قاضی نے قول الٰہی پر عمل کیا۔ فاتوحرثکم انّا شئتم پہر آپنے قاضی کے جانب سے خوش طبعی کے ساتہہ جواب دیا کہ آیہ کا معنی یہہ ہے کہ تم مباشرت کرو بی بیون سے جسطرح چاہو۔

لطیفہ دیگر۔ سیف الدولہ میر بخشی آصفجاہ ثانی کی زوجہ کو درد زہ عارض ہوا۔ ولادت مین دیر ہوئی۔ حاجی علی اکبر نامی تعویذ نویس جو بخشی کے دولتخانہ پر حاضر تہا۔ آسانی ولادت کے لئے اُس سے تعویذ طلب کیا گیا۔ حاجی مذکور نے تعویذ لکہہ کے دیا۔ حق التعویذ گیارہ پیسے مقرر ہوئے۔ اتفاقاً بچہ مردہ شکم سے برآمد ہوا اُسی دن حاجی کی ماد یان بہی فوت ہوئی۔ حق التعویذ گیارہ پیسے حاجی کو دئے۔ اُسوقت کسی ظریف الطبع نے کہا بچہ مردہ برآمد ہوا۔ حاجی صاحب اجرت کیون لیتے ہین۔ حضرت آزاد صاحب ترجمہ فرمایا۔ مادیان کا کرایہ لیتے ہین۔ اسلئے کہ میر بخشی کا لڑکا پیادہ نہین چل سکتا ہے۔ حاجی کی گہوڑی پر سوار ہوکے جاتا ہے

لطیفہ دیگر۔ حضرت آزاد شاہ محمود خلیفہ شاہ مسافر غجدوانی کے تکیہ مین سکونت پذیر تہے حسن اتفاق سے ایک مغل تازہ بخارا سے آیا۔ عصر کیوقت تکیہ مین وارد ہوا۔ حضرت شاہ محمود نے اُسکو آزاد کے حجرے کے پہلو مین اُتارا۔ مغل نے رات اپنے حجرے مین گذاری۔ باوجود عدم تعارف صبح آزاد کے حجرے مین آیا۔ اور کہا مین آپکا مہمان ہون۔ آپنے میری ضیافت نہین کی آپنے فرمایا باوجود آشنائی قدیم ہمارے لئے کیا تحفہ لایا۔ ضیافت طلب کرتے ہین بعد ازان ماحضر سے اُسکی دعوت کی۔ مغل بخاری مرہون منت ہوا۔

لطیفہ دیگر۔ ایک روز ایک فقیر جو مدعی فضیلت تہا۔ اور خود کو شعرائے عرب سے شمار کرتا تہا آپکے پاس آیا۔ اور عربی قصیدہ اپنا طبع زاد پڑہا۔ قصیدہ تمام پڑہنے کے بعد تحسین و تعریف کا امیدوار ہوا۔ چونکہ قصیدہ شعرا کے عادات کے خلاف تہا و قواعد عربیت و موزونیت سے

خارج تہا۔ آپنے اسکی تعریف اسطرح کی کہ آپکا قصیدہ خرق عادت ہے۔ آپکی مجلس مین کبہی کسیکی برائی نہین ذکر کی جاتی تہی نہ آپ کی زبان قلم سے یا قلم زبان سے لغو و بیہودہ لفظ و حرف نہین نکلتا تہا۔ چنانچہ آپ فرماتے ہین ؎

زحرف تلخ مبرّاست خانۂ آزاد — کہ زہر ریختن از نیشکر نمی آید

لطیفہ دیگر۔ آپنے سرو آزاد مین لکہا کہ فقیر کو عالیجناب غفران پناہ آصفجاہ سے محبت و اتحاد کامل تہا۔ اکثر اوقات مصاحبت رہی ہے۔ اتفاقاً ایک روز عین مجالست کے وقت ایک ہندو با ارادہ اسلام آیا۔ شرف اسلام سے مشرف ہوا عرض بیگی نے عرض کیا کہ نام کا امیدوار ہے فرمایا کوئی نام پیارا کہنا چاہئے کہ دین اسلام پر دلالت کرے۔ آزاد نے عرض کیا کہ دین محمد نام رکہو آصفجاہ نے فرمایا کہ کلمہ ایک شخص سلطان ہوا اُسکا نام دین محمد کہا گیا۔ آزاد نے عرض کیا دین محمد جسقدر زیادہ ہو جائے بہتر ہے اللّٰھم انصر من نصر دین محمد نواب بہت خوش ہوئے یہی نام رکہا گیا۔

لطیفہ دیگر۔ آپنے فرمایا کہ میسور کے سفر مین نواب نظام الدولہ اور مین ہاتی پر سوار جاتے تہے۔ میدان ناہموار و صحرائے ناہنجار مین گذر ہوا۔ تمام میدان سوار و پیادہ سے معمور ہو گیا۔ جدہر نظر پڑتی تہی اُدہر سوار و پیادہ دکہلائی دیتے تہے۔ نواب نے مجہہ سے کہا کہ لشکر کی رفتار کو ملاخطہ کرنا چاہئے۔ مینے کہا جبر و اختیار کا مسئلہ مشکل زیادہ مسائل لاینحل سے ہے یہان حل ہوتا ہے کہ تمام خلائق کی حرکات ایک ہی شخص کے تابع ہے اور اسے ایک کے حکم سے حرکت کرتے ہین۔

مقبولیت بارگاہ ایزدی

گل رعنا کے مولف نے لکہا آپ جب مکہ معظمہ مین سکونت پذیر تہے اُسوقت ایک

عجیب و غریب واقعہ غیبی و کرشمہ وہبی نمود ہوا جس سے آپکی مقبولیت بارگاہ ایزدی مین
متشرح ہوتی ہے۔ معتقدین پیر پرست و مستان الست کہینگے کہ کرشمہ و کرامت گویا
خرق عادت ہے و حکمائے فلسفی مشرب اس کیفیت کو بخت و اتفاق پر محمول کرینگے ہو ہذا
آپ مکہ مین سکونت کے زمانہ مین ایک روز جبل ثور جو مکہ معظمہ سے دو تین میل کے فاصلہ پر
واقع ہے۔ اور اسی پہاڑ کی چوٹی پر ایک غار برج ثور کی مانند واقع ہے حضرت رسالت پناہ
صلی اللہ علیہ وسلم شب ہجرت اسی غار مین رونق افزا تھے۔ خود آزاد صاحب ترجمہ
ماثر الکرام مین لکھتے ہین کہ مین نے انتیس تاریخ ماہ محرم ۱۱۵۲ ہجری مین جبل ثور کی زیارت کا
ارادہ کیا۔ اسوقت گرما کا موسم ایسا سخت تھا کہ باد سموم تند و تیز برق تاز و حرارت
خارہ گداز تھی۔ فرودگاہ سے چند قدم بر آمد ہوا کہ تشنگی کی حرارت نے غلبہ کیا۔ زبان
خشک ہونے لگی۔ اور ہمراہ پانی اس خیال سے نہین لیا تھا کہ رستہ مین ملجائیگا رستہ مین
کہین پانی بجز عرق نہین نظر آتا تھا۔ راستہ مین چند آدمی ملے جنکے پاس تھوڑا سا پانی
تھا۔ بلحاظ شرم ان سے سوال نہین کیا۔ خود ان کے پاس اسقدر ہے کہ انکو کافی نہین ہے
سائل کو کیا دینگے خاموش ہو گیا اور چلنے سے باز نہین رہا بمشقت تمام رستہ کے
نشیب و فراز کو طے کیا۔ میرا جگر حرارت کی سوزش سے کباب ہوا۔ بمشکل تمام پائین پہاڑ پہنچا
اب دوسری مصیبت پیش آئی کہ باوجود تشنگی و تکان پہاڑ چڑہنا چاہیے۔ افتان و خیزان
کمر کوہ تک چڑہ گیا لیکن طاقت سے طاق ہو گیا۔ آگے بڑہنے کی قوت باقی نہین رہی۔
ایسی حالت مین کہ مین پانی کے شوق و خیال مین تھا۔ میرے آئینہ دل مین عجیب و غریب
کیفیت نقش پذیر ہوئی۔ دیکھا کہ ایک بزرگ مجھسے دو تین قدم آگے چڑہ رہا ہے اور اس کے
ہاتھہ مین صراحی ہے۔ یکایک اسکی صراحی پتھر سے ٹکرائی۔ اسکا نصف حصہ علی عزیز کے ہاتھہ مین

اور نصف اسفل کاسہ کیطرح بلندی سے نیچے آرہا تھا۔ اور اسمین پانی محفوظ تھا۔ فوراً اسکو
دونون ہاتھہ سے اخذ کر لیا۔ اور اسی عزیز مالک سے اجازت لیکے پیا۔ بخدا وہ پانی ایسا شیرین
و با مزہ تھا کہ اب تک اسکا مزہ حلق و زبان مین موجود ہے۔ جب خیال کرتا ہون لطف و مزہ
خاص پاتا ہون۔ اسوقت خدائے جل شانہ نے بندۂ غریب و سوختہ دل کو آب رحمت سے
سیراب فرمایا۔ فسبحان الذی ہو یطعمنی و یسقین انتہی کلامہ

ایضاً

جب نظام الدولہ ناصر جنگ شہید و مظفر جنگ کے درمیان پہلچری مین مقابلہ و معرکہ واقع ہوا
نصارائے فرانسیس مظفر جنگ کے معین و مددگار تھے۔ مقابلہ تمام روز رہا طرفین میزان
عدل مین برابر تھے۔ شام تک جنگ کا فیصلہ نہین ہوا تھا۔ نواب و دیگر امرا نے نماز مغرب
او اکی آزاد صاحب ترجمہ امام تھے۔ نواب و امرا مقتدی تھے۔ آپنے نماز مین تفاءلاً
سورۂ اذا جاء نصر اللہ و الفتح الخ پڑہے۔ نماز سے فارغ ہونیکے بعد تمام مقتدیون نے
تحسین و تعریف کی کہ سورہ موقع پر پڑہا گیا۔ انشاء اللہ تعالی ضرور ہم فیروز و کامیاب
ہون گے۔ مخالفین بمصداق و یدخلون فی دین اللہ اطاعت و اسلام کے دائرہ مین
داخل ہون گے۔ آپنے فرمایا کہ مین نے عمداً تفاءلاً اسی سورہ کو پڑہا۔ دوسرے دن نواب
نظام الدولہ کو فیروزی و کامیابی حاصل ہوئی۔ اور آپ کی فال واقع کے مطابق ہوئی
تمام آپکی کرامت کے قائل ہوئے۔

ایضاً

جب ۱۱۷۴ ہجری مین احمد شاہ درانی نے بہاؤ رئیس مرہٹہ پر مقام پانی پت مین فیروزی
پائی آپنے فتح سے چھ مہینے پیشتر تفاءلاً ایک غزل موزون کی تھی۔ چنانچہ آپ کی فال کا

آخر نتیجہ ظاہر ہوا۔ غزل یہہ ہے۔

شاہے رسید و ہند سینۂ عام را گرفت
ماہے طلوع کرد و سر شام را گرفت

شکر خدا کہ کذلک تصحیح حک نمود
نقشِ غلط کہ صفحۂ ایّام را گرفت

چون ریشِ خویش شد علفِ تیغ بیدریغ
آن برہمن کہ سلطنتِ عامہ گرفت

آخر ز تیغِ خسروِ غازی بریدہ شد
زلفِ ایاز کز دلِ خود کام را گرفت

انجامِ کارِ غیر ندامت چہ صرفہ برد
فیلے کہ راہ خانۂ احرام را گرفت

نازم باقتدارِ سلیمانِ کامگار
از دستِ دیو شکرِ اسلام را گرفت

آمد خبر ز دہلی محروس در دکن
آزاد ما بمیکدہ کُل جام را گرفت

رحمدلی

آپ رقیق القلب و رحیم الفواد تھے۔ کسی انسان و حیوان کو ایذا نہین دیتے تھے حتّی المقدور جان کی حفاظت مین کوشش فرماتے تھے۔ آپنے سروِ آزاد مین لکھا کہ جب نواب نظام الدولہ بطور دورہ ارکاٹ مین رونق افزا ہوئے۔ اُسوقت صحرائے پرفضا و مرغزار روح افزا مین شکار کے لئے گئے حسبِ ضابطہ قراولون نے ہرن کو نواب کے خیمہ کے قریب لاکے بٹھلائے۔ نواب نے حاضرینِ محفل سے کہا کہ اس ہرن کو شکار کرنا یا آزاد کرنا چاہئے حاضرین نے دیکھا کہ نواب شکار کی طرف مائل ہے۔ نواب کی مرضی کے موافق کہا کہ شکار کرنا چاہئے۔ آخر نواب نے آزاد سے دریافت فرمایا۔ آزاد نے عرض کیا۔ اسوقت ایک نقل یاد آئی ہے اگر حکم ہو تو عرض کرون۔ فرمایا وہ کیا ہے۔ آزاد نے عرض کیا کہ سلاطین سلف سے کسی ایک بادشاہ نے کسی قیدی کے قتل کا حکم جاری کیا۔ رسم عام ہے کہ جب کسی کو قتل کرنا چاہتے ہین اُس سے دریافت کرتے ہین اُسوقت جو چیز مطلوب ہو ظاہر کرے۔ اگر وہ

جو حکم کرے اُسکی تعمیل کرتے ہین۔ جب ہر سے استفسار کئے۔ اُسنے کہا میری یہہ آرزو ہے کہ مین ایکمرتبہ بادشاہی دربار مین باریاب ہو جاؤن۔ اسکی خواہش کے موافق دربار مین حاضر کئے۔ اور اُس سے استفسار کیا کہ کچھہ عرض کرنا ہے جواب دیا نہ خیر۔ جب بادشاہ دربار سے برخاست کرنے لگا۔ قیدی نے عرض کیا کہ مین اگرچہ واجب القتل ہون۔ لیکن بادشاہ پر حقِ مصاحبت ثابت کردیا۔ بادشاہ اسکی حسن تقریر سے بہت خوش ہوا اور اُسکو آزاد کردیا بالفعل اس ہرن نے حضور پر حقِ مصاحبت ثابت کردیا۔ آپ مختار ہین جو چاہین کیجئے۔ نواب نے مسکرا کے آزاد کردیا۔ میرزا جلال اسیر کا شعر حسب حال ہے۔ ؎

کباب آہو نتوان خلاصی او
اگر از مئی مروت قدحے چشیدہ باشی

ایضاً

صاحب ترجمہ سروِ آزاد مین لکھتے ہین کہ نواب نظام الدولہ نے اورنگ آباد مین ساداتِ عرب کی دعوت کی۔ قہوہ کا دور چلنے لگا۔ نواب اپنے بزرگانِ سلف کی طرح قہوہ دوست تھا سادات مین سے ایک نے جو عقلِ خرد سے خالی تہا کہا ع القهوة محرمة عند بعض العلماء نواب نے آزاد سے پوچھا۔ آپ کیا فرماتے ہین مولانا نے عرب کے قول کی ایسی توجیہ کی کہ نواب خاموش ہو گیا۔ توجیہ یہہ ہے۔ سیّد عرب فرماتے ہین کہ بعض علما کے نزدیک قہوہ معظم ہے لفظ محرّم مادہ احترام سے ہے۔ آزاد کی توجیہ سے نواب نے سکوت اختیار کیا۔ عرب صاحب سے بحث و تکرار نہین کی۔ مجلس برخاست ہونیکے بعد سیّد عرب نے آزاد کا شکریہ ادا کیا۔ اور کہا مرحبا مولانا آپنے میرے کلام کی خوب توجیہ کی۔ نہین تو نواب مجھہ سے سخت رنجیدہ ہوتا۔ انتہی کلامہ۔

بدیہی گوئی

آپ کو نظم فی البدیہہ کہنے مین قدرت کاملہ تہی ۔ جب ارادہ کرتے فوراً موزون کر دیتے تہے طبیعت مین مضامین کی آمد تہی غور و فکر کی ضرورت نہین ہوتی تہی ۔ گل رعنا کے مولف نے لکہا کہ حضرت آزاد صاحب جمعہ ایک مجلس درس تدریس مین فرما رہے تہے کہ مجمع النفائس مین سراج الدین علیخان آرزو بابا فغانی کے ترجمہ مین لکہتا ہے کہ بابا فغانی کی یہہ ایک بیت مجکو نہایت خوش مزہ معلوم ہوتی ہے ؎

نخل قدرت کہ از چمن جان بر آمدہ ۔ شاخ گلے بصورت انسان بر آمدہ

پہر آپنے فرمایا شاخ کا بر آمد ہونا انسان کی صورت مین محض ادعا ہے ۔ انسان مین بر آمد ہونا امر وقوعی ہے ۔ اُسوقت آپنے بابا فغانی کے جواب مین ایک مطلع موزون کیا ۔ ؎ طفلی بطرز نو ز دبستان بر آمدہ ؛ یعنی پیری بصورت انسان بر آمدہ

ایضاً

ایکروز نواب معین خان بہادر ناظم اورنگ آباد نے آپسے کہا کہ میرے والد فرخ نژاد خان تحسین تخلص نے ایک ایسا مصرع موزون کیا ہے کہ اسکا ثانی مصرع موزون نہین ہو سکتا ہے وہ مصرع یہہ ہے ؎ کاغذ سوختہ ام خندہ من نزع من است ۔ آپنے اسیوقت فی البدیہہ یہہ ایک مصرع موزون کر دیا ۔ **وہو ہذا** صبح افروختہ ام خندہ من نزع من است

صبح دل سوختہ ام خندہ من نزع من است ؛ پہر اسی غزل کو تمام کیا ۔ **وہو ہذا**

صبح دل سوختہ ام خندہ من نزع من است ۔ برق افروختہ ام خندہ من نزع من است
شہر یا بر کا یم کہ نظر بر رخ غم ۔ دو طرب وختہ ام خندہ من نزع من است
در شبستان جہان رسم طرب از گل ریز ۔ خوب آموختہ ام خندہ من نزع من است

گفت آزاد برین مصرع تحسین غزلے ۔ کاغذ سوختہ ام خندہ من نزع من است

صلح پسند

گل رعنا کے مولف نے لکہا ایکرات بتقریب عرس حضرت محبوب سبحانی الشیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ حضرت غلام حسن صاحب قدس سرہ کے مکان پر تمام شہر کے مشائخ و امر المجتمع تہے ۔ شاہ محمود خلیفہ شاہ مسافر بہی تشریف لائے ۔ سید موصوف بسبب رعونت تعظیم کے لئے نہین اُٹھے ۔ شاہ محمود رنجیدہ و کبیدہ خاطر ہوئے ۔ سید بہی بد ستور شاہ صاحب کے طرف متوجہ نہین ہوا ۔ دیر تک سید و شاہ صاحب عالم سکوت مین رہے ۔ حضرت آزاد اس فکر مین تہے کہ دونون بزرگون مین باہم صلح ہو جائے ۔ اور شیخین کے دلون سے کدورت دور ہو جائے ۔ آپ دونون کے قریب آئے ۔ اور بیٹہہ گئے ۔ اُس روز سید صاحب چہیٹ ہزارہ کا جبہ زیب بدن کئے ہوئے تہے ۔ (ہزارہ اُس چہیٹ کو کہتے تہے جس کے گل و بوٹے مختلف ہوتے تہے) آپنے دونون بزرگون سے خطاب کرکے فرمایا اے حضرات اس چہیٹ مین صوفیہ کرام کا مسئلہ مشاہدہ ہوتا ہے کہ حق تعالی کی تجلی مین تکرار نہین ہوتی ہے ۔ آپ کے اس قول سے دونون بزرگ مسکرائے ۔ اون کی بستگی کشادگی سے مبدل ہوگئی ۔ دونون بزرگ باہم مکالمہ کرنے لگے ۔ اور اُٹہے اور فرمایا خدا تعالی عالم ہستی سے خارج ہے ۔ اور عالم کے ہر ایک جز مین موجود ہے واحد کی طرح ۔ علمائے حساب واحد کو اعداد سے نہین شمار کرتے ہین اور وہ تمام اعداد مین موجود ہے ۔ یہہ مضمون رباعی مین موزون کیا گیا ہے ۔ **رباعی**

احد برون ز عالم ایجاد است ۔ اما ہیدا بجملہ افراد است
شک نیست کہ واحد نبود از اعداد ۔ لیکن موجود در ہمہ اعداد است

پہر فرمایا کہ اس عالم مین جو تمام سے کمتر ہے۔ عالم اخری مین تمام سے برتر و بہتر ہے
جیسا کہ کتاب کے صفحہ مین انتہائے صفحہ کا کلمہ اس صفحہ کے تمام کلمات سے موخر ہے
لیکن دوسرے صفحہ کے تمام کلمات و فقرات سے مقدم ہے آپنے اس مضمون کو
موزون کیا۔ ھو ھذا

سر فراز آنجہان باشد ذلیل اینجہان حرف ختم صفحہ تاج صفحہ آیندہ است

آپ کے علم و فضل کا ذکر

آپ جامع کمالات انسانی و مظہر انوار تجلیات ربانی تہے۔ برہان قاطع معقولات
و میزان عدل منقولات شیرازہ بند دفتر صلح کل۔ آب و رنگ بہار تفضل۔ پیشوائے
ارباب بلاغت و قدوہ صاحبان فصاحت مفتاح کنوز الہی۔ و مصباح رموز نامتناہی
آپکا تبحر علم و فضل علمائے معاصرین کے نزدیک مسلم الثبوت تہا۔ آپکی
طبیعت فطرۃً موزون تہی۔ شعر گوئی و شعر فہمی کی استعداد خداداد تہی۔ آپ علوم
و فنون کی تکمیل سے پہلے ہی شعر موزون کرنے لگے۔ آپکے اشعار سنجیدہ و پسندیدہ
ہوتے تہے۔ مضامین تشبیہ و استعارہ کے زیور سے آراستہ ہوتے تہے۔ جب آپ تحصیل
علوم و فنون سے فارغ ہوئے۔ تب آپ درس و تدریس مین ہمہ تن مصروف ہوئے اور
شعر گوئی کے میدان مین ایسی سبقت کی کہ امثال و اقران مین مقدم ہو گئے۔ اور اساتذہ
کے زمرہ مین شمار کئے گئے۔ عربی و فارسی دونون زبان مین موزون فرماتے تہے۔ اور اپنے
جد اعلی مولانا عبد الجلیل بلگرامی اور اپنے ماموں سید محمد بلگرامی سے اصلاح لیتے تہے
آپکا کلام کیا ہے گویا الہام ہے باوجود بسیار گوئی کلام کو خوبی و خوش اسلوبی کے قالب
مین بطرز عجیب و غریب ڈہالتے ہین۔ خیالات نفائس کا فوٹو نہایت خوشنما پیرایہ مین

کہینچتے ہین۔ مضامین کو تشبیہ و استعارہ کے نوادر زیور سے سجاتے ہین۔ آپکا کلام
معجز نظام اعجاز عیسوی کا دم بہرتا ہے۔ اور اپنے ید بیضا سے سحر سامری کا بازار سرد کرتا ہے
آپ صاحب تالیف و تصنیف ہین۔ عربی و فارسی مین آپکے متعدد دیوان مدون ہین
چونکہ آپکے اکثر قصائد حضرت رسالتماب صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت مین ہین۔ آپکو
حسان الہند کے لقب سے ملقب کرتے ہین۔ آپنے عربی اشعار کو ایسی ایسی تشبیہات سے
آراستہ فرمایا کہ اہل عرب آپکی تقلید کرنے لگے۔ ہند مین ابتدائے فتح اسلام سے کوئی شخص
ایسا پیدا نہین ہوا۔ اکبری عہد کے بعد آپ ہی ایک ایسے بزرگ ہین کہ تذکرہ نویسون مین
مقدم و مستند مانے جاتے ہین۔ تاریخ و تذکرہ نویسی مین قوت کاملہ و ملکہ تامہ رکہتے تہے
آپکی تصنیفات سے متعدد کتابین متداول و متعارف ہین۔ ازانجملہ تذکرہ خزانہ عامرہ[1]
و ید بیضا[2]۔ و سرو آزاد[3]۔ و غزلان الہند[4]۔ شرح بخاری تا کتاب الزکوۃ[5]۔ و شمامۃ العنبر[6]
فی ذکر الہند[7]۔ تسلیۃ الفواد[8]۔ سند السعادات فی حسن خاتمۃ السادات[9]۔ روضۃ الاولیائے
خلد آباد۔ ماثر الکرام[10]۔ سبحۃ المرجان فی آثار ہندوستان[11]۔ دو دیوان عربی سہ ہزار اشعار
دیوان فارسی پنجہزار بیت۔ خود آزاد صاحب ترجمہ خزانہ عامرہ مین لکہتے ہین کہ مین نے
کلام عربی کو طرز خاص سے ادا کیا ہے۔ اور بابل کے افسانہ گویون کا بازار سرد کیا ہے
مین طوطی ہند ہون قمریان عرب کے ساتہہ ہمدم و ہم نوا ہون و نغمہ سنج پورب ہون
باخوش نوایان حجاز ہم آواز۔

من قولہ

سخن عربی را بطرز خاص ادا میکنم و بازار افسون خوانان بابل می شکنم۔ طوطی ہندم با قمریان
عرب دمساز و نغمہ سنج پوربم باخوش نوایان حجاز ہم آواز۔ دیوان فقیر در حرمین شریفین

وبلاد یمن و مصر مشہور ہست و محافل عرب عربا باین غربت تازہ وارد معمور گویا شوکت بخاری از زبان من گوید ؎

شنیدہ اند بتان یمن کلام مرا ٭ نوشتہ اند بآب عقیق نام مرا ٭ انتہی کلامہ

گل رعنا کے مولف نے لکہا کہ سید حسین بغدادی جو عالم فاضل و شاعر علامہ تہا بغداد سے عازم ہند ہو کے شہر اورنگ آباد مین وارد ہوا حضرت آزاد سے ملا چند روز باہم خوب ملاقات رہی - آپ کے قصائد نعتیہ سنکے وجد کرتا تہا - آپکی فصاحت و بلاغت کی داد دیتا تہا - جب سید بغدادی عربی اورنگ آباد سے عازم بغداد ہوا - آپکے دیوان کے دو نسخے ہمراہ لیگیا بندر مسقط مین پہنچ کے ایک خط عربی عبارت مین مورخہ ۲۹ ماہ رجب سنہ ۱۱۸۰ ہجری آپکی خدمت مین بہیجا - خط مذکور بتاریخ دہم رمضان سنہ مذکور شہر اورنگ آباد مین پہنچا - اسمین لکہتا ہے کہ حسن اتفاق سے یہان بصرہ و بحرین کے علما و شعرائے اکابر جمع ہوئے ہین مینے آپکا عربی دیوان علما کے مجمع مین پیش کیا - تمام نے دیکہا اور پڑہا بہت پسند کیا ہر ایک مرحبا مرحبا واہ واہ کہتا تہا - اشعار کے مضامین پر وجد کرتے تہے - اور تعجب کرتے ہین کہ ہندی الاصل جسکی نشو نما ہند کی سرزمین ہوئی ہو کسطرح زبان عربی اہل زبان کی طرح کہتا ہے اور اشعار مین مضامین فصاحت و بلاغت اسیر باندہتا ہے - منجملہ علمائے بحرین حضرت شیخ عبد العلی بحرینی نے جو اجل علماء سے ہے کہا - واللہ لو ادعی النبوۃ فی الھند صاحب ھذا الدیوان لصحت دعواہ یعنے قسم خدا اگر دعوی نبوت کند در ہند صاحب این دیوان ہر آئینہ صحیح شود انتہی مضمون المکتوب -

میرزا محمد امین مثل قطعہ خواجہ حافظ شیرازی جسکا اول یہہ ہے ؎

بعہد سلطنت شاہ ابو اسحٰق ٭ بہ پنج شخص ملک فارس بود آباد الخ کہتا ہے ؎

درین زمانہ کہ ارباب فضل کمیاب اند ٭ ز بلگرام دو شخص اند در سخن استاد

یکے امام زمان سید غلام نبی ٭ رسا نمودہ فطرت او شعر ہند را بمراد

کلام فائق آن شہرۂ دیار عرب ٭ ز خوبی سخن این بہند شور فتاد

نگاہ دار ہمیشہ الٰہی ایشان را ٭ بمرسل عربی و آلہ الامجاد

حضرت آزاد صاحب ترجمہ نے دیوان فارسی سے چند اجزا خان آرزو کے پاس اورنگ آباد سے دہلی بہیجے - خان آرزو نے جواب مین لکہا کہ مین نے آپکے اشعار اول سے آخر تک دیکہے کوئی شعر لطف و مزے سے خالی نہین انتہی کلامہ -

بخدا خان آرزو کی زبان سے حرف راست و درست مطابق واقع برآمد ہوا - دیوان کے مطالعہ سے آپکے کلام فصاحت التیام کی خوبی و نازک خیالی معلوم ہوتی ہے -

جب آپ سبحۃ المرجان کی تصنیف سے فارغ ہوئے - چاہا کہ ایک نسخہ دیار عرب مین روانہ کرین بمقتضائے وقت انہین ایام مین فیمابین نصاری و اعراف مناقشہ واقع ہوا بسبب فتنہ و شر علما و اکابر تجار بصرہ و بحرین سے حفظ جان و مال کے لئے سرزمین مسقط مین پناہ گیر تہے - آپنے ایک نسخہ مع خط عربی بنام سلطان مسقط امام احمد بن سعید نواب قائم الدولہ حاکم بندر سورت کے پاس بہیجا - اور لکہا کہ آپ اپنے ذریعہ سے امام مسقط کے خدمت مین روانہ کرین - نواب موصوف نے کتاب و مکتوب کو روانہ کیا - امام نے نامہ کا جواب بتعظیم تمام و تعریف کتاب مع ہدیہ بہیجا - **ھو ھذہ** -

بسم اللہ الرحمن الرحیم

من عبد اللہ المتوکل علیہ المعتصم بامام المسلمین احمد بن سعید بن احمد بن محمد البوسعیدی الی حضرۃ افصح الامۃ لسانا وابرعھم بیانا واحدھم

عقلاً واثبتھم نقلاً الشیخ الاستاد علامۃ الدھر وفریدۃ العصر آزاد الحسینی الواسطی البلگرامی سلمہ اللہ تعالی - احی رسوم الفصاحۃ بعد ان عفت واطلع شموسھا بعد ان انکسفت واجری میاہھا بعد ان غاضت وشید ارکانھا بعد ان انقاصت الخ چونکہ خط دراز ہے تخمینا پچاس فقرے نثر مین اور چند اشعار نظم مین تھے - طوالت کی وجہ سے باقی فقرات کو قلم انداز کیا -

ضمیمہ وقعت

آپ دکن مین تمام عمر اعزاز واکرام کے ساتھہ رہے - اہل دکن امرا وفقرا کل آپ سے مانوس وموافق تھے - سرکار نظام خلد اللہ ملکہ کی نظر مین آپ معزز ومکرم ہے - نواب نظام الدولہ ناصر جنگ شہید آپکی بہت ہی خاطر ومدارات فرماتے - آپکو تا بہ شہادت اپنی مصاحبت مین رکھا - آپکے دائرہ تلمذ مین داخل ہوا - آپکی صلاح سے اپنا کلام درست کرتا رہا آپ ناصر جنگ کی مجلس کے رونق تھے اگر رات ہو تو روشن چراغ - اگر دن ہو تو آفتاب روشن تھے - سفر وحضر مین سایہ کی طرح ہمرکاب رہتے تھے - شہید مرحوم آپ سے جدا رہنا پسند نہین کرتا تھا - آپکی صحبت کو غنیمت سمجھتا تھا - اسیطرح نواب نظام علیخان خان اسد جنگ بہادر آصفجاہ دوم بھی آپکی بہت قدر کرتے تھے - چنانچہ مآثر آصفی کے مولف نے لکھا کہ جب حضرت آزاد بتقریب سیر یا بجست طلب بعض احباب حیدر آباد تشریف لائے اور شاہ علی بنڈہ پر قریب دروازہ علی آباد لب سڑک پر فروکش ہوئے - قائم الدولہ نے آپکی تشریف آوری سے خبر دی آپنے فرمایا - کہان فروکش ہوئے وہ ہمارے مہمان ہین انکو مکان عزیز پر اُتارنا چاہئیے - قائم الدولہ نے فرمایا کہ علی آباد کے دروازہ کے قریب فروکش ہین فرمایا آج ہم اس راہ سے تفرجاً جائین گے - محل فرودگاہ کے قریب

سواری پہنچے تو ہمکو مطلع کرنا - آپ حسب قرارداد سہ پہر کو ہاتھی پر سوار دروازہ کے قریب پہنچے نقیب نے عرض کیا حضور یہہ آزاد کا فرودگاہ ہے - آپ ہاتی سے اُتر رہے تھے کہ حضرت آزاد حاضر ہوئے نذر دکھلائی - حضور خیر وعافیت دریافت کرکے روانہ ہو گئے - سیر سے مراجعت کرکے آئے - قائم الدولہ کو حکم کیا کہ حضرت آزاد کے لئے ایکہزار روپیہ فرد قدم وشست سر بہیجا دیجئے - فوراً حکم کی تعمیل ہوئی - حضرت آزاد نے عطیہ حضور کو منظور فرمایا - اور شکریہ ادا کیا - دوسرے روز آپ حضور سے ملے - حضور آپکی ملاقات سے بہت مسرور ہوئے - پوچھا آپ کبتک یہان رہین گے - آپنے فرمایا - چند روز - حکم صادر ہوا - کہ آپ ہمارے مہمان ہین ہر روز صبح وشام آپکے لئے خاص ہمارے خاصہ سے ماحضر طعام بہیجتے رہین - جب تک آپ رہے خاصہ کے طعام سے سرفراز رہے دیکھو سرکار آصف جاہ اول کے زمانہ سے اس عہد تک وہی شان مہمان نوازی - وعلما وفضلا کی قدر دانی - اور ہر ایک اہل ہنر کی جوہر شناسی نسلاً بعد نسل میراثاً ابا عن جد مسلسل نظر آتی ہے - ہمارے اعلیحضرت قدر قدرت تو مہمان غریب کی ایسی مہمانی وخاطر داری فرماتے ہین کہ وہ وطن کو غربت اور دکن وطن قرار دیتا ہے - اور آپکے سایہ عاطفت مین ایسا جمتا ہے کہ مرکے اُٹھتا ہے - اللہ جل شانہ ہمارے اعلیحضرت قدر قدرت فلک شوکت میر محبوب علیخان نظام الملک فتح جنگ مظفر الممالک آصفجاہ ششم مع صاحبزادگان بلند اقبال دائم وقائم رکھے آمین ثم آمین -

تعمیر عاقبت خانہ کا ذکر

آپ نے سنہ ۱۱۹۵ ہجری میں عزم جزم کیا کہ اس مسافر خانہ ناپائیدار سے دار السرور پائیدار کی طرف رحلت ضرور ہے - پس زاد راحلہ کی فکر کرنا چاہئیے - زاد مِن اعمال خیر وافعال پسندیدہ

گئے جاتے تھے۔ اور مکان اصلی و وطن ابدی کیطرف جانیکے لئے مستعد رہتے تھے۔ آپنے جسم خاکی کے دفن کیلئے ایک قطعۂ زمین روضۂ خلد آباد قریب مزار حضرت شاہ برہان الدین غریب خرید کیا۔ اور وہان قبر بنوائی۔ تاکہ اس قالب سے روح کے برآمد ہونیکے بعد آسانی سے جسم فانی کو اسمین دفن کرین۔ اور آپنے اُسکا نام عاقبت خانہ رکھا۔ عاقبت خانہ کی آبادی و تعمیر کا جشن بزرگ و عرس عظیم الشان منعقد فرمایا جشن مین شعرا و امرا و مشائخ کو دعوت دی۔ عمدہ عمدہ کھانے پکوائے اور طرح طرح کے حلوے بنوائے۔ حاضرین دعوت کی خاطر و مدارات و تواضع مین ایک دقیقہ فروگذاشت نہین فرماتے تھے۔ اور کہتے تھے یہہ جشن وداعی ہے۔ غنیمت ہے خلان باصفا و دوستان باوفا کا مجمع آپ ہر ایک سے فرماتے تھے۔ ھذا فراق بینی و بینک آپکے اس فقرہ سے ہر ایک کے دل پر حسرت و رقت موثر ہوتی تھی۔ آپ ہشاش و بشاش تھے فرماتے تھے یہہ جدائی چند روزہ ہے آخر ہم سب عقبیٰ مین باہم ملینگے۔ یکے بعد دیگرے اُسی مقام اصلی مین پہنچ جائین گے۔ فرق اتنا ہے کہ کوئی آگے کوئی پیچھے پہنچیگا۔ طعام سے فارغ ہونیکے بعد آپ نے تمام حاضرین جشن کا شکریہ ادا کیا۔ اور ہر ایک سے معافی چاہی۔ شعرا نے آپکے عاقبت خانہ کے تعمیر کی تاریخین کہین۔ اور آپکی مدح سرائی مین قطعات مدحیہ و دعائیہ لکھے۔ مین نے یہہ واقعات کتاب مسمی تنبیہات الکین فی جلائل حضرت محبوب سبحانی مولفہ میر غلام علی ارشد تخلص مین دیکھے۔ اور یہی اُسمین اکابر اسلام کے تذکرے تھے۔ افسوس وہ نسخہ نادر الوجود رود موسی کی طغیانی مین برباد و تلف ہو گیا۔ اُسکے گم ہونے پر مجکو سخت رنج والم عائد حال ہے۔ بامر لاچاری صبر و شکر اختیار کرتا ہون۔ اس جشن کے بعد آپ پانچ سال تک زندہ رہے۔ آخر سنہ ۱۲۰۰ ہجری مین اس دار فانی سے عالم جاودانی کیطرف رخصت ہوئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آپکی رحلت سے

مشاہیر شہر و مشائخ کرام و امرائے عظام کو بہت رنج و غم لاحق ہوا۔ تمام مشائخ و بزرگان شہر نے آپ کی تجہیز و تکفین کرکے آپکا جنازہ اعزاز و اکرام کے ساتھہ لیجاکے خانۂ معہود مین دفن کیا۔ کسی شاعر نے آپ کی رحلت کا مادۂ تاریخ نکالا۔ ؎ آہ غلام علی آزاد
۱۲۰۰ھ

سخن دانی و سخن فہمی کا ذکر

آپ ایسے ذکی الطبع و سریع الفہم تھے اشعار مالاینحل کو آسانی سے حل کر دیتے تھے۔ اساتذہ وقدما کے کلام کی توجیہ واقع کے مطابق فرماتے تھے۔ محاورات و اصطلاحات سے ماہر تھے استعارات و تشبیہات کے رموز سے واقف تھے۔ کلام کی بلاغت و فصاحت کو خوب پہنچتے تھے مضامین کی خوبیان و معانی کی نازک خیالان۔ و صنایع بدایع کی موشکافیان صراحت و وضاحت کے ساتھہ حسن تقریر سے کرسی ظہور پر جلوہ افروز فرماتے تھے۔ سامعین و طالبین آپکی تقریر دلپذیر سے محظوظ ہوتے تھے۔ اور کلام کے حسن و قبح سے واقف ہوتے تھے۔ آپکی طبیعت جامع العلوم الفنون تھی۔ اور خاص آپ کی طبع سلیم ہر ایک علم و فن سے مناسب تھی۔ جس فن و علم کا طالب آپکی خدمت مین آتا تھا مستفید ہوتا تھا۔ آپکے چشمۂ فیض سے سیراب و کامیاب ہوتا تھا۔ آپ اورنگ آباد دکن مین شاہ مسافر کے تکیہ مین سکونت پذیر و گوشہ نشین تھے۔ قطب کی طرح جمے ہوئے تا بزندگی مقام تکیہ سے نہین نکلے آپ کی شہرت ہند و سندہ عرب و عجم کے اطراف مین گھوم رہی تھی۔ آپ شب و روز درس و تدریس و اصلاح شعر و شاعری مین مصروف رہتے تھے۔ آپکی مجلس مین مذاکرہ علوم و فنون کا جوش و شعر و شاعری کا خروش رہتا تھا۔ آپکے حلقۂ درس مین طلبا عرب و عجم رہتے تھے۔ آپکی بدولت دکن مین اکثر پیرایۂ علم سے آراستہ ہو گئے۔ مثلاً مولانا عبد الوہاب افتخار مولف تذکرۂ بی نظیر و عبد القادر مہربان فخری۔ و افضل بیگ خان قاقشال مولف تحفۃ الشعرا

وچہمی نرائن شفیق مولف گل رعنا وغیرہا وغلام علی ارشاد مولف تنبیہ الشاکین۔ ومولانا رفیع الدین قندہاری۔ ونواب ناصر جنگ شہید وغیرہم۔ یہہ تمام آپکے خوان نعمت سے مستفید ہوئے ہین۔ اب مین بطور نمونہ آپکی تحقیقات مسائل مختلفہ وحل مشکلات مالاینحل سے دو ایک مثالین ناظرین کے ملاحظہ کے لئے پیش کرتا ہون تاکہ میرے کلام کی تصدیق۔ اور حضرت آزاد صاحب ترجمہ کی ذکاوت ذہن وسرعت فہم کا اندازہ ہوجاے

ایکروز وقت صبح نواب شہید کے دیوانخانہ مین شعرا وامرا مجتمع تہے۔ نواب نے غزل پڑہنی شروع کی ایک شعر مین سرو خرامان یعنی درخت سرو باندہا تہا۔ موسوی خان جرات نے کہا کہ سرو خرامان معشوق کے قد پر صادق آتا ہے۔ درخت سرو پر اسکا اطلاق کیونکر ہوسکتا ہے۔ نواب نے آپکے طرف اشارہ کیا آپنے فرمایا کہ میرزا صائب نے سرو خرامان سے درخت سرو مراد لی ہے چنانچہ وہ کہتا ہے ؎

یک رہ بر آر از آستین دست نگارین در چمن — تا دستہا پنہان کند سرو خرامان در بغل

نواب شہید بہت محظوظ ہوئے اور بیت کو حفظ کر لی۔ جرات نے کہا میرزا سے تعجب ہوتا ہے کہ درخت زمین گیر کو خرامان کہا۔ آپنے جواب مین فرمایا۔ شعر کی بنا تخییل پر ہے۔ درخت ہوا کی تحریک سے ہلتا ہے گویا خرامان کرتا ہے۔ ایسا ہی آپنے سلمان ساوجی کا شعر بہی تائیداً بیان کیا ؎

سرو از صبا گردد چنان تا چون قدت شکر باردان — ہر چند بخرامد بدان سرو خرامان کی رسد

آپ کے نظائر وشواہد سے تمام حاضرین مجلس خاص مولانا جرات خاموش ہوگئے۔ اور آپکی معلومات وشعر فہمی کی تعریف کرنے لگے۔ آپکی سخن دانی وسخن فہمی کا کامل اندازہ آپکی تالیفات وتصنیفات دیکہنے سے ہوتا ہے۔ طوالت کی وجہ سے صرف ایک ہی مثال پر اکتفا کیا۔ اگر

کوئی طالب تحقیق وشائق ہو تو آپ کی تالیفات کو دیکہے۔

تاریخ گوئی کی مہارت کا ذکر

آپ تاریخ گوئی مین فرد کامل تہے اکثر واقعات خوشی وغمی کی تاریخین موزون فرماتے تہے۔ اشعار موزون مین ایک مصرع یا نصف یا زائد مادہ تاریخ وسن واقعہ ہوتا ہے بحساب جمل حروف ابجدی پورا سنہ برآمد ہوتا ہے۔ آپکے قطعات تاریخی بیشمار ہین اگر جمع کئے جائین تو ایک کامل کتاب مفید ہوجائے۔ مین چند تاریخی قطعات ہدیہ ناظرین کرتا ہون۔ تاکہ ملاحظہ سے لطف اٹہائین۔

سنہ ۱۱۶۱ ہجری مین محمد شاہ بادشاہ ہند۔ ووزیر الممالک اعتماد الدولہ قمر الدینخان بہادر و نواب میر قمر الدینخان نظام الملک فتح جنگ آصفجاہ بہادر یہہ ارکین ثلاثہ یکے بعد دیگرے عالم بقا کی طرف روانہ ہوئے۔ آپنے باسقاط شش عدد تعمیہ تاریخ کہی ؎

گشت تاریخ چون کشیدم آہ — موت شاہ ووزیر آصفجاہ

۲ ایضاً

سہ رکن مملکت ہند از جہان رفتند — فغان و حیف سہ دریگانہ از کف دہر

برائے رحلت این ہر سہ یافتم تاریخ — نماند شاہ زمان با وزیر آصف دہر

تاریخ شہادت نواب ناصر جنگ بہادر مرحوم

نواب عدل گستر عالیجناب رفت — فرصت نداد تیغ حوادث شتاب رفت

در ہفدہم زماہ محرم شہید شد — تاریخ گفت نوحہ گرے آفتاب رفت

تاریخ وفات شجاع الدولہ

کرد از عالم فانی رحلت — سرور غالب صاحب صولت

گفت تاریخ این ظفر آزاد	نصرت بادشاه عالیجاه ۱۱۷۳ھ

ایضاً

شاه باغو را پس از وی تا بکشت	کرد در انجام و در آغاز فتح
سورنائے خامۂ تاریخش نواخت	شاه دُرّانی نموده باز فتح ۱۱۷۴ھ

ایضاً

باغو با فوج خود تلف شد	از دست مجاهدان قتال
تاریخ شکست فوج کفار	فرمود خرد غنیم پامال

تاریخ فتح کشمیر

کشمیر گرفت بار دیگر	سلطان احمد بزور شمشیر
فرمود زبان تیغ تاریخ	او فتح نمود باز کشمیر ۱۱۷ھ

منہ تاریخ رحلت میرزا خان رسا

شیرازۂ نظم میرزا خان	هم شهر بعسکر او مباهی
تاریخ وفات او خرد گفت	پیوست برحمت الٰهی ۱۱۷۴ھ

منہ تاریخ رحلت موسوی خان جرأت

موسوی خان کلک گهربار	آبروی او شعر و انشا را
گفت تاریخ رحلتش آزاد	کرد جرأت وداع دنیا را ۱۱۷۵ھ

منہ تاریخ رحلت سراج الدین علیخان آرزو

خان والاشان سراج الدین علی	شمع رونق بخش بزم گفتگو
زود رقم آزاد سال رحلتش	رحمت کامل بروح آرزو ۱۱۶۹ھ

منہ تاریخ میر محمد افضل الہ آبادی ثابت

استاد زمان که کرد تعلیم	اعجاز سخن بکلک صامت
تاریخ برائے رحلت او	فرمود خرد رحیل ثابت ۱۱۵۶ھ

اب میں آپکے اشعار آبدار فارسی بترتیب ردیف گزارش کرتا ہوں۔ ھو ھذا

الٰهی ناله گرمی دل دیوانهٔ ما را		کرامت کن نهال آتشینی دانهٔ ما را
بده در دست زنگار هوس آئینه دل را		ز حسن خویش کن آباد حیرت خانهٔ ما را
کریمان را نظر بر زشتی مهمان نمی باشد		مبرا از باغ بیرون سبزهٔ بیگانهٔ ما را
درین محفل مکن از دست مردم آبریزی		تو گردش ده برنگ آسمان پیمانهٔ ما را
برار از مد بسم الله تیغ خوش مقالی را	ولہ	مسخر کن سواد اعظم نازک خیالی را
چو آن زلفی که بعد از شانه کردنها بر بندد		بجمعیت رساند صبر من آشفته حالی را
نگاهی هست چشم یار را با چشم گریانم		که بستان دوست میدارد ابر برشکالی را
اگرچه فرمود ز بند قفس آزاد مرا	ولہ	گشت بیرون قفس منت صیاد مرا
بلبلی دور ز گلزار بزاری میگفت		خاطر عاطر گل کاش کند یاد مرا
کرد تا آهنگ رفتن محمل جانان ما	ولہ	چون جرس در سینه می غلطد دل نالان ما
مزاج کم کسی را الفت اول بجا ماند	ولہ	برو در بیکسی سنجیده ام بسیار یاران را
بی فنائے خود میسر نیست دیدار شما	ولہ	میفروشد خویش را اول خریدار شما
منکه باشم تا شوم در بزم والا باریاب		میکنم سر را فدا بر پائے دیوار شما
سفیدی آمده بیوقت زلف پرخم را	ولہ	مبین بچشم حقارت بلائے رقم را
اسیر دام دو معشوق می شود رسوا		برآورد ز چمن آفتاب شبنم را

کردم علاج درد دل خود ز درد دل — از می توان شکست خمار شراب را
در وصل بیقراری عاشق نمی رود — دارم گواه خویش گل آفتاب را

وله
زخود گذشتم و در عالم دگر رفتم — مریض عشقم و تبدیل می کنم جا را
دو چشم او و دل آزاد را ز پا فکند — دوتا توان ز ده بر خاک یک توانا را

وله
با سرمه سرو کار ندارد دبصر ما — خاک قدم یار بود در نظر ما
والله که ما طاقت پرواز نداریم — صیاد چرا می شکند بال و پر ما

وله
ای مصور از تو آید اینقدر تدبیر ما — باشبیه آن پری پیکر مکش تصویر ما
التماس آشنایان را میفکن بر زمین — قابل گوش تو باشد گوهر تقریر ما

وله
ساقی ما جا بیجا میدهد پیمانه را — یا الهی هوش ده این قاسم دیوانه را

وله
می واد چشم یار دل زخم دیده را — داند که نافع ست جراحت رسیده را
خطش دمید و وحشی دل را اسیر کرد — تو چاکری گرفت غزال رمیده را
پیری رسید بر در طاعت مقیم شو — ضایع مساز حلقهٔ قد خمیده را
نازم به صاحبی که مرا با مروت ست — آزاد کرد پیر غلام خریده را

وله
با گل پیام گفت ز برگ گیاه ما — شاباش بر نسیم سفارت پناه ما
تسخیر دل نمود بطوریکه واه واه — هرچند خورد سال بود بادشاه ما

وله
همچو گل رنگین لباس صلح کل پوشیده ایم — تار و پود شعله و آب ست در دامان ما

وله
با توانیست روزنا توان روشن شود — گر کتان را فکنی در آفتاب ماهتاب

وله
بادشاها خاطر آزاد را آباد کن — ننگ سلطان ست در اقلیم و شهر خراب

وله
دست طلب عنبر و گوهر شیدنی است — یکبار طره و سخن او شنیدنی ست

بی فیض قابل دم تیغ اجل بود — شاخی که برگ و بار ندارد بریدنی ست

وله
نامه را در پیش پای قاصد افگندی بجاست — خاکساری اثرها در وصول مدعاست
گفتم آن یاریکه باشد شمع این محفل کجاست — آمد آواز یکه در دل جوی گفتم دل کجاست
بیا که چون گهرم هنو چشم تر باقی ست — تمام خشک شدم لیکن اینقدر باقی ست
توان رساند بهبالین حضرت صیاد — زمرغ بسمل او مشت بال و پر باقی ست

وله
دل با علو همت خود از جهان گذشت — بر پشت این براق ز تهٔ آسمان گذشت
با من نسیم صبح حدیث صحیح گفت — بیمار شد کسیکه برین گلستان گذشت

وله
در هجر از خرابی احوال ما مپرس — یعنی که در قلمرو ما بادشاه نیست

وله
دست هوس مزن کمر یار نازک ست — شوخی مکن چو آبله که این کار نازک ست
دل از غبار حاشیهٔ خویش شکند — این شیشهٔ لطیف چه مقدار نازک ست
ای باد صبح مرضی او دیده عرض کن — پیغام من که نازک و بسیار نازک ست

وله
بوده آهوی صیاد وشناس — دام در راه تو چیدیم عبث

وله
شراب خورده ز میخانه شد روان کج مج — کلاه گوشه بسر حرف ز و زبان کج مج

وله
معاشران بسبب پیچ و تاب می پرسند — ندیده اند مگر زلف جابجا کج مج

وله
خوش قدان ساغر بکف چو شاخ گل ایستاده اند — شاید از دست کسی آن بوستان گیرد قدح
کسی چه رنگ اقامت درین زمین بزرد — نشد ز آبله خار این بیابان سرخ
سپهر مایهٔ دولت بتلخ رو بخشند — رخ محیط نماید ز شاخ مرجان سرخ
عمری بسوی عمکدهٔ ما گذر نکرد — روزیکه کرد زود گذشت و خبر نکرد
باآنکه صبح و شام ازین راه میرود — یکبار جوی گور غریبان نظر نکرد

در بزم دوش جانب ما ملتفت نشد — اینهم غنیمت است که ما را بدر نکرد

وله

خط مشکین خال رخسار ترا بر سر رسید — فوج هندوستان بتسخیر ملک عنبر رسید

بینش گل بی رتبه می گردد بهار یاسمن — قدر مفلس نیست در بزمی که صاحب زر رسید

وله

هر کسی سرمایهٔ نقصان دولت می شود — نیشکر را بند بالا کم حلاوت می شود

وله

ساقیا امروز برقی جست و باران میرسد — فکر ساغر کن که وقت عیش یاران میرسد

میتوان تا دامن صحرا باستقبال رفت — در چنین روزی که ابر از کوهساران میرسد

کیست تا باری نگهدارد عنان هوش را — با هزاران ساغر گل نو بهاران میرسد

وله

در کوی یار از دل من ناله میرود — دل نیز عنقریب بدنباله میرود

دارد شراب طرفه دهان دو چشم یار — هوشم ازین ثلاثه غساله میرود

اشکم ز بلگرام بر آید بسوی شوق — مانند رود گنگ به بنگاله میرود

وله

دلارام مرا گیسوی مشکین بر قدم افتد — چو هندوی سیه فامی که در پای صنم افتد

وله

ابروی یار و چشم تر ما نظر کنید — ماه ربیع و آب روان را نظر کنید

سحبان باین عبارت رنگین سخن نکرد — تقریر آن دو نرگس شهلا نظر کنید

وله

نیلوفر از شگفتن شبها دوا کند — چون یار رفت دیده خود بر که وا کند

یکبار هم بطرف مزارش نمیرود — این اجر بیکسی که بخوبان وفا کند

صیاد لاابالی من صید تشنه را — در وادیی که آب ندارد رها کند

وله

عطر حسن خلق و زر وقتی که یکجا میشود — قدر صاحب دولتان چون گل دوبالا می شود

میکند طوطی سخن اما پس از آموختن — بلبل خوش فهم بی استاد گویا می شود

وله

چشم دارم که مرا گوشهٔ صحرا بخشند — راضیم گر دگران را همه دنیا بخشند

دل آرام طلب عیش دوبالا خواهد — کاش در سایهٔ آن سرو مرا جا بخشند

وله

چه خوش دل پخته مغز از دیدن این باغ میگردد — گل صد برگ را دل در جوانی داغ میگردد

این پسر سلمه الله جوان خواهد شد — هست گر ماه نوی بدر جهان خواهد شد

خورد سالی که خورد شیر پستان کرم — پدر مشفق ابنای زمان خواهد شد

گل همان به که زر خویش به بلبل بخشد — بعد چندی همه تاراج خزان خواهد شد

وله

صبح دیدم بدر میکده میخواری چند — ساغری چند خریدند بدستاری چند

چیست حاصل ز تماشای بیابانی چند — گر بیابیم نخلد خار مغیلانی چند

وله

نگار ما دل شب در نظر نمی آید — که جز بشام و سحر زهره بر نمی آید

وداع کرد جهان را مگر نسیم علیل — که مدتیست ز جانان خبر نمی آید

بود ضرور شعور مزاج دانیها — تقرب امرا از هنر نمی آید

وله

دل از شنیدن پیغام آشنا شگفد — که غنچه از مدد حضرت صبا شگفد

ز گرم جوشی آن آفتاب دل وا شد — چو آن گلی که بهنگام استوا شگفد

منم شهید حنا بند قاتل آزاد — همیشه بر سر خاکم گل حنا شگفد

وله

شیشهٔ نازک ز سنگ خارا پیدا می شود — گاه می باشد که دهقان زاده میرزا می شود

همچو صیادی که فی را وصل سازد در شکار — کار ظالم از تهی مغزان دوبالا می شود

وله

عمر همیشه نقد نصیب ستاره شد — تنخواه ما بنسیهٔ عمر دوباره شد

وله

نگاه نرگس خوابیده ات ز جان نافذ — خدنگ ناز تو ناجسته از نشان نافذ

بلا بود مرض مسری که چشم ترست — که شد بچشم زدن در دل جهان نافذ

وله

زن بود در زبان هندی نار — وقنا ربنا عذاب النار

می شکند بگلستان طرف کلاه از غرور
چشم نمائی تو هست نرگس شوخ را ضرور

وله

دل عنان گرداند از یار کهن سوئے دگر
قبله را تحویل کرد از طاق ابروئے دگر

علاج خسته دلان کرده خنده لب یار
ز یک انار بر آید مراد صد بیمار

وله

رو بدرگاه آلهی چه نمائی فردا
به که خود فوت شوی پیشتر از فوت نماز

همچو زلفے که رسد تا کمر صاحب ناز
می کشد تا بعدم سلسلهٔ عمر دراز

مژگان بدور مردم چشم سیاه او
استاده گرد کعبه مدور بصف نماز

وله

آتش زدیم پیکر خود را ز داغ خویش
ما سوختیم پیکر خود از چراغ خویش

فردوس را وداع چو طاؤس کرده ام
گل گل شگفته ز تماشائے باغ خویش

وله

ولے که زلف نگارے بود شبستانش
ز شاه هند فزون است شوکت و شانش

کجا نصیب که چینم گلے ز بستانش
غنیمت است مرا نکهت گلستانش

من از خزانهٔ او گوهرے نمیخواهم
نمی بس است مرا از سحاب نیسانش

مرا ز خدمت آن طفل آرزو این است
که خاکروب شوم بر در دبستانش

وله

بفرمانت روم پائتو بوسم مرحبا ای دل
که می آئی ز سیر لیلة المعراج گیسویش

چه واقع شد که اکنون نقش پائے او نمی بینم
خوشا وقتیکه بالین سر من بود زانویش

بسکه شوخیهاست پنهان در سینهٔ حال او
می تواند کرد بر رخسار آتش فام رقص

صهبا خوش است وقت بهاران علی الخصوص
در حالت ترشح باران علی الخصوص

هنگامهائے میکده بسیار دلرباست
انداز رقص بادکشان علی الخصوص

یاران نیازمندی من در جناب او
کردند عرض آئینه داران علی الخصوص

رسم ادب بحلقهٔ مخلص نگاه دار
در بارگاه کوه وقاران علی الخصوص

وله

نیست خودداری میسر شعلهٔ جواله را
از طپیدنهائے دل صوفی کند ناکام رقص

وله

ترا ز آمدن جائے ما چه بود غرض
بجز نواختن آشنا چه بود غرض

دل شکسته قابل فشار نبود
ز تاب دادن کاکل ترا چه بود غرض

زمین آئینه را مخلصانه بوسیدی
بحیرتم که ازین التجا چه بود غرض

سوائے این که کند پاس حکم پیر مغان
ز پیر میکده آزاد را چه بود غرض

وله

خون مرا حلال مکن میکنی غلط
زنهار این خیال مکن میکنی غلط

حال بتان همیشه بخاطر نگاهدار
انکار خال خال مکن میکنی غلط

وله

شراب خورده کجا میروی خدا حافظ
گشاده بند قبا میروی خدا حافظ

هزار حیف که پروانه قدر خود نشناخت
به پیش شمع چرا میرود خدا حافظ

چه واقع است که آن طفل در شب تاریک
دویده پا بجیا میرود خدا حافظ

وله

جدا از شهر شور خنده کبک دری وارد
چه عشرتها که در کوه و بیابان است در واقع

وله

بموسم طفلی عجب جنت بود طاؤس را
در جوانی ز آتش اندیشه کرد و داغ داغ

وله

عداوت غربا میکنی زهے انصاف
تلاش کشتن ما میکنی زهے انصاف

ز ساغر تو درد محض میخواهم
جواب صاف ادا میکنی زهے انصاف

وله

مرا اگرچه نسبت نام ست با سهیل یمن
نمیرود طپش سینه جز بآب عقیق

اگر ز دام بلاها نجات میطلبی
مشو اسیر تامل مرو بچاه عمیق

وله

بلند رتبه کند از قبول منت ننگ
بیاض جبهه ز برگ حنا نگیرد رنگ

دو چشم شوخ تو با من کرشمها دارد
بحیرتم ز هنرهائے کافران فرنگ

حسن بهر رنگ مرا شد بلا عالم رنگ
گرد دلم شکسته تماشائے تصاویر رنگ

وله

مینه از فیض جاری هم هوای بر شکال
محو سازد از زمین و آسمان گرد ملال

خط تراشیدی عارض مرا بزلف آراستی
عامل معزول را از مرحمت کردی بحال

چون بلا نازل شود سازند ناسازان بهم
تارهای مختلف را کوک سازد گوشمال

نیست در صف بینوائی قسمت آزادگان
جاده پیدا می کند در خود زمین پائمال

بی مشقت نیست ممکن وصل آن سرو سهی
خار بستی از رقیبان هست گرد این نهال

وله

نواز دگر باهنگ اثر تار نفس بلبل
دهد هر غنچه خاموش را شور جرس بلبل

دماغ عاشق شوریده هم دارد بلندیها
نشستن بر بساط برگ گل دارد هوس بلبل

وله

که کند در شکن زلف ترا غمخواری دل
نشنود گوش تو با قرب مکان زاری دل

وله

من از سر رشتهٔ طول امل دلرا رها کردم
بزور این مهره را بیرون ز کام اژدها کردم

مرا چون غنچه کی شد فرصت نظارهٔ هستی
نفس گردید تاراج صبا تا چشم وا کردم

گرانی کرد بار زندگی از دام بر دوشش
چو شاخ میوه دار از پختگی سر را جدا کردم

وله

میرود مکتوب من داغم ز بخت نارسا
کاش من هم بال مرغ نامه بر میداشتم

وله

هر کسی برداشت یک چیزی ز اسباب جهان
من ازین دنیای فانی دست بر سر داشتم

وله

بیخودم از نشاء وحدت برنگ چشم یار
خود قدح گردان خود مخمور خود میخانه ام

وله

چو سایه در قدم سرو سرفراز توام
مرید سلسلهٔ گیسوی دراز توام

وله

دلم را کرد غارت زلف جانانی که من دارم
بدست کافرے افتاد قرآنی که من دارم

درین ماتم سرا کردند با دولاب هم رنگم
حمائل شد بگردن چشم گریانی که من دارم

وله

کشیده اند ز رنگ نیاز تصویرم
خط شکسته از خوشنویس تقدیرم

وله

کبوتر را چو طوطی کاش باشد خوش بیانی هم
که یارانرا رساند نامه پیغام بانی هم

امید قوتم در وقت پیری نیست از صهبا
که محتاج عصا چون تاک بود در جوانی هم

شبی آزاد با پروانه شد آن شمع اقدس را
بجا آورد آداب غلامی جانفشانی هم

چشم بر لطف تو دارد رخت بی سامانیم
ز آتشین تیغی اتو جامهٔ عریانیم

شستن ما اهل دارد وحشتی از آفتاب
ماه می باید که گیرد نور را از پیشانیم

گوهرم را آسمان هرچند دارد در گره
آخر از قید صدف بیرون برد غلطانیم

وله

مگیر تنگ مرا تو اسیر دام توام
بلطف تربیتم کن که نو غلام توام

تو بعد سوختنم قصد کشتنم داری
مکش مرا که چراغی برای شام توام

وله

از و عنایت کم بیشمار میدانم
چو عندلیب یکی را هزار میدانم

جواب وقت تکلم بجاهلان ندهم
که قدر این گهر آبدار میدانم

ثبات نیست سفید و سیاه عالم را
نظر ز گردش لیل و نهار میدانم

نگاه مرحمتش نیست جز باهل جنون
دماغ عالی فصل بهار میدانم

وله

تماش مذهب هر شخص در نظر دارم
مرقع عجب از صلح کل ببر دارم

وله

خواهم که کار خانهٔ ایجاد بشکنم
گر دست من رسد دو جهان را بهم زنم

وله

یاران بهم نشستن فردا که دیده است
باید شمرد صحبت امروز مغتنم

اینقدر چشم ز تصویر بتان میدارم
که فروشند ببازار بتان تصویرم

گردد از بسکه بهر زلف بتان زنجیرم
نیست مقدور مصور که کشد تصویرم

وصل آن ماه کند چارهٔ بیماری من
قرص کوکب نتواند که کند تدبیرم

منع کردی که کسی حرف شفاعت نزند
شرح کن بنده نوازا چه بود تقصیرم

وله

تو خداوندی من بندهٔ سرکار توام
خواه کش خواه رها کن که گرفتار توام

جان من زیر قدم باشد و جانش بر سر / چه قدر خون ز گل گوشهٔ دستار توام

وله

باغبان بلبل نوا ر و بستان تیغ ام / قبلهٔ من زر گل ده که ثناخوان توام

قبلهٔ عالمیان کعبهٔ حاجت طلبان / خیر از حالت من گیر که قربان توام

وله

داد بر باد جفای تو اگر بنیادم / می توانی که کنی از سر نو آبادم

در قفس یاد چمن کردم و خو در کشتم / کاش در سایهٔ گل فن کند صیادم

وله

منتظر وار دمرا یار کرم فرمای من / دیر می آید چو عیسی صاحب احیای من

سائلم اما لب از اظهار مطلب بسته ام / حالتم چون ماه نو پیداست از سیمای من

بسکه جا چون چرخ بر طاق بلندی داده اند / دست خارا را تصرف نیست بر مینای من

وله

بخود نازم ز راز سرمهٔ آن چشم فهمیدن / که گردون نه نشیند جام بالا نشد ز گردیدن

وله

آسان درین جهان نیست سرمایه برگرفتن / سوراخ میشود گوش از بهر زر گرفتن

وله

روزیکه کامیاب شوم از لقای او / بی اختیار گریم و افتم بپای او

وله

شریک صحبت ناجنس بهار مشو / کناره گیر ابو بکر سبزه وار مشو

وله

خدا را ز پیاله دارم شب مهتاب بیتو / بدهان مار ماند قدح شراب بیتو

صنما سر تو گردم شب ماه جلوه فرما / بخدا که چشم من شد گل مهتاب بیتو

نه بخانه می نشینم نه بباغ انس گیرم / که بود بچشم گریان همه جا خراب بیتو

بعدالت قیامت چو حساب من ببیند / سخن فرشتگان را ندهم جواب بیتو

وله

ماه من امشب نمیدانم که مهمان که / گرم رفتی از نظر شمع شبستان که

سالها شد در سراغت سر بصحرا داده ام / ای غزال بیمروت در بیابان که

من هم آخر درد منا چشم بیمار توام / ای نظر بانت روم در فکر درمان که

تا تو رفتی یک قلم مکتب خراب افتاده است / طفل شیرین حرف من شور دبستان که

خاطرت آزاد دارد سخت بی جمعیتی / خیر باشد واله زلف پریشان که

وله

در نظرها بچه انداز نمایان شده / چشم بد دور را مام صف خوبان شده

باد سیراب گلستان تو از آب بقا / بر سر تربت آزاد گل افشان شده

وله

هزار حیف که از مخلصان جدا شده / بگو برای خدا یا که آشنا شده

وله

دل من از هوایت گشته وا آهسته آهسته / برنگ غنچهٔ گل از صبا آهسته آهسته

اگر طشتم فتاد از بام رسوائی بدست من / نمی ترسم که بر خاستن ماند صدا آهسته آهسته

دل نو مشق را در کوی او شد طاقت جولان / گذارد طفل در رفتار پا آهسته آهسته

به پیش آفتاب آرا دهر دم سایه می کاهد / شدم در پرتو رویش فنا آهسته آهسته

وله

ز جانان در کمند وحدت خود میکنم یادی / درین منزل نشستم بهر تسخیر پریزادی

چه لازم تا کشم از سبز گل منت بیجا / کفایت میکند بر مرقد من سرو آزادی

وله

نشاط آدمیان کم غم زمانه زیاد است / برای گریه دو چشم و برای خنده دهانی

وله

الهی تا زنم در سر خم گیسوی او دستی / کرامت کن مرا چون شاخ سنبل مو بمو دستی

وله

به پیش او دل بیمار میکشد آهی / علاج می طلبد از طبیب بدخواهی

دلا بران وقتی نو دمیده خط منشین / مخسپ در شب تاریک بر سر چاهی

وله

مرا بسمل نمودی زنده باشی / ز پا انداختی پاینده باشی

وله

تا کجا تشنهٔ خون من ناکام شوی / آن قدر هم نکنی جور که بدنام شوی

ز خود آسودگان دانند آئین حق آگاهی / درین دار الخلافت سر بسر منصور را شاهی

درین عالم که همراه موافق میکند پیدا / نبا مدر است از خضر و کلیم سد همراهی

آگاہ ۔ مولوی محمد باقر ناعط مدراسی

آگاہ تخلص ۔ محمد باقر نام ۔ قبیلہ بنو ناعط سے ہین ۔ آپکے بزرگان سلف وطناً بیجاپوری تھے ۔ بکشش آبخورش مدراس مین آئے شہر ویلور مین سکونت اختیار کی ۔ آگاہ صاحب ترجمہ شہر مذکور مین پیدا ہوئے ۔ وہان کی سرزمین مین نشو و نما پایا ۔ سن شعور کو پہنچ کے اساتذۂ کرام و علماء عظام سے کتب علوم و فنون کی تحصیل درجۂ تکمیل کو پہنچائی ۔ فراغت تحصیل کے بعد درس تدریس مین مشغول ہوئے ۔ اکثر طلبۂ مدراس مین آپسے فارغ التحصیل ہوئے ۔ آپ سخندانی و سخن شناسی کے صدر نشین تھے آپکا کلام مثل اہل زبان با محاورہ فصاحت و بلاغت مین ڈوبا ہوا ہوتا ہے ۔ آپکے اشعار آبدار سے سامعین و شائقین کو لطف و مزہ حاصل ہوتا ہے ۔ شمع انجمن کا مولف آپکی نسبت لکھتا ہے ۔ کہ در خیابان کرناٹک ہیچو او نہالی سر بالا کردہ ۔ و از گل زمین مدراس مثل او گلے خوش رنگ ندمیدہ انتہی کلامہ ۔ آپ صاحب التالیف والتصنیف تھے ۔ فضائل نسانی و کمالات روحانی سے بھی موصوف تھے آخر سنہ ۱۲۲۰ مین اس دار فانی سے ملک جاودانی کے طرف روانہ ہوئے ۔ ۔

من اشعارہ

غم فراق تو ازبسکہ کاست جان مرا
عصا ز آہ بود جسم ناتوان ما

ستم بطرۂ تو دل زار خویش را
آخر فکندہ ام بحسرت باز خویش را

شیخ در میخانہ با ہر مست یاری میکند
ظاہرا با دختر رز خواستگاری میکند

امین ۔ محمد امین

امین تخلص ۔ محمد امین نام ۔ ہندی الاصل تھا ۔ شہر ارکاٹ مین سکونت پذیر تھا

نواب سعادت اللہ خان ناظم صوبہ کرناٹک کی خدمت مین میر منشی تھا ۔ نظم و نثر مین استعداد کامل رکھتا تھا ۔ تحریر و تقریر مین منشی بے نظیر تھا ۔ انشاء گلشن سعادت و دیوان شعر اسکی تالیفات سے یادگار ہے ۔ خوش فکر و سخن سنج تھا ۔ اسکا کلام اہل زبان کیطرح ہوتا تھا ۔ آخر سنہ ہجری مین فوت ہوا ۔

من کلامہ

بحاجت ہر کرا چون مہر با رفعت قرین باشد
اگر بر چرخ چہارم رفت چشمش بر زمین باشد

باب الباء موحدہ

بدیع ۔ ملا بدیع

بدیع تخلص ۔ ملا بدیع نام ۔ سمرقندی الاصل تھا ۔ سمرقند کے مشاہیر مین سے تھا ۔ فن معما و تواریخ مین استاد مانا جاتا تھا ۔ وطن سے دکن مین آیا ۔ شہر مین اس کے فن معما و تواریخ دانی کا ذکر کوچہ و بازار مین ہوتا تھا ۔ اسکا کلام دلچسپ و شیرین ہوتا تھا ۔ بلدہ جنیر کو کن مین مدت تک رہا ۔ وہان اسکو کافی کامرانی ہوئی آخر وہین رحلت کی ۔

من اشعارہ

چشم تو بیدار ساز فتنۂ مست است
زلف تو ہندوے آفتاب پرست است

شبے در خواب را با رقیبان ہمسخن دیدم
نہ بیند ہیچکس در خواب یارب آنچہ من دیدم

ترا الگل چو خندان صبحدم در بوستان دیدم
ز شبنم غنچہا را آب حسرت در دہان دیدم

بسمل ۔ میر محمد یوسف خان

بسمل تخلص ۔ میر محمد یوسف خان نام ۔ آپ میر امام بدخشانی کے فرزند ہین

آپ وطن مالوفہ سے حیدرآباد دکن مین آئی۔ مبارز خان صوبہ دار حیدرآباد کی ملازمت
اختیار کی۔ مدت تک خان موصوف کی خدمت مین رہا۔ جب ۱۱۳۷ہجری مین مبارز خان
ونواب آصفجاہ کے فیمابین جنگ ہوا۔ بسمل صاحب ترجمہ خان موصوف کے ہمراہ معرکہ
مین تیسری تاریخ ماہ محرم سنہ مذکور مین تلوار و نیزون کے زخمون سے بسمل ہو گیا
بسمل صاحب ترجمہ کے فرزند و اقربا قلعہ فرخنگر مین بتقریب خدمت قلعداری سکونت پذیر
تھے۔ شاعر خوش فکر و شیرین زبان تھا۔ دلیری و بہادری مین بے نظیر تھا۔ شعر و
شاعری کا شائق تھا۔ بشرط فرصت کبھی کبھی شعر موزون کرتا تھا۔ آپکا کلام دلچسپ
و دلپسند ہوتا تھا۔

من نتائج طبعہ

زاہد تو صبح و شام عبث شور می کنی — الله ہو اکبرست ز الله اکبرت
شوخی نخچیر برہم میزند یک دام را — تا بود ابتر دل من لف او ابتر شد
از گردش نگاہت شدایم کشتہ بسمل — گرد سر تو گردم یک غمزہ بار دگر

از غم جگر فگار بردیم — این گل بسر مزار بردیم
صحرائے عدم ز لالہ پر شد — تا ما دل داغدار بردیم
از حیرت ما نبود واقف — آئینہ بہ پیش یار بردیم
اے اہل وفا نداشت قدرے — این جنس بہر دیار بردیم
خاک رہ او شدیم بسمل — از سر بہ چہ اعتبار بردیم

بینش۔ سید مرتضی مدراسی

بینش تخلص۔ سید مرتضی نام۔ میر صادق علی حسینی کے فرزند ہین۔

مشہدی سے ہین۔ نسب کا سلسلہ حضرت حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم
سے پہنچتا ہے آپکی جد اعلی مشہد مقدس سے ملک دکن مین وارد ہوئے۔ گلبرگہ مین
اقامت گزین ہوے۔ آپکے احفاد مین شاہ ابراہیم مصطفی حضرت خواجہ سید محمد بندہ نواز
گیسودراز کے ماموں تھے۔ شاہ نوراللہ جو شاہ ابراہیم کے اولاد مین سے تھے۔ نواب
سعادت خان کے زمانہ مین شہر ارکاٹ مین سکونت پذیر ہوے۔ شاہ نوراللہ سید ابراہیم
بینش کے جد حقیقی ہین۔ شاہ صاحب نواب والاجاہ کی عنایت و مرحمت کی وجہ سے
مدراس مین سکونت پذیر ہوئے۔ سنہ ۱۲۲۶ ہجری مین بینش کی ولادت شہر مدراس مین
واقع ہوئی۔ سن شعور کے بعد علماء مدراس سے کتب درسیہ عربیہ و فارسیہ تحصیل
کین۔ تحصیل کے بعد شعرگوئی کا شوق دلمین پیدا ہوا۔ اولاً والد ماجد و برادر سے
مشق سخن کرتے رہے۔ ثانیاً مولوی واقف سے مستفید ہوئے۔ ذکی الطبع و صحیح الفکر
و خوش تقریر و حاضر جوابی مین بے مثل۔ شعر و شاعری مین بے بدل تھا۔ حیدرآباد مین
مدت تک مقیم رہا۔ پھر مدراس مین پہنچا مشاعرہ اعظم مین شریک ہوا۔ شعراء معاصرین
سے خوب مناظرہ و معارضہ کرتا رہا۔ آخر سنہ ۱۲۶۵ ہجری مین مکہ معظمہ روانہ ہوا۔ راہ مین
بہت سی تکلیفین اٹھائین آخر فائز المرام ہوا۔ حج و زیارت سے مشرف ہوا۔ ایک سال
کے بعد وطن مالوفہ مین مراجعت کی۔ چند مدت کے بعد وطن مین مسافر عدم ہوا۔ وفات کا
سن کسی تذکرہ نویس نے نہین لکھا۔

من اشعارہ الفارسی

نتوان یافت جز بکوچہ یار — دل از خود رمیدہ ما را
آثار عشق سبز خطان جلوہ میدہد — از سبزہ دمیدہ خاک مزار ما

نشار بادهٔ این بزم خمار آمود است — وله — سحر بسر در پئے ہر سو زیانست اینجا

دلم از زلف بتان ربط نہان میدارد — وله — دانۂ سبحہ کند رشتۂ زنار طلب

خط شعاع نیست کہ از بیخ جنون — وله — گشتست است تار تار گریبان آفتاب

چشمم گہر اشک فشاند بقدر وشش — وله — گر بپیک صبا زان گل رعنا خبر آرد

از وطن آوارہ گرد ید از نظر افتادہ — وله — برق عالم سوز حسنش سوخت تا ما واشک ما

بغزو چسان بکوہی نوا ز ضعف پائے دل — وله — باشد ہمیشہ آہ رسایم عصائے دل

گر خاک شوم پائے جنابت تو بوسم — وله — در سر مہ شوم چشم سیہ مست تو بوسم

روز افزون حسن تو یا ماہ یا آزارمن — وله — گرم تر خوی تو یا خورشید یا بازار من

آستینت پر شکن یا زلف یا پیش نیم — وله — دست شہ گوہر فشان یا ابر یا افکار من

خال مشکین طرف چشم بلا انگیز شس — وله — مست افتادہ سیاہی بدر میکدہ

بینش بہر دلیکہ صفا موج می زند — وله — نایاب گوہریست ببازار زندگی

ہر دم از رنگ گل عارض عنچہ و رنہ — وله — بینوا گل کند اکنون بخیالم چمنی

بہار ـ سید علی مدراسی

بہار تخلص ـ سید علی نام ـ آپ سید عبد الحق مذہبًا حنفی مشربًا قادری مولدًا مدراسی کے فرزند ہین تیس بتیس برس کی عمر ہے ـ جوان صالح و مستعد طالب علم ہین ـ فارسی و اردو دونون مین شعر کہتے ہین ـ اوائل مین سید صادق حسین شریف مدراسی سے مشق سخن کرتے رہے ـ اور آخر مین منشی امیر احمد امیر لکھنوی کے شاگرد ہوے صاحب دیوان ہین کلام شیرین و رنگین ہے ـ

من اشعارہ الہندی

نیم بسمل مرے قاتل نے مجھے چھوڑ دیا — اور آفت مین پڑا رحم کے قابل ہوکر

عکس سے آئینہ مین اوسنے بگڑکر پوچھا — آپ ہی آئے ہو کیا بوسہ کے سائل ہوکر

سختیان بعد فنا بھی ہی باقی ہین بہار — سنگ میری چھاتی پہ رہا سل ہوکر

وله

آتی ہے بوئے محبت آج دود شمع سے — جل بجھا شاید کوئی پروانہ اس محفل مین ہے

یہ تیری نیچی نگاہین کہہ رہی ہین صاف صاف — مجھسے بڑھ کر وصل کا ارمان تیرے دل مین ہے

بلیغ ـ محمد غریب الدین فتحپوری

بلیغ تخلص ـ محمد غریب الدین نام فتحپوری ہسوہ کے رہنے والے ہین ـ کتب عربیہ درسیہ سے فارغ التحصیل ہین ـ جامع معقول و منقول ہین ـ آپنے علم حدیث مین مولوی محمد شاہ صاحب محدث دہلوی سے سند پائی ہے ـ ذہین استعداد و لائق ہین ہر ایک علم و فن مین لیاقت و قابلیت رکہتے ہین اور آپ شعر گوئی مین حکیم نواب نیاز احمد خان ہوش بریلوی سے تلمذ ہے شعر خوب کہتے ہین ـ کلام صاف و شیرین ہوتا ہے ـ خوش طبع و خوش خلق ہین مدت سے حیدرآباد دکن مین وارد ہین ـ معلوم نہین کہ آپ کس محکمہ مین ملازم ہین ـ آپکی عمر قیاسًا پینتیس برس کی ہوگی ـ بارک اللہ فی عمرہ

من اشعارہ

اون کی حنائی ہاتھہ مین جام شراب ہے — یا جلوہ گر شفق مین فلک آفتاب ہے

یہ بات ہے جو کہتے نہین خط کا وہ جواب — ایک ایک حرف خط کا میری لاجواب ہے

اوٹھے اگر نقاب تو باقی رہی حیا — بے پردگی بھی آپکی عین حجاب ہے

سر پر بلا نہ لائے لٹکا کے زلف کو
ہٹی نتری خراب نہوگی کبہی بلیغ

آنکہین دکہائیگا جو مجہہ پر عتاب ہے
تو تو نہال باغ بن بو تراب ہے

بیان خواجہ احسن اللہ دہلوی

بیان تخلص۔ خواجہ احسن اللہ نام۔ آپکا اصلی وطن دلی ہے۔ آپنے عالم شباب مین علم وفضل کے حاصل کرنیکے بعد شعرگوئی کا شوق کیا طبیعت مین موزونیت خداداد تہی۔ موزون کرنے لگے۔ جناب مرزا جانجانان مظہر کے شاگرد ہوئے۔ استاد کی توجہ و اصلاح سے چند ہی روز مین درجہ کمال کو پہنچے۔ آپکا کلام شیرین و دلاویز نمکین وشورانگیز ہوتا تہا۔ آپ اپنے معاصرین واقران سے بڑہ گئے۔ خوش خلق وخوش سیرت تہے ظریف الطبع لطیف المزاج تہے یاران ہم مشرب سے نہایت خوشی وخرمی سے ملتے تہے خندہ روشگفتہ پیشانی تہے۔ مولانا فخرالدین اورنگ آبادی کے مرید تہے۔ مرشد کے عاشق تہے مرشد کے معتقد ومطیع تہے۔ آخر آپ دلی سے حیدرآباد دکن مین وارد ہوئے چند مدت تک زندہ رہے پہر آخر سنہ ۱۲۶۰ ہجری مین فوت ہوئے۔

من اشعارہ

قفس مین مین رہائی کیلئے کیا کیا نہین کرتا
تڑپتا ہون پہڑکتا ہون کوئی پڑا نہین کرتا

ولہ

کہتا نہین مین عرش پرا ہی نالہ جا پہنچ
کانون تلک تو اوسکے تو اے نارسا پہنچ

ولہ

باتون مین آہ کٹی لگا یارسی بیان
رکہتا تہا کان تک مری فریاد کیطرف

ولہ

ہووے گا ذوق حسرت دیدار مین خلل
شیرین گذر نکیجیو فرہاد کی طرف

ولہ

جادو تہی کہ سحر تہی بلا تہی
ظالم یہہ تیری نگاہ کیا تہی

مت آئیوا نے وعدہ فراموش تو اب بہی
جسطرح کٹا روز گذر جائیگی شب بہی

ولہ

بیان کون ہے اتنا کہ یوں پوچہتے ہو
تغافل کے قربان تجاہل کے صدقے

ولہ

وصل کی شب کا ماجرا کیا کہون تجہہ سے ہمنشین
شام سے لیکے صبح تک وہ ہی نہین نہین رہی

بندہ میر محمد میر اورنگ آبادی

بندہ تخلص۔ میر محمد میر نام۔ سید صحیح النسب شریف الحسب ہین۔ اصلی وطن اورنگ آباد دکن ہے۔ آپ فارسی وعربی مین ذہی استعداد طالب علم تہے۔ زبان ریختہ مین نہایت نزاکت ولطافت سے کلام موزون فرماتے تہے چند مثنویان ہندی زبان مین ارباب دل کی تعریف وتوصیف مین تالیف کین۔ لچہمی نرائن صاحب کے دوستون مین سے ہین۔ صاحب چمنستان شعرا مین لکہتے ہین کہ میر صاحب ابتدا مین میر تخلص کرتے تہے جب مجہہ سے ملاقات ہوئی تو مین نے کہا کہ میر تقی میر تخلص آپکے ہمنام وتخلص ہند مین موجود ہین میرے نزدیک اشتراک تخلص خوب نہین آپنے میری بات قبول کی اوسیروز سے بندہ تخلص فرمایا انتہی کلامہ آپ حرف گیرون کے بیان مین ایک مثنوی لکہی ہے۔ ہم مثنوی کے چند اشعار لکہتے ہین بندہ

مثنوی

سنو نکتہ چینون کا مجہسے بیان
کہ اون کی حقیقت ہے اونپر عیان

کہیگا اگر شعر ہے خوب صاف
ولیکن وہ کہتے زراہ خلاف

کہ اس شعر مین کچہہ نہین بند وبست
ہر اک جائے پر بحر مین ہے شکست

کسی کا ہے مضمون اگر بہترین
یہہ کہتے ہین وہ سارے زراہ کین

یہ مضمون مدت سے ہیگا قدیم
کہ اسکو کہا ہے اسیر وکلیم

شعر

کسی نے اگر تازہ مضمون پڑہا — کہ جس کے معانی ہے بس بے بہا
یو کہتے ہین وہ نکتہ چین از حسد — یہ مضمون کسی سے نہین ہے سند
سرو شمشاد ہو گئی حیران — جب چمن مین ترا خرام ہوا

بیان - آقا مہدی اصفہانی

بیان تخلص - آقا مہدی نام - ابو طالب کلیم کا ہمشیرہ زادہ ہے - ہمدانی المولد اصفہانی المنشا ہے نشو و نما کے بعد اصفہان مین علوم و فنون مین استعداد وافی و مہارت کافی حاصل کی - جامع علوم و فواضل تہا - تحریر و تقریر مین بے نظیر زہین خوش مزاج و حلیم تہا - ظریف الطبع و لطیف الوضع تہا - تکبر و غرور سے نفور - صاحب عزت و غیور تہا - شاعری مین استادانہ کلام شستہ و پختہ کہتا تہا - عالمگیری زمانہ مین وطن سے ہند مین وارد ہوا - دِلّی و لاہور و آگرہ مین چند مدت تک بسر کرتا رہا آخر گولکنڈہ دکن مین آیا اوسوقت عبداللہ قطب شاہ زندہ تہا - بادشاہ کے حضور مین باریاب ہوکے منصب مناسب سے سرفراز ہوا - اُسوقت گولکنڈہ دکن مین وبا کی بیماری پیدا ہوئی - اکثر خلائق اس مرض مین مبتلا ہوکر فوت ہوئے بیان بہی اسی مرض مین مبتلا ہوکر فوت ہوا - یہ واقعہ سنہ ۱۰۰۰ ہجری کے آخر مین واقع ہوا - صاحب ریاض الشعرا اور صاحب تذکرہ کے بیان صاحب ترجمہ کے حال مین اختلاف کرتے ہین - صاحب ریاض الشعرا کا قول فقیر مولف کے موافق ہے - اور صاحب تذکرہ بی نظیر کہتے ہین کہ بیان اولاً وطن سے کشمیر مین وارد ہوا اور وہان سے چند روز کے بعد سنہ ۱۰۰۰ کے آخر مین وطن کیطرف مراجعت کا ارادہ کیا

کشتی مین سوار ہوا کشتی کو آگ لگ گئی آگ و دریا مین حریق و غریق ہو گیا

من اشعارہ الفارسی

شب خرابست و دل خلقی ز کف افتاده برد — خوب دستی آن بت بیداد گر وا کرده است

ولہ

بیابان خاک ہست گرد باد عمر لیست — بزیر پا نگاہے میتوان کرد

ولہ

خدنگت بہر غم وا میگذارد — اگر در سینہ ام جا میگذارد

ولہ

گذشت تیر جانان را بلا کم — کہ پیکان را بدل وا می گذارد
ازان خار سر را ہم بکوبیت — کہ آنجا مدعی پا میگذارد

بیجان - لالہ جبکشن داس اورنگ آبادی

بیجان تخلص - لالہ جبکشن داس نام - آپکا وطن اورنگ آباد ہے - آپ نواب صلابت جنگ بہادر کی دار الانشا مین تہے - منشی خوش تحریر - اور خوشنویسی مین خواہر قلم - شعر گوئی ریختہ کا فریفتہ تہا - اور شاہ سراج اورنگ آبادی کی خدمت مین کلام کی اصلاح لیتا تہا - مضامین نازک و معانی لطیف کو موزون کرتا تہا - خوش خلق نیک سیرت درویش دوست و صوفی مشرب تہا لچہمی نرائن چمنستان شعرا مین نقل کرتے ہین کہ ایکروز مجہسے شاہ سراج نے نقل کی کہ جبکشن نواب صلابت جنگ کے لشکر جانے کے لئے تیار ہوکر میرے پاس رخصت کے لئے آیا اور ایک شعر تازہ جو کہا تہا پڑہا اور اصلاح کا خواہان ہوا شعر یہہ ہے

تری یاد کمر سے یون عدم مین ملگیا بیجان ÷ کہ قالب بہی نہ باوے
گو کوئی اُسکا کفن کہولے ÷ حاصل کلام رخصت ہوکر چلا گیا اتبک اُسکا

بیتاونشان نہین انتہی کلامہ۔

من اشعارہ الہندی

نگہ کی جوت پتلی کی نین سیتی نمایان ہے
یار مہندی بہری ہاتون سی اگر ہوی طبیب
قید مین عاشق اگر یاد کرے گلرو کو
باغ مین کرے نرگس عرض حال اگر اپنا
کیون نہ حاصل ہوئی خوشی حگمین

ولہ

اندہاری رات مین بجلی بہی چمکی ہی خدا حافظ
شاخ نبض دل بیمار سے مرجان ہوے
وہان کی زنجیر کے والے سے گلستان ہوئے
ولہ
آنکہہ کے اشارت سے تب جواب دیتا ہے
دل بیجان مین جان آیا ہے

باقی۔ راجہ گردہاری پرشا حیدرآبادی

باقی تخلص۔ راجہ گردہاری پرشاد نام بنسی راجہ عرف ہے۔ آپکے بزرگونکا اصلی وطن چہپرا ہوا ہے۔ آپکے جدِ اعلیٰ آصفجاہی زمانہ مین وطن سے حیدرآباد دکن مین آئے بندگانعالی سرکار نظام کی قدردانی سے خدمات جلیلہ پر مامور ہوئے۔ ہر ایک خدمت مفوضہ کا کام دیانت داری امانت سے انجام دیتے رہے۔ امانت دیانت وقتاً فوقتاً آپکی بزرگون کی ترقی کا باعث ہوتی رہی۔ آپکا خاندان ہمیشہ ترقی کے اوج پر عروج کرتا گیا۔ روز بروز عزت و آبرو بڑہتی گئی۔ فی الحال زمانہ کے امتداد سے اور خاندانی سلسلہ سے ثابت ہوتا ہے کہ آپکی پانچ یا چہہ پشتین گذری ہین۔ برابر آپکے بزرگ مسلسل طور پر اس ریاست مین معزز و مکرم رہے ہین۔

آپکی ولادت باسعادت اسی شہر فیض بہر مین ہوئی۔ نشوونما بہی یہین کی آب وہوا مین ہوا، ابتدائے تعلیم و تربیت کے بعد آپنے شروع شباب مین علماء حیدرآباد سے کتب درسیہ

فارسیہ کی تحصیل کی۔ اور عربی مین مختصرات نحو و صرف کو حاصل کین۔ انشاپردازی و عبارت نویسی مین منشی بیدل ہوئے۔ فن حساب و سیاق مین جو آپکا موروثی ہی صاحب بے مثل ہوئے۔ طبیعت مین چستی و چالاکی موجزن۔ اور طبیعت مین شوخی و بیباکی شعلہ زن تہی۔ مزاج مین جولانی اور دماغ مین سنجیدگی کا جوش۔ اور قوت ناطقہ مین تازگی اور خیال مین نازک خیالی کا خروش تہا۔ طرفہ یہہ ہے کہ شباب کا عالم ہر رگ و ریشہ تازہ دم تہا ایسے زمانہ رشک بہار مین آپکو سخن سنجی و شعرگوئی کا شوق دلمین پیدا ہوا۔ تلاش مضامین کا ذوق ہویدا ہوا۔ آپنے اکثر استادون کے دواوین فارسی و اردو جمع کئے۔ اور ہر ایک دیوان کو ابتدا سے انتہا تک خوب غور و فکر سے ملاحظہ کیا۔ مواد و اسباب ہر قسم کا حافظہ کے خزانہ مین موجود تہا۔ دواوین کا دیکہنا کیا تہا کہ آپ دیوانہ و مستانہ بنگئے۔ جوش دل سے تازہ تازہ مضامین شگفتہ شگفتہ معانی کے ساتہہ موزون کرنے لگے۔ سننے والون کو آپکے کلام سے حیرت ہوتی تہی۔ اور اکثر کثرت تعجب سے عالم سکتہ مین ہم نجود ہوتے تہے۔ آپکا کلام دونون زبانون مین نہایت ہی شستہ و پاکیزہ ہوتا ہے۔ ہر ایک شعر لطافت و نزاکت مین ڈوبا ہوا نظر آتا ہے۔ آپ حضرت شمس الدین فیض کے ارشد تلامذہ سے ہین۔ چنانچہ آپ فرماتے ہین ؎

میر فیض صاحب سے ہین اُستاد   دکن سے جائین کیون ہندوستان ہم

آپ بظاہر امیر مگر بباطن فقیر ہین۔ فقرا دوست و غربا پرور ہین۔ آپکا کلام ہمارے اس قول کی تصدیق کا محضر ہے۔ اکثر آپکا کلام صوفیانہ ہوتا ہے ہر ایک شعر و مصرع سے توحید و وحدت عیان ہے۔ ہر ایک فقرہ و کلمہ سے انا الحق کی کیفیت نمایان ہی آپکے صوفیانہ کلام سے صوفیائے کرام کو وجد و حال آتا ہے۔ آپکی رباعیات مین بہی یہی کیفیت ہے

غزلیات مین عاشقانہ جوش و خروش ہے کہین خط و خال کی تعریف ہے۔ کہین سراپائے حسن و جمال کی توصیف ہے۔ کہین شکایت فراق ہے کہین لذت وصال ہے۔

اور آپ کے قصائد مدحیہ کا اور ہی رنگ ہے کہین ممدوح کی سیرت و صورت کی بہار ہے کہین شجاعت و سخاوت کا گلزار ہے۔ کہین مضامین واقعہ کا مرقع۔ کہین لطافت و نزاکت کا تماشا دکہایا ہے۔ غرض کہ آپ جامع الکمال ہین۔ ظریف الطبع و لطیف الوضع ہین سلیم المزاج و حلیم الخصال ہین۔ آپکی عمر قریب ستر برس کی ہوگی۔ ماشاءاللہ چشم بد دور روشن دماغ تازہ دماغ ہین۔ ابہی تک طبیعت مین جوانی کا ولولہ و ترقی کا حوصلہ موجود ہے حسن اتفاق و اشفاق مین شہرۂ آفاق ہین۔ آپکو خلائق کے ساتہہ کیا خاص کیا عام اتفاق ہے۔ پیشتر بندگان عالی متعالی حضور پرنور کے مقرب تہے۔ رات دن مورد عنایت و مرحمت تہے۔ بعد ازان نظم جمعیت مین عہدۂ جلیلہ سررشتہ داری پر مامور ہوئے صاحب التالیف والتصنیف تہے۔ کلیات یادگار باقی۔ کنوز التاریخ۔ دیوان تقائی قصائد باقی۔ سیاق باقی۔ پیرایہ عروض۔ آئینہ سخن وغیرہ ہین

آخر آپنے سنہ ۱۳۰۹ ہجری مین اس دار فانی سے عالم جاودانی کے طرف روانہ ہوئے۔

من اشعارہ الفارسی

تنبیہ اے ترک ابواب طرب بر روئے ما بکشا
گلہ از سر بنہ بنشین کمر وا کن قبا بکشا

بہ بستان نرگس شہلا بہ شوخی دیدہ می بازد
تو نیز از خواب شوخ بیدار و چشم سرمہ سا بکشا

بس اے ضیا و رحمی کن بہار آمد رہائی دہ
چنین تا چند بال از قفس بند داری تا کجا بکشا

بیا و رباوہ در نہ بہ خمارم تا کجا داری
در میخانہ اے پیر مغان بہر خدا بکشا

نگہ رو دسپیرم از رشتہ و ساغر تو اے ساقی
سر رطل و سبو وا کن خم سربستہ را بکشا

بہ محشر تا حساب دیگران را فرصتی باشد
تو باقی دفتر آوارۂ خود را جدا بکشا

بنازان زلف را بر بند و کاکل از ادا بکشا
تا آن بست و گشاد این خاطر وابستہ را بکشا

ہمہ فانیست الا آخر زبان در بحث لا بکشا
بجز او کیست باقی چشم عبرت انتہا بکشا

بہ بند از نقش چشم و صنعت نقاش را بنگر
مکن صورت پرستی دیدۂ معنی نما بکشا

تماشائے دو عالم دیدنی دارد چو آئینہ
بہ بین از پائے تا سر دیدۂ حیرت نما بکشا

من اشعارہ الہندی

جلوہ فرما جو کبہی وہ مہ انور ہوتا
شرف منزل خورشید میرا گہر ہوتا

بلبل آتش نفس ہون ڈر ہی کیا صیاد کا
شعلہ آواز سے پہونکون قفس فولاد کا

ولہ

ملے گا خضر کو اپنا پتا کب
روان ہین صورت ریگ روان ہم

ولہ

آگ دیتا ہون جگر کو دل سے
حق ہمسایہ ادا کرتا ہون

ولہ

شور گریہ سے زمانہ کی ہوا بدلی ہے
ہر گل دیدۂ تر ابر سے کیا بدلی ہے

ایک گل مین بہی نہین بوئے وفا اے ساقی
اندنون گلشن عالم کی ہوا بدلی ہے

ردیف بائے فارسی

پروانہ۔ شاہ ضیاء الدین برہانپوری

پروانہ تخلص۔ شاہ ضیاء الدین نام آپکا مسقط الراس دار السرور برہانپور ہے اور آپکے بزرگان سلف ورنگ آباد آئے اور سکونت پذیر ہوئے۔ آپ بہی بزرگان سلف کے ساتہہ ایام طفلگی مین آئے۔ اور اسی شہر مین نشو و نما پایا۔ اور سن شعور کو پہنچکے کتب درسیہ متداولہ اساتذہ کرام سے حاصل کین۔ اور شعر و شاعری مین حضرت آزاد بلگرامی سے

اصلاح لیتے رہے۔ آزاد کی اصلاح سے درجۂ کمال کو پہنچے۔ چنانچہ میر کی خدمت میں
اپنی نیازمندی کا اظہار کرتا ہے ؎

پیشت اے نسیم صبح عرض مطلبی دارم — رسانی حضرت آزاد را از من بمن بوسی را

پروانہ صوفی مشرب فقیر دوست تہا۔ شاہ سراج الدین اورنگ آبادی کا مرید و خلیفہ تہا
تا بزندگی پیر اورنگ آباد میں قیام پذیر رہا۔ پیر کی رحلت کے بعد سیر و سیاحت کا عزم کیا
پیر و مرشد کی قبر و مکان کی عمدہ تعمیر کی۔ تعمیر کے بعد بیدر گیا۔ اور وہان اپنے لئے
ایک تکیہ تعمیر کیا۔ وہان کے حکام و اعزہ آپکی تعظیم و تکریم کرتے تہے۔ گل رعنا کا مولف
لکھتا ہے ایک زمانہ مین ہم دوستان موافق یعنی میر اولاد محمد ذکا و میر عبد القادر مہربان
و میرزا عطاء ضیا۔ و شاہ پروانہ صاحب ترجمہ وغیرہم کا مجمع ہوتا تہا۔ باہم حسن محبت
و اخلاق سے لطف و حظ حاصل ہوتا تہا۔ شعر و شاعری کا مذاکرہ و مباحثہ رہتا تہا
انتہی کلامہ۔ پروانہ صاحب ترجمہ ہندی فارسی دونون زبانون مین کلام موزون
کرتا تہا۔ لیکن شعر گوئی ہندی کیطرف زیادہ مائل تہا۔ کبہی کبہی اعزہ و احباب کی
خواہش سے فارسی بہی موزون کرتا تہا۔ دونون زبانون مین آپکا کلام رنگین و پر جوش اداہے
آپ سنہ ۱۱۷۵ ہجری مین بطور سیر احمد نگر مین رونق افزا ہوئے تہے۔ بمقتضائے آب و خورش
چند مدت تک وہان سکونت پذیر رہے۔ اس سکونت کی وجہ سے بعض نے آپ کو احمد نگری
اور بعض نے بیدری لکہا۔ واقع مین آپ مولد ابر ہانپوری نشو و نما کی وجہ سے
اورنگ آبادی تہے۔ کسی تذکرہ نویس نے آپکا سنہ وفات نہین لکہا۔ لیکن قرائن سے
معلوم ہوتا ہے کہ آپنے سنہ ۱۱۹۰ ہجری مین رحلت کی۔ والعلم عند اللہ

من اشعاره الفارسی

در جناب حق ز تبرا تو لائیم ما — بر سر غیر خدا تیغ تبرائیم ما
کی شناسد هستی ما چشم بوج هر حباب — در نظر ما قطره یم و عین دریائیم ما

وله
درمیان ما حجابی نیست جز پندار ما — آئینه شد حد فاصل شاهد و مشهود ما

وله
کی نمی فهمد بجز عشاق قدر کم نگاهی را — تغافلهای صیاد وست دام مرغ ماهی را
بدست خنجر و در دست دیگر تیغ می آید — خدا حافظ دل خود داده ام طفل سپاهی را
بمن پروانه دیر و حرم این حرف میگوید — که در هر شمع دیدم شعلهٔ نور الهی را

وله
روز عید از دست خود فرمود قربانی مرا — خلعت بسیار رنگین کرد ارزانی مرا
رنگ دامن کرد رسوا قاتل بیرحم را — آه گشت از خون خود حاصل پشیمانی مرا

وله
چه بخت سبز دارد هر که می بوسد هانش را — بمن هم لطف کن یارب نصیب برگ پانش را

وله
اگرت بود بدل اینچنین که تخلص شود یقین — پر و بال سوخته را ببین بطواف شمع لگن درا

وله
انحرافی از هوا دارد مزاج عندلیب — می توان از قرص گل کردن علاج عندلیب

وله
کیست از سلسله جویان که گرفتار تو نیست — نیست در مصر عزیزی که خریدار تو نیست

وله
سینه هم دل نگاری که وفائی دارد — باز ده آئینه من که ز هر کار تو نیست
دوش پروانه با شمع خود آرائی گفت — که بجز من سببی گرمی بازار تو نیست

وله
ندارد بر کف ساقی این پیاله عبث — نکرده ایم با و نقد جان حواله عبث

وله
پای من وقت خزان گشت بدامان محتاج — فصل گل دست جنون شد بگریبان محتاج

وله
نه از تراوش می جوش شور قلقل بود — که خواند شیشه او را دخوان دعای قدح

وله
ز شمع گریه بر پروانه ماند خاکستر — آب چشم صراحی بخاک پای قدح

وله
هست در بستان اگر صحن و در و دیوار سرخ — در بیابان از کف پایم بود هر خار سرخ

چون شمع مرا شعلهٔ آتش بسر افتاد	ولہ	سر تا قدمم سوخته در چشم تر افتاد
زندم بوالهوس بر زخم از روی نادانی	ولہ	چو شمع گشته از سوز درونم دود برخیزد
زشوخی بسکه داری در دل من آمد و رفتی		غبارے کز تو بر خاطر نشیند رو و برخیزد
دید چون نقش مرا پرسید این مقتول کیست	ولہ	دیده و دانسته میدانم تجاهل می کند
غنچه‌سان خوابیده گانرا کیسهٔ زر می‌نهد	ولہ	هوشیاران را چو شبنم دیدهٔ تر می‌نهد
فغانم غفلت آسودگان خاک بر هم زد	ولہ	دل بیتاب الله الهی چنین باشد
نمی‌ماند زرفتن شمع گر آتش بسر بارد		رهے سالک که او را جان آگهی چنین باشد
خیالت در دل تنگم هر آنکس دید می گوید		که تاریکی چنین یوسف چنین چاهی چنین باشد
تا حال دل خود بدلارام نویسم	ولہ	ای اشک دمی باش مشو دشمن کاغذ
خدا بیرون آورد از گلدام آزادم نکرد	ولہ	مرغ دست‌آموز تمکین نشسته بر پایم هنوز
با زبان تیر خواهم گفت حرفت را جواب	ولہ	بوالهوس از جوهر شمشیر عریانم مپرس
جز دل آگه خدا را کی توانی یافتن	ولہ	قبله گر میجوئی از قبله‌نما غافل مباش
هر بلبلے که زاغ شود هم‌نوای او		باشد با و چو غنچه خموشی هزار فرض
کی کند با سرو پا در گل به بستان خیال		گر کند قمری بآن سرو خرامان اختلاط
لاله و سنبل نگر در کوه و صحرا کرد گل		دست سر دیوانه دارد با گریبان اختلاط
خیال روی تو از دل نمی‌شود زائل		برنگ آتش خار است در وطن محفوظ
سوختن در محفل عشاق چون سر کرد شمع		دیده را اول زاشک آتشین تر کرد شمع
موسم خط در بساط زلف و یکدل نماند		کهنه دولتمند یارب چه پریشان شد دریغ
جان داد و در رهش دل امیدوار حیف		آن طفل نے سوار نیامد هزار حیف

یکروز هم نکرد گذاران سیاه چشم	ولہ	چشم سفید شد بره انتظار حیف
ریخت هر شب شورها در دیدهٔ لیلی نمک	ولہ	گرد پیدا در جهان یارب جنون مانمک
در بیع گاه یار بیک جو نمیخرند	ولہ	آرد اگر چه یوسف مصری هزار دل
بیاد سرو دلجوئے قیامت‌ها بپا کردم	ولہ	چو قمری مشت خاک خویش را اندر هوا کردم
بگوش گل رسان پیغام درد آلود مشتاقان		به پشت عرض احوال خود ای باد صبا کردم
نقش تصویریم سراپا انتظار کیستم	ولہ	کیست داند تا مرا جز خود دو چار کیستم
همین که فال شهادت گذشت در دل من	ولہ	رسید خنجر عریان بدست قاتل من
عشقبازان دیدها سازند پا انداز او		رخصت تشریف فرمودن ویدگر نازاو
زکات بود فرض بر لبت امشب		که ماه حسن رخت صاحب نصاب شده
بآواز حزین در کوی او میگفت بوسی		زنم بر سنگ سر تا چند مالم دست افسوسے

پناہ۔ محمد پناہ اورنگ آبادی

پناہ تخلص۔ محمد پناہ نام۔ اورنگ آبادی الاصل ہے۔ لچھمی نرائن شفیق کے رفیقون مین سے تہا۔ شاعر خوش سلیقہ تہا۔ فارسی و ہندی دونو زبانون مین موزون کرتا تہا کلام پاکیزہ و صاف ہے جو کچھہ کہتا ہے خوب کہتا ہے سنہ ۱۱۸۰ ہجری مین زندہ تہا۔ سنہ ۱۲۰۰ ہجری کے قریب مین فوت ہوا۔

من اشعار الہندی

تری ہو زلف سیہ کی قسم ہے ای دلبر		علاج جلد مرا کر لڑا ہے کالا ناگ
حسن کے دریا مین تیری حلقۂ در کی قسم		ہای دلکو مری نہ یہ زلف جالا ہو گیا

پنچھی نجم الدین بلگرامی نزیل حیدرآبادی

پنچھی تخلص۔ نجم الدین نام۔ سادات بلگرام سے ہے۔ پیشتر عاجز تخلص کرتا تہا۔ عارف الدینخان عاجز کا شہرہ سنکر بجائے عاجز پنچھی تخلص اختیار کیا۔ سنہ ۱۱۷۵ ہجری مین حیدرآباد مین آیا محلہ حسینی علم حیدرآباد کے قریب سکونت اختیار کی۔ قناعت و توکل مین زندگی بسر کرتا تہا۔ مستغنی المزاج تہا کسی امیر و فقیر سے کچھہ غرض و واسطہ نہین رکہتا تہا لچھمی نرائن لکہتے ہین کہ مین سنہ ۱۱۸۰ مین میان پنچھی سے حیدرآباد مین ملا خوش مزاج و خوش خلق پایا۔ مجھہ سے نہایت محبت سے ملے۔ طرفین مین خوشی حاصل ہوئی۔ اور مجکو اپنے چند اجزا جنمین آپکے اشعار طبع زاد مرقوم تہے عنایت کئے۔ ہم اسکے چند اشعار آبدار چمنستان شعرا سے نقل کرتے ہین۔

جناب نجم الدین صاحب نے حیدرآباد مین بلگرام کی براق کی نقل یہان حسینی علم کے قریب قائم کی۔ اب تک ہر سال ماہ محرم مین وہ براق قائم ہوتی ہے۔ اکثر اہل دکن نیاز گل و چراغ چڑہاتے ہین۔ شہر مین آپکے نام پر مشہور ہے۔ لوگ پنچھی کی براق سے نام رد کرتے ہین۔ یہہ خاص میری تحقیق ہے۔ اسکو کسی مورخ یا تذکرہ نویس نے نہین لکہا آپ سنہ ۱۲۰۰ ہجری کے قریب اسی شہر مین فوت ہوئے۔

من اشعارہ الہندی

کفر و اسلام کی کچھہ بات نہ پوچھو ہمین — بت عیار کو ہم اپنا خدا کہتے ہین
در بدر نالہ و فریاد کیا ہم ہر چند — یہہ کنہون نے نہین پوچہا کہ یہ کیا کہتے ہین
اسقدر نادان نہین ہون مین کہ دل یا تو نہین دون — عمر گذری ہی سجن تمہین سے عیارون کے بیچ

ابرو کمان چڑہا کے کہتے ہو بات اگر کی — جی تو لیا ہمارا اب کیا کرو گے لڑ کے

ولہ

شاید کہ آج آوے پنچھی ترا تماشا — پہڑکے ہے آنکہہ ہردم دلکو لگے ہے دہڑکے

ولہ

صنم ہتا تو خدائیکا تجہکو کیا نہوا — ہزار شکر کہ تو بت ہوا خدا نہوا

ولہ

کہان آتا ہے رحم اوسکو ستم کا جو مزا جانے — مرے کوئی یا جیے صیاد ظالم کی بلا جانے
چہپی نہین ہی حقیقت داغ دل میری گلشن مین — وہ لالہ جانتا ہی باغبان جانے صبا جانے
تنگ آیا ہے ایسی قید کے جینے سے جی میرا — قفس مین کب تلک قسمت ہماری ہے خدا جانے

ولہ

قیامت ہے ترا گہونگٹ کے اوٹ مین لٹک جانا — بلا انکہیان سوا انکہیان ہنسکر مٹک جانا
نئی تم سے چلی ہے ناز کی یہہ طرح دنیا مین — کہ دکہلا دور سے چہلکے ٹہلنا اور ٹہٹک جانا

حرف التاء

تجلی۔ محمد حسین کاشی

تجلی تخلص۔ محمد حسین نام۔ کاشانی المولد ہے۔ استعداد ضروری حاصل کرنیکے بعد شعرگوئی کا شوق ہوا سخن سنجی و نکتہ پردازی مین عدیم المثال تہا۔ طبیعت مین بلند پروازی تہی مضامین رنگین و معانی دلنشین کی شیرازہ بندی کرتا تہا۔ آپکے کلام سے نزاکت نمایان ہے ہر فقرہ سے لطافت عیان ہے۔ وطن مالوفہ سے ہند مین وارد ہوا گجرات مین سکونت اختیار کی مولانا نظیری کا معاصر تہا مشاعرہ مین ملا کے ساتہہ ہم طرح ہوتا تہا۔ بطور سیاحت حیدرآباد دکن مین بہی آیا تہا اور قطب شاہیہ سلاطین سے انعام و اکرام پاکر پہر دکن سے گجرات مین مراجعت کی آخر سنہ ۱۰۲۱ ہجری مین فوت ہوا خاک گجرات مین مدفون ہوا۔

من اشعارہ

برجائے خدنگِ تو دہد بوسہ شادی — صید تو کہ آرد بسوئے زخم دہن را — ولہ
تو کشتی بادہ و تجلی آہ — آتش آنجا بلند و دود اینجا — ولہ
چہ شد کہ رخ ننمودی دین دل بردی — کہ روئے بستہ حریفان زنند قافلہ ہا — ولہ
دمی در بزم میخواران خون خالی نخواہد شد — اگر ساغر کند دوران پس از مردن گِل ما را — "
بر مزار ما شہیدان نے چراغ و نے گلے — ہر طرف پروانہ در طوف ست و ہر سو بلبلے — "

تابع خلیفہ اسد اللہ تتوی نزیل برہانپوری

تابع تخلص - خلیفہ اسد اللہ نام - آپکا اصلی وطن تتہہ سندہ ہے - وہان سے شہر برہانپور مین آکے مدت تک متوطن رہے - پہر وہان سے بندر سورت مین پہنچے علی نواز خان جو سورت کے متصدی تہے اُن کے مصاحب ہوے - تا مرگ معز الیہ کی خدمت مین زندگی بسر کرتے رہے - آخر سورت مین ۱۱۹۵ھ ہجری مین فوت ہوے - شعر گوئی کے عاشق و شائق تہے - کبہی کبہی موزون کرتے تہے - دو شعر آپکے طبعزاد ہمکو تذکرہ مردم دیدہ سے ملے ہین لکہے جاتے ہین ؎

راہ سفر وصل تو تا سر شود اید وست — پیش از قدمم در رہ شوقت سرم افتاد
ایدل تو پرواز بر من یکدو قدم پیش — راہے بسر کوچہ آن دلبرم افتاد

تسلیم محمد قلی برہانپوری

تسلیم تخلص - محمد قلی نام - برہانپوری المولد ہے - آپکے بزرگ ہمدانی الاصل تہے آپ صوفی المشرب صافی المذہب تہے - گوشہ نشین و تارک دنیا تہے زندگی آزادانہ گذارتے تہے

توکل و قناعت کا سہارا تہا - رات دن زبان پر صبر و شکر کا نعرہ تہا - جوش محبت و عشق الٰہی مین جگر پارہ پارہ تہا - دل شیفتہ مجنون کی طرح جنگل و صحرا مین آوارہ تہا - نواب منور خان خویشگی المتوفی ۱۱۵۶ھ ہجری آپکے معتقد تہے ہمیشہ آپکی خبر گیری کرتے تہے تسلیم نواب نظام الدولہ ناصر جنگ شہید کے زمانہ مین زندہ تہے - نواب شہید کی شہادت کے بعد برہانپور مین فوت ہوئے - تقریباً ۱۱۷۹ھ ہجری مین وفات واقع ہوئی - سخنوری و سخن گوئی مین لائق تہے - ہمعصرون مین فائق تہے - ذی علم و فہم تہے - آپکے اشعار دلکش و دلاویز - شور انگیز و شکر ریز ہین - صاحب دیوان تہے آپنے ایک مثنوی ایک لڑکے برہمن زاد کی تعریف مین لکہی تہی ہم اشعار کے ساتہہ مثنوی کے بہی چند شعر گذارش کرتے ہین تا کہ ناظرین محظوظ ہووین -

من اشعارہ

فکر خود و فکر بالائے تو عالی کردہ ام — زان کمر باریکتر نازک خیالی کردہ ام
در فراقت نیست غیر از سر گرانی با نسیم — داغ پہلوی تو گلہائے نہالی کردہ ام
این غزل را مصرع نواب بر کرسی نشاند — من بقدر رم درین صحرا غزالی کردہ ام
حرف حرفم خوش نگاہا بر زند ناخن بدل — بسکہ تعریف ابروئے ہلالی کردہ ام

من المثنوی

کہ رساند بگوش صاحب رام — وحشئی تازہ اوفتادہ بدام
دل من مہر نقش روئے تو بست — گو بگو نید آفتاب پرست
شعلۂ سر زدہ تسلیم ز دل حرف کلیم — ولہ — می کشد خار درین بادیہ دامان از من

نواب نور الدینخان بہادر فوجدار سیکاکول نے ایک عرضی نواب نظام الدولہ ناصر جنگ

شہید کی خدمت مین لکھی عرضی مین جوش شوق ملازمت ظاہر کیا ہے اور عنوان نامہ پر یہہ ایک بیت تہی ؎

ہردم از شوق آستان بوسی ۔ میشوم محو بیقرار یہا

جس زمانہ مین نواب صوف کے پاس عرضی آئی آپ اُسوقت نواب شہید کے مہمان تہے آپنے بہی اسی بیت کی طرح مین غزل لکہی۔ غزل یہہ ہے ؎

چہ نگارم بر بیقرار یہا ۔ بیقرارم با نتظار یہا
چہ گلہ از تغافل یار ست ۔ چون ز خود نیست چشم پا یہا
سوخت کز بہر شمع پروانہ ۔ شمع را بہر کیست زار یہا

تجلی۔ شاہ تجلی علی حیدر آبادی

تجلی تخلص۔ شاہ تجلی علی نام۔ آپکا اصلی وطن حیدر آباد دکن ہے آپنے نشو و نما کے بعد عالم شباب مین علما رحیدر آباد سے کتب رسیہ عربی و فارسی تحصیل کین مستعد و لائق ہوئے۔ تحریر و تقریر مین فائق شمار کئے گئے۔ شہر مین سب لوگ کیا عام کیا خاص آپکی تعظیم و توقیر کرتے تہے۔ جامع علوم و فنون تہے۔ فن زرگری و آہنگری و نجاری مین ہوشیار تہے۔ اوران فنون مین عمدہ قدرت رکہتے تہے اور تصویر کشی مین مصور بیمثیل تہے۔ آپکے ہات کی قلمی تصویر اسطرح صاف شفاف ہوتی تہی کہ ناظرین کو عکسی معلوم ہوتی تہی ذرہ برابر بہی فرق نہین ہوتا تہا۔ آپنے نواب غفران مآب آصفجاہ ثانی کی تصویر خاکہ پر برابر قد مبارک کہینچی تہی۔ اور جواہر قیمتی جو بندگا نعالی سے عنایت ہوے تہے اُسپر مرین کئے۔ اور اقسام اقسام کے رنگون اور طرح طرح کی بیل بوٹون سے اُسکو سجایا

تیار ہونیکے بعد حضور پرنور مین پیش ہوئی۔ بندگا نعالی اور اہل دربار نے پسند فرمایا آپکو پانچہزار روپئے انعام ملا۔ آپ فن خطاطی مین بہی اُستاد کامل تہے۔ انواع انواع کے خطوط لکہے تہے۔ آپنے اس فن مین حضرت شاہ معین تجلی قدس سرہ ایرانی سے جو شہر حیدر آباد مین نزیل تہے کمال حاصل کیا۔ اور آپ درویشی مین شاہ صاحب موصوف کے مرید و خلیفہ تہے۔ حسن ارادت کی بدولت درجہ کمال کو پہنچے تہے۔ آپکے مرشد اسی شہر مین فوت ہوے۔ اولاً اُنکو بیرون دروازہ علی آباد مدفون کیا۔ آپ نے چار مہینہ کے بعد محمد جلیل اللہ خان کو جو آپکے مرید خاص اور بندگان عالی حضور آصفجاہ ثانی کے اُستادزادے تہے خواب مین خبر دی کہ مجکو غصبی زمین سے نکالو دوسرے مقام مین دفن کرو خانموصوف اُسیوقت قریب نصف شب سو دو سو ملازم سپاہیان ہمراہ لیکر قبر پر حاضر ہوے اور قبر کو کہولا سبنے دیکہا کہ نعش مبارک مع کفن بجنسہ موجود ہے۔ مٹی نہ گلی۔ گویا آج ہی کی میت تازہ ہے۔ اُسیوقت نعش کو پلنگ پر ڈالکر اپنے دولتخانہ پر جو یاقوت پورہ مین تہا لیگئے اور اپنے خاص باغ مین مدفون کیا۔

آپ شعر گوئی و تاریخ دانی مین عدیم المثال تہے۔ صاحب تالیف و تصنیف تہے۔ فارسی مین ناظم و ناثر کامل تہے۔ اہل زبان کے ساتہہ فارسی مین اسطرح مکالمہ کرتے تہے کہ اہل زبان آپکی تقریر و لہجہ کو دیکہکر کہتے تہے کہ یہہ شخص ہندی نژاد نہین ہے ضرور فارسی الاصل ہوگا خوش گفتار و خوش کردار تہے۔ ہر ایک دنی و اعلی کے سامنے کسر نفسی سے جہکے جاتے تہے۔ نہایت عاجزی و خاکساری سے ملتے تہے۔ شاعری مین خوش مذاق و ظریف تہے تازہ تازہ مضامین کو بیان کے سانچے مین ڈہالتے تہے۔ معانی رنگین و شیرین بیانی کا فوٹو کہینچتے تہے۔ آپ فارسی و اردو دونون زبانون مین شعر کہتے تہے۔ کلام سے لطافت

ونزاکت ٹپکتی تہی۔ سامعین لذت وحلاوت پاتے تہے۔ ہم آپکے کلام سے ذیل مین ہدیۂ ناظرین کرتے ہین۔

آپ کو بسبب جامع الفنون و العلوم ہونیکی وجہ سے حضور پر نور آصفجاہ ثانی۔ و اعظم الامرا ارسطو جاہ و نواب شمس الامرا بہادر ہر وقت یاد فرماتے تہے۔ آپنے روزانہ اوقات تقسیم کر دئے تہے۔ ہر ایک مقام مین وقت معینہ پر حاضر ہوتے تہے۔ اور آپکو ہزارہا روپئے اور خلعتین عنایت کرتے تہے۔ آپ حقیقت مین فقیر امیر تہے آپنے تزک آصفیہ تالیف کرکے اعظم الامرا ارسطو جاہ کے توسل سے بندگان عالی آصف جاہ ثانی کی خدمت مین پیش کی حضور کے پسند ہوئی۔ ارسطو جاہ نے امرا ریاست سے نقد پچاس ہزار روپیہ دلوایا اور حضرت بندگانعالی شاہ تجلی کی لڑکی کی شادی مین اون کے مکان پر رونق افزا ہوئے اُسروز پچاس ہزار روپیہ کا سلوک فرمایا گویا یہہ صلہ تزک آصفیہ کا تہا۔ راجہ راجندر رکہوتم راو پیشکار سرکار عالی نے تزک آصفیہ کو با تصویر نستعلیق خط مین لکہوایا۔ اور اُسکی جداول طلائی۔ اور رنگ آمیزی تصاویر مین تین ہزار روپئے خرچ کئے۔ تیاری کے بعد حضوری کتبخانہ مین داخل کیگئی صاحب گلزار آصفی لکہتا ہے کہ اتبک حضوری کتبخانہ مین موجود ہے۔ صاحب گلزار آصفی بزمانہ حضرت بندگانعالی ناصر الدولہ مرحوم زندہ تہا سنہ ۱۲۶۰ ہجری مین کتاب کو تالیف کیا۔ مین یقین کرتا ہون کہ فی الحال بہی حضوری کتبخانہ مین نسخہ مذکورہ موجود ہوگا سردار الملک گہانسی میان شاہ تجلی علی سے بہت محبت و اتحاد رکہتے تہے۔ شاہ صاحب کے ساتہہ عزیزانہ و برادرانہ سلوک کرتے تہے۔ معلوم ہوتا تہا باہم یکدگر قرابتدار قریبہ ہین۔ واہ رے حسن محبت و اتفاق۔ فی زماننا باپ بیٹون مین محبت و اخلاص عجیب معلوم ہوتا ہے یہی بدبختی و پہٹکار ہے کہ ہم ذلیل و خوار ہین۔

شاہ تجلی آخر سنہ ۱۲۱۵ ہجری مین بہشت برین روانہ ہوئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون آپکے خلف الصدق مرزا محمد متخلص بمرزا یادگار تہے۔ مرحوم الیہ میر مومن کے دائرہ مین مدفون ہوئے۔

من نتائج طبعہ

تاریخ فیروزی سیرنگ پٹن

مشیر الملک از تائید حیدر
با اسم اعظم و عقل ارسطو

بہمراہ سکندر جاہ غازی
روان شد از پئے تنبیۂ بدخو

خرد تاریخ این سال نکو گفت
بدست آمد سرنگ پٹن و ٹیپو

وله

شاہ دین پرور سلیمان حشمت و آصف لقب
ماہ اوج سلطنت عالی نسب والا حسب

چشم امید جہان روشن ز گرد راہ او
یک نگاہ فیض عامش جاہ و عزت را سبب

ٹیپو و غلطان بخون لعل گران از اشک او
گر گہر پاشی کند وقت تکلم از دو لب

خاک راہ درگہش در بوتۂ چشم ہوس
می سزد گر میکند فغفور چین کسب ذہب

سینہ میگردد در اندوہ و اگرد نشاط
میکشا یا ہر کہ پیش باب و دست طلب

بہر دفع چشم حاسد میکند ورد دعا
انس و جان صبح و مسا و ہم ملک در روز و شب

حرف ثالث مثلثہ

ثاقب۔ محمد احسان اللہ خان بدایونی

ثاقب تخلص۔ محمد احسان اللہ خان نام۔ مولوی نصر اللہ خان بہادر صدر الصدور آگرہ کے فرزند ہین۔ آپکا اصلی وطن بدایون ہے۔ آپنے عربی فارسی و انگریزی مدارس

انگریزی مین تحصیل کی۔ مدراس کے سندیافتہ ہین فہیم و ذہین ہین۔ موزون الطبع و خوش فکر ہین۔ شعرگوئی شروع کی متفرق استادون سے مشق کرتے رہے۔ اولاً حافظ خان محمد خان نزیل بہوپال سے۔ ثانیاً محمد محسن کاکوروی سے۔ ثالثاً مولوی فضل رب عرشی نزیل حیدرآباد سے اصلاح لیتے رہے۔ اوستادون کی توجہ سے شاعر ہوگئے۔ کلام پاکیزہ و شایستہ ہوتا ہے۔ فارسی و اردو دونون زبان مین کہتے ہین۔

من اشعارہ الفارسی

ہشدار اے سپہر کہ شست کمانِ من
دروا کہ نماندہ است زو جز نفسے چند
زو دست کہ جا گیرم کنم بر سر شاخش
ناصح چہ و زاہد کہ و کے آمد و کے رفت

ولہ

تیر فغان و ناوک آہ رسا گرفت
بشنو ز لب کشتۂ خود ملتمسے چند
الممنۃ للہ کہ شکستم قفسے چند
مارا چہ چیز ازین گاوخرے چند

من اشعارہ الہندی

تیری نمود ہے کف ہر ذرہ سے عیان
اک لطف ہے شراب ہے ساقی ہی شوخ و شنگ

جلوہ ہے تیرا ہر رگ سنگ شرار مین
ثاقب سا ہمنشین ہے روز بہار مین

حرف الجیم

جانی۔ میرزا جانی ترخانی

جانی تخلص۔ میرزا جانی[٥] نام۔ ساکن بہکر ہے۔ قبیلہ ترخانیان سے تہا۔ اُسکا جد میرزا عیسی ترخان المتوفی ۹۷۵ ہجری بہکر من اعمال سندہ کا بادشاہ تہا۔ اُسکے بعد محمد باقی میرزا پدر میرزا جانی قائم مقام ہوا۔ اور اکبر بادشاہ کا تابع تہا۔ ہمیشہ فیمابین

[٥] از گلِ رعنا

سلطان محمود بہکری بادشاہ سابق و محمد باقی میرزا کبہی جنگ و کبہی صلح کا سلسلہ جاری رہتا تہا۔ آخر ۹۸۲ ہجری مین اکبر بادشاہ نے محب علیخان کو بہکر کی تسخیر کیلئے بہیجا۔ انہین ایام مین سلطان محمود بہکری فوت ہوا۔ اور بہکر اکبری تصرف مین آیا۔ اور بعد ازان محمد باقی بہی ۹۹۳ ہجری مین فوت ہوا۔ اور میرزا جانی صاحب جبہ باپ کی جگہ قائم ہوا۔ اور حکمرانی کرنے لگا۔ پہر اکبر بادشاہ نے خانخانان عبدالرحیم کو تتہ کی تسخیر کے لئے ۹۹۹ ہجری مین روانہ کیا۔ اولاً میرزا جانی اکبر سے خلاف کرتا رہا۔ اور مقابلہ کے لئے مستعد و قائم رہتا تہا۔ آخر عاجز ہوا۔ اور خانخانان سے ملاقات کی اور ۱۰۰۱ ہجری مین خانخانان کے ہمراہ درگاہ اکبری مین حاضر ہوا۔ اور امرا کے زمرہ مین شریک ہوا۔ اکبر نے تتہ کو اُسکی جاگیر مین مقرر کیا۔ انہین ایام مین بادشاہ اسیر کی تسخیر کے لئے روانہ ہوا میرزا جانی بہی ہمرکاب برہانپور مین آیا۔ اور وہان ۱۰۰۸ ہجری مین فوت ہوا۔ تاریخ طاہری[١٢] مین لکہا ہے کہ بہادر پورہ مین فوت ہوا اور وہین دفن کیا گیا۔ موزون الطبع تہا۔ شعرگوئی کرتا تہا۔

من کلامہ

عشق خواہم کہ از خودی پاک کند
پائے کہ بیابان اہل را سپرد

آب مژہ کہ دہر نمناک کند
دستی کہ گریبان ہوس چاک کند

جرأت۔ میر محمد ہاشم

جرأت تخلص۔ میر محمد ہاشم نام۔ موسوی خان خطاب۔ اورنگ آباد دکن المولد مین آپکے نسب کا سلسلہ بین واسطہ سے امام ہفتم سے ملتا ہے۔ ابتدا مین آپکے جد سید علی

[١٢] تاریخ طاہری ۱۲

زمین گیلان سے ہندمین وارد ہوئے۔ اور آپکے والد میر محمد شفیع بہی ہمراہ تہے۔ علوم و فنون مین مہارت کامل رکہتے تہے۔ عالمگیری زمانہ تہا علم و فضل کا بازار گرم تہا جد و والد بادشاہی ملازم ہوئے۔ بحسب کشش آب و دانہ اورنگ آباد مین متعین ہوئے۔ اور اس شہر مین سکونت اختیار کرلی ۱۰۸۰ھ ہجری مین موسوی خان پیدا ہوئے۔ والد کے سایۂ رحمت مین تربیت و تعلیم پائی۔ تحصیل سے فارغ ہونیکے بعد امیر الامرا حسین علیخان بارہہ کی ملازمت مین پہنچکر دارو رضلع اورنگ آباد کی قلعداری پر مامور ہوئے۔ جب ۱۱۳۱ھ ہجری مین جب دکن سے ہند کو روانہ ہوئے تب موسوی خانصاحب بہی ہمرکاب ہوئے۔ دلی مین پہنچکر علماء ہمعصر مثلاً میرزا عبد القادر بیدل و میر عبد الجلیل بلگرامی وغیرہ سے ملے۔ ہر ایک سے استفادہ کیا۔ سادات بارہہ کی خرابی کے بعد حضور بندگان عالی آصفجاہ کی خدمت مین آئے غفران پناہ نے عنایت و مرحمت سے ممتاز و سرفراز فرمایا۔ اور منصب ڈہائی ہزاری اور دار الانشا کی میر منشی گری سے سرفراز کیا۔ غفران پناہ کے انتقال کے بعد نواب نظام الدولہ ناصر جنگ کے زمانہ مین بہی بدستور دار الانشا کی میر منشی گری پر مامور رہے منصب چارہزاری اور معز الدولہ کے خطاب سے سربلند ہوئے۔ امیر الممالک آصف الدولہ صلابت جنگ مرحوم کے زمانہ مین بسبب ضعیفی خانہ نشین ہوئے۔ اور اپنے فرزند مستعد خان کو ۳۷ برس کی عمر مین دار الانشا کی خدمت پر قائم مقام فرمایا۔ آخر ۱۱۷۵ھ ہجری مین جہان فانی سے عالم باقی کو روانہ ہوئے۔ اورنگ آباد کے غربی جانب مین دفن کئے گئے۔ جناب میر غلام علی آزاد نے آپکی رحلت کی تاریخ کہی

موسوی خان ز کلک گوہر بار	آبرو داد شعر و انشا را
گفت تاریخ رحلتش آزاد	کرد جرأت وداع دنیا را ۱۱۷۵ھ

موسوی خان سخندانی و سخن سنجی و انشا پردازی و شعر فہمی مین فرید زمانہ تہا۔ اسوقت نواب آصفجاہ کے ہمراہ محمد شاہی دربار مین باریاب ہوا تہا۔ اسوقت آصفجاہ نے دربار مین بادشاہ کے حضور مین کہا کہ موسوی خان اس زمانہ کا ابو الفضل ہے میر آزاد و عبد الجلیل و مرزا عبد القادر بیدل و خان آرزو وغیرہ کا معاصر تہا۔ آزاد اور آپ مین بہت ہی محبت تہی۔ زمانہ دراز تک ہم صحبت رہے باہمدیگر علمی مذاکرہ رہتا تہا۔ اکثر آپسمین غزلین طرح کرتے تہے۔ اور دونون مین کہتے تہے۔ ہفتہ عشرہ مین مشاعرہ بہی ہوتا تہا۔ خوب لطف رہتا تہا۔

من اشعارہ الفارسی

با یاد ابروش را کردیم نقش در دل		رسم است اینکہ گیرند در دست چپ کمان را
تا توانی ہمعنان بوئے گل دارد مرا	ولہ	از نسیم صبح می جوییم سراغ خویش را
آنکس کہ بنازد بہ نسب مردہ فروش است	ولہ	مائیم کہ باشد نسب ما حسب ما
وضع ہموار است مرغوب ملایم طینتان	ولہ	ہر کہ را دندان نباشد دوست دارد آش را
در یاد خدا باش کہ کارے بہ ازین نیست	ولہ	سیاحی دل کن کہ دیارے بہ ازین نیست
بے بہار خلق شہرت با ہنر دمساز نیست	ولہ	نکہت گل بے شگفتن قابل پرواز نیست
منتہائے کار عشق از بدایت روشن است		شمع را آئینۂ انجام جز آغاز نیست
ہوس زخم بہ مہتاب تجلی دارم	ولہ	کاش عریانی من رنگ کتانی مہداشت
تو آن خدنگ نگاہے بسوے ما افکند	ولہ	ہنوز با تن مجروح نیم جانی ہست
آمد اندیشہ دنیا بطلب گاہ دل	ولہ	گفتم آن شیفتہ بے سر و پا حاضر نیست
چون قلم مردم سخن چین را	ولہ	از جہان روسیاہ باید کرد

خلق عالم گر مسافر نیستند | خیمهٔ گردون چرا برپا بود

ولہ

کاش دنیا با جوانمردی سرے پیدا کند | باده است این بیوفا شاید زرے پیدا کند

ولہ

شب که در بزم چمن طرب آماده بود | دانهٔ انگور قندیل چراغ باده بود

ولہ

قرب شاهان مجو که تنک مایه می شود | با آفتاب ماه چو همسایه می شود

ولہ

فارغ از هر دو جهان بندهٔ احسان توام | هم آزادم و پابندِ گلستان توام

ولہ

نه بهر آنکه منزل دور و پا لنگ است می نالم | دلم را چون جرس جای طپش تنگ است می نالم

ولہ

بسملم کردی و برمی طلبم آزرده مشو | میکنم رقص که در ذیل شهیدان توام

ولہ

شد صرف سوز عشق بیاپے که یافتم | مانند شمع سوختنے بانی که یافتم

منظور از نظارهٔ حسنت شهادت است | از فعل یار نیست امانی که یافتم

ولہ

راز جانان پیش معشوق است باید پاس داشت | بهر این لیلی نباشد بهتر از دل محملے

ولہ

پاس دل گر بتوانی داشت سلطان میشوی | این نگین را گر بدست آری سلیمان میشوی

بے غبار کینه نتوان زیستن اے ساده لوح | از صفائے سینه چون آئینه حیران می شود

تا شنیدم پند ناصح می گریزم از شراب | چون گزد کس را سگ دیوانه می ترسد ز آب

دل خون گشته ز چشمم چه بتاخیر چکید | وا نمی شد گره الفت او دیر چکید

جویا۔ محمد فاضل سرہندی

جویا تخلص۔ محمد فاضل نام۔ آپکا اصلی وطن سہرند ہے۔ اوسط عمر مین وطن سے اورنگ آباد دکن مین وارد ہوئے۔ خواجہ کامگار خان اورنگ آبادی کے ہم صحبت تھے مزاج مین دیوانگی تہی۔ عزلت نشین رہتے تھے۔ اہل دنیا سے کم ملتے تہے۔ گذر اوقات کا مدار

اطفال ہنود کی تعلیم پر تہا۔ آپ سرکاری ملازمت سے متنفر تھے۔ آزادانہ زندگی بسر کرتے تہے۔ درویشانہ رنگ رہتے تہے۔ شعر گوئی مین ذہین و فہیم تھے۔ جولانی طبیعت و رسائی فکر سے تازہ تازہ مضامین ایجاد کرتے تھے۔ اور اشعار مین نئے نئے رنگ دکھلاتی تہے۔ خواجہ موصوف آپکی مدح مین کہتے ہین ؎

سخن فہمی بجویا ختم شد چون حسن بر یوسف | که پیش از جنبش لب یافت معنی طبع چالاکش

لچھمی نرائن شفیق اورنگ آبادی نے تذکرہ گل رعنا مین لکہا کہ آپ دوسری تاریخ ماہ شعبان سنہ ۱۱۶ ہجری مین بہشت برین روانہ ہوئے۔ بیرون شہر اورنگ آباد مدفون ہوئے

من اشعاره الفارسی

بسکه لبریز است گلشن از بهار جلوه ات | بال بلبل آشیان گردید از پرواز ماند

ولہ

سرکشان از من حیرانی من یاد کنید | آب گردید دلم آئینه ایجاد کنید

پیش سرو قد رعنا می کسے از قمری | مشت خاکی بسر نخوت شمشاد کنید

ولہ

ز غیرت عشق چشمی غیر می بندد تماشا کن | غبار پیر کنعان سرمهٔ چشم زلیخا شد

ولہ

شوخی رنگ شکسته است صدف را چون گل | فکر نقاش بسر رسید که تصویر که بود

ولہ

غم ندارد گشتهٔ چشم تو از خورشید حشر | بر مزارش سایه از شاخ غزالان می شود

ولہ

شب که یاد غیرت او شمع این کاشانه بود | تا سحر از شمع نے در زبان سخن پروانه بود

ولہ

بلال آسا پے بیداری دل مژگان جو یا | خبر از صبح محشر میدهد حال بنا گوشش

ولہ

ندانم تا چه سازد با نقاب آن شوخی مژگان | که دل شد پردهٔ زنبور از یاد شمع غربالم

چنان از خانمان آوارگی دارم ز بیتابی | که نتوان دید اندر خانهٔ آئینه تمثالم

مو را که از خضاب سیه فام کرده ایم | خوبان برق جلوه درین دام کرده ایم

جویانہ شبنم است کز اشک عندلیب ‌‌ ‌ نعوذ بستہ است صبا در گلوئے گل
ز فیض عشق سبز آہنگ حیرت نالہ دارم ‌ ‌ ‌ کہ موئے چینی افلاک گردیدہ است افغانش

جولان ۔ میر حسن علی احسان حیدرآبادی

جولان تخلص ۔ میر حسن علی خان نام حیدرآبادی المولد ہین ۔ شہر کے مشاہیر شرفا مین سے تھے ۔ سرکار عالی نظام کے منصبدار تھے ۔ ذی استعداد و لائق آپکو عالم جوانی مین شعرگوئی کا شوق ہوا طبیعت کی تیزی و چالاکی سے موزون کرنے لگے ۔ کلام سنجیدہ و بامحاورہ ہوتا تھا ۔ ملاحت و لطافت مین ڈوبا ہوا ہوتا تھا ہمکو نہین معلوم ہوا کہ آپ کس شاعر سے اصلاح لیتے تھے ۔ میرا گمان ہے کہ آپ بمصداق الشعراء تلامذۃ الرحمن ؛ فیض آلہی سے فیض پاتے تھے ۔ آپ سنہ ۱۲۵۰ ہجری مین زندہ تھے ۔ رحلت کی تاریخ کسی تذکرہ نویس نے نہین لکھی ۔

من کلامہ الہندی

اب ایسی جام ساقی شراب ارغوانی بھر ‌ ‌ ‌ کہ جسکو دیکھ کے زاہد کے منہ مین آئے پانی بھر

جوش ۔ مرزا غلام حسین مدراسی

جوش تخلص ۔ مرزا غلام حسین نام ۔ مدراسی الاصل ہین ۔ مدت سے حیدرآباد دکن مین سکونت پذیر ہین ۔ فارسی مین مستعد و لائق ۔ شعرگوئی کے شائق میر محمد زکی لکھنوی سے اس فن مین مشق کی ہے ۔ اُستاد کی اصلاح سے چند ہی روز مین آپکا کلام صاف و درست ہوگیا ۔ پختگی و شستگی کلام سے نمودار ہے ۔ آپ

نیک کردار و پسندیدہ گفتار و حمیدہ رفتار ہین فی الحال تخمیناً آپکی عمر چالیس برس کی ہوگی

من اشعارہ الہندی

یہ یکتائی ہے اونکا روئی زیبا دلکی صورت ہے ‌ ‌ ‌ ہمارے قلب روشن کا سویدا تل کی صورت ہے
ہوئے ہم محو حیران ہے لب مہر خاموشی ‌ ‌ ‌ یہ رخ کی دیدہ ہان یار کی یہ تل کی صورت ہے
جگر ہو سبز داغون سے بھنے دل آتش غم سے ‌ ‌ ‌ ہوائے لالہ رویان مین یہی حاصل کی صورت ہے
نہون دریا دلون کے قرب سے کم ظرف مستغنی ‌ ‌ ‌ صدف کے کف مین کیسہ کاسہ سائل کی صورت ہے
مگر یہ بھی ہتو نکی چہرہ سیمین کا ہے کشتہ ‌ ‌ ‌ عیان آئینہ سیماب مین بسمل کی صورت ہے

جرأت ۔ سید رضوی خان

جرأت تخلص ۔ سید رضوی خان نام ۔ سادات صحیح النسب سے تھے ۔ عالم فاضل و منشی کامل تھے ۔ کتب درسیہ سے فارغ التحصیل ۔ انشاپردازی مین منشی ہمیل و شعرگوئی مین شاعر بے بدل تھے ۔ نواب نظام الدولہ ناصر جنگ شہید کی سرکار مین ملازم تھے دارالانشا کے میر منشی تھے ۔ نواب شہید کے مقربین مین داخل ۔ میر آزاد بلگرامی سے نہایت محبت رکھتے تھے ۔ جب ملاقات کرتے تو نہایت خلوص و اخلاص سے کرتے تھے لچھمی نرائن گلزار عنا مین لکھتے ہین کہ میرے حال پر بہت ہی مہربان تھے ۔ آخر آپ بمقتضائے قضا و قدر ارکاٹ گئے ۔ نواب سراج الدولہ بہادر محمد علیخان بن نواب انور الدینخان شہامت جنگ گوپاموی سے ملے ۔ نواب نے آپکی بڑی تعظیم و توقیر کی دیوانی کی خدمت پر مامور فرمایا ۔ دو تین سال تک دیوانی کا کام عمدہ طرح سے انجام دیتے رہے ۔ آخر سنہ ۱۱۸۱ ہجری مین ارکاٹ مین فوت ہوئے ۔ اُسی مقام مین مدفون ہوئے

جناب میر آزاد بلگرامی نے آپکی رحلت کی تاریخ لکہی ہے

رضوی خان منشی بیمثل ۔۔۔ یکقلم طبع زاد و سامی
سال تاریخ فوت او جستم ۔۔۔ گفت دل رفت منشی نامی
۱۲۸۱ھ

چونکہ آپ کے نتائج طبع ہمکو دستیاب نہین ہوئے اسوجہ سے گذارش نہین کیئے گئے

جلیل ۔ مولوی حافظ جلیل حسن صاحب اُستاد اعلیحضرت خلد اللہ ملکہ

جلیل تخلص ۔ جلیل حسن نام ہے ۔ آپ مولوی حافظ عبدالکریم صاحب کے فرزند ہین ۔ آپکا وطن اصلی مانک پور ضلع لکہنو ہے ۔ آپکی ولادت باسعادت سنہ ۱۲۸۳ ہجری مین واقع ہوئی ۔ اور آپ کی نشو و نما بہی وطن ہی کی آب و ہوا مین ہوئی ۔ آپ ابتدا سے ہونہار معلوم ہوتے تہے ۔ آپکی طبیعت نہایت چست و چالاک تہی ۔ ذکاوت و فطنت کے میدان مین جولانی کر رہی تہی ۔ اولاً آپنے دہ سالہ کی عمر مین حفظ قرآن سے فراغت پائی ۔ بعد ازان طالب علمی شروع کی ۔ لکہنو مین آئے متعدد اساتذہ سے کتب متداولہ درسیہ عربی و فارسی حاصل کین ۔ اور آپکو تحصیل علم کے بعد شاعری و سخن گوئی کا شوق پیدا ہوا ۔ حضرت مولوی امیر احمد مینائی کی خدمت مین آئے اور آپکے سلسلۂ تلمذ مین وابستہ ہوئے ۔ اور آپکے دامن خدمت کو ایسا تہاما کہ تا مرگ امیر مرحوم کے ساتہہ سایہ کی طرح رہے ۔ کوئی وقت ایسا نہین ہوا کہ آپ حضرت مرحوم سے دور ہوئے ہون ۔ آپ مرحوم کے ارشد تلامذہ سے ہین ۔ مرحوم آپکو اپنے فرزندون سے زیادہ چاہتے تہے ۔ جلیل کے کلام کو اصلاح دیتے وقت و فرماتے تہے کہ (کلام الجلیل جلیل الکلام ہے) آپکی طبیعت سخن سنجی و شاعری کی بلندی پر

عروج کر رہی تہی ۔ شعلۂ جوالہ کیطرح آسمان نہم کیطرف مرتفع ہو رہی تہی اور طبیعت مین قوت متخیلہ ایسی تہی جس مضمون کو چاہتے نہایت خوبی و خوش اسلوبی کے ساتہہ نمایان کرتے تہے ۔ اور استاد کے ملاحظہ مین پیش کرتے تہے ۔ اُستاد کی پیرائش و آرائش سے آپکے شاہد سخن کا حسن دوبالا ہو جاتا تہا ۔ آپکی نازک خیالی و شیرین مقالی کے زیور سے شاہد سخن کی وہ حالت ہوتی تہی کہ شعرائے وقت فریفتہ و شیفتہ ہوتے تہے آپکے کلام کی نزاکت و لطافت کیا ہے گویا کرامت و خرق عادت ہے ۔ معترضین میرے کلام پر قہقہہ لگائین گے ۔ اور کہین گے کہ جلیل کی تعریف حضوری تعلق کی وجہ سے تملقاً کر رہا ہے ۔ بخدا مین کسیکی تعریف تملقاً و مذمت عداوتاً نہین کرتا ہون بلکہ واقعہ کو واقع کے مطابق بیان کرتا ہون ۔ اگر کسی نکتہ چین کو ہمارے کلام کی تصدیق و تکذیب مطلوب ہو تو حضرت جلیل صاحب ترجمہ کا دیوان مسمیٰ تاج سخن جو فی الحال مطبوع ہو کے شایع ہوا ہے مطالعہ کرے ۔ ہمارے کلام کی تصدیق و تکذیب صراحۃً ہو جائیگی عجب نہین کہ معترض نکتہ چین کلام کی کرامت کے اثر سے اسبات سے توبہ کرے گا کہ مین نے مولوی صاحب پر بیجا اعتراض کیا ۔ اور انکو تملق کے طرف منسوب کیا مین فی زمانناحضرت جلیل کے دیوان کو دیکہہ رہا ہون ۔ آپکا کلام مجہپر جادو کا اثر کر رہا ہے ہر وقت میرے دل و زبان سے یہی آوازہ برآمد ہوتی ہے واہ واہ کلام جلیل جلّ جلالہٗ ۔ جلیل شاگرد ۔ اور امیر استاد مین تمیز کرنا امر دشوار ہے ۔ اگر کوئی ناواقف شخص کے سامنے دونون بزرگون کے کلام کو پیش کرین ۔ اور حکم بنائین کہ دونون مین باہمدگر کیا نسبت ہے تو غور و فکر کے بعد یہی کہیگا کہ دونون استاد جلیل الاستعداد مین یہہ نہین بتلا سکیگا کہ ایک استاد و دیگر شاگرد ہے ۔ یہی وجہ تہی کہ امیر مینائی

جونقاد سخن تھے جلیل کو مثل لخت جگر سمجھتے تھے۔ اور جلیل کی شاگردی پر ناز کرتے
تھے۔ مین نے دونون بزرگون کے کلام کو خوب غور و فکر سے دیکھا ہے اور میزان
عقل مین دونون کے کلام کو تولا ہے تو دونون مین عام خاص من وجہٍ کی نسبت
پائی۔ اگر مین بمصداق پسر بود از پدر کہون تو میرا قول بیجا نہوگا۔ لیکن بعض نکتہ چین
میرے قول کو مبالغہ پر محمول کرین گے یا سخن فہمی مین ناقص کہین گے۔ جو اہل سخن
منصف مزاج ہون گے وہ تسلیم کرین گے اور کہین گے کہ جلیل صاحب ترجمہ کی تعریف
واقع مین حضرت امیر مرحوم کی ہی تعریف ہے۔ پہلے مین لکھہ چکا ہون کہ آپ اُستاد
مرحوم کے رکاب مین ہر وقت سفر و حضر مین سایہ کی طرح ہمرکاب ہمراہ رہتے تھے جب
امیر مینائی مرحوم حسب الطلب نواب والی رامپور۔ رامپور گئے۔ تب آپ بھی ہمراہ تھے۔ چند مدت
رامپور مین خوشی و خرمی سے بسر کئے جب ۱۳۱۸ سنہ ہجری مین اعلیحضرت کلکتہ سے واپس ہوتے وقت
بنارس مین فروکش ہوے تب امیر مینائی رامپور سے بنارس آئے آپ سے ملے اور مسدس
مولفہ کو پیش کیا۔ اعلیحضرت مسدس کے ملاحظہ سے بہت محظوظ ہوئے۔ اور امیر مرحوم کو
حیدرآباد ہمراہ لائے۔ سوء اتفاق سے حیدرآباد مین پہنچتے ہی پیچش سے بیمار ہوگئے
پیچش کیا تھی گویا موت کا سفیر تھی۔ ایک مہینہ تک پیچش کا سلسلہ جاری رہا
آخر اُسی مرض مین واصل حق ہوئے۔ یہہ واقعہ بتاریخ ۱۹ جمادی الثانی ۱۳۱۸ سنہ ہجری
مین واقع ہوا۔ پس حضرت جلیل صاحب صاحب ترجمہ بھی آپکے ہمرکاب تھے۔ امیر مرحوم
کے فوت ہوتے ہی افسوس و حسرت مین مبتلا ہوئے۔ اور حیدرآباد مین اسی امید کے
سہارے پر استقلالی کیساتھہ کہ اعلیحضرت قدر قدرت اپنی فیضان کرم سے سرفراز
فرمائین گے سنہ مذکورہ سے ۱۳۲۷ سنہ ہجری تک بسر کئے آخر اعلیحضرت نے آپکو اعزاز و اکراماً

پانسو روپیہ ماہانہ کے تقرر سے سرفراز فرمایا۔ اور آپکو استاد کے لقب سے ممتاز کیا
اعلیحضرت کبھی کبھی آپکو اپنا کلام دکہلاتے ہین۔ حضرت جلیل صاحب ترجمہ بمصداق
اِنَّ مع العسر یسراً صبر و قناعت و استقلال کی برکت سے فائز المرام ہوئے۔ اب
فراغت سے زندگی بسر کرتے ہین۔ آپ خوش اخلاق و مقبول آفاق ہین سیرتاً
فرشتہ و صورتاً انسان برگزیدہ ہین۔ متقی و پرہیزگار صوم و صلوۃ کے پابند امر معروف
و نہی منکر پر پورے کاربند ہین۔
الحمد للہ فی الحال ظاہراً آپ کی شان و عظمت درجۂ عروج پر ہے مگر آپکو اس شان پر
غرور ہے نہ ناز ہے۔ آپکے مزاج مین وہی خاکساری و کسر نفسی ثابت و قائم ہے
آپ بظاہر امیر ہین لیکن بباطن درویش۔ آپ اکثر اوقات ورد و وظائف و قرات
قرآن مین صرف کرتے ہین۔ اور شائقین شعر و شاعری کے کلام کو اصلاح سے
درست فرماتے ہین۔ آپکا دربار دربار عام ہے۔ غربا و فقرا اعزہ و امرا سے شگفتہ
جبین و خندان روئی سے ملتے ہین۔ ہر ایک خواہ امیر ہو یا فقیر ہو برابر حسن اخلاق سے
ملاقات فرماتے ہین۔ چند مہینے گذرے کہ فقیر مولف کو بھی آپ سے ملازمت حاصل ہوئی
ہے بخدا مجکو آپ کی ملازمت سے بہت لطف و مزہ حاصل ہوتا ہے۔ آپنے اپنا
خاص دیوان مطبوعہ جو مجکو ہدیۃً عطا فرمایا ہے اُس کے دیکھنے سے ہر وقت دلکو انبساط و سرور
و مزہ میسر ہوتا ہے کہ مین اس لطف کو زبان قلم و قلم زبان سے ادا نہین کر سکتا ہون
آپکا کلام نہایت شستہ و پاکیزہ۔ شگفتہ و تازہ ہے۔ حشو و زوائد سے پاک و صاف
تعقید لفظی و معنوی سے مبرا ہے۔
اب مین آپ کے نتائج طبع سے چند اشعار گزارش کرتا ہون۔

کلام الجلیل جلیل الکلام ہے

شکریۂ سرفرازی

جودن پہرتے ہین تو سامان پیدا ہو ہی جاتا ہے
شب غم لاکہ طولانی ہو تڑکا ہو ہی جاتا ہے

چمن مین ہولنے پہلنے کی نوبت آ ہی جاتی ہے
دکن مین بارور نخل تمنا ہو ہی جاتا ہے

رہا جو شہ کی نظرون مین ترقی اُسکو لازم ہے
ملا دریا سے جو قطرہ وہ دریا ہو ہی جاتا ہے

چمک ذرے مین سورج کی کرن سے آ ہی جاتی ہے
در شہ کا گدا ادنی سے اعلی ہو ہی جاتا ہے

توجہ چاہئیے تہوڑی سی شاہ بندہ پرور کی
فقیرونکا جہانمین بول بالا ہو ہی جاتا ہے

جو دل سے ہو رہا حضرت کا پہر اُسکو کمی کیا ہے
موافق آسمان تابع زمانا ہو ہی جاتا ہے

مرے گلزار مین رنگ خزان کب تک جما رہتا
کہ اکدن فصل گل کا دور دورا ہو ہی جاتا ہے

توقع شاہ سے رکہنا کبہی خالی نہین جاتا
یہ دیکہا ہے کہ فضل حق تعالی ہو ہی جاتا ہے

اشارہ چاہئیے پہر مشکل آسان ہو ہی جاتی ہے
سہارا چاہئیے پہر بوجہ ہلکا ہو ہی جاتا ہے

کسی کا درد دل ہوئے لئے تو یہ غیر ممکن ہے
مریضون پر کرم فرما مسیحا ہو ہی جاتا ہے

مسیحا جب کرم فرما ہوا پہر پوچہنا کیا ہے
دوا ہو یا نہو بیمار اچہا ہو ہی جاتا ہے

تجسس شاہد مقصود کا ضائع نہین جاتا
وہ اکدن زیب آغوش تمنا ہو ہی جاتا ہے

عقیدت جب ہوئی پوری تو کیسا پردہ دوری
رخ محبوب دلمین جلوہ آرا ہو ہی جاتا ہے

بجا ہے اب عروس شاعری کا دُون کی لینا
شباب آتا ہے تو جوبن دوبالا ہو ہی جاتا ہے

گل مضمون جو کل تک خشک تہے اسکا تعجب کیا
خزان کے دور مین پہول کہلتا ہو ہی جاتا ہے

نہ مین اچہا نہ میرے شعر اچہے بات اتنی ہے
جسے اچہا کہین کار اچہا ہو ہی جاتا ہے

جلیل زار کو دیکہو جلیل اقدار کو دیکہو
لقب جو شاہ سے ملتا ہے زیبا ہو ہی جاتا ہے

تعجب کیون کسی کو ہو ہماری سرفرازی پر
خدا کا فضل ہوتا ہے تو ایسا ہو ہی جاتا ہے

یہ ایسی سرفرازی ہے یہ وہ ذرہ نوازی ہے
نہ کچہہ کہئیے مگر لوگون مین چرچا ہو ہی جاتا ہے

حسد کوئی کرے کسواسطے نسبت یہ ظاہر ہے
کہ جو قسمت کا لکہا ہے وہ پورا ہو ہی جاتا ہے

لکہون اب یہ کیسا تہا کہ کچہہ مدح شہ والا
کہ اس موقع پہ دلمین جوش پیدا ہو ہی جاتا ہے

یہ مدح شاہ وہ مضمون ہے جسکے نظم کرنیکا
ارادہ مین نہین کرتا ارادہ ہو ہی جاتا ہے

مطلع

کمال شاہ پر انسان شیدا ہو ہی جاتا ہے
جمال شاہ کو دیکہو تو سکتا ہو ہی جاتا ہے

نظر جسکی پڑی آئینہ روئے مبارک پر
نصیب اُسکو سکندر کا نصیبا ہو ہی جاتا ہے

سواری کا سمان سو بار دیکہا ہے مگر پہر بہی
سلیمان کا شہ آصف پہ دہوکا ہو ہی جاتا ہے

زہے ہر دلعزیزی بخت و دولت بہی یہ کہتی ہین
تمہین جو دیکہہ لیتا ہے تمہارا ہو ہی جاتا ہے

خدارا کہتے شہ جمجاہ کا ہے رعب داب ایسا
کسی کا بخت ٹیڑہا ہو تو سیدہا ہو ہی جاتا ہے

تجلی محو کردیتی ہے ایوان معلے کی
در شہ کا تماشائی تماشا ہو ہی جاتا ہے

کسی آزاد کی اس در پہ آزادی نہین چلتی
کرم کا خُلق کا احسان کا بندہ ہو ہی جاتا ہے

بہت دُور آپکو کہینچے جو کوئی فائدہ کیا ہے
خدنگ لطف شاہی کا نشانا ہو ہی جاتا ہے

دلون پر کیون نہو قبضہ کہ دلکو شاکری مین
یہ وہ جادو ہے جس سے غیر اپنا ہو ہی جاتا ہے

مثال ماہ تابان انجمن آرا جو ہوتے ہین
تو شاہان جہان کا حلقہ ہالا ہو ہی جاتا ہے

کمال شاہ کا اللہ اکبر کیا تصرف ہے
کوئی ارمان ہو دم بہر مین پورا ہو ہی جاتا ہے

جہان مجرم کوئی ہنسکر ہوا سائل رہائی کا
مروت آ ہی جاتی ہے اشارا ہو ہی جاتا ہے

عنایت شاہ بہی خالی نہین شان ترحم سے
ہوا جو برطرف اُسکا وظیفا ہو ہی جاتا ہے

نکل جاتی ہے خدمت ہاتھہ سے تو رہی نہین جاتی
یہی وہ بات ہے دل جس پہ شیدا ہو ہی جاتا ہے

سزا کیواسطے دلمین کوئی پہلو نہین آتا
عطا کیواسطے کوئی بہانا ہو ہی جاتا ہے

مرے شہ کی سخاوت مشک کی تاثیر رکھتی ہے
چھپا کر لاکھہ دین عالم مین شہرا ہو ہی جاتا ہے

ہمیشہ فیض جاری ہے ہمیشہ خیر جاری ہے
لٹاتا ہے جو موتی دلکا دریا ہو ہی جاتا ہے

عجب عہد مبارک ہے کہ جب جاہو جہان جاہو
خوشی کا عیش کا سامان مہیا ہو ہی جاتا ہے

مسافر کو سفر مین دہوپ کی ایذا نہین ہوتی
کہ ہر پر دامن دولت کا سایا ہو ہی جاتا ہے

اسی در پر تو پہل ملتا ہے نخل خاکساری کا
جو قدمون پر جہکا اُسکا سر اونچا ہو ہی جاتا ہے

دل آئینہ ہے اور اُسمین خواص جام خسرو ہے
کسیکا راز دل ہو آشکارا ہو ہی جاتا ہے

سبق دیتے ہین لقمان کو فلاطون زمان ہوکر
ہوا جو بندہ بیدام دانا ہو ہی جاتا ہے

زہے تیر افگنی نکلے نہ نکلے تیر چٹکی سے
دل حسّاد مین خون تنا ہو ہی جاتا ہے

کلام خسروی کیونکر نہ دنیا سے نرالا ہو
شہ یکتا کا ہر مضمون یکتا ہو ہی جاتا ہے

خدارا کہے جہان دو گل کہلائے طبع رنگین نے
گلستان بوستان کا رنگ پہیکا ہو ہی جاتا ہے

زبان پر طوطی ہندوستان کو وجد آتا ہے
بیان پر بلبل شیراز شیدا ہو ہی جاتا ہے

فلک کو داغ آتش کو جلن جامی کو بیہوشی
صبا کو بیکلی سودا کو سودا ہو ہی جاتا ہے

بجا ہے سامعین کا شکل قمری نعرہ زن ہونا
کہ اک اک شعر موزون سرو رعنا ہو ہی جاتا ہے

زمین سخت مین بہی معنی سوسن نکلتے ہین
صدف مین در حجر مین لعل پیدا ہو ہی جاتا ہے

بناوٹ کی ضرورت کیا تصنع کی ہے حاجت کیا
طبیعت ہو جو بانکی شعر بانکا ہو ہی جاتا ہے

دئے ہین شاہ کو خالق نے کیا کیا چاند کتنے مگر ہے
قمر جب دیکہتا ہے گھٹکے آدھا ہو ہی جاتا ہے

نہ کیون روشن ہون سب کے دیدہ و دل شاہزادون سے
کہ مہر و ماہ سے گھر اُجالا ہو ہی جاتا ہے

مجہے دعوی نہین لیکن ثنا جب شہ کی لکھتا ہون
سخن کو اپنی یکتائی کا دعوی ہو ہی جاتا ہے

کوئی مانے نہ مانے مین تو ہون اس فیض کا قائل
زمین مشکل سے مشکل ہو قصیدا ہو ہی جاتا ہے

جلیل آصف کے حق مین جو دعا دل سے نکلتی ہے
اثر فضل خدا سے اُس مین پیدا ہو ہی جاتا ہے

اشعار منتخبہ دیوان

ہے لاکھہ لاکھہ شکر خدائے جلیل کا
جس نے دُر سخن سے بہرا منہ جلیل کا

خود فرش خاک پر ہے نظر عرش پاک پر
اللہ رے حوصلہ ترے عبد ذلیل کا

ولہ

ناوک اُسکا کبہی خطا نہوا
طائر سدرہ تک نشانہ ہوا

تیرے قدمون سے کیون رہتا
ہائے پامال دل حنا نہ ہوا

دل سے صبر و قرار سب بہاگے
مگر ایک داغ دل جدا نہ ہوا

ولہ

نہ ملا یار سرو قد افسوس
شجر آرزو ہرا نہ ہوا

ولہ

مرے جذب دل کا اثر دیکھہ لینا
تم آؤ گے تہامے ادا سے اودہر دیکھہ لینا

ابہی ہے تڑپنے کا ارمان باقی
ذرا پہر ادا سے ادہر دیکھہ لینا

ولہ

ابہی باقی ہے آنا قبر پر اس فتنہ قامت کا
قیامت ہو چکی پہر بہی رہا دہڑکا قیامت کا

فلک اسمین تڑپ اسمین الم اسمین ہے غم اسمین
مرے پہلو مین دل کیا ہے خزانہ ہے محبت کا

ولہ

مرے وحشت کا جو افسانہ بنایا ہوتا
سننے والون کو بہی دیوانہ بنایا ہوتا

مرکے بہی روح نہ پینے کو ترستی ساقی
مری مٹی سے جو پیمانہ بنایا ہوتا

ولہ

پردہ نہ تہا وہ صرف نظر کا قصور تہا
دیکہا تو ذرے ذرے مین اُسکا ظہور تہا

ولہ

نہ وہ شمع دیکہین نہ پروانہ دیکہین
کوئی ہو اُنہین دل جلانے سے مطلب

آہی جائیگا محبت مین اثر آپ سے آپ | ولہ | ہو ہی جائیگی اُنھین میری خبر آپ سے آپ
پہلو سے وہ اُٹھے سو کہا دل نے ہائے دوست | ولہ | آباد ہوکے لٹ گئی دولت سرائے دوست
اُنسے ملنے کا ہے سوال عبث | ولہ | جان بچنے کا ہے خیال عبث
چمک کر بولی وہ برق نظر آج | ولہ | کہ لونگی خرمن دلکی خبر آج
کہو انسے بچائین دامن اپنا | | کہ ہے شعلہ فگن داغ جگر آج
یون تو بسمل ہے ترا سارا جہان میری طرح | ولہ | پر تڑپنے لوٹنے والا کہان میری طرح
گل اگر بجلی سے چھوٹا آج صرصر سے اُڑی | | ہو نہ دشمن کا بھی یارب آشیانہ میری طرح
موسم گل ہے پھول پھولے ہین | ولہ | دیکھنا باغ کیا ہے سرخا سُرخ
ستم ہے مبتلائے عشق ہو جانا جوان ہوکر | ولہ | ہماری باغ ہستی مین بہار آئی خزان ہوکر
نصیبون سے ہوا کرتا ہے مرنا اچھی صورت پر | ولہ | خدا نشناس ہین تو ناز ہے اپنی محبت پر
توکل کا یہہ منشا ہے کہ اطمینان پیدا کر | ولہ | نہ ہو سامان کا پابند یا سامان پیدا کر
صیاد کو ہے بلبل ناشاد کی تلاش | ولہ | بلبل ہین ہم کہ ہے صیاد کی تلاش
قسمت نے دی نجات نہ مجکو تلاش سے | | دلبر ملا تو ہے دل ناشاد کی تلاش
اللہ رے تیری زلف سیہ فام کے خواص | | اک مرغ جان حق مین ہین سب دام کے خواص
کیا نصیبے کے زبردست ہین خال عارض | | جنکو حاصل ہے شب و روز وصال عارض
کہان ہم اور کہان اب شرابخانۂ عشق | | نہ وہ دماغ نہ وہ دل نہ وہ زمانۂ عشق
غلط ہے صاحب دولت کو گر غنی کہئے | | غنی وہ ہے جسے اللہ دے خزانۂ عشق
کیا کیا شب غم ہمنے مصیبت نہین دیکھی | | اتنی ہے کہ صبح قیامت نہین دیکھی
دیکھے ہین طرحدار جلیبل آنکھہ سے لاکھون | | دل جسکا ہے آئینہ وہ صورت نہین دیکھی

جعفر۔ مرزا جعفر بیگ قزوینی

جعفر تخلص۔ مرزا جعفر بیگ نام۔ آپ بدیع الزمان قزوینی کے خلف الصدق مین۔ اکبر و جہانگیر کے عہد مین معزز و ممتاز رہا۔ فن شاعری مین استاد کلام تہا مثنوی شیرین خسرو اسکے کلام شیرین کی یادگار ہے۔ اپنے عم بزرگوار کے فوت ہونے کے بعد مخاطب بہ آصفخان ہوا تہا۔ ۱۰۲۲ہجری مین بلدہ دار السرور برہانپور مین فوت ہوا کسی شاعر نے تاریخ وفات اس فقرہ سے نکالی ہے

صد حیف از آصفخان۔

من اشعارہ

درباد صبا بوئے کسے ہست کہ یعقوب
ہزار بلبل شوریدہ خاک شد جعفر
درستی ہمہ کس در شکست بیداری
ایصبا در شکم اما دل این جوش میکنم
شہر گنجائش غمہائے دل ما چونہ شست
ز شوق آنچہ آنجا رسید فرہاد

ولہ

چشمے کہ ندارد و برہ قافلہ وارد
ہنوز رسم خود آرائی چمن باقیست
شکست زلف کجا و دل شکستہ کجا
کہ این گلستانست نتوان در روئے باد بست
آفریدند برائے دل ما صحرا را
مرا اینجا قلم از دست افتاد

حرف الحاء حطی

حفظی۔ نواب حفظ اللہ خان

حفظی تخلص۔ حفظ اللہ خان نام۔ آپ نواب سعد اللہ خان وزیر اعظم کے فرزند مین۔ آپکی ولادت ہند مین واقع ہوئی سن شعور کے بعد علمائے وقت سے

کتب درسیہ تحصیل کین۔ لائق وفائق ہوئے۔ بادشاہی منصب سے سرفراز تھے آپ خوش خلق وباخیر نیک طینت ونیک صورت تھے۔ علما وشعرا وفقرا سے نہایت اخلاص ومحبت رکھتے تھے۔ ماہ ربیع الاول مین میلاد شریف کی مجلس نہایت عظمت وشان سے کرتے تھے۔ اکثر ہزار سے زیادہ اہل دعوت ہوتے تھے۔ کہانے سے اول و آخر وقت تک خود بذاتہ آفتابہ وسیلابچی ہاتھہ مین لیکر تمام اہل دعوت کے ہاتھہ دہلاتے تھے اس فعل خیر سے ثواب اخروی حاصل کرتے تھے۔ عالمگیری زمانہ مین ٹھٹہ وسیوستان کے صوبہ دار تھے۔ صوبہ داری کا کام عمدہ طرح سے انجام دیتے تھے۔ آپکے زمانہ مین تمام رعایا امن و امان مین رہی۔ آخر سنہ ۱۱۴۱ ہجری مین سیوستان مین آخرت کا سفر اختیار کیا۔ جناب میر غلام آزاد بلگرامی نے آپکی وفات کی تاریخ کا مادہ آیہ کریمہ سے پایا فلهم جنات المأوى نزلاً بما كانوا يعملون۔ خوشگو اپنے تذکرہ مین لکہتا ہے کہ آپ موزون الطبع تھے کبہی کبہی رباعی یا غزل موزون کرتے تھے۔ ایکوقت آپ کی مجلس مین کسی میر نے ناصر علی سرہندی کی رباعی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت مین پڑہی ع

پیش از ہمہ شاہان غیور آمدہ
ہرچند کہ آخر بظہور آمدہ
اے ختم رسل قرب تو معلوم شد
دیر آمدہ زراہ دور آمدہ

آپ رباعی کو سنکر حسرت کرنے لگے اور فرمایا کاش یہہ رباعی میرا حصہ ہوتی تو بروز قیامت باعث نجات ہوتی۔ پہر فکر کرکے ایک رباعی کہی وہ یہہ ہے ع

در انجمن دہر نخست آمدہ
زانگہ گونہ گہ شکستہ بست آمدہ
اے ختم رسل اگرچہ در بزم وجود
دیر آمدہ ولے درست آمدہ ✤ انتہی۔

من اشعارہ الفارسی

اے کہ می گوئی کہ می آئم نمی آئی چرا
پائے شوقت را مگر رنگ حنا زنجیر پاست

ولہ

اے آنکہ سراپا ہمہ لطف نمکی
بر برگ گل تازہ چکیدہ نمکی
جز شیرہ ز پستان حلاوت نمکی
پیغمبر خوبانی و اما نمکی

فائدہ نواب متوسل خان بہادر بندگانعالی حضور آصفجاہ کے داماد اور حسب رضا تر جمہ کے لخت جگر تھے اور ہدایت محی الدین مظفر جنگ بن متوسل خان آپکے پوتے تھے۔ ان دونون بزرگون کو دکن سے خاص تعلق تہا۔ اسی تعلق کی وجہ سے دکنی شمار کئے گئے تھے۔ ہم نے بہی انہین بزرگون کے وجہ سے نواب حفیظ اللہ خان کا ذکر اہل دکن مین شامل کیا فتامل ولا تکن من الغافلین۔

ہمیشہ بہار کے مولف نے لکہا کہ حفظ اللہ خان ذی استعداد وکمال دوست تہا علوم عقلی ونقلی مین مہارت کامل رکہتا تہا۔ عالمگیری عہد مین صوبہ داری لاہور پر متقرر تہا۔ ناظم و ناثر تہا۔ من کلامہ

نزد ماغی می کند پروانہ در پرواز شوقے ✤ روغن بادام گویا در چراغ عشق کردہ اند۔ انتہی کلامہ

حشمت محتشم علی خان

حشمت تخلص میر محتشم علیخان نام۔ سادات بدخشان سے تھے۔ آپکے اجداد مین ایک بزرگوار رو بہند ہوئے۔ آپکے والد میر باقی محمد یار خان صوبہ دار دلی کی رفاقت مین مدت تک رہے صوبہ دار عالمگیری امرا مین تھے۔ میر حشمت کی ولادت دلی مین ہوئی۔ سن شعور کی بعد دلی مین علما وفضلا سے کتب درسیہ تحصیل کین۔ پہر آپکو

شعرگوئی کا شوق پیدا ہوا۔ شعر گوئی شروع کی خوب شعر کہنے لگے ہندی و فارسی دونو زبانون مین کلام موزون کرتے تھے۔ آپکا کلام دونون زبانون مین پاکیزہ و صاف ہے۔ ہر ایک شعر کی عبارت سلیس و بامحاورہ ہے۔ آپ فنون سخنوری مین ممتاز تھے مدت تک میر محمد افضل ثابت و شیخ عبد الرضا متین و مرزا عبد القادر بیدل و آزاد کے مصاحبت و مجالست مین رہے اکثر یاران معاصر کیساتھہ مشاعرہ مین شریک ہوتے تھے۔ ہم طرحی غزلون پر مشاعرہ کا بازار گرم کرتے تھے۔ آپ کی وفات سنہ ۱۱۶۳ ہجری مین واقع ہوئی۔ علی قلی خان واله ریاض الشعرا مین لکھتا ہے کہ مین ایکروز حشمت کے دیوان کو دیکھہ رہا تھا کہ یہہ بیت میری نظر سے گذری ؎

نہ ہر ایرانی ہم طرح حشمت می تواند نہ ہر چینی فروشش ہم سر فغفور می گردد

چون چندکس از مردم ایران بعنوان سوداگری دلّی مین چینی فروشی کرتے ہین ہندوستان مین ایرانیون کے لئے دوکانداری کرنا ننگ ہے۔ اس لئے ہندی نژاد کل ایرانیون پر چینی فروشی کا طعن کرتے ہین۔ مثلاً کسی اور ہندی نے کہا ہے ؎

ما زبان اہل ایران را ہوئی بستہ ایم دست این چینی فروشان را ہموی بستہ ایم

ان ابیات کے دیکھنے سے میرے دلمین حمیت و غیرت نے جوش پیدا کیا حشمت کے دیوان کے حاشیہ پر یہہ دو بیتین لکھین اور حشمت کے نزدیک دیوان کو بھیجدیا ؎

باستادان ایران ہندی ہمطرح میگردد بچینی میزند پہلو سفالین کاسۂ بنگی

حریف نالۂ والہائے زار ما نہ حشمت مزن انگشت بر لب چینی فغفور ما را

پس حشمت صاحب ترجمہ ابیات کو دیکھکر پشیمان ہوا معذرت کی انتہی کلامہ۔
آپ صاحب دیوان ہین تقریباً سات ہزار اشعار ہین۔

من کلامہ

کشتۂ شمع را چو سحر اہل بزم گفت وله این روز بود اول شب در نظر مرا

رونق از دیوانہ کشور سودا گرفت وله دشت از ما بود کو مجنون و روزی جا گرفت

گر چنین شہر بسودائے تو دیوانہ شود وله ہمچو زنجیر ز ہر کوچہ فغان برخیزد

با رقیبان نکنم سجدۂ خاک در دوست وله این نماز نیست کہ بے شرط جماعت باشد

سراسر نقش ہستی عقدۂ کار دل من شد وله خط پیشانیم چون قفل ابجد مشکل من شد

نگاہ گرم چہ سان در بغل کشد تنگش وله کہ از فروغ درکوش خود پرد رنگش

صبر و بیطاقتی آن روز کہ قسمت شد وله بیقراری بمن و صبر بایوب رسید

جان بقربان کمان تو کہ زد آخر کار وله تیر صافی کہ بدا د دل ما خوب رسید

پیر گردیدم و سر می گردد وله آسیا وقت سحر میگردد

از رنگ لالہ و داغش عیان است وله کہ حسن و عشق باہم توامان است

قشقہ از بالائے ابروئے تو آفت می شود وله آفتاب از قبلہ سر زد قیامت می شود

بیا کز اشتیاق سوزانیم باہم بلبل و گل را وله تو گل را کن خجل در حسن من در عشق بلبل را

زبس پیش کسے دل نالہ و آہے میکرد وله چشمش بمن التفات گاہے میکرد

گریان گریان ز دور میدارم داد خندان خندان بمن نگاہے میکرد

مستزاد

آئینہ بہ بزم دلکشا تو رسانید انجا نگاہ ہم شانہ بزلف مشک سا تو رساید با ما گناہ
با خاک شویم و ہمہ منظور فقادہ داغیم زرشک دل خون نشود و حنا بپا تو رسید سبحان اللہ

میر درد نے نکات الشعرا مین لکھا ہے کہ مختشم شعراء ہندوستان سے ہے۔ سید صحیح النسب سپاہی عمدہ تھا فارسی ہندی مین سخن گوئی کرتا تھا۔ خوش اخلاق و خاکسار تھا

ہر ایک سے نہایت عاجزی و انکساری سے ملتا تہا۔ عزیز دل شہر دلی مین سکونت پذیر تہا آپکی بڑے بہائی میر ولایت اللہ خان تہے حشمت مدت سے خانہ نشین تہے ریختہ مین صحیح الفکر ذکی الطبع تہا۔ یہ دو بیت میر کے تذکرہ سے نقل کیجاتی ہے

نکہت گل نے جگایا کسنے زندان کے بیچ بہار آئی دیوانے کی خبر لو		پہر کر زنجیر کی جہنکار پڑی کان کے بیچ اگر زنجیر کرنا ہے تو کر لو

گلشن بیخار کا مولف لکہتا ہے کہ میر محتشم علی خان حشمت خلف میر باقی بدخشانی دہلوی المولد ہے۔ فارسی زبان مین رنگین خیال و شیرین مقال تہا۔ میر محمد افضل ثابت و شیخ عبد الرضا متین کا ہم صحبت و ہم طرح تہا سنہ ۱۱۶۲ ہجری مین بمرگ مفاجات فوت ہوا۔

حقیر۔ مہاسنگہ اورنگ آبادی

حقیر تخلص۔ مہاسنگہ نام کہتاہل عرف ہے آپکا مولد و منشا اورنگ آباد ہے۔ منشی جواہر قلم و دبیر عطارد رقم تہے مضمون نگاری و انشاپردازی مین بلند پرواز۔ ایجاد معانی و سخن سازی مین سحرپرداز تہے۔ طبع نقاد و ذہن وقاد سے لآلی آبدار اشعار کو رشتہ نظم مین پروتے تہے۔ تحریر و تقریر مین زبان و قلم سے موتی رولتے تہے۔ خوش وضع و خوش مزاج تہے۔ نیک رفتار و پسندیدہ اطوار تہے۔ باوجود لیاقت و استعداد کسر نفسی سے ہر ایک کے مقابلہ مین اپنے کو حقیر و ناچیز سمجہتے تہے۔ سراج دکنی و آزاد بلگرامی کی ہم صحبت تہے۔ جناب نواب نظام الدولہ ناصر جنگ شہید کے دار الانشا مین ملازم تہے۔ سنہ ۱۱۷۳ ہجری مین شہر اورنگ آباد مین فوت ہوئے۔

من اشعارہ الفارسی

از بہار سبزات سرسبز بخت باغبان در چمن از حال بلبل ہیچگہ آگاہ نیست تا تماشائی نگاہ چشم آن گلرو کند از ہوائے قامت شمشاد رنگش شد حقیر		وز لب چون غنچہات گلرنگ رخت باغبان خارہا دارم بدل از طبع سخت باغبان نرگستان گشتہ در گلشن درخت باغبان در زمین سربلندی سبز بخت باغبان
چون از زلف درازش یافتم سر رشتہ مطلب سخن از پستہ گفتم بر لب لعلش نگہ کردم حقیر این مصرع موزون ز شہرت در دلم آمد	ولہ	دعاہای زدیاد عمر او در نیم شب کردم باین حسن طلب از پستہ لب مطلب طلب کردم جلوہ ریز آمدم در آن معنی را طلب کردم

حامد۔ محمد خان المخاطب بحامد علیخان دولت آبادی

حامد تخلص۔ محمد خان نام۔ حامد علیخان خطاب ہے۔ آپ دولت آبادی ہین۔ شیخ ابوبکر الہ آبادی چشتی کے شاگرد و مرید تہے۔ حنفی مذہب صوفی مشرب حریفان ہم مشرب کی یاد رنگین مزاجان ہمدم کے دوستدار تہے۔ شعر گوئی و شعر فہمی مین قابل و لائق تہے۔ نواب نظام الدولہ ناصر جنگ شہید کے ہم صحبت و مشاعرہ تہے۔ اکثر اوقات نواب شہید کی ترغیب سے غزلین کہی ہین۔ تعریف و تحسین کے مورد ہوئے ہین۔ پیری و ضعیفی سے شعر کم کہتے تہے کبہی کبہی فارسی زبان مین موزون کرتے تہے۔ علوم ادبیہ مین مستعد و کامل تہے گاہے ماہے عربی مین کہتے تہے۔ بدیہہ گوئی مین ضرب المثل تہے ایکروز ایک نوجوان لڑکا خوش لباس آپکے سامنے آیا۔ آپنے اسیوقت بدیہہ یہ شعر موزون فرمایا

جامۂ سبز و چہرۂ گلنار … داد صد رنگ خوشدلی بدلم

ایک وقت نواب آصفجاہ نظام الملک بہادر کے جشن سالگرہ ۔ دوزن مبارک کے بیان مین لکھا

ازبہر نثار این خداوند جہان — لعل و گہر آمدہ زکان عمان
بار و ے جہان فروز دروزن — خورشید در آمدہ سراج منیران
ان صنمی کان فی الجلباب کنت رأیتہ — بل ہو شمس شفقت نظرت فی المطر

ان دوتین اشعار کے سوا ہمکو آپکا کلام نہین ملا ۔ شاید تلف ہوگیا ہو ۔ تحفۃ الشعرا مین مرزا افضل قاتل قتنائی نے جو آپکا معاصر ہے یہی اشعار لکھے ہین ۔ شاید میان حامد بیرنا بغت کی وجہ سے اشعار کی حفاظت نکرتے ہون ۔

حفیظ ۔ شیخ حفیظ دہلوی

حفیظ تخلص ۔ شیخ حفیظ نام آپکا اصلی وطن دلی ہے ۔ آپکی بزرگ سپاہ پیشہ تھے سپاہ گری کے پیشہ مین زندگی بسر کرتے رہے ۔ مگر آپ سن شعور کے بعد عالم شباب مین طالب علم ہوئے ۔ چند مدت مین علما و فضلا کی خدمت مین ضروری لیاقت حاصل کرکے فن شاعری کے طرف متوجہ ہوئے ۔ آپکی طبیعت تیزی مین شعلۂ جوالہ تہی طبع والا فکر رسا سے شعر موزون کرنے لگے ۔ کلام شیرین و رنگین ہونے لگا معاصرین دیکہکر تعجب کرتے تہے ۔ رفتہ رفتہ آپ درجۂ اُستادی کو پہنچ گئے سب شعرا معاصرین آپکی اُستادی کے قائل ہوئے ۔ آپ فارسی و اردو دونون زبانون مین کہتے ہین ۔ دونو زبانون مین آپکا کلام سنجیدہ و بامحاورہ ہوتا ہے ۔ پاکیزہ و شستہ آپ ہند سے اورنگ آباد دکن مین آئے ۔ راجہ بہیت رام کے خدمت مین باریاب ہوئے راجہ صاحب آپکی لیاقت و قابلیت دیکہکر بہت خوش ہوئے ۔ اور آپکو نہایت اکرام

و اعزاز سے اپنے پاس رکہا ۔ اور آپکے لئے معقول تنخواہ بہی مقرر کردی ۔ چند مدت راجہ صاحب کے مصاحب رہے ۔ جب راجہ صاحب کا کام درہم و برہم ہوگیا ۔ تب راجہ سے علیحدہ ہوئے ۔ آپ بہی مجبوراً وہان سے حیدرآباد آئے ۔ اور راجہ چندو لعل مہاراجہ بہادر سے ملے ایک قصیدہ بہی پیش کیا ۔ مہاراج بہادر نقاد سخن تہے اُسوقت آپکو خلعت اور ہزار روپیہ ماہوار سے سرفراز فرمایا ۔ پہر آپ حیدرآباد مین ملک الشعرائی کے درجہ کو پہنچے ۔ اور مہاراجہ بہادر کے مصاحب ہوئے ۔ آپنے اپنی خوش کلامی و جادو بیانی سے مہاراجہ کو مسخر کرلیا تہا ۔ مہاراجہ بہادر آپکے کلام پر فریفتہ و شیفتہ تہے آپ خوش اخلاق و نیک طینت تہے ۔ نازک دماغ و پاکیزہ خیال تہے ۔ ہر روز دربار مین تازہ و نیا لباس پہنکر آتے تہے ۔ باوجود جاہ و حشمت فقرا دوست غربا پرور تہے ۔ مہمان نواز و فیض گستر ۔ کلمۂ خیر مین بڑے جوانمرد تہے ۔ ہر ایک کی سفارش کرتے ۔ آپکے نزدیک آشنا و بیگانہ مساوی تہے ۔ آپکی بدولت ہزارہا غربا و فقرا مہاراجہ بہادر کے چشمۂ فیض سے سیراب ہوئے ۔ اور صدہا آدمی سلسلۂ ملازمت مین شریک ہوئے ۔ ایک عالم آپکا ممنون منت تہا ۔ آخر آپ ۱۲۴۷ھ ہجری مین جنت کو روانہ ہوئے ۔ اور حیدرآباد مین مدفون ہوئے ۔

من اشعارہ الہندی

لب جانان سے جی اُداس آیا — ہمکو آب بقا نہ راس آیا
مین وہ شمع مزار بیکس ہون — کہ پتنگا نہ جس کے پاس آیا

ولہ

ہم اُسے بادہ گلرنگ پلا دیتے ہین — خانہ باغ آئینہ رخ کو بنا دیتے ہین

ولہ

ہمارے دل مین ہمیشہ درد والم کا جوش رہا — کہ سینہ داغون سے دوکان گل فروش رہا

خیال کاکل مشکین یہ مجھکو دوش رہا
کہ مثل کعبہ مرا دل سیاہ پوش رہا

ہزار نالۂ محشر تما نہ لب تہے
کسیکا پاس ادب تہا خموش رہا

ولہ

خط مین کچھ بہی حسن طلب تہا نہ سوا اسکے جسے
ما بخیر و سلامت بشما کہتے ہین

تیرے تشہیر کیا قاتل بیچارے کو
آپ فرمائے قبلہ اسے کیا کہتے ہین

ولہ

چاک سینہ ہو گیا دل سے صدا آنے لگی
کہلتے ہی اس در کی جنت کی ہوا آنے لگی

لڑکون نے ایسکے مارے جون ہی سنتے سنگ
دیوانگون کی خون سے ہوا رستے رنگ

آپنے ایک رباعی حضور سکندر جاہ نوراللہ مرقدہ کی نذر کی تہی ۔ **رباعی**

کوئی نام خدا لے کے حرم تک پہنچا
کوئی پوجتے ہی دیر صنم تک پہنچا
خوش طالعی میری ہے کہ لیکر مین نذر
تجہ سے سکندر کے قدم تک پہنچا

ولہ

محبت آہ کیا کیا رنگ عاشق کو دکہاتی ہے
اگر یکدم ہنسانی ہے تو پہر پہرون رلاتی ہے

روبرو غیرون کے شکوہ کیا کرون مین آپکا
ہو رہینگی پہر کبہو باتین ہماری آپکی

حنا ۔ مہدی حسین خان لکہنوی

حنا تخلص ۔ مہدی حسین خان نام ۔ آپ محمد حسین خان لکہنوی کے فرزند ہین ۔ آپکی ولادت شہر لکہنو مین ہوئی ۔ تعلیم و تربیت بہی اُسی شہر مین پائی ۔ استعداد علمی کے بعد شعرگوئی شروع کی ۔ مومن خان مومن دہلوی المتوفی سنہ ۱۲۶۸ ہجری کی خدمت مین سخن کی مشق کی ۔ اُستاد کی توجہ کی بدولت سے لائق و ممتاز ہوئے ۔ دس گیارہ برس سے حیدرآباد دکن مین کسی سرکاری خدمت پر مامور ہین ۔ چست و چالاک ہوشیار بیباک ہین خوش سیرت و نیک عادت ہین محبت و دوستی کے لائق ہین شگفتہ جبین و خوشخو ہین

بارک اللہ فی بقائہ

من اشعارہ

قلم ہے کیا جو ہے عرض مدعا کے لئے
زبان ہی نہین صرف التجا کے لئے

تمہارے لب جو کرین دعوی مسیحائی
مرض ملے نہ کہین نام کو دوا کے لئے

حبیب ۔ محمد کاظم صاحب کنتوری

حبیب تخلص ۔ محمد کاظم نام ۔ آپکا مولد و منشا قصبۂ کنتور ضلع لکہنؤ ہے آپکے نسب کا سلسلہ جناب سید حمزہ بن حضرت امام موسی کاظم سے ملتا ہے ۔ آپکے بزرگ سادات نیشاپور سے تہے ۔ زمانۂ سلف مین وطن اصلی سے ہند مین وارد ہوئے ملک اودہ قصبۂ کنتور نامی مین فروکش ہوئے ۔ اُسوقت کنتور مین فضلاء و لا بہت سکونت پذیر تہے ۔ آپکے جد اعلی نے بہی وہین سکونت اختیار کرلی ۔ آپکے بزرگون مین اکثر علما گذرے ہین ۔ علوم عقلی و نقلی مین بے نظیر ہوے ہین ۔ زمانۂ حال تک بہی اُسی موروثی علم کا خاندان مین اثر باقی ہے ۔ آپنے ابتداء شعور مین کسیقدر فارسی و عربی کتب پڑہین ہین ۔ زمانۂ طالب علمی مین آپکو شعر و شاعری کا شوق پیدا ہوگیا آپکی طبیعت کا میلان شعرگوئی کے طرف رجوع ہوا ۔ اور طالب علمی حالت مین خلل واقع ہوا ۔ آپ تحصیل علوم و کسب فنون سے محروم ہے ۔ مگر شاعری مین انتہا کے مرتبہ کو پہنچ گئے ۔ آپنے سخن کی مشق جناب سید لطف اللہ قادر مرحوم سے جو آپکے نانا تہے کی ۔ آپکا کلام نزاکت و لطافت مین ڈوبا ہوا ہے ۔ آپ خوش تن و خوش وضع و خوش فکر ہین ۔ فی الحال آپکی عمر قریباً پینتالیس برس کی ہے ۔ چند سال سے اس ریاست مین ملازم ہین معتمد مدار المہام سرکار عالی نظام کے میر منشی ہین ۔

من اشعارہ الہندی

دلسوز کون تہا ہمین روتا جو بعد مرگ
ہان بیکسی کا رکہتی ہے شمع مزار غم

اسیری میں بلا نازل ہوئی وحشت کے پر نکلے		چلے صحرا سے زندان کو گریبان پہاڑ کر نکلے
ہمارے ساتھ جانے میں عالم کو حسرت و ارمان		یہہ حسن اتفاق اسوقت اچہے ہم سفر نکلے
یے چلی ہین دلکو سوئے کوئے قاتل حسرتین	وله	کس تردد مین ہے میر کاروان شام و سحر
عرش پر ہوگا دماغ رہروان کوے عشق		آسمان پر ہے غبار کاروان شام و سحر
عکس روے یار ہے تصویر پشت آئینہ	وله	دیکہئے چمکی ہے کیا تقدیر پشت آئینہ
خط تقدیر ہے میرا جسے سمجہے ہین سب جوہر		ہنگئے ہین غم سے ہم تصویر پشت آئینہ

حشمت ۔ میر حشمت علی حیدرآبادی

حشمت تخلص ۔ حشمت تخلص ۔ میر حشمت علی نام ۔ آپکا مولد و منشا حیدرآباد دکن ہے ۔ آپ میر حیدر علی مرحوم کے فرزند ہین ۔ مرحوم لیہ سرکار عالی نظام کے صدر طبیہ خانہ کے میر منشی تہے ۔ آپنے سن تمیز کے بعد علما حیدرآباد سے کتب فارسیہ کی تحصیل کی ۔ انشا پردازی و عبارت نویسی مین خوب مہارت پیدا کی ۔ مزاج مین سخن سنجی و شعرگوئی کا ولولہ تہا ۔ اور طبیعت بہی سنجیدہ تہی ۔ شعرگوئی کے میدان مین سبقت کرکے خوب جولانی کرنے لگے ۔ حیدر حسین خان حیدر المتوفی ۱۲۸۵ سنہ ہجری سے کلام کی اصلاح لیتے رہے ۔ کلام سے نزاکت و ملاحت نمود ہوتی ہے ۔ آپکی عمر تخمینا پچاس برس کی ہوگی ۔ متوسط قد ۔ گندمی رنگ مائل بہ سیاہی ۔ خدا تعالے آپکو دیرگاہ زندہ رکہے

من اشعاره الہندی

مرگ عاشق پر اجی اسطرح غم کہاتے نہین		صبر کی جا ہے مریکے ساتہہ مرجاتے نہین
ہوگئے ہین جاکے شاید کوئے جانان مین مقیم		حضرت دل آج پہلو مین نظر آتے نہین

بخشش حیدر کا دربار معلّا عام ہے		اس جگہہ حشمت سخندان فیض کب پاتے نہین
گورے ہاتہون سے جو دفناؤ گے منت ہوگی	وله	گور تیرہ مین نہ پہر شمع کی حاجت ہوگی
چینخنا شور مچانا سر مدفن کیسا		روح عاشق پہ اجی اور قیامت ہوگی

حبیب ۔ محمد حبیب حیدرآبادی

حبیب تخلص ۔ محمد حبیب نام مشاہیر شعراء حیدرآباد سے ہے ۔ تذکرہ نویسون نے آپکی پوری کیفیت نہین لکہی سنہ ولادت و وفات کا بہی کچہہ ذکر نہین کیا ۔ کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ شاعر لائق و فائق تہے ۔ مضامین تازہ خوب بلاش کرتے تہے ۔ خوش فکر و خوش خیال تہے ۔ تقریبا آپکا بہی انتقال ۱۳۰۵ سنہ ہجری مین واقع ہوا ہے ۔

من اشعاره الہندی

نہ گئی چشم سے آنسو کی روانی آخر		رہ گئی صرف یہی یار کی نشانی آخر
ہنس پڑا باغ مین شیدائی بلبل کی دیکہہ		کہل گئی یار تری غنچہ دہانی آخر
موند کر آنکہہ کو کیا ذوق سے سویا تہا حبیب		نہ سنی حیف مری ہیچ کہانی آخر
دل بیدل کی یک تسلّی کو	وله	کچہہ تو اپنی نشانی دو جانان
گلبدن پہول کی مت توڑ توڑا آری		دیکہہ ابہی شور کرین بلبل مالی آری

حسن ۔ امیر حسن دہلوی

حسن تخلص ۔ امیر حسن نام ۔ نجم الدین لقب ہے ۔ آپ میر علا سنجری کے فرزند ہین ۔ آپکا مسقط الراس شہر دلی ہے ۔ آپکی نشو و نما و تربیت و تعلیم بہی وہان کی آب و ہوا مین

ہوئی۔ عالم شباب کے ابتدا مین علوم و فنون کی تحصیل سے فارغ ہوئے۔ شعر و شاعری کے
میدان مین سبقت کرنے لگے۔ آپکی طبیعت مین سخن سنجی کی قوت خداداد تہی۔ آپکا کلام
تصوف و تجرد و وحدت الوجود اور دنیاوی اسباب کی بے ثباتی پر شامل ہوتا ہے۔ صاحبان حال
کامل و بزرگان صاحب دل آپکے کلام کے سننے سے وجد کرتے ہین اور نیم بسمل کی طرح
تڑپتے ہین۔ دنیا و مافیہا سے بیخبر و مست ہوتے ہین و مقام الست بربی کے طرف
رجوع ہوتے ہین۔ آپ فطرۃً رند مشرب و فقر طلب تھے۔ مرآت الخیال کے مولف نے
"تاریخ ہند سے نقل کیا کہ آپ مکارم اخلاق و لطافت و ظرافت و استقامت عقل مین
بے نظیر تھے۔ اور روش صوفیہ و تجرید و تفرید و بے تعلقی دنیا مین بے مثل تھے۔ رندانہ
مستغنیانہ زندگی بسر کرتے تھے۔ اور آپکی توبہ کا سبب یہہ لکھا کہ آپ ایکروز ایک نانبائی کی
دوکان پر بیٹھے ہوئے تھے۔ اتفاقاً اُسروز قدوۃ السالکین حضرت شیخ نظام الدین قدس سرہ
مع مریدین بازار سے گذر رہے تھے اور امیر خسرو بھی ہمراہ تھے۔ یکایک امیر کی نظر فقیر یعنے
حسن صاحب ترجمہ پر پڑی۔ امیر نے دیکھا کہ صورت زیبا لائق و قابل سلوک ہے۔ آگے
بڑہ کے خواجہ حسن صاحب ترجمہ سے سوال کیا کہ نان و کلچہ کسطرح بیچتا ہے۔ حسن نے جوابدیا کہ
روٹی کو ترازو کے پلڑے مین رکہتا ہون اور خریدار سے کہتا ہون کہ دوسرے پلڑے
مین زر قیمت رکہے۔ جب خریدار پلڑے مین زر رکہتا ہے اُسوقت اُسکو روٹی دیکر روانہ
کرتا ہون۔ امیر قدس سرہ نے کہا اگر خریدار مفلس ہو تو کیا صورت ہوگی۔ حسن نے
جواب دیا کہ اُس سے درد و نیاز قیمت لیتا ہون۔ امیر قدس سرہ آپکے جواب سے متعجب
ہوئے۔ واقعہ کی پوری کیفیت حضرت شیخ قدس سرہ کی خدمت مین گزارش کی۔ شیخ
قدس سرہ نے کچہہ جواب نہین دیا۔ لیکن حضرت کی توجہ باطن نے حسن کے دل پر اثر کیا کہ

اُسیوقت حسن کا حال متغیر ہوا۔ اور درد و طلب دامنگیر ہوا۔ فوراً نانبائی کی دوکان سے
اُٹہکر حضرت کی خانقاہ مین آیا اور توبہ کی اور حضرت کی بیعت سے سرفراز ہوا۔ دیکہو
حضرت کی توجہ تیر بہدف تہی۔ بزرگان دین و اہل اللہ کی نظر بے اثر نہین ہوتی ہے
پیر ہون تو ایسے ہون۔ خدائے تعالی ہمکو ایسے بزرگون سے ملائے کہ ہم دنیا و مافیہا
سے سبکدوش ہو جائین۔ فی زماننا پیری مریدی کی نسبت اگر گویم مشکل و گر نگویم مشکل
بامر لاچاری شق ثانی کو اختیار کرتا ہون۔ اور دم بخود رہتا ہون خدا ہم تمام کو نیک
ہدایت کرے۔ بزرگان دین کی توجہ مؤثرہ کی بابت کسی شاعر نے کہا ہے ؎

آنرا کہ بدانیم کہ او قابل عشق ست　　رمزے بنمائیم و دلش را بربائیم

آپ امیر خسرو کے معاصر ہین گویا دونون بزرگ سخنوری مین برادران توام ہین۔ اور
دونون بمصداق ہذان لساحران فن شاعری مین جادوگر ہین۔
بہارستان سخن کے مولف نے لکہا کہ امیر خسرو و امیر حسن مین باہم الفت و محبت برادرانہ
تہی۔ دونون شاہزادے سلطان محمد بن غیاث الدین بلبن کی ملازمت مین
ملتان گئے۔ امیر خسرو شاہزادے کی مصحف داری پر خواجہ حسن دوات داری پر
مامور تھے۔ شاہزادے کی شہادت کے بعد دہلی مین آئے۔ ملازمت کے زمانہ مین دونون
ہم نوالہ و ہم پیالہ رہتے تھے۔ لیکن امیر حسن امیر خسرو پر تقدم رکہتا تہا۔ تقدم کے
مختلف اسباب ہین۔ امیر حسن کے قطعات و قصائد سلطان غیاث الدین بلبن کی مدح
مین زائد ہین۔ اور امیر خسرو کے قصائد سلطان کی مدح مین کم ہین۔
اور مولف مذکور نے یہہ بہی لکہا کہ خواجہ بعمر ۵۶ سالہ حوض شمسی کے کنارے شراب
و کباب مین مصروف تہا کہ یکایک اسطرف حضرت شیخ نظام الدین اولیا کا گذر ہوا

خواجہ حسن نے آپکو دیکہہ کے یہہ دو بیتین پڑہین ؎

سالہا باشد کہ ما ہم صحبتیم ـ گر ز صحبت ہا اثر بودے کجاست
زہد نان فسق از دل ما دور نکرد ـ فسق ما یان بہتر از زہد شماست

حضرت شیخ قدس سرہ نے فرمایا صحبت مؤثر ہے۔ اگر حسن نیت سے ہو۔ کامیابی کا وقت پہنچ گیا تہا۔ فوراً شیخ کے قدمون پر گرا اور تمام گناہون سے توبہ کی۔ اور حضرت کے حلقۂ ارادت مین داخل ہوا۔ اور ایک غزل کہی اسکا مطلع یہہ ہے ؎

یک سر موئے ولت سفید نشد ـ ہیچ مو بر تنت سیاہ نماند
اے حسن توبہ انگہی کردی ـ کہ ترا قوت گناہ نماند

آپ کی غزلین و قصائد درد آمیز و شور انگیز ہوتے ہین فصاحت و بلاغت کی خوبیان مضامین و معانی کی موشگافیان کلام سے ظاہر ہوتی ہین۔ آپ صاحب دیوان ہین۔ آپنے ایک کتاب مسمیٰ فوائد الفواد جو حضرت شیخ کے حوال و اقوال پر شامل ہے نہایت خوبی و خوش اسلوبی سے لکہی ہے۔ رسالہ متانت الفاظ و لطافت معانی سے مرکب و مرتب ہے۔ نقل کرتے ہین کہ امیر خسرو رسالہ کی نسبت فرماتے تہے کاشکے اگر میری تمام تصانیف حسن کے نام ہوتین اور یہ کتاب میرے نام پر ہوتی تو بہتر ہوتا۔ اور مین اس سعادت ابدی سے مشرف ہوتا۔ اور دارین مین اس سعادت پر فخر کرتا۔ امیر خسرو کا یہہ کلام محبت و اتحاد کی وجہ سے ہے۔ خواجہ حسن صاحب ترجمہ شعر گوئی و روش شاعری مین سعدی شیرازی کی پیروی کرتا ہے۔ چنانچہ خود کہتا ہے ؎

حسن گلے ز گلستان سعدی آوردست ـ کہ اہل معنی گل چین از ان گلستانند

سعدی شیرازی کی پیروی کرنے سے آپکو سعدی ہندوستان کہتے تہے مولانا عبدالرحمن جامی نے

بہارستان مین لکہا کہ خواجہ حسن نے غزل گوئی مین طرز خاص اختیار کیا ہے۔ اکثر قوافی تنگ اور ردیفین نادر اختیار کین۔ آپکے کلام کی حالت مجتمعہ اگرچہ ظاہر النظر مین آسان معلوم ہوتی ہے لیکن ایسا کلام کہنے مین دشوار و مشکل ہوتا ہے۔ بناءً علیہ آپکے کلام کو سہل ممتنع کہتے ہین۔ ملک الشعرا شیخ فیضی کہتا تہا۔ امیر حسن آنے وارد کہ عاشق آن تواند بود گو امیر خسرو یوسف زمان بود چنانچہ خود میفرماید ؎

اے حسن بر آستین نظم خود نوکن طراز ـ خاصہ این ساعت کہ طرز خاص پیدا کردہ

انتہی کلامہ۔ لطائف اشرفی کے مولف نے لکہا کہ آپ ظریف الطبع و لطیف المزاج تہے۔ آپ جب مجلس احباب مین جلوہ افروز ہوتے تہے تب احباب کا جلسہ آپکے وجود سے رونق پذیر ہوتا تہا۔ آپکے لطائف و ظرائف سے احباب کو لطف و فرح حاصل ہوتا تہا بحسب اتفاق خواجہ حسن کو بیماری لاحق ہوئی۔ عارضہ کی شدت سے بیہوش ہو گئے۔ چند احباب مثلاً امیر خسرو و منصور وغیرہم عیادت کے گئے اور آپکو آواز دے کہ خواجہ صاحب { ما رامی شناسید یا کیا نیم } و آخر گفتند ما چہ کسانیم۔ خواجہ نے آنکہہ کہولکر کہا کہ { ما بندہ سخن او لئیم } تمام آپکے کلام ظرافت انجام سے محظوظ ہوئے۔ اور کہنے لگے کہ ایسے وقت مین بہی ظرافت کو ترک نہین کیا۔ تاریخ فیروز شاہی کے مولف نے لکہا کہ مین نے لطیف المزاج سلیم الطبع و خوش اخلاق مثل خواجہ حسن کسیکو نہین دیکہا۔ لطافت مزاج و خوش خلقی مین بے نظیر تہا سلاطین و امرا آپکے ساتہہ خاص توجہ رکہتے تہے یعنے آپکے کمال و حسن لیاقت کے خریدار ہوتے تہے۔ آخر عمر مین جب سلطان محمد تغلق شاہ نے دہلی کو خراب کرکے دیوگڈہ دکن کو دار السلطنت بناکے دولت آباد نام سے موسوم کیا۔ تب تمام باشندگان دہلی حسب الحکم دیوگڈہ مین آئے۔ آپ بہی تمام کے ساتہہ آئے۔ چند روز کے بعد خلد برین کو روانہ ہوئے

{مخدوم اولیا} تاریخ رحلت ہے ۔ بحساب ابجد آٹھ سو اڑتیس ہوتے ہیں ۔ اخبار الاصفیا
۸۳۸ ھ
کے مولف نے لکھا کہ ۸۳۷ ہجری ۔ اور مرات الخیال کے مولف نے ۸۳۸ ہجری
لکھا ہے سنہ رحلت بقول مرات الخیال صحیح معلوم ہوتا ہے ۔ والعلم عند اللہ ۔
روضہ خلد آباد میں قریب مقبرہ شاہ برہان الدین غریب غیرہم مدفون ہوئے ہیں دکن میں
حسن شہر نام سے مشہور ہیں ۔ یہہ خرابی و تصحیف حسن شاعر کی ہے ۔ آپ صاحب دیوان
تھے آپکا دیوان ہندوستان و دکن و عرب و عجم کے کتبخانوں میں موجود ہے ۔ اب میں آپکے
گلزار ہمیشہ بہار دیوان سے گلہائے رنگین و شگوفہائے شیرین انتخاب کرکے بطور گلدستہ
ناظرین کی خدمت میں پیش کرتا ہوں تاکہ اسکی خوشبو سے دل و دماغ کو معطر و تازہ کریں

هوهذه

باز دل سوئے سفر می بینم آن دلدار را — نیست از یار یکہ تنہا می گزارد یار را
گر بیم شبے تا کہ طالع نشوی چون مہ — بگذر چو نسیم گل وقت سحرے برپا
باز در زنجیر زلف دلبران آویختیم — چون کنم جائے نمی یابم دل دیوانہ را
صبر من بیگانہ تر شد چون تو برگشتی ز من — آشنا ہر گہ کہ برگردد چہ غم بیگانہ را
خوبان اگر بدست رقیبان گرو بند — گرد چمن برائے چہ بندند خارہا
طرہ از رویت نمیگردد جدا — کافران را نیست از آتش نجات
جرعۂ کز دست افتد بر زمین — خون او ہفت آسمان را خونبہاست
یارب منجمے برسان تا ببیندش — کان آفتاب شب رو مرا آسمان گشت
زلف تو شفیع محشرم باد — ہر چند کہ نامہ ام سیاہ است
ساقی دم صبح است کبار است — غائب نشوی کہ با تو کار است

چشمت سوئے من نمی شود باز	وله	جانان مگر از منت غبار است
یاری بکند اگر خواہد	وله	قصۂ من ہنوز نہ بر اگر است
بہو سم نامۂ خود روز محشر	وله	کہ از خط سیاہش یادگار است
عشقبازان دیگر اند و عیش سازان دیگرند	وله	آنچہ در فرہاد می بینم در پرویز نیست
از خط خونریز و از رخسار خویش گوئیا	وله	محضر ظالم بہ پیش پادشاہ عادل است
سنگ را بر روئے خود زن آتشے در رخت خویش		اے حسن این سنت دیوانگان عاقل است
روئے گل میں صفت روئے کسے با او ہست	وله	بوئے حلقہ گیسوئے با وی ہست
روشن چشم ہمہ کس در مہ نو حیران بود		چاشنئ خم ابروی کسے با وی است
گفتم ز باغ وصل تو بوئے بمن رسد	وله	آوازہ از در تو بر آمد کہ بار نیست
خال تو بر رخ جہان افروز	وله	ہندوی آمد آفتاب پرست
آب مژہ ما گذران شد ز سر ما	وله	نیکو مثل است نیکہ بہ ما نیست کہ بر ماست
خط کشیدی من شدم عاشق	وله	راستی مشک و عشق پنہان نیست
مرا بزور گرفتی برحمت بگذار	وله	کہ پادشاہ بسے صید را گرفت و گذاشت
یار آوارہ کی ہمی خواہد	وله	رفتن حج بہانہ افتادہ است
بیشتر خواہم شوم کان لفت ہای ورہم	وله	زان مثل ترسیم کہ در باب سخن تاب آمدہ است
ما گناہے نکردہ ایم	وله	خوئے بد را بہانہ بسیار است
دلم بردی و سوختی ہزار افسوس	وله	چنانکہ دلبریت ہست و دلنوازی نیست
مگر تو نیز سیہ است کان بزرگ چہ گفت	وله	میان ما و شما عشق ہست و بازی نیست

فائدہ اس بیت میں شیخ فریدالدین کے کلام کی طرف تلمیح ہے یعنی ایکوقت

شیخ بہاءالدین کے طرف سے شیخ فریدالدین کی خدمت مین ایسی بات پہنچائی گئی که شیخ فریدالدین کے موافق نہ تہی۔ بعد مین شیخ بہاءالدین نے آپکی خدمت مین ایک معذرت نامہ بہیجا۔ اسمین یہہ ایک فقرہ تہا که { میان ما و شما عشق بازی هست } شیخ فریدالدین نے جواب مین لکھا که { میان ما و شما عشق بازی نیست } الخ

روئیت در بهشت بود حظ چه میکشی	وله	اے ظلم پیشه خار منه بر در بهشت
مهرو رسے که سایه کرم از من دریغ داشت	وله	صبح سعادت است و دم از من دریغ داشت
یارب همیشه بر سر من پایدار باد		آن ابر رحمتی که نم از من دریغ داشت
گشتم ز فرق تا بقدم حلقه چون رکاب		زان شهسوار من قدم از من دریغ داشت
گر شبے خوانی سگ کوئے خودم	وله	والله آن شب روز بازار من است
دلم گم شد درین مجلس کجا رفت	وله	لبش گیرم که پنهان کردهٔ اوست
روزم تو بر فروز شبم را تو نور بخش	وله	این کار تست کار مه و آفتاب نیست
گفتی ترا چه سود و چه سود است در سماع		این آن سوالهاست که آنرا جواب نیست
شب آمد و شنید کلام حسن ز دور	وله	گفتم پری مگر بفسون آمدن گرفت
نارگر باخندهٔ شیرین تو لافی زد	وله	در دهانش باز نگذاریم دندانی درست
چشم بر ناظر بمنظور ہی منظور کرده اند	وله	توتیائے گرگ گرد راه میشان بس بود
جان پیش کشم چو تو در آئی	وله	در خلوت دوست جان نگنجد
هر چه بغمزه میکشی زنده همیکنی بلب	وله	چشم تو جور میکند لعل تو داد می دهد
شیرین لبان کشند و نوازند یار ما		اندک ترہی نوازد و بسیار می کشد
حسن دعائے تو گر مستجاب نیست مرنج		ترا زبان دگر و دل دگر دعا چه کنند

شیرین لبان کشند و نوازند یار ما	وله	اندک نوازد و بسیار می کشد
دل را نسیم زلف تو مدہوش آورد	وله	جانرا شمائل تو به بیهوشی آورد
لعل تو اے نگار چه معجون حکمت است		گرچه خوانده ایم فراموشی آورد
گفتی چرا سخن نکنی چون بمن رسی		حیران جمالِ تو مدہوشی آورد
دل ربودی دگر چه خواهد شد	وله	راضی ام من بهر چه خواهد شد
دل نشد جان بسوخت این گم شد		شد نی شد دگر چه خواهد شد
بخت برگشت یار برگردید		اے حسن زین بتر چه خواهد شد
سر من بر زمین باشد همیشه پیشِ آن رعنا	وله	مگر آن روز معذورم که در زیر زمین باشد
تحفهٔ هر دو جهان بر در او می آرند	وله	از من خسته سلامی و دعا هم برسد
اے چو گل خاستهٔ خارے لبت بجام مرساد	وله	قرة العین منی عین کمالت مرساد
اے خضر یکبار دگر محمل بسوئے روم کن	وله	روح اسکندر را بگو کان آب حیوان میرود
بمکتبے که ار رو میروی همه طفلان	وله	بغیر سورهٔ یوسف دگر نمی خوانند
مصلحت نیست که پندم دهی اے خواجه حکیم	وله	هر کسے مصلحت خویش نکو میداند
خواهم که بوسم پائے تو چندان که دارم دسترس	وله	اے صبح دولت یکدمے با دوستان شو همنفس
فراق رو تو بسیار شد چه چاره کنم	وله	مگر لباس حیاتے که هست پاره کنم
گرفتم اینکه به پندم دهن ز نالیدن		طبیبِ دل بیچاره را چه چاره کنم
اگر گوئی بمیر اندر غم من	وله	عجب نبود که از شادی بمیرم
لب شیرین و غمزهٔ شوخت	وله	نسخهٔ صلح و جنگ می بینم
صلح کردم به بوسه و هشت		جنگم و وقت تنگ می بینم

چگونہ آدمی حیران نماند ولہ پری پیدا شدہ از نسل آدم

گفتم بفاختہ کہ چہ می نالی اینچنین ولہ گفتا کہ درس عشق تو تکرار می کنم

اے از شب گیسوی تو ہر شب مرا تابے دگر ولہ پردہ ز رخ بگیسو فگن روز مرا نوروز کن

جانخواہم جز بخاک کوی تو ولہ جان من نشنیدۂ حب الوطن

خون شد دل دیوانہ ام لطفے بیا زہی اینچنین ولہ آخر رسید افسانہ ام شب را درازی آنچنان

بسیار خواندہ ام صفت دوزخ و بہشت ولہ دوزخ فراق تست بہشتم وصال تو

کباب گشت جگر بے مئے جگر گونم ولہ مرا جگر بدہ آن بادۂ جگر گون دہ

گفتی بداغ خاص مکرم کنم ترا ولہ این وعدہ را امید وفا ہست گر کنی

داغ گشتم از دیر رفتن تو ولہ داغ دیگر کہ دیر می آئی

سگ تو باشم و خاکدرت شوم حکیم ولہ غلام حکم توام تا چہ حکم فرمائی

بیا کہ بر ہمہ خوبان شہر شاہ توئی ولہ چو غنچہ در صف گل صاحب کلاہ توئی

ز دست تو بکہ نالم ز نام حکم تراست ز تو سوی کہ گریزم گریز گاہ توئی

امیر حسن صاحب تذکرہ نے ایک مختصر مثنوی سلطان علاء الدین کی مدح مین لکھی تہی

من ابیاتہ

بہا اے گہر جوی دریائے غیب ز در ہر چہ داری برون کن ز جیب

چو آئی درین بندگی بندہ وش ز ہر در چہ باشد ترا پیشکش

طبق از ورق در از نظم خواہ درے در طبق نہ بیا پیش شاہ

زہے گلشن ملک را نونہال برآوردہ حضرت ذوالجلال

روان کردہ از بہر میدان خویش روان کردہ از بہر احسان خویش

ز خورشید بر آسمان گوئے زر ز از ریختن در زمین جوئے زر

برائے و برایت بر افراشتن ترا ختم شد مملکت داشتن

توئی بر خلافت بحق دستیاب یمین الخلافہ ازان شد خطاب

فریدون اگر کین کشید از دو مار تو از صد فریدون بر آری دمار

حاکم - حکیم بیگ خان لاہوری

حاکم تخلص - حکیم بیگ خان نام ہے - آپ شادمان خان اوزبک کے فرزند ہین - قاضی میر یوسف ہراتی کے دختر زادے - شادمان خان عالمگیری زمانہ مین بلخ سے ہند مین آئے - بادشاہی منصبداروں کے زمرہ مین شریک کئے گئے منصب ہفتصدی سے پنجہزاری تک ترقی کی - فردوس آرامگاہ محمد شاہ کے عہد مین منصب پنجہزاری ونوبت ونقارہ سے سربلند وممتاز تہے - اور لاہور مین سکونت پذیر تہے - حکیم بیگخان بہی فردوس آرامگاہ محمد شاہ کے ابتدائے عہد مین منصب وخانی سے ممتاز ہوئے آخر آپ تارک الدنیا ہوئے اور فقیری کا دامن تہام لیا - کشمیر و دہلی مین سیاحی کی - اور حرمین شریفین کی زیارت کا مصمم ارادہ کیا - اولاً خود صاحب ترجمہ وشیخ نور العین واقف بٹالوی باہم ملکے دکن روانہ ہوئے - ۲۹ تاریخ ماہ رجب سنہ ۱۱۴۷ ہجری مین اورنگ آباد دکن مین وارد ہوئے - میر غلام علی آزاد بلگرامی کے پاس فروکش ہوئے - آزاد آپکی تشریف آوری سے بہت خوش ہوئے - مہمانداری بطور شائستہ ادا کی - ایک ہفتہ تک دونون عزیز آزاد کے پاس مہمان رہے - ایک ہفتہ کے بعد دونون بزرگ بندر سورت روانہ ہوئے - واقف بندر سورت مین بسبب بیماری لاحقہ

سکونت پذیر ہوا۔ اور حاکم صاحب ترجمہ جہاز مین سوار ہوکے روانہ ہوگیا۔ مع الخیر والعافیہ
حرمین شریفین مین پہنچ کے حج و زیارت سے فائز المرام ہوکے سورت مین مراجعت کی
بتاریخ ۱۵ جمادی الاولی سنہ ۱۱۷۵ ہجری مین حاکم و واقف اورنگ آباد مین داخل ہوئے
آزاد دونون اعزہ کے ملنے سے بہت خوش ہوئے۔ اُسوقت حاکم نے ایک مختصر تذکرہ
شعرا لکہا۔ اور اس تذکرہ مین اُن شعرا کو درج کیا جنکو دیکہا۔ تذکرہ کا نام تحفۃ المجالس
تجویز کیا۔ آزاد بلگرامی نے کہا کہ اس کا نام مردم دیدہ رکہنا چاہئیے۔ تاکہ اسم بامسمی
ہوجائے۔ اور اسمین ایہام بہی ہے حاکم نے پسند کیا۔ اور یہی نام قرارداد ہوا۔ حاکم نے
تکملہ نسخہ مین یہہ قطعہ منظوم کیا ؎

نسخہ "تازہ کردہ ام تالیف	کہ از وتازہ شد روان سخن
نام او کردہ مردم دیدہ	آنکہ بودہ است رازدان سخن
اسم سامی او غلام علی است	سرو آزاد بوستان سخن
غیر او دیگرے بملک دکن	نیست باللہ قدردان سخن
او بدہ داد معنی و لفظم	او بود رمزدان سخن

جب حاکم تارک الدنیا ہوا تب سے بشاہ عبدالحکیم ملقب ہوا۔ بتاریخ ۹ شوال
سنہ ۱۱۷۵ ہجری مین اورنگ آباد سے بطریق سیر حیدرآباد گیا۔ سیر کرکے ۱۹ تاریخ
ماہ صفر کو اورنگ آباد پہنچا۔ دوسری تاریخ ربیع الاول سنہ ۱۱۷۶ ہجری مین حاکم
و واقف ہند کو روانہ ہوئے۔ چونکہ مالوہ کا راستہ خوفناک تہا۔ احتیاطاً برار
وچنبرپور کا راستہ اختیار کیا۔ اتفاقاً راستہ مین ایک واقعہ پیش آیا۔ اورنگ آباد
وبالاپور کے درمیان رہزنون نے دونون اعزہ کا مال و اسباب لوٹ لئے۔ خیر گذری کہ

جان سلامت رہی۔ آخر دونون اعزہ بمصیبت تمام بالاپور برار مین پہنچے۔ وہان سے
ایک خط قاصد کے ہاتہہ سے آزاد بلگرامی کے پاس بہیجا اور اپنا تمام واقعہ لکہا۔
آزاد نے تہوڑا روپیہ بذریعہ ہنڈوی روانہ کیا۔ لیکن خرچ کافی نہین تہا۔ بالاپور سے
کہولاپور پہنچ گئے۔ پہر آزاد کے پاس ایک آدمی بہیجا۔ آزاد نے اسوقت خرچ
کافی بہیجدیا۔ دونون کہولاپور سے منازل قطع کرتے ہوئے مع الخیر والعافیہ
وطن مالوفہ پہنچے۔ حاکم نے خانپور ضلع ہوشیارپور توابع لاہور سے ایک خط آزاد کی خدمت
مین بہیجا۔ اور لکہا کہ ہم بتاریخ دوم شوال سنہ حال مع الخیر وطن مالوفہ پہنچے۔
اعزہ واقارب عیال و اطفال کو مع الخیر والعافیہ پائے۔ تمام کے دیکہنے سے دل کو سرور
اور دیدہ کو نور حاصل ہوا۔ اسیطرح اعزہ نے بہی ہمارے دیکہنے کی بہت خوشی منائی۔ اور حضرت
واقف بہی خیر وخوبی کیساتہہ اپنے وطن مالوفہ بٹالہ مین پہنچ گئے۔ تم کلامہ۔
حاکم کو تلمذ شاہ آفرین لاہوری سے تہا۔ خود شاگردی کا اظہار کرتا ہے ؎
حاکم بداشتم سر و سامان فکر و شعر — از فیض آفرین بسخن آشنا شدم
حاکم خوش طبع و خوش مزاج و ظریف تہا۔ ملا حامد لاہوری کے لڑکے کی ختنہ کی
تاریخ کہی۔ ؏ ختنۂ ملا زادہ ؏ گل رعنا کے مولف نے لکہا کہ حاکم نے مجہہ سے
مکرر ذکر کیا کہ مین اپنا دیوان سراج الدین علیخان آرزو کے پاس اس غرض سے لیگیا
کہ نظر اصلاح سے مطالعہ کرین اور کلام کے حسن و قبح سے مطلع فرمائین۔ اولاً انکار
فرمایا لیکن میرے اصرار سے نگہداشت کیا۔ اور دو مہینے کے بعد واپس بہیجا۔ جو
کچہہ خیال مین آیا حاشیہ پر لکہدیا۔ وارستہ سیالکوٹی نے اعتراضات کو دیکہا فوراً
ایک رسالہ مسمی بہ جواب شافی لکہا۔ آرزو کے اعتراضات فضول تہے۔ آرزو و حاکم کی

خوش اخلاصی تحسین و آفرین کے لائق ہے۔ باوجود مناقشۂ شاعری دونوں میں بدستور اتحاد و محبت کا سلسلہ قائم تہا۔ آرزو مجمع النفائس میں حاکم کی تعریف کرتا ہے اور حاکم بہی مردم دیدہ میں آرزو کو نیکی کے ساتہہ یاد کرتا ہے۔ شعرا میں اس قسم کا خلوص بہت کم دیکہا گیا۔ متقدمین علما و فضلا میں بہی باہم مسائل حکمیہ و فقہیہ میں مناظرے و مباحثے ہوتے تہے بالکہ اکثر بحث و تکرار لساناً و قلماً کرتے تہے۔ لیکن ان کے قلوب کدورت و کینہ سے صاف و پاک ہوتے تہے باہم برادرانہ تعلق رکہتے تہے کبہی ایک دوسرے کی مذمت نہیں کرتا تہا۔ چنانچہ علامہ سید شریف جرجانی۔ و علامہ سعدالدین تفتازانی امیر تیمور گورگان کے پاس تہے ایکروز دونوں تقریب شکار بادشاہ کے ہمرکاب ہوئے۔ سید کا عالم شباب تہا۔ اور تفتازانی کا عالم پیری و ضعیفی بادشاہ نے سید کے لئے گہوڑا تیز و چالاک و پیر بزرگ کے لئے لاغر و ضعیف تجویز کیا الغصہ امیر و دونوں بزرگ گہوڑوں پر سوار ہوکے سمرقند کے میدان پر فضا و صحرائے راحت افزا میں جولانی کرنے لگے۔ سید کا بار بار آگے بڑہتا تہا نہایت خوشی سے چہلتا کودتا تہا۔ اور ملائے ضعیف کا سست قدم آہستہ آہستہ قدم اُٹہاتا تہا۔ پیچہے پیچہے چلتا تہا۔ تیمور کبہی گہوڑا دوڑاتے ہوئے سید کے پاس جاتا تہا کبہی عقب میں تفتازانی کے پاس آتا تہا۔ تیمور نے امتحاناً کہ دونوں بزرگوں میں باہم خلوص ہے یا کینہ کم اولاً تفتازانی سے آہستہ کہا دیکہو کہ جرجانی کسقدر غرور و تکبر سے گہوڑا دوڑا رہا ہے۔ تقدم و تاخر میں پاس ادب نہیں کرتا ہے۔ تفتازانی نے امیر سے کہا غرور ہے نہ تکبر۔ سید جرجانی عالم افضل بہتر ہے۔ فی زماننا جسکا نظیر نادر ہے گہوڑا خوش ہو رہا ہے جوش خوشی سے کود رہا ہے کہ مجہہ پر ایسا عالم فاضل جسکا مثل معدوم ہے

سوار ہے۔ اے بادشاہ گہوڑا جسقدر فخر کرے اُسکا فخر بجا ہے۔ پہر میر تیمور سید کے پاس آیا۔ اور آہستہ سے کہا دیکہئے تفتازانی سست قدم و پست دم یابو پر آہستہ آہستہ بروبابا بروبابا کہتے ہوئے آرہا ہے۔ سید نے فرمایا اے بادشاہ علامہ کا یابو سست قدم نہیں ہے نہ علامہ سست ہیں۔ اس آہستگی و سستی کا اور ہی سبب ہے امیر نے کہا وہ کیا ہے سید نے کہا علامہ جامع العلوم و الفنون و حاوی الحواشی و المتون ہے۔ علوم و فضائل کے ذخائر سے علامہ کی ذات گران بار ہوگئی ہے کہ ان بار ہائے گران کا اسپ قوی ہی متحمل نہیں ہو سکتا ہے بناء علیہ آہستہ آہستہ چلتا ہے۔ امیر تیمور دونوں فاضلوں کے خلوص و صفائے قلب سے واقف ہو کے بہت خوش ہوا۔ دونوں کو خلعت و انعام سے سرفراز فرمایا۔ اور خدا کا شکریہ نہایت عاجزی و نیازمندی سے ادا کیا۔ کہ میرے زمانہ میں ایسے علما باصفا ہیں۔ فی زماننا علما و مشائخ کی جو حالت ہے اظہر من الشمس ہے گزارش کی ضرورت نہیں۔ ہر ایک انا و لا غیری کا دم مارتا ہے۔ اور مدعی بنکے و منکر کو ذلیل کرتا ہے۔ اور اپنی نمائش کا علم بلند کرتا ہے۔ اور اپنی گرم بازاری چاہتا ہے۔ میرے نزدیک علما کی یہہ حالت کس وجہ سے ہو رہی ہے؟ وجہ یہہ ہے کہ ہر ایک ناقص العلم ہوتا ہے اگر کامل العلم ہوتا تو کبہی نمائش کی پیروی نکرتا۔ اور انا و لا غیری کا مدعی نبنتا الله جلشانہ ہم تمام کو اخلاص و اخلاق کے رستہ پر لائے۔

اب میں جواب شافی سے دو ایک مثالیں گزارش کرتا ہوں

مثال اول۔ حاکم کہتا ہے ؎

غلط سازند مردم بعد ازین روزن گلخن
چنین گر بستہ ام از چشم حیران دود میخیزد

خان آرزو اعتراض کرتا ہے از روزن گلخن سے اگر در گلخن مراد ہے تو گلخن دروازہ

کو چاک کہتی ہے اسکو روزن نہین کہہ سکتے۔ اگر اس سے دودکش ہندی مراد ہے تو وہ بہی بمعنی روزن گلخن نہین آیا ہے۔
وآرستہ جواب دیتا ہے کہ اہل زبان کے محاورہ مین آیا ہے چنانچہ طاہر وحید کا قول شاہد حال ہے ؎

چو لالہ روزن گلخن بود گریبانم ۔۔۔ ازین چہ سود کہ در باغ گشتہ اند مرا

دودکش کو محاورہ ہند کہنا۔ زبان دانی پر خاک ڈالنا ہے۔ اس لئے کہ وہ لفظ فارسی ہے۔ طاہر نصیر آبادی جو کبھی ہند مین نہین آیا۔ اُسنے اپنی نثر مسمی خواب و خیال مین لکہا ہے ؎ از دود عود دماغش پریشان می شد؛ در دودکش حمام مقامش دادم صاحب ابراہیم شاہی نے لکہا کہ دودکش۔ باورچیخانہ و حمام کے روزن کو کہتے ہین
مثال ثانی حاکم ؎

گل کردہ تا ز مشرق دل مطلع گرہ ۔۔۔ خورشید شد ز شرم برنگ سہا گرہ

خان آرزو کہتا ہے۔ خورشید گرہ شدہ غیر مانوس ہے۔ وارستہ جواب دیتا ہے کہ مانوس ہے اس لئے کہ میرزا صائب کہتا ہے ؎

طوفان گرہ شدہ است مرا در دل تنور ۔۔۔ تا مہر شہرم بر لب اظہار ماندہ است

طوفان را گرہ زدہ کہنا غیر مانوس نہین ہے۔ گل رعنا کے مولف نے اس مقام مین دو شعر دیوان صائب سے نظیراً پیش کیا۔ اس سے صاف ظاہر ہے گرہ زدن آفتاب مانوس ہے ؎

آہ سردے از لب ہر کس کہ می گردد بلند ۔۔۔ آفتابے در تہ دل چون سحر دارد گرہ

اسی طرح کے متعدد اعتراضات مع جوابات مذکور ہین۔ مین نے طوالت کی وجہ سے اسی قدر پر اکتفا کیا۔

شاہ عبد الحکیم حاکم صاحب ترجمہ آزاد سے بہت محبت و اتحاد رکہتا تہا۔ مرثیہ مین آزاد کو ذکر خیر سے یاد کرتا ہے۔ چنانچہ کہتا ہے ؎

زستم محنت و غربت نمود آزادم ۔۔۔ در غلام علی شد مرا علی قاپی

علی قاپی صفاہان مین دولتخانہ صوفیہ کے سامنے ایک دروازہ کا نام ہے۔ قاپ ترکی مین دروازہ کو کہتے ہین۔ یہہ دروازہ امیر المومنین علی علیہ السلام کے نام پر بنوایا گیا۔ اور قرار داد ہوا تہا کہ جو کوئی اس دروازہ سے داخل ہو جائے آزاد و مامون ہوتا ہے۔ اگرچہ گنہگار واجب القتل ہو۔ گویا یہہ دروازہ دار الامن تہا۔ دروازہ مذکور امن یافتہ کو کعبہ کا حکم دئے۔ گل رعنا کے مولف لچھمی نراین نے لکہا کہ نور العین واقف لاہوری کا خط بنام آزاد مورخہ اوائل محرم ۱۱۸۲ہجری ملتان سے آیا اُس سے معلوم ہوا کہ حاکم و واقف کشمیر مین نواب سربلند خان بہادر صوبہ کے پاس گئے مراجعت کیوقت مقام تہہ مین حاکم بعارضہ ہچکی فوت ہوئے وہان دفن کیا گیا یہہ واقعہ ۱۱۷۸ہجری مین واقع ہوا۔ اب آپکے بوارق طبع گزارش کئے جاتے ہین۔

من اشعارہ

باب روی نماید ز رگ چشمش کج کلا ہیہا ۔۔۔ کہ می نازند دائم بر بروت خود سپاہیہا
ولہ
ہر کہ باد بوانگان پیوست ایمن از بلاست ۔۔۔ نیست بیم دزد ہرگز خانۂ زنجیر را
ولہ
نمایم گر با سکندر کتاب سینۂ خود را ۔۔۔ شمار دفرد باطل صفحۂ آئینۂ خود را
ولہ
بود در فقر لب بستن ز حرف مدعا واجب ۔۔۔ کنم از موئے چینی خرقۂ پشمینۂ خود را
ولہ
برنامہ ہا بیاز ند از حرص نقد جان را ۔۔۔ دو نا سنہ ہا شمارند بینند چو سنان را
صاحب سخن نہ بیند غیر از ضرر ز کثرت ۔۔۔ افزونی نقطہ شد آرے زیان زبان را

کار من تنها ز درد دل نه می سوزد بمان گذشت — درد اگر این است می باید مرا از جان گذشت

نیست معلوم که جا داد ز ما دل شدگان — اینقدر هست که در کوی تو غوغائی هست

مجنون چو مرد چاک گریبان بگل گذاشت — داغش بلاله دامن صحرا بمار رسید

شد نقد عمر صرف در بند آن شکر فروش — در کیسه زر نماند چه سودا بمار رسید

نی بخار آتش و نے باد خزان کرد بگل — انچه با بلبل من حسرت بیباکی کرد

به گلستان ندهم گوشه زندانی را — مکن زدام برائے خدا مرا آزاد

ملائمت کند ار سختی فلک با من — زری که آب شود کے غم محک دارد

تا نگردد کهنه داغ عشق کے بخشد فروغ — شمع کم پرتو دهد چون تازه روشن میشود

بے تعلق تر بود چالاک تر در راه دوست — با برهنه هر که گردیده است بهتر می دود

نه بدرد آشنائے نه بعشق راه دارد — بچکار آید این دل که کسے نگاه دارد

ز من باشد بعالم خاندان کفر و دین روشن — دلم شمعے است کاندر کعبه و بتخانه می سوزد

زنده در گور بیتو می سوزم — همچو اخگر بزیر خاکستر

ناقهٔ لیلی بصحرا رفت هان اے گردباد — می بری گر مشت خاک ما هم از پی زود باش

خاکم نساخت سوختگان را هوائے ابر — حالم بهیات نسیم دگرگون شود چو شمع

هلاک چشم تو با منکر و نکیر از ناز — دهد بگوشهٔ ابرو جواب در ته خاک

اهل دولت نیز اظهار پریشانی کنند — با وجود زر لباس پاره در بر داشت گل

در دل خیال چشم تو دائم بگردشی است — مانند آن مریض که جا می کند بدل

در شادی و غم همدم تو با تو شریک است — کے خنده بیک لب کنی و گریه بیک چشم

بتان نه شکر بوسی نه زهر دشنامی — هزار شکر که شرمندهٔ شما نشدم

سوخت برق جلوهٔ آن شعر قد تا پیکرم — چشم قمری می شود آئینه از خاکسترم

دل دیوانه ام شاید بتقریبے بیاساید — بیا از زلف او شبها بخود افسانه دارم

بزیر خون مرا از دام کن آزاد — بیا برائے خدا کن ازین دو کار یکے

ظهور کون ز نیرنگ و حادثات است — هزار رنگ برآید گل و بهار یکے

حیاتی۔ کاشی مرزا حیاتی

حیاتی تخلص۔ مرزا حیاتی نام کاشانی الاصل تھا۔ میر غلام آزاد بلگرامی نے خزانہ عامرہ مین لکھا کہ شاعر شیرین ابیات و میر آب چشمۂ حیات ہے۔ ابتدا مین سقائی تخلص کرتا تھا۔ الحاد و زندقہ کیطرف مائل رہتا تھا ملاحدہ و زنادیق کی مصاحبت مین ایسی ترقی کی تھی کہ ملاحدہ کا افسر مانا جاتا تھا۔ عاشقانہ مزاج رکھتا تھا۔ ایک صراف کے لڑکے حسین پر فریفتہ ہوگئے اسکے ہمراہ کاشان سے قزوین کو گیا۔ مدت دراز تک وہان ملاحدہ کے ساتھہ ہم نوالہ و ہم پیالہ رہا۔ اہل کاشان نے اس فرقہ کی ایک جماعت کو مع چند ارباب زندقہ و الحاد شاہ طہماسپ صفوی کے حضور مین لیگئے۔ تمام حسب الحکم شاہی منزا یاب و مقید ہوئے۔ تقریبا دو سال تک شکنجہ حبس عذاب مین گرفتار رہے۔ حیاتی بھی انکے ساتھہ رنج و بلا مین مبتلا رہا۔ دو سال کے بعد شکنجہ قید سے رہائی پاکے شیراز گیا دو سال تک وہان بسر کیا۔ پھر سنہ ۹۸۶ نوسو چھیاسی ہجری مین اپنے وطن مالوفہ کاشان مین پہنچا۔ الحاد و زندقہ سے توبہ کی۔ دین نبوی کا حلقہ بگوش بنا۔ تہوڑے زمانے کے بعد کاشان سے بطریق سیر دکن مین آیا۔ اور احمدنگر مین نظام بحری کی ملازمت مین رہا۔ خوشی و خرمی سے زندگی بسر کررہا تھا کہ کسی مقرب مصاحب نے جہانگیر بادشاہ ہند کے

حضور مین حیاتی کی تعریف کی ۔ بادشاہ اسکے دیدار کا مشتاق ہوا ۔ اور اسکی طلبی کا حکم صادر فرمایا ۔ حیاتی احمد نگر سے حسب الحکم درگاہ بادشاہ مین حاضر ہوا ۔ شاہانہ عواطف سے سرفراز ۔ و خلعت و انعام سے سربلند ۔ سنہ ۱۰۱۹ ہجری مین تغلق نامہ مولفہ امیر خسرو بادشاہ کی خدمت مین پیش ہوا ۔ بادشاہ مثنوی مذکور کے دیکھنے سے بہت محظوظ ہوا ۔ لیکن کتاب ناقص تھی ایک داستان اُسمین سے مفقود تھا ۔ بادشاہی شعرا اس داستان مفقودہ کے نظم کرنے پر مامور کئے گئے ۔ ہر ایک نے اپنے نتائج طبع کو پیش کیا ۔ اُن تمام سے حیاتی کی نظم زیادہ مقبول ہوئی ۔ بادشاہی حکم ہوا کہ حیاتی کو زر سُرخ و سفید مین وزن کرین ۔ حیاتی تولا گیا وزن و سنگ مین چھہ خریطہ ترازو کے پلڑے مین آئے ہر ایک خریطہ ہزار اشرفی و روپیہ پر مشتمل تھا ۔ یہ تمام زر سفید و سُرخ حیاتی کو دیا گیا ۔ حیاتی مالامال ہوگیا سعیدائے گیلانی نے اس واقعہ کی تاریخ کہی ہو بذہ سے

چون حیاتی را بزر سنجید شاہنشاہ عصر ۔۔۔ بادشاہ عادل گستر شاہ گردون اقتدار
شاہ نورالدین جہانگیر ابن اکبر بادشاہ ۔۔۔ آفتاب ہفت کشور سایۂ پروردگار
بہر تاریخش بروے کفۂ میزان چرخ ۔۔۔ شاعر سنجیدۂ شاہی رقم زد روزگار

کسی تذکرہ مین آپکا سنہ وفات کا ذکر نہین دیکھا گیا ۔ تقریباً آپکا انتقال سنہ ۱۰۵۳ ہجری مین ہوا ۔ والعلم بحقیقۃ الحال عند اللہ ۔

من بوارق طبعہ

فغان کہ رنجش جانان بآن مقام رسید ۔۔۔ کہ ہر کہ گرد گنہ از من انتقام کشید
خاک کوئے تو ز سیل قطرہ پر نم کردیم ۔۔۔ "با غبار رہ تو از رہگذر ما نرسد
در بلائے عاشقی دل یاری من میکند ۔۔۔ جان فدائے او کہ جانب داری من میکند

در دل من درد افزودی بگوئی مثال ۔۔۔ آتشے در جانم افکندی می گوئی مسوز
می نمایم شاد خود را گرچہ می میرم جور ۔۔۔ تا نباید رحم در خاطر جفا کار مرا
بہر شوخی کو نداند دوستی در اصل جبلیت ۔۔۔ خلق را با خود حیاتی از چہ دشمن کردہ
بے لعل تو گر خون رود از چشم تر من ۔۔۔ شادم کہ نباید دگرے در نظر من
ترسم کہ شود یار غمین غیر شود شاد ۔۔۔ اے باد مکن جانب آن کو خبر من

حافظ ۔ خواجہ حافظ شمس الدین شیرازی

تمہید ذکر خواجہ حافظ

چونکہ خواجہ حافظ شیرازی حسب الطلب محمود شاہ بہمنی دکن مین آنیکے لئے مستعد ہوے تھے بہمنی نے زاد و راحلہ کے لئے دس ہزار ہُن جو مساوی پینتیس ہزار روپیہ سکۂ انگریزی ہوتے ہین بھیجدیا تھا اور آپ جہاز پر سوار ہوے کہ یکایک باد مخالف شروع ہوئی آپ بندر ہرمز مین جہاز سے اُتر کے بہ بہانہ ملاقات یاران مقام لار مین چلے گئے ۔ اور دکن کا ارادہ فسخ کردیا اور ایک غزل لکہہ کے میر فضل اللہ انجو کے پاس بھیجدی ۔ چنانچہ تمام واقعہ ذیل مین مذکور کیا جاتا ہے بنائً علیہ ایسا ہی مولانا جلال الدین دوانی و مولانا عبدالرحمن جامی کو بھی خواجہ محمود گاوان نے مدرسہ بیدر کی تدریس کے لئے طلب کیا تھا لیکن یہہ بزرگ بسبب ضعیفی و فاصلہ بعیدہ نہین آئے ۔ معذرت نامہ بھیجدیا اور خواجہ سے مراسلت کا سلسلہ جاری رکھا ۔ دوانی نے ہیاکل النور کی شرح لکھی اور اسکا دیباچہ خواجہ کے نام سے معنون کیا ۔ اگرچہ علمائے ثلاثہ دکن مین نہین آئے لیکن آنے کے لئے مستعد ہوگئے تھے ۔ موانع ایسے ہوئے کہ آنے سے معذور ہوگئے

دکن کے سلاطین سے انکا تعلق رہا۔ بناءً علیہ انکا ذکر تذکرۂ شعرائے دکن مین کرنا واجب ہوا

ھو ھذا

حافظ تخلص۔ خواجہ حافظ نام شمس الدین لقب ہے۔ آپکے والد خواجہ بہاء الدین تاجر پیشہ تہے۔ تاجرون مین بزرگ تاجر شمار کئے جاتے تہے۔ آپکے والد نے جب اس دار فانی سے عالم بقا کی طرف رحلت کی۔ تب کئی فرزند لڑکے اور لڑکیان وارث چھوڑ گئے بعد ازان تمام مال و اسباب باہم وارثون مین تقسیم ہو گیا۔ جو کچھہ مال و اسباب و زمین کو ملا تہا تہوڑی ہی مدت مین خورد و برد ہو گیا۔ اور تمام اعزہ پراگندہ ہو گئے۔ صرف خواجہ صاحب کی والدہ رہگئی۔ اور خواجہ صاحب بوجہ خورد سالی مان کے سایۂ آغوش مین رہگئے۔ جو کچھہ ذخیرہ موروثی پاس تہا اُس سے گذراوقات کرتے رہے۔ چند روز مین پاس کا سرمایہ صرف ہو گیا درجۂ مفلسی کو پہنچ گئے۔ فاقون کی نوبت آئی۔ مان نے آپ کو کسی صاحب مال کے پاس رکھدیا کہ وہ آپسے اپنا کام لیتا رہے اور آپکو کہانا و پارچہ دیتا رہے۔ آپ چند روز کے بعد وہان سے ترک تعلق کرکے کسی نان بائی کے پاس خمیر بنانے وغیرہ کامون پر مقرر رہے رات کو خمیر بنانیکا کام کرتے تہے صبح اپنی اجرت لیکے چلتے ہوتے تہے۔ آپ سن شعور کو پہنچ گئے تہے کہ آپکے دل مین پڑہنے لکہنے کا شوق پیدا ہوا۔ مدرسہ مین داخل ہوکے پڑہنے لگے۔ آپ کو جو کچھہ اجرت ملتی تہی اُسکے تین حصے کرتے تہے۔ ایک حصۂ والدہ کو دوسرا اُستاد کو تیسرا فقرا کو دیتے تہے۔ چند مدت مین کتب عربیہ فارسیہ سے فراغت حاصل کی۔ اور قرآن شریف کو بہی حفظ کر لیا۔ آپکی طبیعت فطرۃً موزون تہی سخن سنجی سے مناسبت واقع ہوی تہی۔ جوش طبیعت سے کلام موزون کرنے لگے۔ مگر آپکے اشعار بعض درست و بعض نادرست ہوتے تہے۔ آپ دلیرانہ مشاعرون مین جاتے تہے بیدہڑک

اپنے کلام کو سُناتے تہے۔ ارباب مجلس سنجیدہ کی داد دیتے اور غیر سنجیدہ پر قہقہہ لگاتے تہے۔ آپ کچھہ پروا نہین کرتے تہے۔ لوگ آپکو جلسون مین بلاتے خوش طبعی و دل لگی سے لطف و مزہ اُٹہاتے تہے۔ رفتہ رفتہ آپ کی لیاقت و استعداد ایسی بڑہگئی کہ لوگ آپکے کلام کو سنکے حیران ہوتے تہے۔ پہر آپکی شاعری و سخن سنجی کا تذکرہ اطراف آفاق مین پہیل گیا۔ امرا و سلاطین آپ کی ملاقات و دیدار کے مشتاق ہوئے اور خطوط طلب بہیجنے لگے اُسوقت شاہ ابو اسحق انجو شیراز مین حکمرانی کرتا تہا۔ عالم فاضل تہا۔ علما و شعرا کا بڑا قدردان تہا۔ آپ کی بہت تعظیم و تکریم کرتا تہا۔ آپ بہی اُسکے احسان مند تہے۔ اکثر اشعار مین اسکی مدح سرائی فرماتے ہین۔ اسیطرح اور بہی بادشاہ یکے بعد دیگرے آپ کی قدر کرتے رہے۔ جب تیمور نے سلطان منصور حاکم شیراز پر فتح پائی۔ اور منصور قتل ہو گیا تو اُسوقت تیمور نے خواجہ حافظ صاحب ترجمہ کو بلایا۔ اور کہا کہ مین نے سمرقند و بخارا کو بزور شمشیر مسخر کیا۔ اور ہزارہا بنی آدم کو تسخیر کے معرکون مین تہ تیغ کیا۔ آپ میرے ملک مفتوحہ معمورہ کو معشوق کے خال سیاہ کو عطا کرتے ہین۔ آپنے فوراً جواب مین کہا کہ انہین بیجا و فضول اخراجات کی وجہ سے تہیدست و مفلس ہو گیا ہون فقر و فاقہ مین بسر کرتا ہون تیمور آپ کے جواب سے بہت خوش ہوا۔ اور آپکو شاہانہ عطا سے سرفراز فرمایا۔ سلطان احمد بن اویس جو جامع کمالات تہا آپکو بغداد مین بلایا آپکو شیراز کی سیرابی و شادابی نے شیراز سے نکلنے نہین دیا۔ آپ سیرگاہ مصلّی و رکناآباد کی پرفضا میدان پر فریفتہ تہے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہین

؎ نمی دہند اجازت مرا بہ سیر و سفر ٭ نسیم باد مصلّی و آب رکناباد

آخر آپ بغداد نہین گئے۔ ایک غزل سلطان کے پاس بہیجدی۔ جسکا مطلع یہہ ہے

؎ احمد اللہ علی معدلۃ السلطان ٭ احمد شیخ اویس حسن ایلخانی ٭ الخ

اسیطرح سلطان محمود شاہ بہمنی جو دکن مین حکمرانی کر رہا تہا۔ عالم و فاضل تہا۔ شعر و شاعری
کا فریفتہ۔ شعرائے عرب و عجم کے لئے مزد قدوم و شست بہر حسب دستور بہمنیہ مقرر کیا تہا
کہ جو شاعر عرب یا عجم سے آئے ایک ہزار ہُن دیا جائے۔ ہفت اقلیم وغیرہ تذکرہ نویسون نے
لکہا کہ آپکے بہی دکن کی سیر کا شوق ہوا۔ مگر یہہ شوق خیالی تہا۔ میر فضل اللہ انجو شاگرد
علامہ سعد الدین تفتازانی کو جو محمود کے دربار کا صدر تہا آپکے خیال کی خبر پہنچی تو
میر نے ایک ہزار ہُن آپکے لئے زاد و راحلہ بہیجکر آپ کو تشریف آوری کے بابت لکہا
آپنے زر مرسلہ سے کچہہ رقم ادائے قرض مین صرف کی۔ اور کچہہ اعزہ و اقربا کو دی۔ اور باقی
رقم سے زاد و راحلہ کا سامان مہیا کرکے شیراز سے نکلے۔ اور مقام لاہور مین پہنچے۔ وہان
ایک دوست سے ملاقات ہوئی جسکا مال و اسباب رہزنون نے لوٹ لیا تہا۔ آپنے بقیہ زاد و راحلہ
اُسکو دیدیا۔ اور خود تہیدست ہوگئے۔ اور متردد ہوئے کہ اب کیا کرنا چاہئے۔ وہان اتفاقاً
خواجہ زین العابدین ہمدانی و خواجہ محمد گازرونی تاجرون سے ملاقات ہوئی۔ دونون
ہندوستان آرہے تہے۔ دونون از روئے ہمدردی آپکے اخراجات کے کفیل ہوئے
آپ محمود شاہی جہاز پر جو ہرمز مین آیا تہا سوار ہوئے۔ سوء اتفاق سے طوفانی ہوا
چلنے لگی۔ آپ گہبرائے۔ اور جہاز سے اُتر گئے۔ اور اہل جہاز سے کہا کہ مین لاہور مین بعض
احباب سے ملکر آتا ہون۔ چلدئے۔ اور یہہ غزل لکہہ کے شاہ فضل اللہ انجو کے پاس
بہیجدی۔ غزل یہہ ہے ؎

دمے با غم بسر بردن جہان یکسر نمی ارزد — بہ می بفروش دلق ما کزین بہتر نمی ارزد
شکوہ تاج سلطانی کہ بیم جان درو درج است — کلاہ دلکش است اما بدرد سر نمی ارزد
بکوئے میفروشانش بجامے در نمی گیرند — زہے سجادہ تقوی کہ یک ساغر نمی ارزد

بس آسان می نمود اول غم دریا بہ بوئے زر — غلط کردم کہ یک موجش بصد من زر نمی ارزد

میر فضل اللہ نے آپکی یہہ غزل محمود شاہ کی خدمت مین پیش کی اور تمام واقعہ مذکورۃ
الصدر کا ماجرا بیان کیا۔ بہمنی نے سنکے فرمایا کہ اگرچہ حضرت یہان تشریف نہین لائے
لیکن دکن کے ارادہ سے جہاز پر سوار ہو چکے تہے موانع کی وجہ سے نہین آئے ہم کو
حضرت کی خدمت کرنی چاہئے۔ حکم دیا کہ ایک ہزار ہُن نقد و دیگر مصنوعات ہند
خرید کے ملا محمد قاسم مشہدی کے ہمراہ روانہ کرین حسب الحکم میر فضل اللہ انجو نے
ملا مشہدی کو مع زر نقد و تحفہائے ہندی حضرت خواجہ کی خدمت مین روانہ فرمایا۔
سلطان غیاث الدین بن سلطان سکندر حاکم بنگالہ نے بہی خواجہ صاحب کو بلایا تہا
اور ایک مصرع طرح کا بہیجا تہا۔ وہ یہہ ہے ؎ ساقی حدیث سرو و گل و لالہ می رود
آپ نے اسطرح پر غزل لکہہ بہیجی۔

ساقی حدیث سرو و گل و لالہ می رود — وین بحث با ثلاثہ غسالہ می رود
شکر شکن شوند ہمہ طوطیان ہند — زین قند پارسی کہ بہ بنگالہ می رود
حافظ ز شوق مجلس سلطان غیاث الدین — غافل مشو کہ کار تو از نالہ می رود

خواجہ صاحب نے ۷۹۳ ہجری مین اس عالم فانی سے عالم بقا کی طرف رحلت کی۔ آپکی زندگی
مین مصلی و رکن آباد کی آب و ہوا و میدان پر فضا مرغوب و محبوب تہا۔ اسلئے مصلی کے
ایک ٹیلہ پر دفن کئے گئے۔ اور کسی ادیب مورخ نے آپ کی وفات کی تاریخ (خاک مصلی) ۷۹۲
کہی اسمین از روئے حساب جمل ایک عدد کی کمی ہے۔ بہارستان کے مولف نے لکہا کہ میرزا
محمد معمائی صدر بابری نے آپکا مقبرہ بنوا دیا۔ اور اسمین بیشمار زر خرچ کیا۔ چنانچہ اتبک
موجود ہے شیراز و متبرک آپکے مقبرہ کی وجہ سے اس مقام کا نام حافظیہ مشہور ہوگیا ہے

ہفتہ مین بروز پنجشنبہ لوگ زیارت و سیر کے لئے وہان جاتے ہین۔ آپکی زیارت کرتے ہین قبر پر حسن اعتقاد سے چادر و پہول چڑہاتے ہین۔ عمدہ عمدہ کہانے پکاتے ہین۔ کہاتے پیتے ہین اور غربا کو بہی کہلاتے پلاتے ہین۔ دن تمام وہان بسر کرتے ہین۔ ہمیشہ ہر پنجشنبہ کو آپکے مرقد مقدس پر خلائق کا ہجوم رہتا ہے۔ ارباب حاجت حسن ارادت سے آتے کرتے ہین۔ آپ کو خدا تعالی نے حیات و ممات مین قبولیت عامہ نصیب کی۔ مشائخ برہانپور کی تاریخ سے معلوم ہوا کہ آپ صاحب اولاد تہے۔ آپکے صاحبزادے شاہ نعمان بہار الدین ہندوستان آئے۔ اور مقام برہانپور و اسیر مین سکونت پذیر رہے آخر مقام برہانپور مین فوت ہوئے۔ مقام نعلچہ جو اسیر و برہانپور کے درمیان واقع ہے مدفون ہوئے۔ خواجہ ہاشم مجددی نقشبندی آپکا مرید تہا۔ آپ جب کبہی آگرہ یا دہلی جاتے تہے تب خواجہ کو اپنا جانشین کر کے جاتے تہے۔ انتہی کلامہ

آپ کی علمی لیاقت کی کیفیت اگرچہ تذکرہ نویسون نے مفصل نہین لکہی۔ لیکن آپکے کلام بلاغت نظام سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ عالم فاضل و ادیب کامل تہے۔ نظم و نثر عربی و فارسی لکہنے پر قدرت کاملہ و ملکۂ تامہ رکہتے تہے۔ دیوان مین اکثر اشعار عربی موجود ہین اور جابجا عربی جملے مذکور ہین۔ حافظ قرآن تہے۔ اور قرآن کو خوب سمجہتے تہے۔ عربی و فارسی کے محاورات سے خوب واقف تہے۔ آزادانہ رہتے تہے۔ زہد مشرب تہے دنیا و مافیہا سے دور، متوکل علی اللہ تہے اور ماحضر و ماحصل پر قانع و صابر تہے۔ آزر پرست و فقر فروش نہین تہے۔ تونگرانہ زندگی بسر کرتے تہے۔ سرو ہی کی طرح آزاد رہتے تہے سلاطین و امرا سے کم ملتے تہے۔ لیکن امرا و سلاطین آپ سے حسن عقیدت رکہتے تہے اور آپکی ملازمت و خدمت کے مستدعی رہتے تہے۔ چنانچہ محمود شاہ بہمنی وغیرہ کی استدعائے قدوم کا ذکر

صدر مین مذکور ہو چکا ہے اب اعادہ کی ضرورت نہین۔ آپ غزل گوئی مین استاد مانے جاتے ہین۔ بیشک آپکی غزلین سوز و گداز و فراق و وصال اور معشوق کے خد و خال و شراب و کباب و نغمہ رباب اور حسن و عشق و مستی و رندی و دنیا کی بیوفائی اور زمانہ کی بے اعتباری وغیرہا مضامین پر شامل ہوتی ہین۔ اور آپ ان مضامین کو غزلون مین ایسی خوبی و خوش اسلوبی سے ترتیب و ترکیب دیتے ہین کہ سامعین وجد کرتے ہین۔ اور حال سے بیحال و خودی سے بیخود ہو جاتے ہین۔

آپ حسن اخلاق و خوش اشفاق تہے۔ ظریف الطبع و سلیم المزاج زاہد مشرب صوفی مذہب تہے۔ صلح کل کے طریقہ پر ثابت قدم تہے۔ شراب محبت کی نشہ مین ہمیشہ مست رہتے تہے مدت العمر کسی حاکم یا رئیس کی نوکری اختیار نہین کی ہمیشہ آزادانہ بے نیازانہ رہے سلاطین وقت آپکی خدمت مین ہزارہا روپئے اعانتہً بہیجتے تہے۔ آپ تمام ہائے نوش مین صرف کر دیتے تہے۔ فقرا و احباب و اعزہ کو بہی عطا فرماتے تہے۔ چونکہ آپکا کلام جامع اسرار ہے۔ لوگ اکثر آپ کے کلام سے فال لیتے ہین۔ حسب اتفاق و موقع فال مین ایسا شعر بر آمد ہو جاتا ہے کہ صاحب فال کو شعر کے مضمون سے تسلی ہوتی ہے۔ غالباً صاحب فال کو کامیابی حسب خواہش ہو جاتی ہے۔ بناءً علیہ آپکا لقب لسان الغیب مشہور ہوا۔ خزانہ عامرہ و بہارستان سخن وغیرہ مین بہی وجہ تسمیہ بتلایا گیا ہے۔

آپکا دیوان متداول ہے۔ ہر ایک جوان و پیر و نو آموزان صغیر و کبیر واقف ہین یہان زیادہ اشعار کے بیان کی ضرورت نہین ہے۔ مگر دیوان و تذکرون سے چند اشعار بطور نمونہ گذارش کرتا ہون۔ تاکہ یہ تذکرہ کلام سراسر الہام سے محروم نہ ہو جائے۔

من اشعاره الفارسی

دل میرود ز دستم صاحبدلان خدا را
دردا که راز پنهان خواهد شد آشکارا

ده روزه مهر گردون افسانه است و افسون
نیکی بجای یاران فرصت شمار یارا

ای صاحب کرامت شکرانهٔ سلامت
روزی تفقدی کن درویش بینوا را

در کوی نیکنامی ما را گذر ندادند
گر تو نمی‌پسندی تغییر کن قضا را

آئینه سکندر جام جم است بنگر
تا بر تو عرض دارد احوال ملک دارا

گر مطرب حریفان این پارسی بخواند
در رقص حالت آرد پیران پارسا را

هنگام تنگدستی در عیش کوش و مستی
کاین کیمیای هستی قارون کند گدا را

خوبان پارسی گو بخشندگان عمرند
ساقی بده بشارت پیران پارسا را

وله

اگر آن ترک شیرازی بدست آرد دل ما را
بخال هندوش بخشم سمرقند و بخارا را

بده ساقی می باقی که در جنت نخواهی یافت
کنار آب رکناباد و گلگشت مصلا را

حدیث از مطرب و می گو و راز دهر کمتر جو
که کس نگشود و نگشاید بحکمت این معما را

نصیحت گوش کن جانان که از جان دوست‌تر دارند
جوانان سعادتمند پند پیر دانا را

بدم گفتی و خرسندم عفاک الله نکو گفتی
جواب تلخ میزیبد لب لعل شکرخا را

غزل گفتی و در سفتی بیا و خوش بخوان حافظ
که بر نظم تو افشاند فلک عقد ثریا را

وله

شب از مطرب که دل خوش باد وی را
شنیدم نالهٔ جانسوز نی را

چنان در جان من سوزش اثر کرد
که بی رقت ندیدم هیچ شی را

حریفی بد مرا ساقی که هر دم
ز زلف و رخ نمودی شمس و دی را

حماک الله من شر النوائب
جزاک الله فی دارین خیرا

چو بیخود گشت حافظ کی شمارد
بیک جو مملکت کاوس کی را

وله

صبا بلطف بگو آن غزال رعنا را
که سر بکوه و بیابان تو داده ما را

شکرفروش که عمرش دراز باد چرا
تفقدی نکند طوطی شکرخا را

غرور حسن اجازت مگر ندادی گل
که پرسشی نکنی عندلیب شیدا را

بحسن خلق توان کرد صید اهل نظر
به بند و دام نگیرند مرغ دانا را

ندانم از چه سبب رنگ آشنائی نیست
سهی قدان سیه چشم ماه سیما را

در آسمان چه عجب گر ز گفته حافظ
سماع زهره برقص آورد مسیحا را

وله

می دمد صبح و کله بست سحاب
الصبوح الصبوح یا اصحاب

می چکد ژاله بر رخ لاله
المدام المدام یا احباب

چون سکندر حیات اگر طلبی
لب لعل نگار را دریاب

وله

اگر بلطف بخوانی مزید الطاف است
و گر بقهر برانی درون ما صاف است

بیان وصف تو گفتن نه حد امکان است
چرا که وصف بیرون ز حد اوصاف است

وله

حسن تو همیشه در فزون باد
رویت همه سال لاله گون باد

هر کس که بهجر تو نازد
از حلقهٔ وصل تو برون باد

وله

این چه شوریست که در دور قمر می‌بینم
همه آفاق پر از فتنه و شر می‌بینم

هر کسی روز بهی می طلبد از ایام
مشکل آنست که هر روز بتر می‌بینم

ابلهان را همه شربت ز گلاب و قند است
قوت دانا همه از خون جگر می‌بینم

اسب تازی شده مجروح بزیر پالان
طوق زرین همه در گردن خر می‌بینم

وله

دلبر جانان من برد دل و جان من
برد دل و جان من دلبر جانان من

ازلب جانان من زنده شود جان من		زنده شود جان من ازلب جانان من
ازخون دل نوشتم نزدیک یار نامه	وله	اِنّی رَأیتُ دَهراً مِن هجرکَ القِیامة
هرچند کاز موم ازوے نبود سودم		مَن جَرّبَ المُجَرَّبَ حَلّتْ بہ النَّدامة
عاشق مخور غم وصل خواهی		خون بایدت خورد درگاه و بیگاه

ردیف خا

خلیل - مرزا خلیل خان لاری

خلیل تخلص - مرزا خلیل خان نام - آپ عبدالرزاق خان لاری تاناشاہی کے فرزند ہین - عبدالرزاق رکن السلطنت ورکن اعظم تاناشاہی تہے - یہہ وہی عبدالرزاق ہین جو گولکنڈہ کے معرکہ مین شمشیر بکف ہوکے عالمگیری فوج کو درہم برہم کرتا تہا - بڑا بہادر دلیر تہا - عالمگیر آپکی دلیری وبہادری دیکہہ کے فریفتہ ہوتا تہا - سپہ سالارون کو تاکید کی جسطرح ممکن ہو لاری کو زندہ گرفتار کرکے لاؤ - لاری معرکہ مین بہا اپنے زخمون سے خستہ شکستہ ہورہا تہا - آخر عالمگیری سپاہ نے اسکو زندہ گرفتار کرکے لائے - عالمگیر نے لاری سے اپنی ملازمت کی درخواست کی - لاری نے قبول نہین کیا . کہا مین تاناشاہ کا نمک خوار ہون نوکری کرونگا تو اُسیکی کرونگا - ہرچند کہ کہا گیا قبول نہین کیا عالمگیر نے اسکا علاج جراحان ہوشیار سے کرایا - زخمون سے صحت پائی - عالمگیر سے وطن جانیکی رخصت طلب کی عالمگیر نے رخصت منظور کی - اور جاتے وقت یہہ کہا کہ آپ وطن سے ایکہزار لاری سپہ مقرر کرکے بہیجدو - لاری نے وطن سے اپنے فرزند عبدالکریم خان کو مع ایکہزار لاری ملازم کرکے بہیجدئے - خلیل خان صاحب ترجمہ اسی بزرگ کی اولاد ہین - تحفۃ الشعرا کے مولف نے لکہا کہ فی زماننا خلیل خان زمانہ کی گردش سے

نہایت پریشان حال تہے مشکل سے زندگی بسر کرتے رہے - حیدرآباد مین سکونت پذیر تہے انتہی کلامہ - آپکو شعروشاعری سے مناسبت تہے - موزون الطبع تہے فارسی وہندی مین اشعار موزون فرماتے تہے .

من اشعارہ

خوش آمدے وخوش آمد مرا خوش آمد تو		ہزار بار بمنت کنم خوش آمد تو
بدان خوش آمد لہائے ما ہمہ این است		خدا نصیب کند آنچہ ہست خوش آمد تو
زول خوشی تو ما دل خوشیم وخرم وشاد		خوش آمد ہمہ لہاست درخوشامد تو
ترا ہرانچہ خوش آمد ہمان خوش آمد ما		خوشیم ما وخوش آمد ہمان خوش آمد تو
خلیل سکہ خوش آمد خوش آمد تو مرا		خوش آمدم بود و ہر لحظہ درخوش آمد تو

آخر آپنے حیدرآباد مین اس جہان فانی سے دارعقبی کیطرف رحلت کی - سنہ وفات معلوم نہین ہوا -

تنبیہ مظفر مدارالمہام ابوالحسن تاناشاہ کے فرزند کا نام بہی خلیل خان تہا - بعض تذکرہ نویسون نے دونون مین فرق نہین کیا - واقع مین خلیل خان دونون تہے - ایک خلیل خان لاری دوسرا خلیل خان ماژندرانی ہے -

ماژندرانی عالمگیری منصبدارون مین ملازم ہوگیا اور لاری حیدرآباد ہی مین رہا - عالمگیر کی ملازمت مثل جدوپدر پسند نہین کی - اور یہی کہتا تہا کہ ہم مدت العمر تاناشاہ کے نمکخوار رہے - اب ہماری ہمت وغیرت اسبات کو قبول نہین کرتی کہ ہمارا آقا قید خانہ مین رہے اور ہم آقا کے مخالف کی نوکری کرین - ہمارے نزدیک ایسی نوکری سے بیگاری مین بسر کرنا ہزار درجہ بہتر ہے - سوائے غزل مرقوم الصدر کے کچہہ اشعار دستیاب نہین ہوئے -

زمانہ[1] ناصنیہ مین اہلِ دکن وضعداری ووفاشعاری۔ دلیری ودلاوری مین مشہور معروف تہے۔ اور خود کو آقائے نامدار کے خانہ زاد سمجہتے تہے۔ جان نثاری مین سرِمو فرق نہین کرتے تہے۔ میدان معرکہ مین پس پاہونیکو ننگ وعار جانتے تہے۔ عہد وپیمان وقول وقرار مین راست باز وثابت قدم ہوتے تہے۔ اُن کے قول وقرار کی ایسی وقعت تہی جہان مخالف سرکش کی درخواست پر قول بہیجا۔ فوراً قول پہنچتے ہی سرکش مخالف دست بستہ مع عیال واطفال حاضر ہوجاتا تہا۔

خواجگی۔ خواجہ باباخان بخاری

خواجگی تخلص۔ خواجہ باباخان نام۔ آپ کی نسب کا سلسلہ خواجہ احمد مشہور بہ مخدوم اعظم اور آپکے حسب کا رشتہ خواجہ احرار قدس سرہ سے منتہی ہوتا ہے۔ آپکے بزرگان سلف ولایتہا ورا النہر مین مشہور تہے۔ پیری مریدی کا سلسلہ آپکے خاندان مین جاری تہا۔ بخارا وبلخ وغیرہ بلاد کے حکام وغیر حکام آپسے حسن عقیدت رکہتے تہے۔ قبائل اُزبک وترک آپکے غلام درم ناخریدہ تہے۔ آپ کی تربیت وتعلیم بخارا کے مدارس مین علمائے کرام سے ہوئی۔ جب آپ علوم وفنون کی تحصیل سے فارغ ہو چکے تب آپ کو بخارا مین شیخ الاسلامی کا خطاب ملا۔ آپ جامع فضائل وکمالات تہے۔ بتقریب حج وزیارت حرمین شریفین بخارا سے برآمد ہوئے حرمین شریفین مین پہنچ کے حج وزیارت سے فارغ ہوکے وطن مالوفہ مراجعت کر رہے تہے۔ کہ آپ بطریق سیر دکن مین آئے۔ عالیجناب نواب آصفجاہ بہادر اول بانی ریاست دکن سے ملے۔ نواب صاحب نے آپکی بہت خاطر ومدارات کی اور آپکی مہمانی ودلداری مین ایک دقیقہ فروگذاشت نہین فرمایا۔ مہمان عزیز کو

[1] مقولہ مولف

عزت وشان سے رکہا۔ اور آپکے خاندانی اعزاز وعظمت کا لحاظ کرکے خاص اپنی دختر نیک اختر کو جو نواب ناصر جنگ شہید کی ہمشیرہ حقیقی تہی۔ آپسے منسوب کرکے شان وتجمل کے ساتہہ شادی کردی۔ اور آپ کو منصب مناسب وجاگیر سے سرفراز فرمایا چونکہ آپ دنیاوی امور سے متنفر وتارک تہے۔ کوئی خدمت سرکاری نہین لی۔ جامع العلوم تہے۔ درس وتدریس مین مصروف رہتے تہے۔ اور طلبہ کے ساتہہ حسن سلوک فرماتے تہے باوجود علوم وفنون آپکے دل مین شعر وشاعری کا ولولہ بہی موجزن تہا۔ کبہی کبہی شاعری کے میدان مین بہی سبقت فرماتے تہے۔ جوکچہہ موزون فرماتے تہے۔ سنجیدہ وپسندیدہ ہوتا تہا۔ صاحب دیوان تہے۔ اب مین آپکے اشعار تحفۃ الشعراسے ناظرین کے ملاحظہ کے لئے گزارش کرتا ہون

من اشعارہ

از نقطہ چو خال عنبرین دادہ نشان — زیر وزبرش از دو صفِ مژگانست

وله

دل راکہ بجز عشق سروکارے نیست — ہیچ است کہ در غمِ رخ یارے نیست

وله

چون دیدہ اعمی است تہی از بینش — آن دیدہ کہ در حیرت واری نیست

وله

اے ہرزہ تلاش عافیت وادہ دست — اے بیہودہ گفت وگوئے آرام پرست

از خوان فلک عبث چہ روزی طلبی — کز عیب ساختہ تراوست بدست

وله

بر صفحہ رویش کہ خط ریحانش — از مشک نوشتہ آیت قرآنست

وله

برق آہم گر چنین انجم افشانی میکند — گردش موج ہوا را چرخ ثانی میکند

نسبتی با آن خم ابرو ہلالی نیافت — ماہ نو عمر یست مشق ناتوانی میکند

ہر سحرگہ از گل خورشید جامش بر کف است — ہر صبح از فیض بیداری جوانی میکند

ولہ
در عدم از قرب بعادش خوش فراغے داشتم
مرگ را نزدیک ما زندگانی می کند

اشک عنا را نمی سازد رہا دل از کنار
ورنہ صد جوش بہار از گل فشانی می کند

خواجگی کج طینتان را نیست انصاف سخن
خامش اینجا چارۂ ما بیزبانی می کند

ولہ
شور عشق و شکر حسن بہم بیختہ اند
قرص خورشید رخت را نمکین بیختہ اند

نازم آن گوہر دندان و لب شیرین را
شکر و شیر لطافت بہم آمیختہ اند

ولہ
خواجگی گشتم غبار از ناتوانیہای عشق
می کند خالی نسیمی گر وزد از جام را

ولہ
اے از گل رخسار تو آئینہ در چمن
گل بردہ طراوت از رخت در گلشن

خورشید ز مہر عارضت تاب گرفت
چندانکہ ز پرتوش جہان شد روشن

آخر آپنے حیدر آباد دکن مین انتقال حقیقی فرمایا۔ قالوا انا للہ وانا الیہ راجعون۔ کسی تذکرہ نویس نے آپکی تاریخ وفات نہین لکہی۔ نہ آپکے مدفن کا پتا بتلایا۔ آپ حیدر آباد کی زمین مین مدفون ہین۔ یہہ تمام تذکرہ متفرق تذکرون سے لکہا گیا ہے۔ جہانتک پتا ملتا ہے اس کی تلاش مین کوشش کی جاتی ہے۔

خوبن شیخ غلام حسین برہانپوری

خوبن تخلص شیخ غلام حسین نام۔ آپ گہانسی میان برہانپوری کے ہمشیرزادہ ہین۔ فضائل و کمالات کے زیور سے آراستہ تہے۔ خوش خلق و نیک محضر تہے۔ فارسی وعربی مین بقدر ضرورت استعداد رکہتے تہے۔ نظم و نثر لکہنے پر قادر تہے۔ آپکو شعر و شاعری کے ساتہہ بہی دلچسپی تہی۔ کبہی کبہی موزون کرتے تہے۔ عالیجناب نواب ناصر جنگ شہید کے منصبدارون مین ملازم تہے۔ نواب کی شہادت کے بعد نوکری و منصب سے دست بردار ہوکے

وطن مالوفہ برہانپور چلے گئے تہے۔ تا مرگ وطن ہی مین سکونت پذیر رہے تحفۃ الشعرا وغیرہ تذکرہ نویسون نے آپکے وفات کی تاریخ و سنہ نہین لکہا۔ آپکا عرف نام میان خوب تہا۔ لوگ خوبن کہنے لگے۔ اسیطرح آپکا تخلص بہی خوبن ہو گیا۔ فقیر مولف نے بہی تذکرہ نویسون کیطرح خوبن ہی لکہدیا جیساکہ شیخ کو شیخن و کلو کو کلن کہتے ہین

من اشعارہ

موج داری در طپش از آب میخواہیم ما
پارۂ بینائی از سیماب میخواہیم ما

عذر مجنون خواست زنجیری کہ در پا بم فتاد
آہ از دیوانگان آداب میخواہیم ما

در تجیر اشک ما خونین دلان را توجہ نیست
نرگس تصویر را سیراب میخواہیم ما

مدعا وابستہ چشم عنایات شما است
حیف آن امری کہ از اسباب میخواہیم ما

دارم عشق نوجوان امداد با پیرانہ سر
بادہ گلرنگ در مہتاب می خواہیم ما

ولہ
در لباس سلطنت خواہیم رنگ فقر ہم
راحت بیخوابی از گرداب میخواہیم ما

بے تو در شہر دل ما عشرت آئینہ بست
نور از مہرت بود شمع شبستان مرا

با لباس سرمہ در چشم خوبان مردم
تا بود بر من نگہ برگشتہ مژگان مرا

ولہ
از دلش کن محو یارب یاد نسیان مرا
نشکن از خاطر شکستیہای پیمان مرا

ولہ
آنہا کہ زلف یار مکرر نوشتہ اند
ہر سطر این مسودہ ابتر نوشتہ اند

ولہ
گر بصحرا نگہ او چمن آرا گردد
شاخ آہو قلم نرگس شہلا گردد

صندلی رنگ نہی گرد سر و ریحان دارد
دارو ہم گرد سر ما بہ تمنا گردد

ولہ
اگر گویم کہ چنین ابروست ابرو کمان من
رسد گر سہر چشمش میشود خاطرنشان من

ولہ
چو موشد ناتوان دیوانۂ زلف گرہ گیرش
نو آن از سایۂ سنبل کشیدن پا بزنجیرش

نمیدانم چه سان از پردهٔ حسنش چهره بکشاید   بتان چون کلک مانی یکقلم شد صرف تصویرش

مستزاد

سازی تو حنا بهانه در خون لطیم * اے داغ نگاه
بر سبز رنی گلے و ما داغ شو یم * خورشید پناه
این مسئله از کدام ملت یارب * از بہر کردی
تسبیح رقیب و مازیاد تو رویم * سبحان اللہ

خواجہ - خواجہ ایوب مخاطب بہ جمیل بیگ خان اورنگ آبادی

خواجہ تخلص - خواجہ ایوب نام جمیل بیگ خان خطاب - آپ جمیل بیگ خان مرحوم عالمگیری کے پوتے ہین - مرحوم میر عالمگیری عہد مین خان جہان بہادر کوکلتاش کے ہمراہ اورنگ آباد دکن مین وارد ہوئے - جہاؤنی کی وجہ سے متوطن ہو گئے - اورنگ آباد مین جمیل پورہ آپکا آباد کیا ہوا یادگار باقی ہے اور ایک مسجد بزرگ بہی آپکی بنائی ہوئی موجود ہے - مرحوم کے والد خان خواجہ محمد زاکر مشائخ کابل سے تہے - پیری مریدی کا خاندانی موروثی پیشہ تہا - اکثر قوم مغل کلنہ تاری آپکے مرید و معتقد تہے ۔

خواجہ ایوب انقلاب زمانہ کی وجہ سے عالم بیکاری مین نہایت پریشانی و بیقراری سے زندگی بسر کرتے تہے - گذر اوقات کیلئے کوئی ذریعہ معاش نہین تہا - بزرگون کا جو سرمایہ ذخیرہ تہا وہ سب رفتہ رفتہ صرف ہوگیا تہا - تلاش معاش کے جویا تہے کہ نواب عضد الدولہ عوض خان بہادر صوبہ دکن نے صوبہ داری دکن کی نیابت و بیضاپور کی قلعداری پر مامور فرمایا - منصب و جاگیر بہی عطا کیا - آپ دونون خدمتون کا انجام

و اہتمام عمدہ طرح سے کرتے تہے - ملک کی بہبودی مین سعی و کوشش فرماتے رہے سرکاری کام دیانت و امانت سے ادا کرتے رہے - آخر بندگان حضور آصفجاہ نے قدردانی و جوہر شناسی سے آپکو برار کی صوبہ داری پر مقرر فرمایا - مدت تک برار رہین رہے - آپ شجاع و بہادر تہے - مستقل مزاج و ثابت قدم و تجربہ کار خوش کردار و خوش رفتار - اور بہت بازے دوست نواز تہے - رقص و سرود و مجلس سماع کے شائق تہے - مجلس سرود و رقص مین کثرت رقت و درد سے زار زار روتے تہے - گہنٹون عالم سکوت مین مستغرق ہوتے تہے نواب عضد الدولہ بہادر و حضور زبان مبارک سے فرماتے تہے کہ آپ سلف کے یادگار ہین آخر آپنے خدمت ملازمت ترک کی اور گوشہ نشینی اختیار کرلی - آپکی زندگی کا آخر حصہ بخیر ہوا - آپ موزون الطبع و ذہین و فہیم تہے - شعر فارسی مین کبہی کبہی فکر کرتے تہے کلام بلاغت و فصاحت سے خالی نہین ہے ہم اشعار ذیل ہدیہ سامعین کرتے ہین -

من اشعارہ

دل می طپید از ذوق ندانم خبری کیست   رنگم پریده چهره درین رهگذری کیست
مدنظر سیر کنان قبلہ نما گشت   پروانہ نگہ از اثر بال و پرے کیست

وله

بسوخت ز آتش شوق تو جان تن قلیست با   بسان شمع بسوزند و پیرہن با قیست
ہلاک گشتن مجنون ہزار سال گذشت   ہنوز در کفنش بوے سوختن با قیست
چراغ راہ ندارم ہنرم سوختگان   مدام پرتو حسنت در انجمن با قیست
رسید تیر نگاہت بدل شتاب شد   ہزار ریختہ کردند و خستن با قیست
بناز بر سر مقتول خود بیا ظالم ہین   کہ بکفنش از آہ زیستن با قیست

وله

ز شبنم نگہم دادہ آب بر رخ گل   بہار گشتم در برگ گل چو بو رفتم

گہرفشان شدہ اشکم زچشم بہر نثار	وله	بپائے بوسِ تو ہردم با برو رفتم
زگرمئی نگہت چو جان خویش آب شدم		برائے آن لب لعل تو در سبو رفتم
صدائے قلقل مینا شنیدہ مست شدند	وله	کسے چگونہ چشند قطرہ ایاغ ترا
از پیروی زمانہ مرا دردسر شدہ	وله	صندل موافقت بسرمن نمی کند

آخر آپنے سنہ ۱۱۷۹ ہجری مین اس دار ناپائدار سے عالم بقا مین رحلت کی اور شہر اورنگ آباد مین مدفون ہوئے۔

خاکی ۔ حیدر بیگ بدخشانی الاصل

خاکی تخلص ۔ حیدر بیگ نام بدخشانی الاصل ہے۔ آپکے بزرگ بدخشان سے عالمگیری زمانہ مین وارد ہند ہوئے۔ بادشاہی لشکر مین ملازم ہوئے۔ خاکی کی ولادت ہند مین واقع ہوئی نشو نما بہی ہند کی آب ہوا مین پایا۔ بقدر ضرورت فارسی عربی مین استعداد حاصل کرنیکی بعد شعرگوئی کا شوق دلمین پیدا ہوا۔ کبہی کبہی موزون کرتے تہے۔ سپاہ پیشہ تہے ہند سے نواب نظام علیخان آصفجاہ ثانی کے زمانہ مین دکن مین وارد ہوکے محمد وفادار خان داروغہ باورچیخانہ سرکار فیض آثار بخشی بیگم صاحبہ کی خدمت مین ملازم ہوئے۔ داروغہ صاحب کے فرمانے سے ملکہ علیم النسا بادشاہزادی مصر کا قصہ جو فارسی مین تہا اوسکو اردو زبان مین نظم کیا۔ قصہ مذکور ہمکو سنہ ۱۲۱۶ ہجری کا لکہا ہوا دستخطی سید عبد النبی خان مرتبہ خان دکنی ملا ہے۔ ہم اسمین سے چند اشعار ہدیہ ناظرین کرتے ہین۔ خاکی کا انتقال سنہ ۱۲۵۷ ہجری مین واقع ہوا۔

من اشعارہ

ہم عشق بہی سیکہین اگر استاد ہو کوئی	دل تو ہی بتا دے مجہے گر ہو کوئی

من قصہ علیم النسا

الٰہی ترا مجکو کون دیدار دے	مجہے دین اسلام کا پیار دے
تری ذات عالی ہے حیّ قدیم	جو تیری کرے یاد ہے مستقیم
محمد نبی صاحب تخت و تاج	رکہا انکے سر پر شفاعت کا تاج
نبی و علی دونون ہین پاک ذات	انہی کی شفاعت سے سبکی نجات
یہ قصہ جو تہا فارسی مین سب	لکہا فارسی کو مین ہندی مین اب
اگر کوئی پڑہیگا یہہ قصہ کو لا	وے ایک ہے عرض سب سے مرا
تو کچہہ نا کہے اسکو خامی پر جا	بہر حال خاکی کو دیوے دعا

اس قصہ مین اکیسو سوال ہے۔ سوالات عالم عناصر وغیرہ اشیا کی حقائق کی نسبت مین ایک فاضل عبد العلیم ہندی کے ہر ایک سوال کا جواب دیتا ہے قصہ عجیب و غریب ہے رسالہ ہزار مسائل کی طرح ہے مطالعہ سے لطف و مزہ آتا ہے۔

خلیل ۔ اصالت خان حیدرآبادی

خلیل تخلص ۔ اصالت خان نام۔ آپ سید مظفر مازندرانی کے جو ابو الحسن تانا شاہ والی دکن کے وزیر تہے فرزند ہین۔ آپکی ولادت باسعادت حیدرآباد دکن مین ہوئی۔ اور نشو نما بہی دکن ہی کی زمین مین ہوا۔ سن شعور کے بعد علما و فضلا کی خدمت مین کتب درسیہ عربیہ و فارسیہ تحصیل کین۔ جامع فضائل و فواضل ہوئے۔ ہمعصرون مین لائق و فائق شمار کئے گئے۔ سرکاری خدمات پر مقرر رہے۔ مدت تک والد ماجد کے سایہ عاطفت مین

سرکاری کامون کو اچھی طرح سے انجام دیتے رہے۔ آخر ۱۰۹۳ھ ہجری مین والد ماجد کے ہمراہ عالمگیر بادشاہ کی خدمت مین پہنچے۔ بادشاہی منصبدارون مین شریک ہوئے۔ موزون الطبع خوش فکر تھے۔ کبھی کبھی شعر بھی کہتے تھے۔ سنہ وفات کا ذکر کسی تذکرہ نویس نے نہین لکھا۔ لیکن آپ کی رحلت ۱۱۱۵ھ ہجری مین واقع ہوئی۔ خدا غریق رحمت کرے۔ آپ کے نتائج طبع سے صرف ایک شعر ملا لکھا گیا۔

من اشعارہ

قطرۂ خورشید را حکم چکیدن نہ دہم	تشنہ لب عشق را ذوق چشیدن نہ دہم

خان۔ محمدی خان دکنی

خان تخلص۔ محمدی خان نام۔ آپکا اصلی وطن و مولد حیدر آباد دکن ہے۔ آپ عالم شباب مین فارسی مین بقدر ضرورت لیاقت حاصل کر کے شہر مین کوئی ایسا سبب واقع ہوا کہ وطن سے دل برخاستہ ہو کر دلّی مین گئے۔ سپاہ پیشہ تھے وہان کسی محکمہ مین ملازم ہو گئے۔ خوشی و خرّمی سے زندگی بسر کرنے لگے۔ اور دلّی ہی مین سکونت اختیار کر لی۔ شعرگوئی کا شوق تھا وہان نواب سعادت یار خان رنگین المتوفی ۱۲۵۱ھ ہجری کے شاگرد ہوئے۔ شعر خوب کہنے لگے۔ کلام درست و صاف و بامحاورہ ہوتا ہے۔ آپکے انتقال کی کیفیت کسی تذکرہ نویس نے نہین لکھی۔ مگر تقریباً ۱۲۶۵ھ مین راہی عدم ہوئے

من اشعارہ

یاد جسوقت تری آتی ہے	مجکو ہچکی وہین لگ جاتی ہے

خاص۔ شاہ خاص حیدر آبادی

خاص تخلص۔ شاہ خاص نام۔ آپ حیدر آبادی المولد ہین آپکے والد شاہ خاموش صاحب اول جو آصفجاہ ثانی کے زمانہ مین اندرون شہر چادر گھاٹ کے متصل سکونت پذیر تھے۔ درویش فانی و فقیر حقّانی تھے۔ متوکل علی اللہ و قانع آپ بھی بدستور قدیم بزرگان سلف کے طریقہ پر قائم تھے۔ والد ماجد کے مرید و خلیفہ۔ آپ کی شکل و صورت درویشانہ تھی۔ جُبّہ و دستار مشائخانہ پہنتے تھے خوش مزاج و پاکیزہ طینت تھے مزاج مین محبت الٰہی کا جوش اور دلمین شعر گوئی کا خروش تھا۔ شعر عمدہ کہتے تھے۔ نازک مزاج و عالی دماغ تھے۔ آپ ۱۲۴۰ھ ہجری کے قریب فوت ہوئے۔ آپکے دوسرے بھائی مسمی طٰہٰ بھی شاعر تھے۔ ہجوگوئی مین کمال رکھتے تھے۔ مہاراجہ بہادر نے دو روپیہ یومیہ مقرر کر دیا تھا

من اشعارہ

گلاب سے تازہ گال اُسکے کلی نازک دہن گلابی	تمام قد نونہال رنگین قبا سراپا چمن گلابی

ردیف الدال

درگاہ۔ درگاہ قلیخان سالار جنگ

درگاہ تخلص۔ درگاہ قلیخان سالار جنگ نام۔ آپ کان نور نور الوس مشہدی سے تھے۔ آپکے جد اعلیٰ خاندان قلیخان شاہ صفی کے زمانہ مین علی مردان خان گورنر قندہار کے ہمراہ تھے۔ علی مردان خان نے شاہ صفی کی نا قدردانی کی وجہ سے نوکری ترک کر کے شاہ جہان بادشاہ ہند کی خدمت مین آنیکا ارادہ کیا۔ تشریف آوری سے پہلے خاندان قلیخان کو درگاہ بادشاہ مین بھیجا۔ خاندان قلیخان غرۂ جمادی الآخر

سنہ ۱۱۴۰ ہجری مین درگاہ بادشاہی مین آیا علی مردان خان کی عرضداشت پیش کی
خلعت و انعام ہزار روپیہ سے سرفراز ہوا۔ علی مردان خان پندرہ تاریخ رجب سنہ مذکور
کو بادشاہ کی ملازمت مین حاضر ہوا۔ بادشاہ نے نہایت قدردانی سے صوبہ داری
کشمیر پر مقرر فرمایا۔ اور خاندان قلیخان کو اپنے پاس رکہا۔ خاندان قلیخان کے انتقال
کے بعد اُن کے خلف الصدق درگاہ قلیخان کو بذریعہ علی مردان خان منصب و جاگیر
ضلع ٹہٹہ مین مقرر فرمایا۔ سرکار علی مردان خان کی میر سامانی بہی منصب و جاگیر کا
ضمیمہ ہوئی۔ علی مردان خان کے بعد درگاہ قلیخان شاہزادہ اورنگ زیب کے
منصبدارون مین شریک کیا گیا۔ شاہزادہ کے ہمراہ دکن مین آیا۔ پہر چند روز کے بعد
ہند مین مراجعت کی اور وہان فوت ہوا۔ پہر اُنکا خلف الصدق نوروز قلیخان
داروار ضلع بیجاپور کی قلعداری پر سرفراز ہوا۔ مدت تک قلعداری کا اہتمام
کرتا رہا۔ پہر وہین فوت ہوا آپکا خلف الصدق خاندان قلیخان ثانی منصب و جاگیر
سے سرفراز ہوکر منصبداران متعینہ اورنگ آباد مین شریک ہوا۔ شاہ عالم خلد منزل
کے زمانہ مین سنگمنیر کی وقایع نگاری اور اضلاع کی فوجداری پر سربلند ہوا۔
نواب آصفجاہ نے اپنے زمانہ مین اپنی خاص سرکاری خدمات پر مامور فرمایا۔ نظام آباد
بالائے گنتل فردا پور جو اورنگ آباد سے بیس کوس کے فاصلہ پر واقع ہے اُسکی تعمیر و آبادی
آپکے اہتمام سے ہوئی۔ آپ اُسوقت پیر عمارت تہے۔ آپکے خلف الصدق نواب
درگاہ قلیخان ثانی سالار جنگ صاحب ترجمہ کی ولادت انیسوین تاریخ رجب سنہ ۱۱۲۳ ہجری
سنگمنیر مین واقع ہوئی چنانچہ خود سالار جنگ تاریخ تولد مین کہتا ہے ؎

شد سال ولادتش ز روئے الہام درگاہ قلی ز خاندان والا

نشو و نما کے بعد جب آپنے چودوین سال مین قدم رکہا سرکار آصفجاہ نے منصب
و جاگیر سے سرفراز فرمایا۔ بیس برس کی عمر مین اپنا ہمرکاب کیا اکثر حضوری خدمتین
آپکے تفویض تہین۔ آپ خدمات کا اہتمام نہایت دیانت و امانت سے فرماتے رہے
جب تک زندہ رہے حضور آصفجاہ کی عنایات و مراحم سے خوشحال و سرفراز رہے
حضور کے سفر دلی مین جو ہنگامہ نادرشاہی مین ہوا تہا آپ ہمرکاب تہے۔ مدۃ العمر
سرکاری خدمات و آقا کی تابعداری مین جانفشانی و عرق ریزی کرتے رہے۔ نواب
نظام الدولہ ناصر جنگ شہید کے عہد مین بہی ممتاز اقران و محسود جہان رہے
نواب امیر الممالک صلابت جنگ کے زمانہ مین منصب شش ہزاری اور موتمن الدولہ
خطاب اورنگ آباد کی صوبہ داری سے سربلند و نامور ہوئے۔ خوب انتظام بند و بست
کرتے رہے۔ جب ریاست دکن کا انتظام نواب آصفجاہ ثانی کے متعلق ہوا اُسوقت
آپ ہفت ہزاری منصب و ماہی مراتب و موتمن الملک خطاب سے معزز ہوئے۔ اور سواری
عماری ہاتہی و جہالر کی اجازت ملی۔ اُسوقت حضوری دستور تہا کہ کوئی امیر بغیر
اجازت حضور عماری پر سوار نہین ہوسکتا تہا۔ اب بہی دکن مین وہی دستور جاری
ہے چند مدت کے بعد حسن خدمات کے صلہ مین خاندوران خطاب سے مخاطب ہوئے
آصفجاہ ثانی آپکو بہت چاہتے تہے۔ اور نہایت عزیز رکہتے تہے جس زمانہ مین
کہ راجہ بہادر دریائے گنگا کے کنارے مقتول ہوا آصفجاہ ثانی اورنگ آباد
مین رونق افزا ہوئے۔ اور چہاونی کے لئے حجستہ بنیاد ہی کو تجویز فرمایا۔ حضور
بہی شہر مین مقیم ہوئے۔ بندگانعالی کثرت عنایت و رحمت سے آپکے محلات
مین رونق افروز ہوئے۔ چند روز رہے۔ آپنے آقائے نامدار کی نہایت شایان

وشوکت سے مہمانداری کی ہر روز جشن نوروز تھا۔ سامان عیش جلوہ افروز تھا۔
علی ہذالقیاس رات کی بھی یہی کیفیت رہتی تھی رات کیا تھی شب برات تھی
جب حضور بندگانعالی رخصت ہوئے۔ اکثر تحائف بے بہا نذر گذرانے
حضور نے نہایت خوشی سے منظور فرمایا۔
بعدازان گردش تقدیر سے کوئی ایسا سبب پیدا ہوا کہ آپ غرہ رجب سنہ ۱۱۷۹ ہجری
مین اورنگ آباد کی صوبہ داری سے معزول ہوئے۔ عزیز خلائق تھے آپکی معزولی
سے عام شہر مین رنج والم تھا گھر گھر شور و ماتم تھا۔ اس حالت مین عام کا آپکے ساتھ
ہمدردی و افسوس کرنا اس بات کی تصدیق کرتا ہے کہ آپ دیانتدار و امانتدار
ومنصف تھے اور یہہ قبولیت عام اس امر کو ثابت کرتی ہے کہ آپ خلق مجسم و صلح کل
تھے۔ نہین تو ایسی حالت معزولی مین عرف عام رواج کے موافق کوئی ہمدردی نہین کرتا
بلکہ لعن وطعن کرتے ہین۔ آپ پنجم ذیحجہ سنہ مذکور کو اورنگ آباد سے نظام آباد
جاگیر مین تجمل وشان کے ساتہہ روانہ ہوئے۔ روانگی کیوقت مجمع عام تھا
عمائد شہر و مشائخ و فضلا بیرون شہر تک ہمراہ آئے آپکو نہایت حسرت و رنج
سے رخصت فرمایا۔ فقرا و غربا کا ہجوم تھا شور و غل تھا۔ آپکے احسانات یاد کرتے
تھے اور کہتے تھے کہ شہر سے اگر ہزار آدمی چلے جائین تو کچھہ غم نہین ہوتا اور نہ شہر کی
آبادی مین بھی کمی نہوتی مگر اس مربی داتا کے جانے سے شہر ویران نظر آتا ہے
آپ خوش مزاج و خوش خلق تھے منصف و عادل۔ کریم باذل تھے۔ شگفتہ طبع
و زندہ دل۔ دلاوری مین دلیر و بیدل تھے۔ رعیت پروری و غربا نوازی مین بے نظیر
تھے۔ ملکی و مالی تدابیر مین روشن ضمیر تھے۔ طلاقت بیانی و سخندانی مین بے مثل

انشا پردازی و تاریخ دانی مین بے بدل۔ آپکی حاضر جوابی اور بداہتہ بیانی مشہور
تھی۔ طبیعت کی تیزی نور علی نور تھی۔ آپ وقت کے پابند تھے آپکا وقت کاموں سے
معمور رہتا تھا۔ وقت کی بڑی قدر کرتے تھے۔ آپکی ظاہری شان و شوکت و حشمت کی
شان بھی قابل دید تھی اور آپکی سواری بڑی تکلف و تجمل سے نکلتی تھی۔ دو مین سو
سوار حبشی و عرب و دکنی جلو مین ہمرکاب رہتے تھے۔ سواری کے آگے چند عرب
و پیچھے الغوزہ بجاتے ہوئے گاتے تھے۔ اچھلتے کودتے تھے۔ سواری کے دیکھنے سے
لطف آتا تھا۔ امارت و ریاست کا تماشا نظر آتا تھا۔ اور رعایا کے دلون مین رعب
و خوف ہوتا تھا۔ کوئی مفسد و باغی فساد و بغاوت نہین کرنے پاتا تھا۔
آپ لطیفہ گوئی و بذلہ سنجی مین یکتا تھے۔ آپکے لطائف و ظرائف اکثر مشہور ہین
منجملہ ہم چند لطیفے شائقین کے مطالعہ کے لئے لکھتے ہین کہ اون کے دیکھنے سے
لطف اٹھائین۔ کہتے ہین کہ جناب شاہ علی صاحب کے صاحبزادہ کی شادی تھی مجلس
منعقد مین شہر کے تمام امرا و مشائخ حاضر تھے۔ اور اس مجمع مین جناب میر غلام علی
آزاد بلگرامی و شاہ محمود صاحب و نواب خان دوران صاحب جمہ و نواب اشجع الدولہ
مجتمع تھے۔ اسوقت حسب دستور طرفین یعنی داماد و عروس کے وکلا قاضی صاحب کے سامنے
آئے۔ خواجہ دکہو نامی بنات فروش عروس کی طرف سے وکیل ہوکر آیا۔ خاندوران کا قلیخان
نے کہا۔ آج ہمکو معلوم ہوا کہ آپ بنات فروش ہین۔ حاضرین مجلس اس لطیفہ سے
بہت ہی محظوظ ہوئے۔ لفظ بنات جمع بنت یعنی بیٹی۔ و بمعنی پارچہ پشمی۔
لطیفہ دیگر ایکروز شاہ علی صاحب نے نواب صاحب سے کہا کہ ہم غیرون کیلئے
فقط دنیا کی دعا کرتے ہین مگر آپکے لئے دین و دنیا دونون کی دعا چاہتے ہین۔

دین کی دعا کا محل مسجد مقرر کیا ہون اور دنیا کی دعا کا مقام بیت الخلا۔ کیونکہ وہ مقام قضا، حاجت ہے۔ نواب نے کہا آپ مسجد مین کئے مرتبہ جاتے مین۔ شاہ صاحب نے فرمایا پانچ وقت۔ اور بیت الخلا مین کئے بار شاہ صاحب نے کہا ایک مرتبہ یا دو مرتبہ۔ نواب صاحب نے کہا مین جناب الٰہی مین دعا کرتا ہون کہ حضرت کو پیچش ہو تاکہ آپ بیت الخلا مین بار بار جائین اور دنیا کی دعا بہت کرین شاہ صاحب و حاضرین قہقہہ مار کر ہنسنے لگے۔

لطیفہ دیگر چند نوملازمین کی درخواستین نوابصاحب کی خدمت مین پیش ہوئین نوابصاحب نے ہر ایک شخص کو بالمشافہ بلا کر اُسکی حیثیت کے لائق تنخواہ مقرر کر کے دستخط فرماتے تھے۔ اونمین دو لڑکے کم سن تھے۔ نوابصاحب نے ایک کی درخواست پر لفظ بیا موزد لکہا اور دوسرے کی درخواست پر لفظ دیگر لکہا۔ وہ دونون کم سن لڑکے لچہمی نرائن پیشکار کی خدمت مین گئے۔ پیشکار نے دونون درخواستونکا نقشے سیکھے[12] لکہوایا۔ اور نوابصاحب کی خدمت مین دونون کو پیش کیا۔ فرمایا کہ کل یہہ دونون منظور ہوئے۔ پیشکار نے عرض کیا جسکی فرد پر آموزد دستخط تہا وہ آج سیکہکر آیا ہے۔ اور دوسرا جسکی فرد پر دیگر ہے مین نہین سمجھتا ہون کہ دیگر سے وقت مراد ہے یا کوئی دوسرا شخص۔ نواب صاحب نے پیشکار کی تقریر سے تبسم فرمایا اور دونون کو نوکر رکہہ لیا۔

لطیفہ دیگر دلی مین آپ نواب آصفجاہ کے ہمراہ تھے۔ دربار مین نادر شاہ نے محمد شاہ سے کہا کہ ہم کل جائین گے اُسوقت آپ نے یعنی درگاہ قلیخان نے آہستہ نواب کے کان مین کہا کہ النادر کالمعدوم۔ نواب آصفجاہ بہادر آپ کے

لطیفہ نادر سے بہت خوش ہوئے۔

آپ شعرا دوست و علما پرست تھے۔ قدردان و جوہر شناس۔ ہر مہینہ مین دو مین عام جلسہ اپنے باغ دلکشا مین منعقد فرماتے تھے۔ اور اُن بزرگون کو جو لائق صحبت ہوتے تھے بلاتے تھے۔ اور ہر روز آپکے دولتخانہ پر ہم مشربان خاص کا جلسہ رہتا تہا۔ اور آپکی مجلس مین تکلف نہین ہوتا تہا۔ آپ حاضرین مجلس سے خندہ رو و شگفتہ جبین ملتے تھے۔ آپ تعمیر عمارات و آبادی قصبات و دیہات کے شائق تھے اورنگ آباد مین اکثر عمارات آپکی یادگار ہین۔ باغ دلکشا اورنگ آباد مین جنوبی جانب آپکا بنایا ہوا ہے سنہ ۱۱۷۲ ہجری مین ایک نہر کہدوائے اور باغ مین لائے۔ اور باغ مین ایک کشادہ حوض بنوایا۔ حوض کی وجہ سے باغ سیراب و تازہ رہتا ہے۔ میر غلام علی آزاد بلگرامی نے اُسکی تاریخ لکہی۔

تاریخ بنائے نہر

خاندوران میر عالیجاہ ۔۔۔ مورد عاطفات ربانی
نہر آب حیات جاری کرد ۔۔۔ خضر آنرا کند نگہبانی
کامیاب زلال احسانش ۔۔۔ مردم شہر دبیا بانی
کرد این نہر را روان در باغ ۔۔۔ تازہ شد آب و رنگ بستانی
کند حوض وسیع در بستان ۔۔۔ کہ توان گفت کوثر ثانی
این عمل انتیاز خاصی یافت ۔۔۔ از قبول جناب سبحانی
سال تاریخ او طلب کردم ۔۔۔ گفت دل نہر خان دورانی

آپ موزون الطبع تھے۔ سخن فہم و سخندان تھے۔ کبھی کبھی شعر موزون کرتے تھے

اور ہندی مین مراثی حضرت سید الشہدا امام حسین علیہ السلام کے مراثی بہت ہی خوب کہتے تہے۔ چند اشعار مندرجہ ذیل آپکے طبعزاد ہین۔ ایکروز میر آزاد بلگرامی نے خواجہ حافظ شیرازی کی غزل پر۔ صبا بلطف بگو آن غزال رعنا را ٭ کہ سر بکوہ وبیابان تو دادہ مارا ٭ طرح کی اور فرمایا ؎

صبا بپیام رسا آن بہار رعنا را ۔ کہ داد بوئے تو سرمایۂ جنون مارا

اُسیوقت نواب خانِدوران خان بہادر نے بہی فی الفور فرمایا ؎

صبا بپیام رسا آن جنون تمنا را ۔ بہار آمد و سر سبز کرد صحرا را

لچہمی نرائن مولف گل رعنا نے بہی حسب خواہش نواب صاحب موزون کیا ؎

فزود جلوۂ او سیل گریہ مارا ۔ طلوع ماہ کند بیش آب دریا را

نواب صاحب بہت خوش ہوئے اور تحسین و تعریف کی۔ آپکی بحالی کا سامان موجود ہوگیا تہا۔ یکایک آپ ۱۸ جمادی الاول ۱۱۸۰ھ مین مرض سرسام سے نظام آباد مین فوت ہوئے۔ وہان سے نعش مبارک کو اورنگ آباد مین لائے آپکے والد ماجد کے مقبرہ مین جو شہر کے جنوبی جانب ہے دفن کئے۔ دفن کیوقت عمائد شہر و مشائخ و فقرا جمع ہوئے۔ شور و غوغا برپا تہا قیامت تہی۔ میر علی رشید اُ جینی نے مادۂ تاریخ مین ایک مصرع لکہا ؎ اہل عالم سینہ چاک از ماتم سالار جنگ ٭ اور کسی دوسرے شاعر نے ایک مصرع مین تاریخ صوری و معنوی لکہی ؎

یکہزار و یکصد و ہشتاد سال

۱۱۸۰ ہجری

مین آپ کی اولاد و شجرۂ خاندان کو گزارش کرتا ہون

اولاد نواب موصوف

حنیف الدینخان بانی سرائے اورنگ آباد کی لڑکی کے بطن سے

ایک دختر
بنکاح محمد صفدر خان غیور جنگ بن شیر جنگ تہی

دو فرزند
امام قلیخان موتمن الدولہ سالار جنگ جاگیردار برار و خجستہ بنیاد
وصی قلیخان مخاطب بہ درگاہ قلیخان جاگیردار برار

شجرۂ نسب
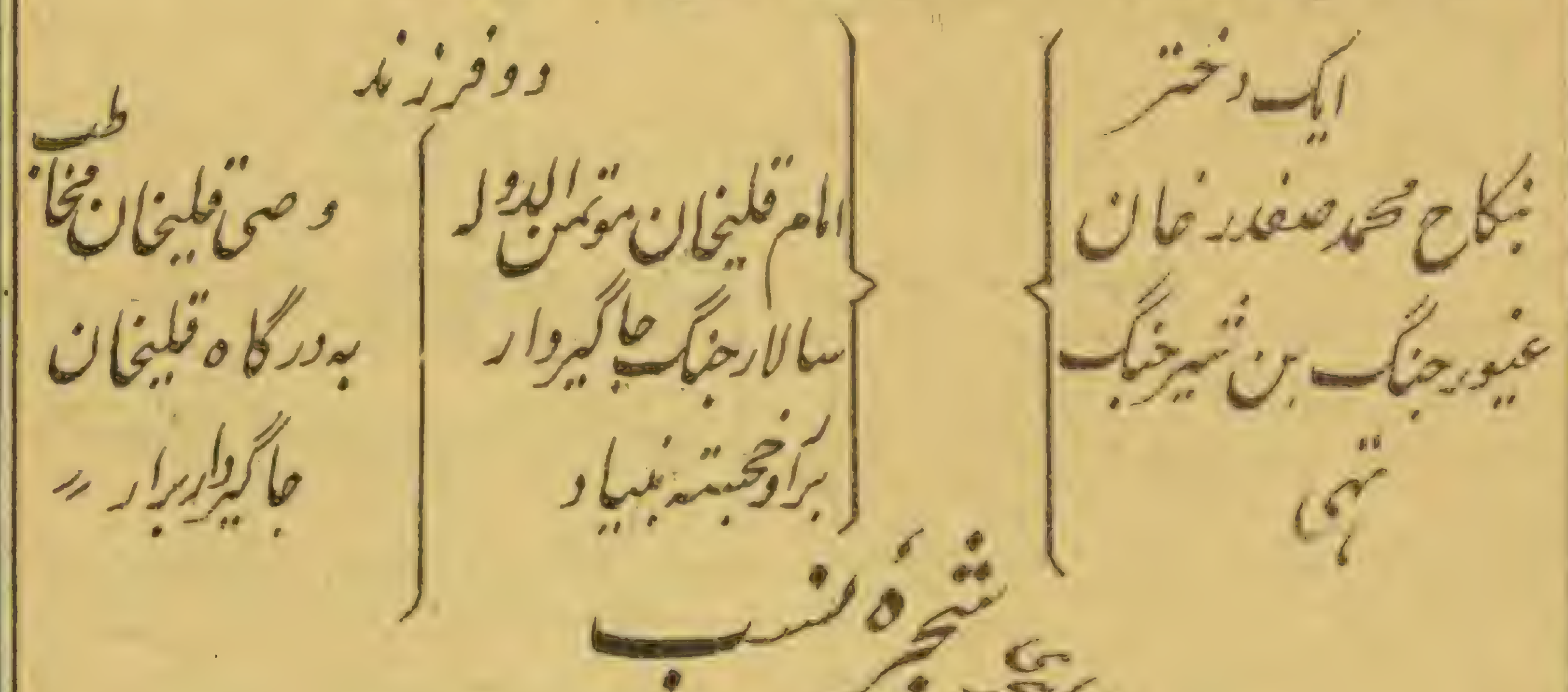
رحمت حق بتعین پیوست ۱۱۵۰ ہجری

خاندان قلیخان ذو القدر از ترکان بور بور الوس خانان سیاہ خیمہ نواحی مشہد مقدس

درگاہ قلی خان اول

نوروز قلیخان قلعدار دہاروار بیجاپور ۔ بہشتِ مکی

خاندان قلیخان دوم نظام آباد کی تعمیر آپکے اہتمام سے ہوئی

درگاہ قلیخان ثانی المتولد ۱۱۲۲ ہجری بمقام سنگمنیر دکن

دختر

دو پسر
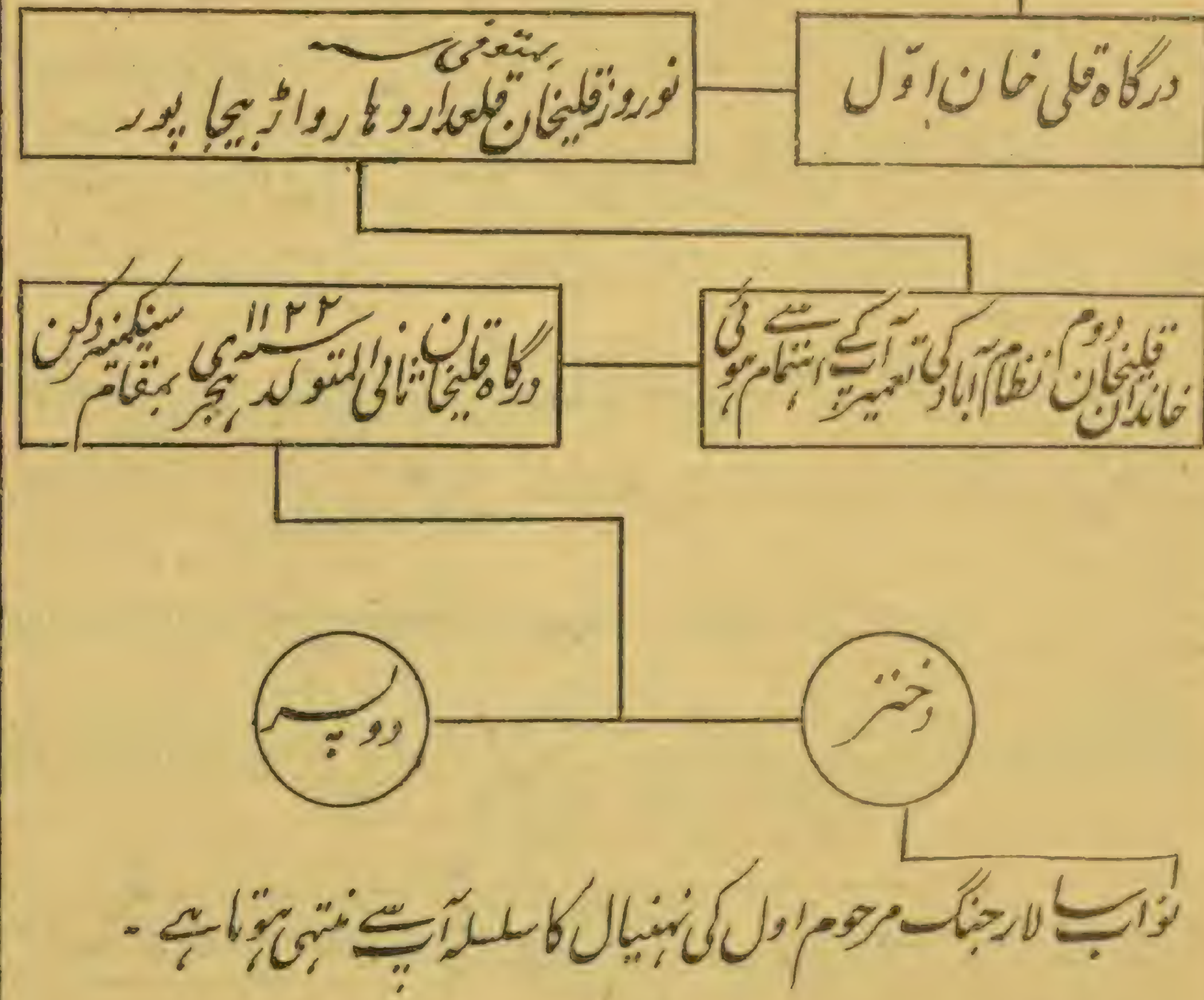
نواب سالار جنگ مرحوم اول کی ننہیال کا سلسلہ آپ سے منتہی ہوتا ہے۔

جب سنہ ۱۱۴۶ ہجری مین وزارت خان اورنگ آبادی کو غفران پناہ عالیجناب آصفجاہ اول نے دوبارہ دیوانی سے سرفراز فرمایا۔ احباب نے جوش خوشی سے تاریخین کہین۔ آپنے بھی دو بیتین تاریخی موزون کی۔ ہر ایک مصرع سے سنہ سرفرازی دیوانی برآمد ہوتا ہے لیکن مصرع آخر مین ایک عدد زائد ہے۔ **ھو ھذا**

شد بحکم تو بزم نورانی — با مصابیح فضل یزدانی
از برای صلاح خلق اللہ — باز رونق گرفت دیوانی

گل رعنا کے مولف نے آپکے اوصاف حمیدہ اسطرح لکھے واقعی آپ جامع الصفات والکمالات تھے مولف کا قول مبالغہ سے مبرا ہے خوشامد و تملق کے دھبے سے معرا ہے **ھو ھذا** درگاہ قلیخان بہادر مخاطب بہ موتمن الدولہ خاندوران سالار جنگ امیرے بود عالیجاہ دانش نگاہ متصف باوصاف حمیدہ و متخلق باخلاق پسندیدہ غنچۂ تصویر را در محفل رنگینش ہوائے شگفتگی در سر و طوطی خوش صفیر را ازبیان شیرین منقار در شکر۔ بلبل ہزار دستان مستفید طلاقت زبانش۔ و گل شگفتہ جبین دریوزہ گر چہرۂ خندانش۔ چرب نرمی او دل سنگ را موم می ساخت۔ و تالیف قلوب او احبا و اعدا را در دام می انداخت۔ ضمیر منیرش در بدیہہ بیانی بازار آئینہ می شکست و ذات والاصفاتش در بزم افروزی بالادست شمع می نشست۔ صولتش شیر نر زہرہ را آب می نمود۔ و شجاعتش گوئے سبقت از رستم و دستان می ربود الخ انتہی کلامہ

من اشعارہ الفارسی

ترک محض است گمان من و تو — من و تو نیست میان من و تو
معاشرانہ سوای بدوستان داریم — برای ما و شما این ہوا چہ میخواہد

نگاہش دیدہ صہبا آفریدند — قدش دیدند طوبی آفریدند
بعالم ریختند اشکم رنگ طوفان — ز جیب قطرہ دریا آفریدند

وله

می چکد رنگ بہار از خامہ‌ام — وصف رخسار کہ انشا می کنند
حکم آصف این غزل را تازہ کرد — کارہا را کارفرما می کنند

وله

کسیکہ در صدد وصف آن دہن باشد — چو شخص ہیچ مدان در پئے سخن باشد

وله

بآغوش آید آن دلدار خواہی چنین باشد — خدا اگر راست آرد دولت و جاہ چنین باشد
چہ منتہاست بر دل از صبا گر نکہت زلفش — حیات تازہ می بخشد ہوا ہائے چنین باشد
مصفا ساختم مہر قدومش حضرت دل را — برای شاہ والاجاہ درگاہے چنین باشد

وله

سوائے حیدر کرار شاہ مردان کیست — کہ ذوالفقار باو داد حق بہی دختر

وله

دلم را فرقت آن ماہ سلیمان ساخت سیپارہ — نمود از ہم جدا اجزائے قرآنی کہ من دارم

وله

کردیم ثنا بحر طاقت — اے صبر بما چہ کار داری
باکے نبود ز تیغ اعدا — گر صاحب ذوالفقار داری

وله

نوروز کہ روز سعد عشرت افزاست — مولائے جہان تخت خلافت آراست
از مقدم گل نماند آثار خزان — سالے کہ نکوست از بہارش پیداست

وله

کونین شد ایجاد برائے ایشان — حاشا کہ کسے رسد بجائے ایشان
اسرار نبوت اند اولاد علی — درگاہ فلک است خاکپائے ایشان

دانش میر رضی مشہدی

دانش تخلص ۔ میر رضی رضوی نام ہے ۔ آپ میر ابو تراب مشہدی کے فرزند ہیں

آپکے والد عالم فاضل تھے۔ دانش بہی بمصداق الولد سر لابیہ ہوشیار و ہونہار تہا۔ کتب ابتدائی والد ماجد سے پڑہین اور باقی کتب مختلف اساتذہ سے تمام کین۔ تحصیل سے فارغ ہونیکے بعد حرمین شریفین کی زیارت و حج کا ارادہ کیا جب حرمین پہنچا تو ایک مثنوی کعبہ کی تعریف مین لکہی۔ من ۲ اشعار له

زخوبی کعبه معشوق جہانست　　نشاط دلربائی در جہانست
بروئے تو نیازان در گشاده　　چه معشوقانه خود را جلوه داده
جمالش عذر خواه زحمت دشت　　بگرد آن تواضع میتوان گشت

ایسا ہی روضۂ منورہ کی وصف مین بہی کہتا ہے۔

ہمایون قبۂ سرکوب افلاک　　بہشت بے گمان عالم خاک
زحق بیگانگان را آشنا ساز　　چو ابرو طاق محرابش خدا ساز
ز دیوارش فلک را دست کوتاه　　نمایان تا بعرش از سایه اش راه

حج و زیارت سے مشرف ہو کے مشہد مین آیا۔ ہندوستان مین باپ سے ملنے کا شوق دل مین شعلہ زن تہا۔ چنانچہ ہند کے شوق مین کہتا ہے ؎

راه دور ہند پابست وطن دارد مرا　　چون حنا شد رہ میان رفتن بہندو خوش بستان ست

آخر مقامات متبرکات کی زیارت سے فارغ ہوتے ہی ایران و ہند کے جانے مین تردد کا فیصلہ کیا کہ سفر ہند کو ایران پر ترجیح دی چنانچہ کہتا ہے ؎

پریشان خاطرے باہم بگل داشت　　میان ہند و ایرانم دو دل داشت
حجر را در بغل پنہان کشیدم　　در آن آئینه روئے کار دیدم
جلا چون از سوادش دیده دادم　　سیه رنگی ہند آمد بیادم

پدر گز من روانش تازه بادا　　دران گلشن بلند آوازه بادا
نشاط آباد غربت بود جائش　　فضائے ہند باغ دلکشائش
شد از تحریک آن سر گشته بلبل　　سواد ہند بر من سایۂ گل
حقیقت را بلند آوازه کردم　　نمک با لعل سبزان تازه کردم
نگه را حسن گندم گون نصیبست　　چو طوطی سبز در ایران غریبست
گہر را قدر در خاک مرادش　　محک بخت آزمایان را سوادش
سوادے دیدنش سرمایۂ نور　　بمردم پروری چون دیدۂ مشہور
زبس سبز ست نخل بوستانش　　پر طوطی بود برگ خزانش
رسیدم فضل خونبہائے ایام　　ہوا برد از سرم فکر سرانجام

پہر دانش صاحب ترجمہ شاہجہان کے عہد مین وارد ہند ہوا۔ اور پدر بزرگوار کی ملازمت سے کامیاب۔ سرو آزاد مین میر غلام علی آزاد لکہتے ہین کہ در عہد شاہجہان با والد خود عازم ہند گردید الخ اور خزانہ عامرہ مین لکہتے ہین کہ در عہد صاحبقران ثانی شاہجہان بہند آمد و بدولت ملاقات والد کامیاب گردید الخ تحریر اول سے ثابت ہوتا ہے کہ ہند مین باپ کے ہمراہ آیا۔ تحریر دوم سے معلوم ہوتا ہے کہ شاہجہانی عہد مین آیا۔ اور باپ سے ملا یعنے اسکا باپ پہلے سے ہند مین موجود تہا۔ تحریر ثانی درست و صحیح۔ تحریر اول مین تردد ہوتا ہے۔ شاید سہو کاتب سے غلطی واقع ہوئی۔ والا میر صاحب سے ایسا تضاد واقع نہین ہوتا والعلم عند اللہ۔ ماہ شعبان سنہ ۶۵ ہجری مین ایک قصیدہ مدحیہ بادشاہ کی خدمت مین عرض کیا دو ہزار روپیہ صلہ پایا۔ قصیدہ کا مطلع یہہ ہے ؎

بجوان بلند کہ تفسیر آیۂ کرم ست — خطے کہ از کف دست مبارکش پیدا ست

چندے روز شاہزادہ دارا شکوہ کی ملازمت مین رہا۔ شاہزادہ کی عنایت و الطاف سے مخصوص ہوا۔ بہارستان کے مولف نے لکہا کہ شاہزادے نے میر رضی کو غزل کے ایک شعر کا صلہ ایک لاکہہ روپیہ عطا کیا۔ وہ شعر یہہ ہے ؎

تاک را سرسبز کن اے ابر نیسان در بہار — قطرہ تا مے میتواند شد چرا گوہر شود

اور شعر کے مضمون سے بہت ہی خوش ہوا۔ اور غزل مذکور یہہ ہے ؎

موسم آن کہ ابر تر چمن پرور شود — نکہت گل مایۂ شور جنون در سر شود

تاک را سرسبز کن اے ابر نیسان در بہار — قطرہ تا مے میتواند شد چرا گوہر شود

نالۂ بلبل نہان در پردۂ برگ گل است — بید ما غم کاش ازین یک پردہ نازکتر شود

تا بذوق گریۂ مستی درین بزم آمدیم — مے بدہ ساقی بقدرے آنکہ چشمی تر شود

راز پوشیدن نیاید دانش از بیتاب عشق — در میان انجمن پروانہ خاکستر شود

دار الخلافہ مین جب اس غزل کی شہرت ہوئی تب شعرائے وقت نے اسکے جواب مین موزون کئے۔ شاہزادہ دارا شکوہ نے یہہ بیت موزون کی ؎

سلطنت سہل ست خود را آشنائے فقر کن — قطرہ تا دریا تواند شد چرا گوہر شود

انتہی کلامہ۔ میر دانش صاحب ترجمہ چند مدت بنگالہ مین شاہزادہ شجاع بن شاہجہان کے ساتہہ رہا۔ اور وہان سے ابتدائے جلوس عالمگیری حیدر آباد دکن مین آیا۔ سلطان عبد اللہ قطب شاہ کی خدمت مین اعزاز و اکرام سے باریاب ہوا۔ قطب شاہ کے نزدیک معتبر و معتمد علیہ ہوا۔ قطب شاہ آپ کے ملنے سے بہت خوش ہوتا تہا۔ آپکی تقریر و تحریر کو پسند کرتا تہا۔ آپ دربار قطب شاہی کے

رونق تھے۔ تذکرہ نویسون کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ آپکے والد ماجد میر ابوتراب فطرت تخلص جو حیدر آباد مین سکونت پذیر تھے۔ اور قطب شاہی سلاطین کے سایہ پروردہ تھے سنہ ۱۱۰۱ ہجری مین فوت ہوئے اور میر مومن استر آبادی کے دائرہ مین دفن کئے گئے۔ آپکی لوح مزار پر یہہ رباعی جو مرحوم نے رحلت کیوقت موزون کی تھی لکھی ہوئی ہے۔ خود مولف فقیر نے بھی سنہ ۱۲۸۶ ہجری مین دیکھا تھا

رباعی

فطرت بتو روزگار نیرنگی کرد — ننواخت بمہر و خارج آہنگی کرد

آن سینہ کہ عالمی در و می گنجد — اکنون ز نزد و نفس تنگی کرد

اور اسی رباعی کے تحت مین میر رضی دانش کی رباعی جو والد ماجد کے فراق مین کہی مرقوم ہے ؎

دانش مکن اعتماد بر عمر دراز — کاید بزمان کم بسر عمر دراز

گیرم کہ چو عیسی بفلک بر شدہ — آید بچہ کار بے پدر عمر دراز

آخر الامر سلطان عبد اللہ قطب شاہ نے میر رضی دانش صاحب ترجمہ کو اپنے طرف سے نائب مقرر کرکے سنہ ۱۰۷۰ ہجری مین مشہد مقدس کو روانہ کیا۔ تاکہ روضۂ رضویہ مین بادشاہ کے طرف سے زیارت کے مراسم ادا کرے اور اس کے لئے سالانہ دو ہزار تبریزی وظیفہ مقرر کردیا تا بزندگی سلطان اسکو پہنچتا رہا۔ فقیر مولف نے تقرر سالیانہ کا فرمان عبد العلی طالقانی میر منشی قطب شاہ کی انشائے طالقانی مین جو میرے کتبخانہ نوادر مین موجود تھی دیکھا تھا۔ افسوس صد افسوس کہ وہ انشا موسی ندی کی حیدر آباد کی طغیانی واقع سنہ ۱۳۲۶ ہجری مین غرق آب نذر سیلاب ہوئی کاش اگر موجود ہوتی تو بجنسہ یہان فرمان کو نقل کرتا۔ آخر میر رضی دانش نے سنہ ۱۰۷۶ ہجری مین

رحلت کی۔ اب میں متفرق تذکروں سے آپکے بوارق طبع کو گزارش کرتا ہوں تاکہ ناظرین ملاحظہ کریں **ھو ھذہ**

زبسکہ مشق سخن ساخت ناتوان ما را
گداخت ہمچو قلم مغز استخوان ما را

نشد کہ بوسہ بپائے ہدف چو تیر دہیم
گذشت عمر بخمیازۂ کمان ما را

ولہ
ذخیرۂ بدل از چشم اشکبار نماند
شکست شیشۂ سیماب در کنار مرا

ولہ
غنیمت دان بہشت روئے گندم گون در محشر
کہ فردوس طاعت محراب ابرو میدہد ما را

ولہ
بوئے گل شد فیض بخش آہوش قوت الیست بیجود
یکنفس بگذار در سیر چمن تنہا مرا

ولہ
چون سر زلفش بدستم افتد از خود میروم
ہمچو طفلان اول شب خواب می آید مرا

ولہ
لب تشنۂ تیغم بگو قاتل ما را
کو آب کہ شیرینی جان زد دل ما را

ولہ
وعدۂ ہم صحبتان رفتہ روز محشر است
دیر می آید قیامت گشت تنہائی مرا

فصل گل ست جوش بہار سخن مرا
گل کرد ہمچو غنچہ زبان در دہن مرا

تا بر ساز درین بزم نسبتے داریم
خوش اند اہل نشاط از ضعیف نالیہا

عینکے باید مرا از شیشۂ می ساختن
تا توانم خواند در پیری خط پیمانہ را

در راہ انتظار چو مژگان نشستہ ایم
بر آستان خانۂ ما جائے ما بس است

بر دیدۂ آلودہ بخونم صف مژگان
چون حلقۂ ماتم بدور شہید ست

گر ز ابرو جبین کشاید در دم بسمل لب است
خون بہائے کشتۂ ما خندۂ قاتل بس است

دست گلچین قتل عام لالہ و گل میکند
باغبان در پائے گلچین بست خواب افتادہ است

مردم رنجور را روز وصل
گریۂ شادی عرق صحت است

وصل یاران چون دہد اشک ریزی می بدنما
گریۂ شادی کم از باران روز عید نیست

ولہ
مرا کہ خندۂ گل سر بدرد می آرد
دماغ گریۂ بلبل درین بہار کجاست

ولہ
آبروئے دودمان تاک ہم بر باد رفت
دختر رز را عسس صد بار با مستان گرفت

ولہ
ما و بلبل عرض چاک سینہ میکردیم دوش
ناز پرورد گلستان زخم خارے ہم نداشت

ولہ
صفحۂ دشت بامداد رفیقان طے کند
چون قلم بے دو سہ یاری بسفر نتوان رفت

ولہ
گشادہ روئے خوبان در آخر حسن است
در چمن ہمہ جا موسم خزان باز است

ولہ
سینہ صافان زغم محبت کشان بیش از خود است
آب می بالد ازان بازی کہ بر دوش پل است

ولہ
ہر روز کامیاب زروئے چو ماہ دوست
آئینہ و زنامۂ چرخ نگاہ اوست

ولہ
گر سرمہ لاف نسبت مژگان زند بجاست
از خاک برگرفتۂ چشم سیاہ اوست

ولہ
در بزم کنم سیر کہ جائے دگرم نیست
از حلقہ برون چون قدح می سفرم نیست

ولہ
رفتی و از اشک بلبل بر چمن طوفان گذشت
روز برگ گل چون چراغان شب باران گذشت

ولہ
چسان بینم کہ می را محتسب بر خاک میریزد
کہ می لرزد دلم برگے اگر از تاک میریزد

ولہ
در آن وادی کہ من با چشم آبادی نمی باشد
سیاہی میکند از دور کاہے چشم آہوئے

ولہ
بر سرم آمد ملے بسیار زود از من گذشت
دولت تیزی کہ می گویند شمشیر تو بود

ولہ
کسے در عاشقی ہم پیشہ را چون من نمی خواہد
خورم گر آب شیرینی بیاد م کوہ کن آمد

ولہ
نو بہار ست ہوا مایۂ عشرت دارد
صفت رندی ست کہ می دارد و وحدت دارد

اے ہما از سر ما خاک نشینان مگذر
سایۂ بال تو بدنامی دولت دارد

ولہ
چہ سان از قدر این صیاد آزادی ہوس باشد
کہ پرواز بلندم تا لب بام قفس باشد

ولہ
پردہ بر عیب خود از دامن صحرا پوشد
ہر کہ از سلسلۂ اہل جنون رسوا شد

ولہ
دولت فصل خزان گر خار خار جوش گل دارد
بگیر آئینہ در کف تا بہار رفتہ برگردد

چگونه بار بمنزل برد مسافر اشک — وله — که رهزنی بکمین همچو آستین باشد
تا به پیغام زبانی از تو حرفی نشنود — وله — مهر باید بر لب قاصد بجای نامه زود
در دو دلے بکاغذ ابری رقم زنیم — شاید که پی بدیدهٔ گریان ما برد
نمیدانم چه صیادی که زیر تیغت آهو را — وله — چو چشم دلبران در زیر ابرو خواب می آید
دل از حسن جوانی داشت آرامی نمیدانستم — وله — که این یوسف چو پیری کهنه گرگی در کمین دارد
مرد دانا به هنر زبدهٔ اقران گردد — وله — میوهٔ رنگین چو شد از برگ نمایان گردد
نیستم ایمن اگر حشمت مرا دل میدهد — صید را صیاد آبے وقت بسمل میدهد
دگر زلف سیاهش در پی تاراج ایمان شد — بفکر رهزنی افتد سیاهی چون پریشان شد
شاخ رنگینی ز گلبن بر زمین افتاد دست — بلبلان شیون بگیر و گشته گلچین گنید
گر آه ندارم بجگر شکر که از من — بر دامن آئینه غبارے نه نشیند
بے تکلف فیض بخش از خاکساران بگذرد — گو بتعظیم نسیم گل غبارے بر نخیز
میتوان در پرتو روشن دلانم یافتن — جلوه گاه من چو عکس آئینه آبست و بس
پس از وفات کیادت کند بجور غم خویش — چو خون مرده سیه پوش شو بماتم خویش
تنگ بر بی هنران دور فلک میگردد — از قفس رو دشنو و بلبل خاموش خلاص
باغبان پیدا چو شد خاطر پریشان میشوم — جا اگر یابم چو بو در غنچه پنهان میشوم
صبح دیدم شبنمی بر برگ گل غلطان بناز — یاد م آمد طفلی و دامان مادر سوختم
ز ساقی باده میگیرم بپائے تاک میریزم — ندارم فکر خود میخانه را آباد میسازم
در کفم از بادهٔ دستی از نمیگیرد قرار — جامهٔ رنگینامی پاره چون گل میکنم
قلم سنبل شود گر حرف گیسوی تو بنویسم — خطم صورت کند پیدا اگر روی تو بنویسم

غم و شادی مساوی دان و با گردون مدارا کن — لبی کم از قدح عادت بدرد و صاف مینا کن
نشان آبحیاتم چه میدهی اے خضر — کجاست سرمه ز دیده ها نهان گشتن
سیه بختم از مژگان سیاهان — ندیدم راستی زین کج کلاهان
بامید وصالت در شب هجر — نمی خوابم چو خون بیگناهان
ایکه میخواهی مرادت از چمن حاصل شود — بلبلے را از قفس در جوش گل آزاد کن
درین رنگین چمن چون لاله زار — غریبم در میان همنشینان
بگذار تا بعکس تو عکس آشنا کنم — گلگشت باغ آئینه تنها چه میکنی

دانش ـ میرزا دلاور علی

دانش تخلص ـ میرزا دلاور علی نام ـ آپ آقا سید علی رشتی کے خلف الصدق ہیں۔ آپکے والد ماجد علم و فضل کے زیور سے آراستہ۔ خوش اخلاقی کے پیرایہ سے پیراستہ تھے۔ شعر و شاعری کے میدان میں بھی سابق قدم۔ سید تخلص فرماتے تھے عجم سے مہاراجہ چندو لال کے عہد وزارت میں حیدرآباد دکن وارد ہوئے۔ مہاراج کے شعرائے دربار میں ملازم ہوگئے۔ نواب سراج الملک بہادر مرحوم کی دیوانی تک شعرا کے زمرے میں منصب مناسب پاتے رہے۔ نواب مرحوم نے آپکو بلحاظ لیاقت و فضیلت اپنے برادرزادے یعنی نواب سالار جنگ مرحوم اول کی تعلیم و تکلم فارسی کیلئے مقرر فرمایا۔ علاوہ منصب حسن سلوک بیحد فرماتے تھے۔ پس دانش صاحب ترجمہ کے والد نواب کے دولتخانہ پر مدۃ العمر وابستہ رہے۔ نواب مختار الملک بہادر بھی استاد کا بہت اعزاز کرتے تھے۔ آخر ۱۲۸۵ھ ہجری میں کربلائے معلی گئے۔ چند روز کے بعد وہاں سے

بہشت برین روانہ ہوئے۔ دانش صاحب ترجمہ حیدرآبادی المولد ہے اُنکی ولادت ۱۲۷۴ ہجری مین ہوئی۔ لیکن آپنے تربیت و تعلیم والدماجد کی توجہ و سرپرستی سے پائی۔ بمصداق الولد سر لابیہ۔ آپکی فارسی زبان و لہجہ و تکلم مثل اہل زبان ہے۔ سیرت و صورت سے شان اہل زبان عیان ہے۔ آپ منشی ذی استعداد ہین۔ انشا پردازی مین ملکۂ کاملہ رکہتے ہین ناظم و ناثر ہین۔ شعر و شاعری کے فریفتہ۔ آپکو تلمذ جناب ناجی صاحب سے ہے آپکا کلام شستہ و شائستہ ہوتا ہے۔ لطافت و حلاوت سے بہرا ہوا۔ آپ فارسی و اردو دونون زبانون مین کلام موزون فرماتے ہین۔ جو کچہہ آپکا طبع زاد ہوتا ہے لطف و مزہ سے خالی نہین ہوتا ہے۔ ان فضائل کے سوا آپ خطاط و شمشیرباز ہین۔ خط نستعلیق و شفیعائی مین جواہر رقم و عطارد قلم ہین۔ خوب لکہتے ہین اور خطاطی کے فن کو علماً و عملاً جانتے ہین۔ شمشیربازی یعنے بنوٹ مین بہی مشہور ہین۔ اس فن مین آپ کو محمد وزارت علیصاحب بن محمد مراد علی شاہ سے تلمذ ہے۔ فی زمانا شہر مین اُستاد کے قائم مقام ہین۔ اکثر شائقین فن آپ سے مستفید ہوتے ہین۔ آپ سرکار عالی نظام الملک خلد اللہ ملکہ کے منصبدارون مین اکیسو تین روپیہ ہوار پاتے ہین۔ نواب سالارجنگ بہادر حال کے ادب موزون مین شمار کئے جاتے ہین۔ اور کتبخانہ سالارجنگی کی نگرانی بہی آپ ہی کے متعلق ہے۔ آپنے کتبخانہ کا انتظام نہایت خوش اسلوبی سے رکہا ہے۔ اور کتبخانہ کی فہرست بہی مرتب کی ہے غرض موصوف لیہ کتبخانہ کی درستی و نگرانی عمدہ طرح سے کرتے ہین۔ فقیر مولف کو آپ کی خدمت مین نیاز ہے۔ نہایت محبت و اخلاص سے ملتے ہین خدائے تعالی آپکو خوش و خرم رکہے۔ اب مین آپکے نتائج طبع ہفت بند نعتیہ و قصیدہ مدحیہ اردو سے چند اشعار ناظرین کے ملاحظہ کے لئے لکہتا ہون۔

السلام اے بارگاہت مہبط روح الامین ... خسرو کون و مکان محبوب رب العالمین
بانی بنیاد عرفان دار حکمت شہر علم ... قبلۂ ارباب ایمان کعبۂ اہل یقین
چیست حور آسمان و کیست حور این جہان ... آن ز مہر تو ببین و این ز مہر تو حسین
ہر سر انگشت تو ا برده از ید بیضا سبق ... چہ خور شید داری گوئیا در آستین
لب کشاید چون بہ نعت دلکشت روح القدس ... آیدش از پردۂ قدرت صدائے آفرین

ولہ

ہمایون دولت و اقبال ہوائے ظل سبحانی ... جہان کی ہے بناجتک ہے قائم جہانبانی
نظام الملک محبوب علیخان آصف دوران ... اُریس و خسرو و ملک و کن اسکندر ثانی
امیرونکا سر تسلیم جہکجاتا ہے یہان دائم ... ادب سے آکے رکہتے ہین در اقدس پہ پیشانی
ہوا وہ سرور دوران جسے حضرت نے دی عزت ... بنا وہ ہمسر شاہان عطاکی جسکو دیوانی
امیری کبیری کا تفاخر ملگیا اسکو ... دیا ہے جس کسیکو آپنے حکم مگس رانی

داغ۔ نواب مرزا خان دہلوی

داغ تخلص۔ مرزا خان نام۔ آپ نواب شمس الدینخان برادر نواب ضیاءالدین بہادر والی لوہارو کے خلف الصدق ہین۔ آپ کی ولادت شہر دہلی مین واقع ہوئی۔ ابہی آپ خوردسال تہے کہ ۱۲۵۲ ہجری مین والد کا انتقال ہوگیا۔ آپ یتیم ہوگئے چونکہ آپکی والدہ صاحبہ کو صاحب عالم مرزا محمد سلطان فتح الملک بہادر ولی عہد بادشاہ دہلی کی ہم آغوشی کا شرف حاصل تہا۔ اس لئے آپکی والدہ صاحبہ بادشاہی محل مین رہتی تہین۔ اور آپ بہی والدہ کے ساتہہ محل مین پرورش پاتے تہے۔ رسم تسمیہ کے بعد

والدہ نے آپکی تعلیم شروع کرائی۔ دس بارہ برس کی عمر مین بقدر ضرورت فارسی
و اردو مین استعداد حاصل کرلی۔ عالم شباب کا ابتدا تہا۔ طبیعت مین چستی و چالاکی
موجزن تہی شعر و شاعری کے ساتہہ دلچسپی تہی آپ شاعری کے میدان مین بڑہنے لگے
جناب محمد ابراہیم ذوق کی خدمت مین اصلاح سخن کے لئے حاضر ہونے لگے۔ ولیعہد بہادر
نے دیکہا کہ لڑکا شاعری کے طرف زیادہ مائل ہے اور ہونہار معلوم ہوتا ہے۔ جناب ذوق
سے آپکی سفارش کی۔ ولیعہد کی سفارش کی وجہ سے ذوق شوق سے آپکے کلام کی
اصلاح فرماتے تہے۔ استاد کی اصلاح سے روز بروز آپ ترقی کرنے لگے۔ چند ہی روز
مین استاد کے تلامذہ مین ممتاز ہوئے۔ دہلی کے مشاعرون مین شریک ہونے لگے
اہل مشاعرہ مثلاً شیفتہ و غالب و صہبائی و صابر وغیرہم سے داد سخن و تحسین پاتے تہے
ولیعہد بہادر کے فوت ہونیکے بعد آپ بہت پریشان ہوئے۔ اسی پریشانی کے زمانہ مین
ہند کے غدر کا ہنگامہ شروع ہوا۔ آپ دلی سے رام پور آئے۔ نواب یوسف علیخان والی
رام پور کے پاس رہے۔ نواب آپکے ساتہہ حسن سلوک فرماتے تہے۔ نواب کے فوت ہونیکے بعد
نواب کلب علیخان بہادر نے بہی آپکے ساتہہ والد مرحوم کی طرح حسن سلوک جاری رکہا
اور آپکو کارخانجات کا معتمد و مہتمم کیا۔ آپ تا بزندگی نواب کی خدمت مین نہایت آرام و آسائش
سے بسر کرتے رہے۔ آپ نواب صاحب کی زندگی مین حرمین شریفین کی زیارت و حج سے
بہی مشرف ہو کر آئے اور وطن مالوف گئے۔ پہر وہان رام پور واپس آئے۔ نواب صاحب بہی
اس زمانہ مین عالم فانی سے ملک جاودانی کیطرف روانہ ہوئے۔ آپ وہان سے برداشتہ خاطر
ہو کے دلی آئے۔ پہر سنہ ۱۳۰۵ ہجری مین حیدر آباد دکن آئے۔ بذریعہ راجہ گردہاری پرشاد
باقی تخلص حضور مین باریاب ہوئے۔ آپنے ایک قصیدہ مدحیہ سنایا۔ اعلیحضرت بندگانعالی

خلد اللہ ملکہ سنکے بہت خوش ہوئے۔ چند روز امیدوارانہ گوشہ مین پڑے رہے۔ بلحاظ
ضرورت چند روز کے لئے دہلی چلے گئے تہے۔ غیبت کے زمانہ مین اعلیحضرت نے یاد فرمایا۔
نواب داور الملک کے ذریعہ سے آپکو اطلاع ہوئی آپ فوراً حیدر آباد آئے۔ اور استقلال کے
ساتہہ سکونت پذیر ہوئے۔ تقریباً تین سال کے بعد سنہ ۱۳۰۸ ہجری مین ایک فرمان والا از جناب عالی
مع ایک غزل مہر شدہ آپکے پاس پہنچا۔ آپنے اسیوقت غزل کو دیکہہ کے
واپس بہیجدی اور حسب الطلب دربار مین حاضر ہوکے نذر دی۔ اعلیحضرت نے آپکی
بڑی قدر و منزلت کی۔ اور آپکی عظمت و شان زیادہ رتبہ بلند فرمایا۔ اور آپکے لئے
سنہ ۱۳۰۹ ہجری مین چارسو پچاس روپیہ ماہوار بلا خدمت بصیغہ منصب مقرر فرمایا
اور ساتہہ ہی حکم بہی صادر فرمایا کہ آپ کو ابتدائے تشریف آوری سے آج تک کی
کل تنخواہ دیجائے۔ دو تین سال کی کل تنخواہ بحساب چارسو پچاس روپیہ ماہانہ چہکڑون
پر لدی ہوئی داغ کے مکان پر پہنچی۔ حضرت داغ رقم کے دیکہتے ہی فارغ البال
ہوئے۔ پہر سنہ ۱۳۱۱ ہجری مین جشن سالگرہ کی تقریب مین خانی و بہادری و جنگ
و دولہ و ملک کے خطاب سے یعنی ناظم یار جنگ دبیر الدولہ فصیح الملک بلبل ہندوستان
و منصب چارہزاری و سہ ہزار سوار و علم و نقارہ سے سرفراز ہوئے۔ سنہ ۱۳۱۲ ہجری
مین ایکہزار روپیہ وظیفہ ماہانہ مقرر ہوا۔ علاوہ تنخواہ آپکو وقتاً فوقتاً صلات
و انعامات ملتے رہے مین۔ آخر آپنے سنہ ۱۳۲۲ ہجری مین اس دار فانی سے عالم جاودانی
مین رحلت کی۔ آپکی عمر ستر برس سے زیادہ تہی۔ اعضا قوی درست تہے۔ صورت
و شکل سے معلوم ہوتا تہا کہ چہل سالہ مین۔ آپکا کلام روزمرہ کی بول چال ہے
مضامین تازہ و معانی پاکیزہ کا چشمہ زلال ہے۔ سامعین سننے سے لطف وغیرہ

آپکی عمر متوسط تہی لیکن طبیعت مین جوانی کا ولولہ موجود تہا۔ زندہ دل و پاکیزہ منزل تہے۔ کلمۃ الخیر کے گویا۔ صلح کے جویا تہے۔ درویش دوست غریب پرور آپ کی تصانیف متعدد دواوین ہین۔ گلزار داغ۔ آفتاب داغ۔ فریاد داغ یہہ تینون مطبوع ہو چکے ہین۔ آپکے یہان ہزارہا شاگرد ہین۔ اکثر آپکے چشمہ فیض سے سیراب فیضیاب ہوئے ہین اب مین چند ہی اشعار آپکے دواوین سے گزارش کرتا ہون۔

من اشعارہ الہندی

توجو اللہ کا محبوب ہوا خوب ہوا	ولہ	یا نبی خوب ہوا خوب ہوا خوب ہوا
ناوک ابہی ہے شست مین صیاد کے مگر	ولہ	اُٹھتین مین اُنگلیان وہ نشانہ اُڑا دیا
ہے سارا خون کے چھینٹون سے ہیرن گلزار	ولہ	تیرے شہید کا لاشہ بہار سے اُٹھا
غضب ہے جذبۂ دل آیا کہین انجان وہ بنکر	ولہ	کہان آیا کدہر آیا کیون آیا یہہ کب آیا
یون آنکھہ اُنکی کرکے اشارہ پلٹ گئی	ولہ	گویا کہ لب سے ہوکے کچھہ ارشاد رہگیا
کبہی فلک کو پڑا دل جلون سے کام نہین	ولہ	اگر نہ آگ لگا دون تو داغ نام نہین
داغ کو چین ہی نہین آتا	ولہ	جب تک اُس سے بُرا بھلا نہ سُنے
یہہ بہی طرز خرام ہوتی ہے	ولہ	ساری دنیا تمام ہوتی ہے
دم آخر تو کچھہ مری سنلو		آج صحبت تمام ہوتی ہے
مِلانے ہوا سبکو خاک مین جو دل سے ملتا ہے		مری جان چاہئے والاثر ہی مشکل سے ملتا ہے
دنیا مین ایسے لوگ مصیبت زدہ کہان		ہم آج خوب روئے گلے ملکے داغ سے
میری فریاد دوسرا نہ سُنے		تم سنواے بتو خدا نہ سُنے

دوستی کیا اسیکو کہتے ہین		آشنا کی جو آشنا نہ سُنے

دولت۔ میر دولت علی آسیری

دولت تخلص۔ میر دولت علی نام۔ مظہر علیشاہ خطاب۔ آپکا مولد آسیر ہے بمقتضائے آب و خورش ۱۱۷۵ھ ہجری مین شہر اورنگ آباد وارد ہوا۔ مدت تک شہر مین سکونت پذیر رہا۔ شعرا و علما سے ملتا رہا۔ یحیی ہی اُن صاحب تخلص اورنگ آباد ہی سے نہایت ربط و اتحاد پیدا کیا تہا۔ اکثر اوقات اپنی فرودگاہ سے صاحب کے دولتخانہ پر آمد و رفت کرتا تہا۔ ریختہ مین اکثر صاحب کا تتبع کرتا ہے۔ چنانچہ ایک مقام مین کہتا ہے ؎ نقش ہے دلپہ میرے مصرعۂ صاحب ٭ کیا ہوا بات ہماری جو زمانے بہرا ٭ پہر اورنگ آباد دبرہانپور مین آیا۔ رخصت کیوقت بداہتہً صاحب کے حق مین ایک مصرعہ موزون کیا ؎ دولت کو دل سے اپنے صاحب نہ بہول جانا وطن مین پہنچکر مدت تک زندہ رہا آخر ۱۲۱۰ھ ہجری مین فوت ہوا۔

شاعر زمین و خوش فکر تہا۔ نازک خیال و رنگین مزاج تہا۔ احباب کے ساتھہ خوش صحبت و خوش اخلاق تہا۔ آپکا کلام ریختہ صاف و شستہ ہے۔ ایہام و تلازم شعریہ سے پاک۔ سیدھا سادہ کلام ہے۔

من اشعارہ الہندی

ہر آن گریہ کرنا ہر دم آہ بھرنا		گر صبح ہے تو یہہ ہے اور شام ہی تو یہہ ہے
سب بلبلون سے اول ہمکو تو ذبح کرنا		صیّاد سے ہمارا پیغام ہے تو یہہ ہے
یارو قسم ہے تمکو کہین جستجو کرو	ولہ	قاتل مرے کو مجھہ سے ذرہ روبرو کرو

چاہو نماز حضرت گل کی ادا کرو	وله	اے بلبلو تم اشک سے اول وضو کرو
اُس چشم می پرست کا مارا گیا ہے جو		لازم ہے اُسکو خاک سے خم یا سبو کرو
ہمکو ہمارے یار کے جلوہ سے کام ہے		اے زاہدو بہشت کی تم آرزو کرو
لب و رخسار اور قد و قامت	وله	دیکہہ سب غنچے مسکراتے ہین
مجلس مین نہ جا پیارے تجہ رخ کی تجلی سے		ہوئیگی شمع پانی جل جائیگا پروانہ
اسلام سے نہین مقصد اور کفر سے نہین مطلب		منظور مرے دلکو ہے جلوہ جانانہ
سوتا تہا مست ناز اُسے کوئی جگا دیا		کیا عالم بہار خدا نے دکہا دیا
خوف ہے مجکو مبادا کہ دیوانے ہوئے		صورت اُسکی نہ زلیخا کو دکہاتا بہزاد
جائے نامی کی مین اُس پاس کیتین بہجونگا		کہینچ تصویر کو دولت کے لے آتا بہزاد
اس غم کی کشمکش مین روتے ہی عمر گذری		کیا یاد مین کرونگا خوبی سے اُس جہانکو

دانا۔ نصیر الدین خان

دانا تخلص۔ نصیر الدین خان نام۔ آپ جمال الدین کے بہائی ہین۔ بہادر بادشاہ کے زمانہ مین آپ منعم خان خانخانان کے مصاحب تہے۔ صحیح النسب تہے آپکا مولد و منشا اورنگ آباد تہا۔ آپ فضائل و فواضل سے آراستہ تہے۔ کتب درسیہ سے فارغ التحصیل تہے۔ شعر گوئی کا شوق تہا۔ خوب مرغوب فرماتے تہے اشعار کے دیکہنے سے آپکی لیاقت و استعداد معلوم ہوتی ہے۔ آپکا کلام آپکی لیاقت و استعداد کا محضر ہے۔ آپکو سرکار سے صوبہ برار مین تہوڑی جاگیر تہی۔ آپ جاگیر کے تعلق کی وجہ سے بلدہ ایلچپور برار مین سکونت پذیر ہوئے۔ اور جاگیر سے جو کچہہ محاصل

اُس مین زندگی بسر کرتے تہے۔ افسوس کہ کسی تذکرہ نویس نے آپکی نسب و خاندان کا حال اور آپکی ولادت و وفات کی بہی تاریخ نہین لکہی۔

من اشعاره

صراحی سجدہ ام ساغر پرستم تا چہ پیش آید		بہر سو میروم از خویش مستم تا چہ پیش آید
حسن نشاط اکر دگل ہیچو بہار ہر طرف	وله	چون گل بہر میدہد شیشہ و جام و نای و دف
حیرت برق حسن یار بسکہ زگریہ جوش زد	وله	قطرہ اشک شدہ بر مژہ چون دُر نجف
پیر مغان باعتقاد میکدہ را چو در کشاد		ساغر می بکف نہاد و گفت بنوش لاتخف
ور تو کسے کہ نیست نیست نقاش جاودان		غیر تو ہر کہ ہست ہست بمعرض تلف
با تو مراست آرزو خواب فراموش خود		سینہ بسینہ او برود دست بدست کف بکف
آصف عہد اے نصیر یافت ز روح خود افیض		طالع اگر یار کند دامنش آرم بکف
نہیں سد نجد انشہ بجائے شراب		چہ جائے تنباک و چہ افیون شراب وائے شراب

آپکا انتقال بہی تقریباً ۱۱۸۵ ہجری مین ہوا۔

درسی۔ سید محمد درویش براری

درسی تخلص۔ سید محمد درویش نام۔ آپکا اصلی وطن سورجی انجن گانون ضلع برار ہے۔ آپکے اشعار شاہد حال ہین۔ بیت
مکانست من عرصۂ سورجی؛ کہ ہر گز ندانم طریقۂ کجی۔ دیارست موزون بصوبہ برار؛ چو آب و ہوایش طراوت دیار؛ بہشت است ثانی بآب و ہوا؛ ہوا روز در روز خوش ہینوا؛ آپ سید صحیح النسب و الحسب تہے آپکا نشو و نما برار کی آب و ہوا مین ہوا۔ تربیت و پرورش ہین کی غذا سے ہوئی آپنے

نشوونما کے بعد وہان کے علما و فضلا سے کتب درسیہ تحصیل کین۔ تحصیل کے بعد شعرگوئی و عبارت نویسی کا شوق ہوا۔ طبیعت کی تیزی چالاکی سے انشاپردازی و سخن طرازی شروع کی۔ رفتہ رفتہ دونون فن مین کامل ہوئے۔ ہمعصرون مین منشی بیمثل و شاعر بیبدل شمار کئے گئے۔ آپ فارسی کی نظم و نثر لکھنے مین اسقدر قدرت رکھتے تھے۔ بغیر سوچے سمجھے مضامین تازہ موزون کرتے تھے۔ آپ بادشاہی منصب پر ممتاز تھے۔ نواب عوض خان بہادر عضدالدولہ صوبہ برار کے مصاحب تھے اور گلذار خان اسدخانی کے مقرب۔ آپ عالمگیری زمانہ مین زندہ تھے۔ آپنے ایک کتاب مسمی نادر پسند نواب صاحب موصوف کے فرمانے سے لکھی۔ کتاب مین وزیرزادہ اور شاہزادی ملکہ کا عشق و محبت بیان کیا ہے۔ کتاب عجیب و غریب ہے تالیف کتاب کی تاریخ ۱۱۳۳ھ ہجری ہے سہ

به سن یکہزار و صد و سہ سی ۔ همایون در آن روزہائے بسے
مرتب شد این نامۂ نامور ۔ چنین کاخ پرداختم در دہر

آپ صاحب دیوان ہین دیوان مختصر ہے۔ کلام بامحاورہ و سلیس ہے۔ عبارت صاف و شستہ ہے۔ استعارہ و کنایہ سے خالی ہے۔ خط و خال و حسن جمال کے بیان مین مبالغہ و تشبیہ کا استعمال کیا ہے۔ کلام مین تشبیہ مبالغہ کا ہونا ضرور ہے۔ یہہ کلام کا نمک ہے۔ کسی شاعر کا کلام اس رنگ سے خالی نہین ہوتا ہے۔ نواب صاحب موصوف اور خانصاحب آپکے حال پر زیادہ مہربان تھے۔ اور ہمیشہ حسن سلوک سے دستگیری کرتے تھے۔ آپ خوشحال و فارغ البال تھے۔ آپ اکثر اوقات نواب صاحب اور خانصاحب کی مدح مین صرف فرماتے تھے۔ چنانچہ آپنے دونون کی تعریف مین دو غزلین لکھی وہ ہم

ہدیہ ناظرین کرتے ہین۔ آخر آپکا انتقال ۱۱۸۵ھ ہجری مین ہوا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون

من اشعارہ بمدح نواب عیوض خان بہادر

خدا شناس رحم دل نواب عیوض خان ۔ ہمیشہ مد نظر بر صواب عیوض خان
دلیل شرح حدیث و ہدیہ انصاف ۔ مراد حاجتیان از حساب عیوض خان
امیر نو رتبہ دارد جلوس چون خورشید ۔ منیر روز ازل شد شہاب عیوض خان
کہ فیض بخش بہ فریاد رس ستم یابان ۔ خدا نگہبان باشد بآب عیوض خان
سخن کاہی نہ آگاہ دل بگو درسی ۔ کہ برتر ست بجہان جناب عیوض خان

بمدح گلذار خان

از کمال بندگی مطلوب شد گلزار خان ۔ شد رقم روز ازل طالع اسد گلزار خان
در سخن ہائے کہن دارد بلاغت بیگمان ۔ در طریقے دین شناسی میرسد گلزار خان
زین شمیم پاکیزہ ہا مقبول در دارین شد ۔ حسن خو بی خود بعالم می کند گلزار خان
از سحاب ابر الطاف الٰہی سبز تر ۔ این نہال تازہ دانم بشگفد گلزار خان
عالی ہمت چنان چون ثانی حاتم زمان ۔ بیکس و محتاج را ملجائے شد گلزار خان
یا الٰہی در دو عالم نام آوازش بلند ۔ برتر از اوصاف کن ابدا ابد گلزار خان
از دعائے جملہ یاران بحق آن رسول ۔ اسم در ہر دو جہان بالا شود گلزار خان
در سیا شیرین سخن در ہر مکان آگاہ دل ۔ ہر نواز غیب استما باشد مدد گلزار خان

من اشعارہ الفارسی

ساغرم پر نور کن ساقی بیا ساقی بیا ۔ پردہ را دور کن ساقی بیا ساقی بیا
کشور شیرین سخن آباد حاشش در سیا ۔ در سخن منصور کن ساقی بیا ساقی بیا

برویم دل تمام براہ خیال دوست
حاصل شود بہ تنعم خاصۂ کمال دوست

الہٰنا عیش نمایند نشاء زرد ازید
ہم غذا اہل دلان غم بفکر می بینیم

ساقی بیار جام پر از بادۂ مستی
بادۂ مستی تو بدہ بادۂ مستی

داؤد۔ میرزا داؤد اورنگ آبادی

داؤد تخلص۔ میرزا داؤد نام۔ آپکے بزرگ عالمگیری زمانہ مین بلخ سے اورنگ آباد دکن مین وارد ہوئے۔ بادشاہی منصب سے معزز و مکرم ہوئے۔ آپکی ولادت اورنگ آباد مین ہوئی۔ اسی سرزمین مین نشو و نما پایا۔ علما و فضلا کی صحبت مین لیاقت و قابلیت پیدا کی۔ شعرگوئی کے میدان مین قدم رکہا۔ چند ہی روز مین ہمعصرون سے بڑہ گیا ریختہ مین ولی کا تتبع کرتا ہے۔ آپکے کلام سے شکر بیانی و نازک خیالی ظاہر ہے آپ غزل کو مشاعرہ مین خوش الحانی سے پڑہتے تہے۔ آپکی لحن داؤدی سے مشاعرہ مین ایک لطف و مزہ ہوتا تہا یاران ہم صحبت کو سرور ہوتا تہا۔ آپ ولی کی کرامت کے قائل تہے اور اُسکو اپنا اُستاد سمجہتے تہے۔ چنانچہ کہتا ہے ؎

سند یوبس ہے تجہے مصرع ولی داؤد
کہ تجکو شور قیامت سے بے نیاز کیا

اور دوسرے مقام مین لکہتا ہے ؎

کہتے ہین سب اہل سخن اس شعر کو سنکر
تجہ طبع مین داؤد کا اثر آیا

لچہمی نرائن صاحب اورنگ آبادی تذکرہ چمنستان شعرا مین لکہتے ہین کہ مجکو آپکے صاحبزادہ میرزا جمال اللہ عشق تخلص سے معلوم ہوا کہ آپکی وفات سنہ ۱۱ ہجری مین واقع ہوئی۔ فقیر نے آپکی تاریخ لکہی ہے ؎ بلبل گلزار معنی طوطی رنگین زبان

از غم آباد جہان بگذشت چون تیر از کمان + مصرع تاریخ فوتش گفت با من ہاتفے۔ گو برفتہ میرزا داؤد فانی الجہان۔ انتہی کلامہ آپ صاحب دیوان ہین آپکی دیوان مین کم و بیش تخمیناً پانسو اشعار ہین۔ ہم آپ کے چند اشعار آبدار ذیل مین لکہے ہین۔

جناب میر محمد تقی میر نے نکات الشعرا مین لکہا کہ میرزا داؤد تخلص شاگرد سید یعنی مولوی سید عبد العلی عزلت۔ اور صرف ایک شعر آپکا طبعزاد لکہا باقی حال کی نسبت فرمایا کہ تحقیقاً معلوم نہین ہوا۔ میر صاحب نے جسقدر لکہا یہ بہی پایۂ تحقیق سے دور ہے۔ داؤد عزلت کا شاگرد نہین تہا۔ اور صاحب گلشن بیخار نے لکہا کہ داؤد شعرا متقدمین سے ہے۔ مین خیال کرتا ہون کہ تذکرہ نویس اُس زمانہ مین تحقیقات کی طرف توجہ نہین کرتے تہے جو کچہہ سنتے تہے اُسکو لکہہ دیتے تہے۔ اسی بے توجہی کی وجہ سے اکثر غلطیان کرتے ہین۔ اور تذکرہ مین صرف شاعر کے نام یا محض تخلص پر اکتفا کرتے ہین۔ ولادت و وفات اور اُن کی طرز معاشرت کی نسبت ایک فقرہ بہی نہین لکہتے۔ واقع مین انہین چیزون کی ضرورت ہے۔ ہم نے حتی الامکان اپنے اس تذکرہ مین انہین باتون پر زیادہ زور دیا ہے۔ کتب قدیمہ اور بیاضہائے دیرینہ سے ان باتون کو جمع کیا ہے اور ہر ایک شاعر کے حال مین لکہا ہے۔ فانظر و انصف و لا تکن من المکابرین۔

من اشعارہ الہندی

عزیزان خواب مین دیکہا ہون آج اس قیامت کو
ہوا معلوم وقت آیا ہے میری سرفرازی کا

ولہ

سند ہے اہل دل کو بساط زمین کا فرش
ہے بے ریا کو بوے ریا نقش بوریا

ولہ

مجہے طومار لکہنا ہے و زلف عنبرین کا
قلم کیون نا کرون آبا عبائ بشاخ شبو کا

ولہ
قانون شفا نطق مین ہے یار کے موجود
ایدل نہو محتاج طبیبان کی دوا کا

ولہ
ہوا ہے ابر گریان دیکہہ میری چشم گریان کو
پڑا ہے شور دریا مین مرے اشک جاری کا

ولہ
لالہ رو کو دیکہکر لالہ کا پہول
داغ دل کے ہات کہلانے لگا

عاقبت اُس سنگدل کے جور سے
دل کا مینا پر شکست آنے لگا

ہجر مین دلبر کے ابر چشم آج
اشک کا برسات برسانے لگا

تجہ خیال زلف کے ہو بہو پیچ مین
مو بمو دل آج بل کہانے لگا

ولہ
سرمہ لگانے مین کہتا ہے یون وہ دلبر
عشاق بخطا پر اب توتیا کرونگا

ولہ
مجہ بزم مین رقیب عبث سرکشی نکر
شعلہ پڑا ہے شمع پہ مجہ سوز آہ کا

ولہ
جس بوستان مین وہ گل رخسار ہوئیگا
بلبل بہار گل ستی بیزار ہوئیگا

ولہ
بجا ہے محتسب کے سر اوپر آج
مجہے اب پہوڑنا پہر مینگا مٹکا

ولہ
اُس صنم کے خیال ابرو نی
ناتوان مجکو جیون ہلال کیا

ولہ
یہ جام چشم مست جسے دکہاؤگے
تا حشر اُسکو ہوش سے اُسکے بہلاؤگے

دانہ دکہاکے خال کا جسکو دیو چاٹ
آخر کو دام زلف مین اُسکو پہناؤگے

ولہ
دیکہہ تجہ چشم کا یکدور
دل کے تئین نشئہ شراب ہوا

لکہتا ہون جب سے تجہ لب شیرین کی وصف سون
مجہہ ہاتہہ مین نیہان سے قلم نیشکر ہوا

آیا ہے بر مین جب ستی وو صندلی قبا
دائو دسون رفع مرا دردسر ہوا

ولہ
نین سبنلا کے داغ تیرے مکہہ اوپر اے صنم
آئینہ تجہ جمال کا جوہر ہوا

ولہ
دیکہہ کر خط سبز کو تیرے
تہا شرابی تو سبز پوش ہوا

ولہ
کاش ہم جوے خون مین ہوتے غرق
جب حسین علی شہید ہوا

ولہ
جب سون کیا لباس وہ گل پیرہن ہرا
یکبارگی دکہاکے جہپ عاشق کا من ہرا

ولہ
آتش عشق سون تری جل جل
دل ہوا دل ہوا کباب ہوا

ولہ
رنگ کا غازہ ہوا ہے فاختئہ
جب لکہون سرو قد کی تین مکتوب

ولہ
دیکہہ تیرے لبون پہ رنگ مسی
چشمۂ خضر پر پڑا ظلمات

دل پر خون میرا برنگ حنا
لیگیا گلبدن ہاتون ہات

دست رنگین کو دیکہکر تیرے
رنگ مہندی چہپا ہے پاتون پات

برجا ہے بر گل سون کفن اسکو ہو نصیب
جو کوئی ہوا شہید وہ گلگون قبا کے ہات

کہتے ہین عاشقان مرا حال دیکہہ کر
شاید تو دل دیا ہے کسی بیوفا کے ہات

ولہ
کیونکر سپہر چاندنی کرنیکو نکلے وہ صنم
دیکہنے مہ کا تماشا آفتاب آتا نہین

ولہ
مجہ بر سون ہوئے ہے اگر آوے عجب نہین
اُس چشم پر خمار کو دیکہا ہون خواب مین

ولہ
کرامت عادہ گل جانمن عشاق بیکل سے
جو اپنی کل سے بیکل ہے اُسے کیا کام کل سے

ولہ
مرا احوال چشم یار سے پوچہہ
حقیقت درد کی بیمار سے پوچہہ

میرے حال پریشان کی حقیقت
صنم کی زلف کے ہر تار سے پوچہہ

ولہ
ہیرے ہر یک صدائے آہ کا پیچ
سجن کے چہرۂ بلدار سے پوچہہ

تیمم اُسکا اون کے وضو کرنے سے افضل ہے
کیا ہے جن نے حاصل خاکساری کی عبادت کو

محمد مصطفی کی یاد ستی
مرا دل قلعۂ احمد نگر ہے

زور دیتا ہے تاو سونے کو
شوخ زرگر پسر مین کیا فن ہے

ہوا ہون چار چشم اب عاشقی مین
مجہے اس چار ابرو کی قسم ہے

اے زاہدان اٹہاؤ جبین کو زمین سے
جو سر نوشت ہے اُسے کان تک مٹاؤگے

گلبدن ہنستا ہے مجہ رونیکو دیکہہ
خندۂ گل گریۂ شبنم ہوا

آیا کیونہ یاد علی مین رہون مدام
روز ازل سے دل ہے مرتضی نگر

شاہ خیبر کشا کی یاد دستی
دل مرا شاہ گڈہ ہوا یارو

یاد کرنے سے گلرخان کے سدا
گلشن آباد دل ہوا میرا

ہے شراب و کباب و فصل بہار
کوئی اسوقت مین پیا لادو

زرگر اب مجہہ سے زرگری مت کر
بہاؤ بلا شتاب سونے کا

زلف دلبر سے مجکو سودا ہے
لوگ کہتے ہین تجکو سودا ہے

یہہ آخر کا شعر میر تقی میر نے نکات الشعرا مین لکھا ہے۔

دردمند۔ محمد فقیہ اودگیری

دردمند تخلص۔ محمد فقیہ نام۔ آپ شرفائے اودگیر سے ہین۔ آپکی ولادت ۱۱۳۶ ہجری مین مقام اودگیر توابع محمد آباد بیدر مین واقع ہوئی۔ آپ صغر سنی مین والد ماجد کے ہمراہ دار الخلافہ شاہجہان آباد مین پہنچے۔ سن شعور کے زمانہ مین علما و فضلا کی خدمت مین کتب متداولہ پڑہنے لگے۔ آپنے شاہ ولی اللہ ہبیرہ شاہ گل وحدت تخلص سہرندی کے ظل عاطفت مین سکونت اختیار کی۔ اور آپکی خدمت بابرکت مین مستفید ہونے لگے شاہ گل آپ کو ہونہار دیکہہ توجہ و دلدہی سے تعلیم فرماتے تہے۔ و تہذیب اخلاق و صفائے باطن کی طرف بہی راغب کرتے تہے۔ آپ استاد شفیق و پیر رہنما کی برکت سے روز بروز درجۂ اوج پر عروج کر رہے تہے۔ کہ آپکے والد ماجد نے دنیائے سے عالم جاودانی کیطرف رحلت کی۔ آپ کو باپ کی جدائی کا سخت صدمہ ہوا۔

حضرت میرزا جان جانان مظہر قدس سرہ نے آپکو اپنے سایۂ عاطفت مین لیا۔ تربیت و تعلیم کرنے لگے۔ آپ حضرت کی عنایت و تربیت سے مجموعہ کمالات ہوئے۔ اور فن سخن مین بہی درجہ کمال کو پہنچے۔ شعرا و صوفیہ مین مشہور ہوئے۔ چنانچہ میرزا صاحب آپکے حق مین فرماتے ہین ؎

مظہر مباش غافل از احوال دردمند
لعلے ست این کہ در گرہ روزگار نیست

آپ فارسی و اردو مین کلام موزون فرماتے ہین آپکا کلام درد آمیز و شوق انگیز ہوتا ہے صاحب دل آپکے کلام کو سنکر وجد و حال مین مست ہوتے ہین۔ آپکا ساقی نامہ ریختہ مین مشہور ہے۔ سرو آزاد مین میر غلام علی آزاد لکہتے ہین کہ فقیر و فقیہ دردمند کے درمیان غائبانہ محبت و اتحاد کا سلسلہ قائم ہے۔ باہم مراسلات کا سلسلہ جاری ہے فی الحال بنگالہ تفریحًا گئے ہین۔ ناظم بنگالہ کے پاس ہنے ہین آپکے اشعار فقیر آزاد کو دستیاب ہوئے۔ تم کلامہ۔ تحفۃ الشعرا و گل رعنا کے مولفین کے قول سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ صاحب دیوان تہے آپکا دیوان فی زماننا نادر الوجود ہے۔ آپکا سنہ وفات تحقیقًا معلوم نہین ہوا۔ آپ تقریبًا معلوم ہوتا ہے کہ ۱۱۹۷ ہجری مین فوت ہوئے یا ۱۲۰۵ ہجری مین۔ مدفن دہلی ہے۔

من اشعارہ الفارسی

بزخم خویش ازان کوہکن نمک پرست
کہ شور خندۂ شیرین بکام پرویز ست

در کوئے می فروش نماند آبرو مرا
لب تشنگی فروخت بدست سبو مرا

جان یکسانہ دادم و شادم کہ عمر ہا
بودہ است برمراد تو مرگ آرزو مرا

از فیض نوائے شافع روز محشر
ہر روز بود عید غدیر دیگر

چون جام بود چشم امیدم در حشر	رباعی	بر دوست اے ساقی حوض کوثر
یکچند عتاب و ناز ظاہر کردی		وین عمر دو روزہ بار خاطر کردی
بعد از مرون رہت بجا کم افتاد		اول بائست انچہ آخر کردی

داغ - لالہ نہالکرن اورنگ آبادی

داغ تخلص - لالہ نہالکرن نام - اورنگ آبادی المولد ہے۔ لچھمی نرائن چمنستان شعرا مین لکھتے ہین کہ مین لالہ صاحب سے بتوسل محمد ایوب رنگ آبادی کے ملا خوش مزاج و رنگین طبع پایا۔ خوش صحبت و خوش اخلاق ہین۔ ملاقات کے بعد وہ بہی میرے غریب خانہ پر آئے۔ پہر تو فیما بین مین رابطہ محبت و انحاد قائم ہوا۔ وہ میرے پاس آتے تہے۔ اور مین اُن کے پاس جاتا تہا۔ لالہ صاحب پیشتر رفعت تخلص کرتے تہے۔ اور اُن کے والد کا تخلص لالہ تہا۔ مین نے اُن سے بمناسبت لالہ کہا کہ رفعت تخلص مناسب نہین آپ داغ تخلص اختیار کیجئے۔ داغ لالہ کے مناسب ہے۔ میرے کہنے سے داغ تخلص اختیار کیا۔ ؎ لالہ را نازم کہ او با داغ میروید ز خاک ؛؛ خاک باد ابر سر عشقی کہ مادر زاد نیست ۔ انتہی کلامہ۔ داغ نازک خیال و شیرین مقال ہے تازہ تازہ مضامین موزون اور نئے نئے معانی ایجاد کرتا ہے ۱۱۷۵ھ ہجری مین زندہ تہا۔ ۱۲۰۰ھ ہجری مین فوت ہوا۔ آپکا کلام اکثر ریختہ مین دیکہا گیا۔ فارسی کلام کہین دستیاب نہین ہوا۔ شاید آپ کو زیادہ دلچسپی ریختہ سے ہوگی۔

من اشعارہ الہندی

دوڑتے تجہہ رہ مین میرے متوالے		دانہ تاک سے پاؤن مین پڑے ہین چہالے

انتظاری سے تیری اے پرکیفیت		دیدہ نرگس فتان مین بہرے ہین جالے

لچھمی نرائن کہتے ہین کہ بجائے پرکیفیت نسرین رخسار اگر کہتا تو خوب ہوتا۔

بات مت ڈال میان پاؤن مین اپنے سر کے	ولہ	ناگ بیٹہی ہین پٹارے مین نر کے پالے
دیکہکر داغ سیہ دست حنائی مین سجن		لالہ رویون کی جہان ہیچ ہوے دل کالے
دل موج درد سر سے پژمردہ جیون کلی ہے	ولہ	شاید سخن کے سر پر دستار صندلی ہے

دارا - خواجہ بہاء الدین حیدرآبادی

دارا تخلص - خواجہ بہاء الدین خان نام - عظام جنگ بہادر خطاب - آپ خواجہ یسین علیخان بہادر مرحوم کے خلف الصدق ہین مشاہیر امراء حیدرآباد دکن سے ہین۔ سن شعور کے بعد فارسی عربی مین ضروری استعداد و لیاقت حاصل کر کے شعر گوئی کی طرف توجہ کی۔ خواجہ محمد مرتضی خان بقا لکہنوی سے سخن کی اصلاح لینے لگے۔ استاد کی توجہ سے آپکے کلام مین درستی و شستگی آگئی۔ اور آپکی قوت ناطقہ بہ پختگی کلام پختہ و شائستہ ہو گیا۔ ۱۳۰۰ھ ہجری مین استاد کا انتقال ہو گیا۔ آپکو سخت رنج و ملال ہوا۔ اُسوقت سے آپنے کسی سے اصلاح نہین لی۔ اصلاح کی ضرورت بہی نہین تہی۔ خود ہی زور طبیعت و فکر رسا سے کہتے ہین سنجیدہ و برجستہ کلام ہوتا ہے طرز کلام سے خوبی نمایان ہے۔ آپ صاحب دیوان ہین آپکا دیوان مطبوع ہوگیا ہے فقیر مولف کے دیکہنے مین نہین آیا۔ ہم کو چند اشعار متفرق گلدستون سے ملے ہین ہدیہ ناظرین کرتا ہون۔ اسوقت آپکی عمر قریب چالیس ہو گی۔ شگفتہ جبین و خوش خلق ہین۔ خاندانی شرافت چہرہ سے عیان ہے۔ آپ جناب قبلہ ور الدولہ

نور الحسنین صاحب مرحوم کے قرابتداروں میں سے ہیں۔ اللہ تعالےٰ آفات آسمانی سے انکو محفوظ رکھے

من اشعارہ الہندی

فراق میں تیرے یہہ حال ہوگیا دل کا
کہ لوگ روتے ہیں سن سنکے ماجرا دلکا

بھرے ہیں سینۂ عاشق میں جسقدر تیر کیا کیا
صنم برائے خدا سنئے مدعا دلکا

بھڑک ہی جاتے ہیں دلبر شعر وار اسے
کلام اسکا بڑہا تا ہے ولولا دلکا

یوں کہو کسدن نکالیگا خدا اُس پیچ سے
دل ہمارا شانۂ زلف معنبر ہوگیا

تم تو ہو مشہور وارا جہا نیں پارسا
دل تمہارا مائل اس کافر پہ کیونکر ہوگیا

نغمہ سرائی وان تو رہی بزم غیر میں
اور یان رہا زبان پہ نالا تمام شب

شب جان پر بنی رہی گیسو کی یاد میں
چھاتی پہ لوٹتا رہا کالا تمام شب

دبیر۔ لالہ دولہ رائے برہانپوری

دبیر تخلص۔ دولہ رائے نام۔ وطن اصلی برہانپور ہے۔ لالہ خوشحال چند تخلص فرحت کا برادرزادہ ہے۔ دفتر انشا پردازی کا فرد فریدہ و جریدۂ سخن دانی کا دبیر بے نظیر تہا۔ ناظم و ناثر شاعر خوش کلام تہا۔ تاریخ دانی میں استاد۔ تاریخ آصفی نہایت عمدہ تالیف کی۔ خاندان آصفیہ و امراء عالیہ کا احوال شرح و بسط کے ساتھہ لکھا ہے صاحب گل رعنا میں لکھتا ہے کہ فی الحال یعنی سنہ ۱۲۱۷ ہجری میں وطن سے اورنگ آباد میں آیا ہے۔ مجہہ سے ملاقات کی لائق و خوش اخلاق ہے۔ تم کلامہ۔
آخر سنہ ۱۲۲۵ ہجری میں وطن مالوفہ برہانپور میں فوت ہوا۔

من اشعارہ الفارسی

نہ ہر انسان ہنر دارد ندارد
نہ ہر دریا گہر دارد ندارد

میانش را نشانی نیست پیدا
کہ می گوید کمر دارد ندارد

ولہ

وقت جولان جنون ست بیابان مددے
نہ فلک تنگ بود وسعت امکان مددے

می طپد زخمی تیر نگہش بر سر خاک
تیغ ابرو مددے خنجر مژگان مددے

سینہ ام سوخت ز داغ تپ مہجوری دوست
آہ سرد سے مددے دیدۂ گریان مددے

دوست سید خواجہ حیدرآبادی

دوست تخلص۔ سید خواجہ نام۔ آپ سید حیات حیدرآبادی کے فرزند ہیں۔ زیرک و ذکی الطبع ہیں خلیق و لئیق خوش باش و اہل معاش ہیں۔ شعر و شاعری کے میدان میں چست و چالاک ہیں۔ شیخ فدا حسین مشہور لکہنوی کے شاگرد۔ آپکی عمر تقریبًا چالیس برس کی ہوگی۔ آپ صاحب دیوان ہیں۔ آپکا دیوان مسمی گلزار حیات مطبوع ہوگیا ہے۔ آپکا کلام مطبوع خاص و عام ہے۔ سلیس و بامحاورہ ہے اللہ تعالےٰ آپ کو صحیح و سالم رکہے۔

من اشعارہ الہندی

خال مشکیں نہیں اس ابروئے خمدار کے پاس
ڈہال بہی رکہی ہے سفاک نے تلوار کے پاس

قبلہ سے کبہی قبلہ نما پہر نہیں سکتا
پہرتی ہے اُدہر آنکہہ کہ پہرتے ہیں جدہر آپ

ناصح سنی ہوئیں ہیں جہاں کی حکایتیں
جاتا ہے کون کوچۂ جانان کو چہوڑ کر

منعم عبث ہے دولت دنیا پہ یہہ غرور
جاتا ہے ایکدن سر و سامان کو چہوڑ کر

خوب رخسار و لب لعلین کا نظارہ رہا ۔۔۔ ہم حلب ہوتے ہوئے آئے بدخشان کی طرف

ردیف ذال

ذکا - میر اولاد محمد خان

ذکا تخلص - میر اولاد محمد خان نام - میر غلام امام برادر میر غلام علی آزاد بلگرامی کے فرزند ہین - آپکی ولادت ۲۷ رجب ۱۱۵۱ھ ہجری مین بلگرام مین واقع ہوئی - خود ذکا نے عالم جوانی مین اپنی تاریخ ولادت کہی ہے

روزے کہ نمود بندہ را حق ایجاد ۔۔۔ اولاد محمد پدرم نام نہاد

گفتم تاریخ خویشتن را من خود ۔۔۔ در ماہ رجب تولد ما رو داد

نشو و نما و ابتدائے تعلیم کے بعد عالم شباب مین ۱۱۷۲ھ ہجری مین بلگرام سے اورنگ آباد مین جناب میر غلام علی آزاد کی خدمت مین آئے - جس روز آپ اورنگ آباد مین پہنچے اُس روز غرہ شعبان سنہ مذکور تہا - پانچ برس کامل میر صاحب کے سایہ عاطفت مین رہے علوم عربیہ و فنون ادبیہ مین کمال استعداد حاصل کر کے عازم بلگرام ہوئے بلگرام مین دو برس گذرے پہر حسب الطلب میر آزاد مع سید امیر حیدر بن میر نور الحسنین بن میر آزاد اورنگ آباد مین آئے - نواب غفران مآب آصفجاہ ثانی کی خدمت مین باریاب ہوئے منصب و خطاب خانی سے سرفراز ہوئے ۱۱۷۸ھ ہجری مین گل زمین دکن مین رونق افزا تہے - اور میر آزاد کی خدمت مین رہتے تہے - چنانچہ ایک مقطع مین فرماتے ہین ؎

باشد جناب حضرت آزاد اے ذکا ۔۔۔ اُستاد ما و قبلۂ ما افتخار ما

جناب میر آزاد نے آپکی خواہش سے تذکرہ خزانہ عامرہ تالیف کیا - پچیسں تاریخ ماہ محرم ۱۱۸۲ھ ہجری مین بتقریب سیر عازم حیدرآباد ہوئے - لچھمی نراین شفیق اورنگ آبادی جو حیدرآباد مین تہے اون کے دولتخانہ پر فروکش ہوئے -

لچھمی نراین گلرعنا مین لکہتے ہین کہ میر ذکا و میر عزلت و فقیر وغیرہ شعرا کا باہم خوب جلسہ رہتا تہا سب یاران ہم صحبت خوشی و خرمی سے باہم ملتے تہے - ایکروز میر عبد الولی عزلت نے آپکے نام پر اعتراض کیا کہ لفظ اولاد کا اطلاق ایک ذات پر درست نہین ہے اولاد محمد کی جگہہ ولد محمد ہونا چاہئے - مین نے ایک عرضی میر صاحب کی جناب مین بہیجی اور آپسے اس امر کی تحقیق طلب کی میر صاحب نے اُسکے جواب مین لکہا کہ علم بدیع مین ایک صنعت جسکا نام الحاق الجزئی بالکلی ہے - اور یہہ صنعت شرح بدیعیہ ابن الحجہ اور انوار الربیع فی انواع البدیع مولفہ سید علی المدنی مین مذکور ہے صنعت کا مطلب یہہ ہے کہ کل کا اطلاق جزء پر تعظیماً کرتے ہین اسی قسم سے ہے - آیہ کریمہ اِنَّ اِبْرَاهِیْمَ کَانَ اُمَّةً اس آیہ مین مفسرین کہتے ہین کہ ابراہیم اکیلا تہا - مگر اُسپر امۃ کا اطلاق اسوجہ سے ہے کہ وہ جملہ صفات خیر پر جامع تہا - اور متنبی شاعر ایک شعر مین ممدوح کو باعتبار اوصاف کثیرہ اَنْتَ الْخَلَائِق کہتا ہے - اور فارسی مین بہی ضرب المثل ہے - یک آشنائے بامزہ یک عالم آشنا ہے - ایسا ہی اولاد محمد کے نام مین کہ ایک لڑکا بمنزلہ اولاد کثیرہ ہے انتہی کلامہ - میان عزلت حضرت کا جواب سنکے اعتراض سے باز آئے -

جناب ذکا شاعر خوش فکر و باریک نظر تہے مجلس سخن کے جلوہ افروز تہے آپکے مضامین رنگین دل افروز تہے آپ حسن خلق کے گلستان - شیرین گفتگو کے

بوستان تھے۔ جوان صالح خوش وضع وخوش طبع مزاج مین خاکساری زیادہ تھی۔ ملنے والون سے نہایت انکساری وعاجزی اور حسن اخلاق سے ملتے تھے۔ عقیل و فہیم تھے۔ سخن فہمی تیز ذہنی مین مشہور تھے۔ تاریخ گوئی مین بے نظیر تھے۔ آخر آپ کی رحلت سنہ بارہ سو ہجری کے اوائل مین باختلاف روایات سنہ ۱۲۰۵ یا سنہ ۱۲۰۸ ہجری مین ہوئی۔

قدرت اللہ خان قدرت نے نتائج الافکار مین لکھا کہ ذکا سنہ ۱۲۰۰ ہجری کے اوائل مین فوت ہوئے۔ قالوا انا للہ وانا الیہ راجعون

من اشعارہ الفارسی

نام عالم آفرین سرحلقۂ عنوان ما	وله	تد بسم اللہ خط پیشانی دیوان ما
دیدہ چون زاہد صدسالہ و بستان ترا	"	دل و جان کرد فدا خواندن قرآن ترا
خواست از شیوۂ بیداد دہد یاد مرا	"	خبر قتل کسے گفتہ فرستاد مرا
طفل صیاد کہ استاد فن خود شدہ است		رشتہ بستہ بپائے گذارد مرا
چون خوردہ کہ ہیچ نیاید بکار گل	وله	مال بخیل سود نہ بخشد بخیل را
داوند ضامنی بفلان نوبلا زمان		من ہم ز دل باو گذراندم کفیل را
نمی گردد میسر رو سفیدی سیاہان را	وله	کہ از سرخی نیا لاید کسے کلک سیاہی را
تمنا می کند اقلیم دل فرمانروایان را	وله	مسلم باد یارب این ولایت میرزایا ترا
اگر شمشیر خون آشام او بسمل نفرماید		کہ سازد در دو عالم سرخرو بیدو وپایا ترا
رقم بر تربت فرماد شیرین کرد تیمعی		کہ آفت میرسد از دست جو ورنہ آزمایا ترا
تمنا خاطر مجنون ہندستان ہمین دارد	وله	کہ لیلائے عرب آباد سازد محمل ما را

میدہد در بزم خود ہرگاہ یار آئینہ را	وله	دور نتواند نمودن از کنار آئینہ را
معلوم شد کہ حسن بود مہربان عشق	وله	ہر ذرہ را بزور کشد در بر آفتاب
پنجہ از شوخی بدامانت زدن دستور نیست	وله	ورنہ دست ما ضعیفان اینقدر کمزور نیست
بر شکست دل کمر بستن نمیزیبد ترا	وله	جام من ظرف سفال و چینی فغفور نیست
سایۂ زلف بتان یارب نصیب او مباد		گل زمین ہند را ہر کس گوید خوب نیست
وادئ عشق ز اشک و آہ ہم	وله	طرفہ خوش آب ہوا افتادہ است
دیدہ رفتن پروانہ میان آتش	وله	حال دل سوختہ محتاج بیان این ہم نیست
در طرہ ات ز دل بفلک شور میرود	وله	آواز را نالی شب دور میرود
نہ جلاد از برائے عبرت بدخواہ میبرد	وله	بقربانگاہ خونم فی سبیل اللہ میبرد
الٰہی لفاق ما و او امشب ہم افتد	وله	فدائے زلف مشکین دل شود سر در قدم افتد
کار دل مجروح سرانجام توان کرد	وله	قابل و سنہ خم دیگر انعام توان کرد
ہمین خیال بدل بار بار می آید	وله	کہ بے تو زندگی من چکار می آید
چو آن نسیم کہ از لالہ زار می آید	وله	نفس برون ز دل داغدار می آید
از پئے برون دل آمدہ یکدم باش	وله	باز تقریب چنین کار کجا می افتد
بر سر تربتیم از دست مبارک جانان	وله	گل فشاندن چون میسر شود خارے چند
بدست کج کلاہان چون زمام ما افتد	وله	ہزار طشت خرابی ز بام ما افتد
ز لطف طبع ذکا شاد میشوی باللہ		بسہو گر گزرے از نو بر بلگرام ما افتد
چہ قدر خانۂ چشم و دلم بلند افتادہ	وله	مباد طفل سرشکم ازین دو منزلہ افتد
نگاہ نرگس مخمور اعتباری نیست	وله	چو رفت نشئہ از سر این کرم نخواہد ماند

نمی گویم که شمعے با چراغ زیر داماں بر	وله	بجائے ہر دو خارے بر مزارم زیبایان در
کشید آخر مرا ہم جذبهٔ گل جانب گلشن	وله	صبا این مژدهٔ دلخواه سوئے عندلیبان بر
خیال یار بدل رنج می کشد صد رنگ	وله	فراخ حوصله عاجز بود ز خانهٔ تنگ
چنین که کشور دل فتح کرده می آید	وله	مسلم است بدانش خطاب نصرت جنگ
گرفت موے سیاه مرا سفید بہا	وله	رسید بر سر ہندوستان سپاه فرنگ
تا ز عیسی نفسان نتوانم برداشت	وله	به که از مرگ کنم چارهٔ بیماری دل
گر رسی تیغ بکف از سر جانان برخیزم	وله	پیش پائے نشینم ز جهان برخیزم
نه من اوج فلک از عالم ایجاد میخواهم	وله	فضائے پشت بام از جهان آباد میخواهم
چو قفل بسته گر ز نوک سوزن باز میگردد		کشاد کار دل از نشتر فصاد میخواهم
حریف وحشیم چون گردباد در صحرا		غبار ہستی موہوم را برباد میخواهم
شبے که یاد تو اے شوخ ماه پاره کنم	وله	برون ز دیدهٔ گریان خود ستاره کنم
سپهر سلطنت و ظل ہما بیقدر میدانم	وله	زمینے گر میسر می شود در سایهٔ تاکم
نسیم جانفزا از جانب آن گل نمی آید	وله	نمیدانم چرا از خاطر عاطر فراموشم
چه ضرور بنده پرور برقیب ساز کردن	وله	ز خود ز شکوهٔ من شب و روز باز کردن
تا رہد آب بگل از اشک روان من و تو	وله	بلبل خلاص ضرورست میان من و تو
تا بسوزد کشتهٔ خود را بداغ تازه	وله	بر مزار عنبر افروزد چراغ تازه
محبت در دل او کرد جا آہستہ آہستہ	وله	نشست آخر بسی کار ما آہستہ آہستہ
زبان تیشهٔ فرہاد شیرین کار میگوید		توان بر کند از جا کوه را آہستہ آہستہ
چو زلف تنتما از خدائے خود ہمین ارم		که طالع در شب تارم شود صبح بناگوشی

کجا آن طفل با خیل کبوتر سر کند بازی	وله	که بے پروانه با مرغ دل بے پر کند بازی
بآئینے که ریزد گرد بر بالائے خود فیلے		سیه مست جنون با خاک راہش ہمسر کند بازی

من اشعاره الهندی

یاقوت لب ہے ہر گھڑی موج تبسم میں نمایاں		بسملوں کا خون ہے یا رنگ پان بیچ کہہ
جنون کے ہات کیا میں کہوں دل سخت حیران ہے	وله	گریبان کر چکا ہوں نذر آگے اب یہ داماں ہے
تجھے واجب ہے جانا عرس میں اپنی شہیدوں کے		سنا ہوں میں کہ انکا آج صندل گل چراغاں ہے
رہا گر آستان پر آکے میں عقیدت سے		تکلف برطرف سرکار کا کیا اسمیں نقصاں ہے
لگے کیونکہ نہ دل کنج قفس میں عندلیبوں کا		جہاں میں آج گل آباد گر کچھ ہے تو زندان ہے
نہیں لازم ہے دینا ہات سے شیوہ ترحم کا		ہوی واقع ذکا سے کچھ اگر تقصیر انساں ہے
کہیو آہستہ صبا جاکے تو اُس کان بیچ	وله	بسمل ناز گذرتا ہے کوئی آن کے بیچ
نہ کچھ بے طاقتی پر دل کی ظالم صبح و شام آیا	وله	خدا جانے اُسے منظور کیا تہا جو مدام آیا
فغان سے ایکدم تو باغ میں خاموش رہ بلبل	وله	نہیں سنتی کہا کیا زور آیا ہے خرابی کا
محبت یہ بچا دل ہر کسو کے	وله	کہ ہے یہہ آشنا ہر رو کے
رہا ہر رنگ نگیں قید نام میں پابند	وله	جہاں میں گیا ہو عنقا وا گر نشاں ہے گیا
خبر پہنچے اوسکو کسطرح کا آہ بلبل سے	وله	کہو جا گل کو اب ہنے گئے سے باز آوے
غم اب مختار ہے دل چھوڑ دیوے خواه لیجاوے		پرانا چاہتا ہوں پہر خدا یہ دن دکھلاوے
نرم ہو جاویگا آخر ابروں کا تیغ تاب		قہر کے آتش سے ہر دم ان کمانوں کو نہ چھیڑ
کام آوینگے کسی دن صدقے جاؤنگے ترے		خانہ دولت سے اپنے جانوں کو نہ چھیڑ
کیوں نہ دیوے طالع شہرت خدا تجکو ذکا		عالم ایجاد میں جون کیمیا نایاب ہوں

جہان کے میکدے مین اکدن ہم بزم ساقی ہو	ولہ	زبان پر اُسکے نکلے آبلے جس نے کہ مے پی ہو
ٹہرنیکا نہین دل مر رہا ہے یار کے غمون سے		جو کچھہ کل اُسکے حق مین حکم فرمایا ہے آج ہی ہو
خدا کے واسطے مت چوکنا دلکی نشانی پر	ولہ	بہت مدت کے پیچھے ہات پکڑی ہے کمان تونے
مبادا دوست دشمن کچھہ زبان سے اپنی کہہ بیٹھے	ولہ	نہین ہے خوشنما بات مین ہندوستان ہرائی
کہلے بندون نکل آیا تہا گہر سے آج کہتے ہین		نہ تہا مین ورنہ ہوتا دیکھہ خوبی قد موزون کی
مجھے اُس سایہ گستر کی تواضع یاد آتی ہے		جہان خم دیکھتا ہون مین چمن مین بید مجنون کی
بطرح گل کے جگر کو چاک کرتی ہے شبنم		کہینچتا ہے کسقدر قمری کے آہ بی ر کے سات

من چمنستان شعرا

دیوانہ ہو چلا ہون شہر سے صحرا کو لے لڑکو		کبھی ہرگز نکرنا جسکو جو نابہیر آتی ہو
دل ہے بد مجہہ سے تو لیجاو فرمان کے سات		حیف ہے آقا ہو خوش جانفشان نوکر کے سات
چاہتا ہون کہ دیو جیون شمع حال اپنی کہین		یہہ بہی کچھہ ہے زندگی گذری جو دربدر کے سات
دو پتہر جسکے لگتے پہوٹ جا سر خون نکل آوے		نہان رکہا ہے میرے حق مین سنگ آستان تونے
خدا کیواسطے مت چوکنا دل کی نشانی کو		بہت مدت کے پیچھے ہات پکڑے ہے کمان تونے
ذکا فرمانبری کے امر مین بیعذر بندہ ہے		مگر اس سخن کا کرلیا ہے امتحان تونے

ذکا - دوارکا پرشاد فتحپوری

ذکا تخلص - دوارکا پرشاد نام - آپکا وطن فتحپور ہسوہ ہے - آپکے آبا و اجداد سرکار انگریزی مین خدمات لائقہ پر ممتاز رہے ہین - آپ انگریزی فارسی مین لائق ہین - ذکی الطبع اور خوش فکر ہین - مزاج مین بردباری خاکساری ہے - ہر خاص و عام سے

نہایت نرمی و فروتنی سے ملتے ہین - ملنے والون کو آپ کی ملاقات سے حظ و لطف آتا ہے - انسانیت و آدمیت کی مصداق ہین - فی الحال آپکی عمر تخمیناً چالیس برس کی ہوگی - آپ سنہ ۱۳۱۰ ہجری مین ہند سے حیدرآباد دکن مین وارد ہوے - مطبع ہزار داستان کے اڈیٹر ہوئے - جب تک آپ مطبع مین رہے اخبار رونق پر تہا - عمدہ عمدہ مضامین آپکے طبعزاد مطبوع ہوتے تہے - ناظرین حظ و لطف اُٹہاتے تہے - پہر کوئی ایسا سبب واقع ہوا کہ آپ مطبع سے علیحدہ ہو گئے - آپکے جدا ہونے کے بعد اخبار بہی موقوف ہوگیا - گویا آپ اخبار کی زندگی کا باعث تہے - اب ہمکو معلوم نہین کہ آپ یہان ہین یا وطن مالوفہ گئے - آدمی لائق ہین جہان ہین اللہ تعالی اُن کو خوش رکہے - آپ شاعری مین حکیم نواب نیاز احمد خان ہوش بریلوی کے شاگرد ہین - آپکا کلام رنگین و شیرین ہے -

من اشعار الہندی

بے رنگ گل ہے رشک گلستان کو دیکہکر		سکتے مین ہمسر ہے قد جانانکو دیکہکر
یہہ چار دن بہار کے مین پہر ہی خزان		اترانہ عندلیب گلستان کو دیکہکر
سکتا اگر ہمین ہے تو اسکا عجب نہین		حیران ہے آئینہ رخ جانان کو دیکہکر
گہبراتے کیون ہو دلمین جو کرتا ہون بند مین		یوسف کو خوف کچھہ نہو زندان کو دیکہکر
وہان تو غیر سے شغل شراب ہتا ہے	ولہ	تب الم سے یہان دل کباب ہتا ہے
شب وصال بہی باقی نہین ہے لذت وصل		اُدہر حجاب ادہر اضطراب ہتا ہے

ذکا - محمد حبیب اللہ مدراسی

ذکا تخلص - محمد حبیب اللہ نام - آپ مدراسی الاصل ہین - آپکا مسقط الراس مدراس ہے

آپکی ولادت سنہ ۱۲۴۴ ہجری مین ہوئی۔ نشو و نما کے زمانہ مین اعزہ و اقارب آپکی
صورت و سیرت کو دیکہکے کہتے کہ یہہ لڑکا ہونہار ہے۔ آپکے چہرے مہرے سے ہوشمندی
و چستی بیباکی و چالاکی عیان ہوتی تہی۔ واقع مین جسطرح آپکو قیافہ سے گمان
کرتے تہے۔ اُسیطرح برآمد ہوئے۔ اعزہ کا گمان یقین کے مرتبہ کو پہنچا۔ آپنے
سن شعور کے زمانہ مین مدارس کے علماسے فارسی عربی مین کتب متداولہ ختم کین
عربی مین بقدر ضرورت استعداد رکہتے تہے۔ فارسی کے منشی بےمثل تہے۔ آپکی فارسی
اہل زبان کی طرح بامحاورہ تہی۔ تلفظ و لہجہ مین خاص اہل پارس معلوم ہوتے تہے۔
آپکی تحریر فاضلانہ بامحاورہ ہوتی تہی۔ نظم و نثر خوب لکہتے تہے۔ شاعری مین
استاد سخن مانے جاتے تہے۔ ابتدائے شاعری مین سید مہدی ثاقب سے اصلاح لیتے
تہے۔ ثاقب کے بعد اپنا کلام سید مرتضی بینش کو دکہلاتے تہے۔ جب حیدرآباد مین
آئے حافظ میر شمس الدین فیض سے مشورہ لیتے رہے۔ آخر مین اسداللہ خان غالب
دہلوی کی خدمت مین اپنا کلام بہیجتے تہے۔ اور اصلاح کلام کے مستدعی ہوتے تہے۔
غالب آپکی لیاقت شاعری کی تعریف کرتا تہا۔ آپکے کلام دلاویز و نزاکت آمیز کو
دیکہکے پہیجدیتا تہا۔ آپ پرگو تہے۔ ہجو کہنے مین فرد فرید تہے۔ جب کسی امیر یا فقیر سے
ناخوش ہوتے تو فوراً اُسکی ہجو کہدیتے۔ کسی سے خوف و خطر نہین کرتے تہے۔ آپ
ظریف الطبع و لطیف المزاج تہے۔ محفل احباب مین آفتاب کی طرح جلوہ افروز رہتے تہے
آپ کی ذات سے محفل کو رونق ہوتی تہی۔ آپکا کلام بامحاورہ ہے۔ قدما کے کلام سے
مساوی ہوتا ہے۔ آپکی لیاقت و استعداد کا اندازہ کلام سے ہوتا ہے۔ آپکی نظم و نثر اگر
دیکہنا مطلوب ہو تو خاتش و حماش مین دیکہو۔ اسی کتاب کی تقریظ خود غالب نے

لکہی ہے۔ آپکا کلام سامعین کے دلون پر جادو کا اثر کرتا ہے۔ آپ سنہ ۱۲۷۲ ہجری مین
مدراس سے شہر حیدرآباد مین آئے۔ تلاش معاش مین ہمہ تن مصروف ہوئے۔ منشی خانہ مین
مددگار ہوئے۔ پہر صدر محاسبی کی خدمت مین میر منشی ہوئے۔ بعد ازان نواب سالار جنگ بہادر وزیر
کی جاگیرات مین عامل ہوئے۔ آخر عمر مین ناگر کرنول کے سوم تعلقدار ہوکے گئے۔
اسیطرح درجہ بدرجہ ترقی کرتے رہے۔ آخر آپنے سنہ ۱۲۹۱ ہجری مین اس دنیا ناپائدار سے
عالم بقا رحلت کی۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ آپکی ظرافت و خوش طبعی و بذلہ سنجی
و ہجوگوئی دکن مین مشہور ہے۔ آپکے اشعار ہجویہ اکثر زبان زد عوام و خواص ہین
مین اس قسم کے اشعار کو بلحاظ ادب تہذیب کتاب مین نقل کرنا پسند نہین کرتا ہون
اور اپنی زبان کو فضول و لغویات سے آلودہ کرنا مکروہ جانتا ہون۔ آپکے دو صاحبزادے
یادگار پدر بزرگوار ہین۔ ایک مولوی محمد میران صاحب دوم مولوی محمد اسداللہ صاحب
دونون بزرگ لائق و فائق ہین۔ ہر ایک عربی و فارسی مین مہارت کاملہ رکہتا ہے
اور ہر ایک کی طبیعت شعر و شاعری موزونی کے ساتہہ مناسب ہے کبہی کبہی موزون
فرماتے ہین۔ دلچسپی خوبی سے خالی نہین ہوتا ہے۔ جناب مولوی محمد میران صاحب سے
مجکو نیاز حاصل ہے۔ خوش خلق و محبت پرور ہین۔ اکثر اوقات غریبخانہ پر تشریف لاتے
تہے اور ملاقات سے مسرور کرتے تہے۔ زمانہ دراز گذرا کہ ملاقات نہین ہوئی۔ دونون بہائی
صدر دفتر محاسبی مین ملازم ہین۔ مین نے سنا کہ مولوی میران صاحب ملازمت سے الگ ہوگئے
ہین اور وظیفہ پا رہے ہین۔ دونو بہائی نکوکار خدمت گزار سرکار ہین۔

اب مین حضرت ذکا کے بوارق طبع کو بطور نمونہ گزارش کرتا ہون۔ اسوقت میرے پاس
آپکا دیوان موجود نہین ہے لیکن گلدستون و مختصر تذکرون سے ماخوذ کرکے نقل کرتا ہون

تاکہ میرا تذکرہ صاحب ترجمہ کے کلام سے خالی نرہے۔

من اشعارہ الفارسی

زکوئے او ہمہ ہمت قاصد انشانے چند ... ہمی تپند بہر گوشہ نیم جانے چند
نشستہ اند بکویت بلا کشانے چند ... کہ میکشند بجائے نفس فغانے چند
دماغ کار ندارم بعشق ورنہ ز کا ... زرو و دل فکنم طرح آسمانے چند

ولہ

دل بر دکہ بر دوستان برد ... دل بود از آن او و از ان برد
ہجران تو طاقت و توان برد ... فریاد کہ مایۂ فغان برد
دست تو زہر کہ خواست جان برد ... از دست تو جان نمی توان برد
صبر و دل و دین کہ جمع کردیم ... عشقت آمد یگان یگان برد
دل در خور نقد بوسہ اش بود ... صد حیف کہ این نداد و آن برد

ولہ

غم نیست گر ز دیدۂ دشمن فتادہ ام ... گوئی کہ من بقصد فتادن فتادہ ام
برخاستن بہ حشر ہم آسان نبودہ است ... با این فتادنے کہ ز کا من فتادہ ام

ولہ

نہ برائے آن کہ بکویت سفر توان کردن ... نہ برائے اینکہ از ان در گذر توان کردن
خدا نکردہ خدا اگر شوی چہ خواہی کرد ... تو آن نئے کہ ز قہرت حذر توان کردن

ولہ

میخورم سیلئے دربان کسے ... می برم نالہ بر ایوان کسے

ذہنی - ملا حیدر کاشانی

ذہنی تخلص - ملا حیدر نام - کاشانی الاصل ہے - نسباً شریف النسب تہا - جامع علم و ادب شاعر خوش فکر و شیرین کلام تہا - وطن مالوفہ سے بطور سیر ہندوستان مین

بیجاپور دکن مین علی عادل شاہ کے زمانہ مین آیا بادشاہ کی قدردانی سے اہل مناصب مین مقرر ہوا - مدت العمر عادل شاہ کی ملازمت مین رہا - بیجاپور کو وطن بنا لیا تہا ہمیشہ بادشاہ کے دربار سے انعام و اکرام پاتا رہا - قماربازی مین ہمہ تن مصروف رہتا تہا تمام اپنے ذاتی سرمایہ کو اسی قماربازی مین برباد کر دیا - باوجود منصب و آمدنی انعام و صلہ مفلس و تہیدست رہتا تہا - آخر بیجاپور ہی مین فوت ہوا - کسی تذکرہ نویس نے سنہ وفات نہین لکہا - ہرچند کہ تذکرون مین تلاش کیا گیا پتا نہین ملا - اب چند اشعار جو دستیاب ہوئے مین گزارش کرتا ہون - **ہو ہذہ**

غم چہ شد سایۂ فلک نشین من بودم ... ہر کجا پائے ستم رفت زمین من بودم
دست در دامان شگفتہ زن گریبانی بدر ... خجلت عشق ست بے چاک گریبان بستن

ذہین - روپ نرائن

ذہین تخلص - روپ نرائن نام - لچھمی نرائن شفیق اورنگ آبادی کا حقیقی بہائی ہے - چوتہی تاریخ جمادی الاولی سنہ ۱۱۹۲ ہجری شہر اورنگ آباد مین پیدا ہوا - نشو و نما کے بعد شہر مین علما و فضلا کی صحبت مین تعلیم پائی - فارسی عربی مین لیاقت پیدا کی موزون الطبع تہا شاعری کا شوق دل مین پرجوش تہا - شعر کی مشق شروع کی حضرت آزاد و میر دکا سے اصلاح لینے لگا - رفتہ رفتہ ترقی کی - امیر الممالک آصف الدولہ مرحوم نے منصب سے سرفراز فرمایا - صیغۂ منصب مین دولے چند نام سے مشہور ہوا آخر سنہ ۱۲۲۳ ہجری مین فوت ہوا - **من اشعارہ**

جو دستش کند رنگین حنا آہستہ آہستہ ... کند پرواز رنگ از روئے ما آہستہ آہستہ

خداوندا اگر بیمار شد از دوری این رہ | کہ از کویش رسد باد صبا آہستہ آہستہ

وله

ہیچو قمری در جہان شادیم ما | با وجود طوق آزادیم ما

یاد ما تصویر جانان می کشد | عشق می داند کہ بہزادیم ما

وله

چہرۂ زیبائے یار خویش شب دیدم بخواب | صبحدم چون چشم وا کردم برآمد آفتاب

اشتیاق دیدن رویت جگر خون کردہ است | اے بقربانت روم یکدم برون آ از نقاب

انتظارت میکشد امشب زمین از حد فزون | گر تو فرمائی کرم بہتر بود اے ماہتاب

افسوس از دولت دیدار تو دورم | تقدیر چنین بود قضا را چکند کس

حرف الراء المہملہ

رازی میر عسکری المخاطب بعاقل خان خوافی

رازی تخلص۔ میر عسکری نام عاقل خان خطاب۔ سادات خواف عالمگیری امراسے ہین بادشاہی عنایت سے دلی کی صوبہ داری پر مقرر و ممتاز تھا۔ دیر تک خدمت صوبہ داری پر مامور رہا۔ عمدہ طرح سے انتظام کرتا تھا۔ خوش مزاج و خلیق تھا۔ امیر دادگستر و رعیت پرور تھا۔ صوفی المشرب و زندہ دل تھا۔ خوشگو اپنے تذکرہ مین لکھتا ہے کہ مرزا بیدل نے رازی کی صحبت مین تمام سامان تصوف حاصل کیا۔ مرزا جب شعر پڑھتا تھا تب رازی احسنت و تحسین کرتا تھا۔ مرزا اٹھکر تسلیم بجا لاتا تھا۔ یہہ تسلیم ازروئے بزرگی تھی نہ بوجہ امارت رازی انتہی کلامہ۔

رازی برہانپور مین آیا اور حضرت شیخ برہان الدین شطاری راز الہی برہانپوری المتوفی ۱۵ ماہ شعبان سنہ ۱۰۸۳ ہجری کا مرید ہوا۔ مرشد کے نام کی مناسبت سے رازی تخلص

اختیار کیا۔ موزون الطبع و خوش فکر و خوش خیال و صاحب تصانیف تھا۔ ثمرات الحیات ملفوظات شیخ کو جمع کیا۔ مثنوی مہر و ماہ ہم وزن مثنوی مولانا روم۔ و رسالۂ امواج خوبی و قصۂ راجہ رتن سین پدماوت مسمی شمع و پروانہ و مثنوی عشق راجہ منوہر۔ آخر سنہ ۱۱۰۸ ہجری دلی مین فوت ہوا۔ میرزا بیدل نے ایک غزل رازی کے مرثیہ مین لکھی غزل کے ہر ایک مصرع سے تاریخ برآمد ہوتی ہے۔ بہارستان کے مولف نے تاریخ وفات سنہ ۱۱۰۰ ہجری لکھی۔ اول روایت صحیح ہے ثانی کو سہو کاتب پر محمول سمجھنا چاہئے۔ ع

وائے پیوند سخن سنجان نماند | تکیہ گاہ صاحب عرفان نماند

مجمع استاد بے شیرازہ ماند | مہد سے جمجاہ عاقلخان نماند

من اشعارہ الفارسی از مثنوی شمع پروانہ

رازہا در جہان بروے زمین | نے ز رتن ماند و نے علاء الدین

نے پدم ماند نے جمال پدم | برد با خود ز رتن خیال پدم

لیکن از عشق داستانے ماند | زان وفا پیشگان نشانے چند

اے بسا چون رتن بہندوستان | آمد و رفت نیست نام و نشان

ہشتصد سال شد ز عشق رتن | لیکن این داستان نگشت کہن

در ہمہ حال نغمۂ عشاق | سخت پیچیدہ است در نہ طاق

بلکہ نہ طاق پردۂ عشق است | زانکہ بنیاد گردۂ عشق است

من مثنوی عشق منوہر

زان کردم من این ہنگامہ بنیاد | کہ دل شاگرد بود و عشق استاد

ز لوح ہندوی این نسخۂ راز | بنقش فارسی شد جلوہ پرداز

کشیدم نالۂ چند از دل ریش — بود در عہدۂ ہندی کم و بیش
نباشد این مثل پوشیدہ از عقل — کہ کفرے نیست ہرگز کفر را نقل
اگر نیک و بد آوردم فراہم — نہ در گلبن گل و خارست باہم
گلم در دست یاران باد دستہ — بجانم باد خارمن شکستہ
ز طبعم راست گر خارست و گر گل — بباغ خویش گویا نم چو بلبل

ولہ

تنہا نشستہ ایم و طلبگار چون خودیم — مکتوب اشتیاق بعنقا نوشتہ ایم

گل رعنا کے مولف نے لکہا کہ رازی صاحب ترجمہ کے اشعار پر کلمات الشعرا کا مولف افضل خان اکثر اعتراضات کرتا ہے۔ بلکہ بعض اشعار مین کمی بیشی کرکے درست کردیتا ہے چنانچہ رازی کے شعر کو ؎ عشق کہ آسان نمود آہ چہ دشوار بود * ہجر کہ دشوار بود آہ چہ آسان گرفت * ہر خوش اسطرح درست کرتا ہے ؎ عشق کہ آسان نمود آہ چہ دشوار بود ہجر کہ دشوار بود بار چہ آسان گرفت * انتہی کلامہ

شمع انجمن کے مولف نے لکہا کہ میر عسکری سادات خواف و عمدہ خوانین عالمگیری سے تہا۔ عالمگیر کے شاہزادگی کے زمانہ مین ایک خاص پرستار فوت ہوئی تہی۔ متوفیہ کی جدائی کا شاہزادہ کے دلپر سخت صدمہ گذر رہا تہا۔ پس شاہزادہ اس سوز و گداز مین دوسرے دن شکار کے لئے برآمد ہوا۔ رازی صاحب ترجمہ نے خلوت مین عرض کیا کہ باوجود رنج و ملال شکار کو جانا کیا حکمت ہے۔ شاہزادہ نے اس بیت کی طرف اشارہ کیا ؎

نالہاے خانگی دل را تسلی بخش نیست — در بیابان می توان فریاد خاطر خواہ کرد

اُسیوقت عاقل خان نے اپنی طبع زاد یہہ بیت پڑہی۔

عشق چہ آسان نمود آہ چہ دشوار بود — ہجر تو دشوار بود یار چہ آسان گرفت

بیت کے سننے سے بادشاہ کے دل مین بہت رقت ہوئی۔ چند مرتبہ بیت کو پڑہوا کے سنا اور یاد کرلیا۔ اور پوچہا کہ یہہ کسکی طبع زاد ہے۔ عرض کیا کہ یہہ ایسے شخص کی ہے کہ وہ حضور کے سامنے شاعری کے نام سے مشہور ہونا پسند نہین کرتا ہے مسکرایا۔ اور رازی کی تربیت و ترقی کو مد نظر رکہا چندہی روز مین منصب چار ہزاری کو پہنچا دیا۔ سفر دکن کے وقت صوبہ داری شاہجہان آباد پر مامور فرمایا۔

آپکا دیوان شگوفہاے معانی دلنشین و گلہاے مضامین رنگین سے نمونہ گلزار پر بہار ہے ہر ایک شعر لطافت و نزاکت سے خالی نہین ہے۔ فصاحت بلاغت مین ڈوبا ہوا ہے کہین عاشق کا سوز و گداز ہے۔ کہین معشوق کا ناز و انداز ہے۔ کہین صوفیاے کرام کا وجد و حال ہے۔ کہین وحدت الوجود ماہیت ہوئیت کی قیل و قال ہے۔ آپکے اشعار سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ صوفی المشرب تہے۔ آپکو خاص فن تصوف سے دلچسپی تہی۔ درویش پرست و فقرا دوست تہے۔ اکثر طلبہ آپکے چشمہ فیض سے سیراب ہوتے تہے۔ آپ طلبہ کے ساتہہ حسن سلوک فرماتے تہے۔ آپکو شعر و شاعری و مذاکرۂ علمی سے دلاویزی تہی۔ بناءً علیہ آپکے پاس علما و شعرا کا مجمع ہوتا تہا۔ آپ شعرا و علما کے انجمن کے آفتاب روشن تہے۔ اور تمام شعرا و علما بہی آپکی محفل کی رونق تہے۔ آپکے اوصاف حمیدہ و صفات پسندیدہ اسقدر بیشمار ہین کہ زبان قلم و قلم زبان سے ادا کرنا محال ہے۔ اب مین آپکے بوارق طبع کو بطور نمونہ گذارش کرتا ہون تاکہ ناظرین مطالعہ معنوی سے محروم نرہین

من اشعارہ الفارسی

خشک کنم ز سوز دل دیدۂ اشکبار را — چند در آب افکنم آینۂ نگار را
قبلۂ مست میکند خانۂ میفروش را — آنکہ بکعبہ می برد سالک ہوشیار را

چند غم جہان خوری دل چه نهی بر چمن	وله	باد خزان در پی ست جلوهٔ این بہار را
بست گره ز خون دل نافهٔ آہوی یمن		تا بگشاد آن غزال طرهٔ مشکبار را
مست جام نیست دل جرعه نوش ما	وله	مستی ماست از نگه می فروش ما
سر چو کشیدم ز جیب عشق گرفت	وله	پا چو کشادم ز بند راه بیابان گرفت
هر که بکف جام دید دولت جمشید یافت		هر که ز دنیا گذشت ملک سلیمان گرفت
سالها شد که دلم معتکف روی تو بود	وله	روی چون قبله نما از همه سو سوی تو بود
در جہان ہیچ دل از وسوسه آزاد نماند		مگر آن دل که اسیر خم گیسوی تو بود
ہر گل تازه که بشگفت سحر رنگ تو داشت		غنچهٔ نافه چو بشگفت پر از بوی تو بود
ساحری کیست که جان در تن گوساله دہد		ساحری چیست همه فتنهٔ جادوی تو بود
کشتهٔ غمزهٔ تو نیست همین راز و بس		بس سلمان بستم کشتهٔ ہندوی تو بود
ای حسن ترا ہر دم صد جلوه نقاب اندر	وله	صد موج زند دریا ہر لحظه حباب اندر
درد توام از سر چون روح بود در تن		سوز تو در اشک من چون بوی گلاب اندر
تا زلف ترا دیدم در دست صبا پیچان		می پیچم و می کاہم چون رشتهٔ تاب اندر
احوال دل راز ی گفتند درین مصرع		در کارم و بیکارم چون مد حباب اندر
عشق از معموره میخواند بویرانی مرا	وله	عاشق و ویرانه کرد این کنج پنہانی مرا
من ہمی سازم تو ہر چند بسوزی دلم		دل نمی رنجد ز تو ہر چند رنجانی مرا
از نظر پنہانی و درد تو در دل آشکار		آشکارا می کند این درد پنہانی مرا

راز - میر میران اصفہانی اورنگ آبادی

راز تخلص - میر میران نام - آپ علی مردان خان اصفہانی کے خلف الصدق ہیں

سلطان حسین مرزا شاہ ایران کے طرف سے فرخ سیر والی ہند کی خدمت میں ایلچی ہوکر آئے - مراتب اعلی پر پہنچے - چند روز دلی میں رہے پھر نواب آصفجاہ طاب ثراہ کی خدمت میں دکن میں وارد ہوئے - نواب صاحب نے آپکی بڑی قدردانی کی - منصب و خطاب سے سرفراز فرمایا آپ نواب صاحب کے سایۂ عاطفت میں زندگی نہایت خوشحالی و فارغبالی سے بسر کرتے رہے - دکن کے امرا میں معزز و مکرم تھے - پھر تمام شہر اورنگ آباد کے داروغہ ہوئے - تازندگی نواب صاحب بدستور کام پر مامور فرماتے رہے - نواب آصفجاہ کی وفات کے بعد گوشہ نشینی اختیار کرلی - عاقبۃ الامر نواب سراج الدولہ بہادر حاکم ارکاٹ نے آپکو بلایا - آپ انکار کرتے رہے مگر نواب کے اصرار سے ارکاٹ کی طرف عازم ہوئے - یکایک اجل پہنچ گئی چھبیس [۲۶] تاریخ ربیع الاول سنہ ۱۱۸ھ مچھلی بندر میں جہان فانی سے عالم بقا کیطرف روانہ ہوئے - آپ کی نعش مچھلی بندر سے اورنگ آباد لائے - بیرون شہر آپکے باغ خاص میں دفن کئے لچھمی نرائن نے آپکی رحلت کی تاریخ لکھی ہے ؎

نوازش خان راز آن نکته پرداز	چو نام خود ازین عالم نہان شد
طلب کردم ز ہاتف سال تاریخ	ندا آمد گلگشت جہان رفت

گل رعنا میں لچھمی نرائن لکھتے ہیں کہ آپ سخن سنج و شعر فہم تھے - آپنے ایکروز غائبانہ نواب خاندوران خان بہادر سالار جنگ کی مجلس میں فقیر کی اس بیت پر ؎

رسید بادکشان را نوید خوشحالی	که آمد ابر سیه مد ظله العالی

اعتراض کیا کہ ابر سیاہ نہیں برستا ہے بلکہ ابر سفید ترشح کرتا ہے - شرابخوار ابر سفید کو چاہتے ہیں کہ اُس سے ترشح ہوتا ہے اور یہی انکا مقصود ہے - پس لفظ ابر سیہ شراب خواروں کی خواہش کے مخالف ہے - اور ابر سیاہ کی سند چاہی - فقیر نے

کلام ہے۔ انتہی کلامہ۔ جب اس اعتراض کی خبر مجھکو معلوم ہوئی۔ مین نے جواب مین لکھا۔ ابر کو لفظ سیہ سے مقید کرنا بلحاظ رعایت و مناسبت خلل ہے۔ اور جو لوگ اسبات کے قائل مین کہ ابر سیاہ نہین برستا ہے محض غلط ہے۔ دیکھو سکندرنامہ مین نظامی گنجوی لکھتا ہے ؎ بہنگام سختی مشو ناامید۔ کہ ابر سیہ بارد آب سفید۔ از مرزا صائب

طاعت کند رشک ندامت گناہ را — ریزش سفید می کند ابر سیاہ را

صائب کے کلام سے مستفاد ہوتا ہے کہ ابر سفید نہین برستا ہے۔ ؎

گرچہ می گویند باران نیست در ابر سفید — از طراوت می چکد از پرتو مہتاب آب

یہہ بات کیونکر ثابت ہوتی ہے کہ ابر سیاہ شرابخوارون کے خلاف مزاج ہے۔ بلکہ شرابخوار مطلق ابر کے خواہان ہوتے ہین سفید ہو یا سیاہ + انتہی ما فی گلرعنا۔

آپ خوش مزاج و لائق تھے۔ اشعار موزون کرتے تھے مگر اصلاح طالب ہوتے تھے۔ لیاقت سے زیادہ کے مدعی نتھے۔ تا بزندگی اصلاح نہین لی۔ میر آزاد بلگرامی کے دوستون مین سے تھے راز کے فوت ہونیکے بعد چند اجزا جنمین راز کے اشعار تھے میر صاحب کو ملے میر صاحب نے اکثر اشعار کو قلم اصلاح سے درست کر دئے۔ مرحوم کی محبت و آشنائی کا حق مرنیکے بعد ادا فرمایا۔ اور ریختہ مین کہتے تھے۔ ریختہ مین تخلص بہید کرتے تھے۔ مگر بہت ہی کم کہتے تھے

من اشعاره الفارسی

صفحہ آئینہ دارد ہر نفس نیرنگہا
آرد اگر بآئینہ رو خود پرست
ز خاک کربلا پوشان لباس فاخری یارب
اے عزیزان نقد جان حاضر کنید

بسکہ می بارد ز رخ او از نزاکت رنگہا
داند درست حال دل پر شکست ما
برنگ رشتہ تسبیح چشم ناتوانم را
یوسفی در کاروان داریم ما

مگر آمد برون از کان حیا امشب	وله	کہ چون آئینہ لبریز ست از حیرت ہوا امشب
بدانکہ روز و شب بجہان دا رسیدہ است	وله	فانوس آسمان چو تو شمعی ندیدہ است
باد صبا شمردہ بکویش قدم گزار	وله	انجا ز طبع گل دل ہر خار نازک است
اگرچہ روز مرا تیرہ ساخت گیسویت	وله	تمام عمر خودش ہمچو من پریشان است
عقیق دل چو مر انگشت مہر نام علی		ہزار بار بہ از خاتم سلیمان است
صبح بے گل روشنواے ما یہ داغ گل سرخ	وله	خار گردید بچشم ہمہ باغ گل سرخ
فصل گل شد بچمن چشم تو بلبل روشن		کہ برافروختہ شد باز چراغ گل سرخ
بکوئے یار ندانم چسان رسیدہ شود	وله	مگر چو اشک براہش ز سر دویدہ شود
ز گریہ ہائے بافراط خویش می ترسم		مباد در قفس داغ تو آب دیدہ شود
اگر از پردہ آن شور قیامت سر برآرد	وله	ز محشر بیشتر ہنگامہ محشر برون آرد
ز غفلت عمر ما باشد کہ با عشرت ہم آغوشیم	وله	بیا اے غم کہ گرد و بستر راحت فراموشیم
از سوز نواے شمع بتان سوخت دماغم	وله	بر گیر ز خاکستر پروانہ سراغم
چون کمان رفتہ ام بقربانت	وله	وقت پیری جوانئی کردہ ام
تا خیال قامت آن سرو رعنا کردہ ایم	وله	عالم بالا بزیر پا تماشا کردہ ایم
غیر نرگس کے برون آید گلے از خاک ما		بسکہ یاد ساغران چشم شہلا بودہ ایم
بسکہ برداشت لالہ داغ زمین		گشت ہر لالہ باغ باغ زمین
چنین کہ روز من از داغ ہجر تیرہ است		بحیرتم گذرد شام من چسان بی تو
محرمان شوق را ابروے طاقت قبلہ گاہ		دیدہ قربانیان کوے نازت عیدگاہ
کیم من ناتوان صیدے بدام غم گرفتارے		بدرد و داغ شادی ہا حیات خویش بیزارے

خواہد ببزم یار اگر جا کند کسے — مانند شمع گریہ شبہا کند کسے

رباعی

آنرا کہ خیال زلف خوبان باشد — روز شب وہمیشہ یکسان باشد

آشفتگیش چو مو بود عین مراد — از جمع شدن دلش پریشان باشد

لچھمی نرائن صاحب اورنگ آبادی چمنستان شعرا میں لکھتے ہیں کہ جناب نواب میر میران المخاطب بنوازش خان۔ فارسی ہندی دونوں زبان میں شعرگوئی کرتے ہیں۔ میر تقی میر نے لکھا کہ آپکا تخلص بیدار ہے۔ اور فتح علیخان نے اپنے تذکرہ میں لکھا کہ آپکا تخلص میر میران ہے۔ فقیر کو شک واقع ہوا۔ رفع شک کے لئے نواب صاحب کی خدمت میں ایک رقعہ بھیجا۔ اور نواب صاحب نے جواب بھیجا۔

جواب رقعہ۔ کہ اینجانب را صاحب سخنان خواہی نخواہی داخل ریختہ گویان نمودہ و حالانکہ این بے بہرہ را اصلاً بہرہ درین فن نیست۔ و ست روز بالا نام این گمنام سید عبدالحسین است و والد مرحوم نظر براوب نام ملقب بمیر میران نمودہ۔ تخلص فارسی چون راز قرار یافتہ۔ لہذا دوسہ بیتے کہ بعنوان ریختہ موزون شدہ بود در تخلص بیدار ترقیم یافت و میر تقی میر دو بیت کہ نوشتہ اند از منجملہ است۔ خود نوشتہ اند کہ تذکرہ را چمنستان شعرا موسوم نمودہ ام انصاف باید نمود کہ کار خار در چمنستان ہست یا نہ اگر ہست اشعار مرا باید داخل نمود۔ و اگر نیست خیر انتہی کلامہ۔

من اشعارہ الہندی

دیکھی صبا نے شاہد گل کا مسکرانا — سیکھی ہے ان لبان سے گل کی کلی کہلانا

ولہ

دیکھا ہے دل نے جب سے باد اُمس نین کا — ہر صبح و شام کرنا شکر انیکا دوگانا

ولہ

کوئی گرزلف تیری خواب میں یک شب دیکھے — اُس بیچارے کی سبھی عمر پریشان گذری

ملاحت جب سخن کی تجہ لب پر شور سین ٹپکی — لگے تجہ شعلہ خو کا تیر کاری جسکو اے ظالم

ولہ

بجائے می نمک ہر دانہ انگور سے ٹپکی — بجائی خون شہر اس زخم کے ناسور سین ٹپکی

ولہ

از سر کو تو جانا مجھے جانا مشکل — جاؤں تو خود سے مگر جان پھرانا مشکل

چڑھا کس مرتبہ پر جگمین منصور — یہہ ملک عشق کی سرداریان ہین

کرو کتنا تجلی کا تم یہ نہ سمجھو — جنون کی شوق کے گلکاریان ہین

تمامی عمر دل بیکل رہا ہے — یہ بیچارہ دُکھون مین پل رہا ہے

میری اس داغ دلکو دیکھہ لالہ — دل و پروانہ دے کر جل رہا ہے

آہ گر باغ مین وہ سرو خرامان گذرے — اشک قمری کا گلستان مین طوفان گذرے

ہے آتش غم تیز دروں ہیں مرے — ناوک نازتیرا دلمستی سوزان گذرے

رنگین۔ نورالدین علیخان

رنگین تخلص۔ نورالدین علیخان نام۔ آپ ضیاءالدین حسین خان صاحب الصدور دکن کے صاحبزادہ تھے۔ اور قاضی کریم الدینخان قاضی بلدہ اورنگ آباد کے داماد تھے آپکے والد ماجد کو صدارت کے سوائے سرکار بندگانعالی نواب آصفجاہ مرحوم کی خانسامانی کی خدمت بھی تھی۔ آپ نہایت لائق و مستعد تھے۔ والد کے فوت ہونیکے بعد اضافہ منصب اور خطاب ضیاءالدین حسین خانی سے سرفراز و ممتاز تھے شاعر رنگین طبع ظریف المزاج تھے۔ نیک سیرت ستودہ عادت تھے۔ حریفان ہم مشرب یاران ہم مذہب سے خوش اخلاقی و نرمی سے ملتے تھے۔ عزیز دل تھے۔ ذکی الطبع و تیز فہم تھے۔ شعرگوئی مین عمدہ مہارت و لیاقت رکھتے تھے۔ آپکے

اشعار رنگین سے تازہ تازہ مضامین عیان نظر آتے ہین۔ دیکھنے اور سننے سے لطف آتا ہے آپکا انتقال ۱۱۷۲ھ ہجری مین ہوا۔

من اشعارہ الفارسی

چہ شد دور م خبر ہائے تو قاصد رسید اینجا
زما مپرس حال گریبان و آستین
گم کردہ ام باد خطش دست و پای خویش
ہم رعشہ دست رو ہوش گشت و ہم نفس
افشان بخون دل شدہ رنگین قبائی ما

وله

تو با آئینہ گشتی گرم صحبت دل طپید اینجا
داریم ہمچو دیدہ گریبان و آستین
دارم گل بنفشہ بدامان و آستین
میرانم این مگس بگس ران و آستین
از ما مپرس حال گریبان و آستین

لچھمی نرائن چمنستان شعرا مین لکھتا ہے کہ رنگین کی طبیعت غزل گوئی کے ساتھہ مناسب نہین تہی۔ مثنوی مین صاحب کمال تہا۔ روضۃ الشہدا کو بطور وقایع نظم کرنے نہین پایا کہ عین عالم شباب مین ۱۱۷۲ھ ہجری مین فوت ہوا۔ میر عبد القادر مہربان اورنگ آبادی نے تاریخ وفات لکھی ہے ؎

از جہان رفت خان رنگینی — نتوان یافت مرزائی چنین
سال فوتش شنیدم از ہاتف — با اجل رفت از جہان رنگین
۱۱۷۲

غرابت تاریخ مرحوم

یہہ بات مسلّم ہے کہ کوئی شخص بے اجل نہین مرتا۔ لیکن مرحوم کی رحلت کی تاریخ کے حدوث مین اتفاقًا یہہ ضرورت واقع ہوئی کہ ایکروز سب یاران ہم مشرب مجلس مین مجتمع تہے۔ یکایک رنگین کے مرنیکی خبر معلوم ہوئی۔ لوگون نے کہا کہ کسی نے زہر دیا ہے۔ نہین تو ایسے جوان کا یکبیک فوت ہونا تعجبات سے ہے۔ اُس مجلس مین

مہربانان حاضر تہے۔ ایک مصرع فی البدیہہ کہا ؎ با اجل رفت از جہان رنگین ۔ جب مصرع کے عدد نکالے تو بے کم و کاست پوری تاریخ برآمد ہوئی۔ پہر مہربان نے ایک قطعہ مرتب کیا۔ چنانچہ صدر مین مذکور ہو چکا ہے۔ اور لچھمی نرائن لکھتا ہے کہ تذکرہ چمنستان شعرا کے اتمام کے بعد رنگین کے خادمون کی زبانی معلوم ہوا کہ رنگین ۲۴ جمادی الآخر ۱۱۷۰ھ ہجری مین روز جمعہ بلدۂ ایلچپور مین فوت ہوا ہے۔ تو فقیر نے ایک قطعہ تاریخ لکھا ہے ؎

سخن سنج معنی گزین خان رنگین — چو شد بہر گلگشت گلزار عقبےٰ
ندا داد ہاتف پے سال فوتش — بمرگ مفاجات او شد ز دنیا
۱۱۷۰

من اشعار الہندی

نہین ہے آواز سے خالی یہہ بیستان میرا
سبز نہین جو تیرا موسم خط میرے بر
رشتۂ عمر کے نزدیک ہے مقراض اجل

کرتا ہے صدا یہہ سلسلہ نالان میرا
دام مین ہورکے نہین ہے یہہ سلیمان میرا
بے سبب چاک نہین ہے یہ گریبان میرا

مناظرہ رنگین و مہربان

میر عبد القادر مہربان قاضی دولت آبادی ابتدا مین رنگین تخلص کرتے تہے ایک روز مجلس مشاعرہ مین ایک غزل پڑہی جسکا مطلع یہہ ہے ؎

خمارم بر نیاید منت صہبا کشید نہا — ز فیض چشمۂ نازم سرخوش بیخود طپید نہا

یاران ہم مشرب نے غزل مذکور میر ضیاء الدین حسین خان رنگین سے سنی تہی۔ مہربان کو سرقہ سے منسوب کیا۔ مہربان مع مجموعہ یاران رنگین کے مکان پر گیا دفع سرقہ کے لئے مباحثہ شروع ہوا۔ رنگین نے فرمایا کہ مین نے اس غزل کو اپنے طرف منسوب کرکے

نہین پڑا۔ اس فساد کا منشا اشتراک تخلص کے سبب تہا۔ مجلس برخاست ہونیکا خان رنگین نے مہربان کی خدمت مین رنگین تخلص ترک کرنیکی نسبت ایک قطعہ منظوم لکہا ہے وہ یہہ ہے

برادر از تو چشم عنایتی دارم	ز بارگاہ تو امید راحتی دارم
کہ یک تخلص رنگین من بمن بگذار	ز اشتراک تخلص دل است فگار
ترا کہ قدرت چندین ہزار مضمون است	ز آب و تاب کلام تو جملہ مشحون است
اگر تو خواستہ باشی تخلصت بسیار	کہ لفظہا بجناب تو می رسند ہزار
شنیدہ ام کہ در ایام سابق استادان	نمودہ اند عنایت تمامی دیوان
عجیب نیست ز اشفاق عام انجا دوم	کہ از تخلص من بگذری تو دوست لزوم
ہمین بس است مرا از رحمت و الطاف	دل مرا کن ازین دغدغہ صاف

مہربان نے خان رنگین کی خاطر سے رنگین تخلص ترک کیا۔ اور ایثار اختیار کیا۔ غزلون کے مقاطع کی تبدیل و تحریف مین سخت محنت پڑی۔ پہر میر آزاد بلگرامی نے براہ مہربانی مہربان تخلص عنایت فرمایا۔ بعض غزلون مین تخلص مہربان کی گنجایش نہین ہوتی ہے تو ایثار کو اختیار کرتے ہین۔

روشن۔ قاضی محمد صالح

روشن تخلص۔ محمد صالح نام۔ تحفة الشعرا کے مولف نے لکہا کہ آپکے بزرگان بہلف سلاطین گجرات کے عہد سے قصبہ جمبوسر تعلقہ بہڑونچ مین سکونت پذیر تہے۔ اور خدمت قضا پر مامور تہے۔ آپ کی ولادت اسی قصبہ مین ہوئی۔ اور وہین کی آب و ہوا مین پرورش پائی۔ نشو و نما کے بعد عالم عقل و شعور مین آپنے طالب علمی شروع کی۔ چند مدت مین

کتب درسیہ سے فارغ ہوکے فرخ سیر بادشاہ کے عہد مین بندر سورت کی قضا پر مامور ہوئے۔ آپ نہایت ہی لائق و ہوشیار متقی و پرہیزگار تہے۔ چند سال اسی خدمت پر مامور رہے۔ قضا کا کام عمدہ طرح سے انتظام فرماتے رہے۔ بہارستان کے مولف نے لکہا کہ آپ نواب آصفجاہ اول کے آخر عہد مین بندر کور سے حیدرآباد دکن مین آئے اور حضور کی ملازمت مین باریاب ہوئے۔ امیدوار تہے کہ کوئی خدمت بزرگ پر مامور ہو جائین لیکن اجل موعود نے فرصت و مہلت نہ دی کہ کامیاب ہو جائین آخر آپنے سنہ ۱۱۴۷ہجری مین اس دار فانی سے عالم جاودانی کو رحلت کی۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ آپکو شعر و شاعری سے دلچسپی تہی۔ کبہی کبہی شعر موزون فرماتے تہے۔ آپکا کلام نہایت متین و شیرین ہوتا تہا

من اشعارہ الفارسی

نیارد دید رنج ہمنشین دل بستۂ صحبت	ولہ	اگر بر دوش زنی دستی بشور آرد جلاجل را
بہر کہ آئینہ اغبار روئے داد	ولہ	بغیر خویش کسے در میان نمی بیند
راحت بیجا سراسر رنج بود	ولہ	پائے چون خوابید صاحب بستر است
بادہ چون جان زین شیشہ برون ریختہ		محتسب را بگذارید کہ خون ریختہ
احتیاج ہیچ دانم نیست در تسخیر ما		وحشی حرفیم و خاموشی بود زنجیر ما
چہ بیجو دمی چکد امشب سرشک از چشم گریانم		مگر کج کردہ پیمانہ لبریز پیمان را
ز سیر گلشن عشرت کشیدہ دامانم		جو بوئے گل بہوائے کسے پریشانم

رسا۔ جان مرزا حیدرآبادی

رسا تخلص۔ جان مرزا نام۔ مرزا خان حسینی خطاب تہا۔ سادات حسینی ہمدان سے ہین

آپکے نسب کا سلسلہ سید علی ہمدانی سے پہنچتا ہے۔ آپکے اجداد مین میر شاہ طاہر
اکبر بادشاہ کے زمانہ مین وارد ہوئے۔ بادشاہ ہند نے آپکی بڑہی قدر و منزلت کی
چند مدت کے بعد دکن مین آئے۔ سلاطین دکن نے بہی آپکی تشریف آوری کو نعمت عظمیٰ
و غنیمت کبریٰ جانکر بڑہی عزت و آبرو کی۔ آپکی آل و اولاد گجرات احمد آباد مین متوطن
ہوئے اور ارباب فضل و کمال کے مرجع ہوئے۔ مشائخ کے طریقہ پر قائم تھے۔ اکبر بادشاہ نے
چند مواضع جاگیر مقرر کرئے تھے۔ اُسکی آمدنی کو محتاج مین صرف کرتے تھے۔ بادشاہ
اسلام کی دعاگوئی اور خلائق کی ہدایت مین زندگی بسر کرتے تھے۔

آپکے والد ماجد سید میر جان عالمگیری زمانہ مین ارباب مناصب کے زمرہ مین تھے۔ خدمات
عمدہ پر ممتاز و سرفراز۔ علوم متعارفہ و فنون عربیہ ادبیہ سے واقف و ماہر تھے۔ مرزا جان کا
مولد حیدرآباد دکن ہے۔ اور نشو و نما نواب آصفجاہ بہادر کے لشکر مین پایا۔ کتب درسیہ
کی تحصیل اور علم ادب کی تکمیل والد ماجد کی خدمت مین کی تہی۔ عالم فاضل و ادیب کامل
تھے۔ افضل فاقشال تحفۃ الشعراء مین لکھتے ہین کہ ابتدا مین نواب شجاعت خان
بہادر صوبہ دار برار کی ہمرکاب تھے۔ نواب کی عالی ہمتی سے اُس مقام برار مین زندگی
فراغت و آبرو سے بسر کرتے تھے۔ آصفجاہ بہادر کے آخر عہد مین دار الانشا مین
موسوی خان جرات کی جگہہ میر منشی ہوئے۔ حضور آصفجاہ کے خاص مقربین مین
داخل ہوئے۔ دلی کے سفر مین حضور آصفجاہ کے ہمرکاب تھے۔ اکابر و مشاہیر دلی سے
مستفید ہوئے۔ اور شعرا کی صحبت سے بہی فیضیاب۔ میر آزاد بلگرامی سے نہایت
خلوص و محبت رکہتے تھے۔ اکثر اوقات علمی مباحثے و مناظرے باہم ہوا کرتے تھے
ایکروز میرزا نے میر صاحب کے اس شعر مین ؎ آزاد از سواد سخن سرسری مرو ✢

صد بار گر نگہ زدہ بازہ کن لحاظ ✢ اعتراض کیا کہ نگہ زدن نہین سنا یا گیا۔ سند دیجیے
میر صاحب نے فی الفور نظامی کا شعر شیرین خسرو سے پیش کیا ؎

نگہ چون بر جمال نازنین زد گلہ بر آسمان سر بر زمین زد

فرمایا آج یہہ فائدہ مجکو آپکی برکت سے حاصل ہوا۔ کیا منصف مزاج و حق پسند تھے
کہ سنتے ہی تسلیم کیا اور اپنی لاعلمی کے مقر و معترف ہوئے۔ فی زماننا کے ملاؤن سے
ہوتے تو کبہی تسلیم نکرتے۔ بیفائدہ شور و غل مچاتے۔ مقابل کے قول حق کی تسلیم کو
کسر شان سے سمجھتے۔ حالانکہ واقع مین تسلیم حق کی شان ایسی بلند ہے کہ آسمان ہفتم
سے برتر ہے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

خوش سلیقہ و خوش طریقہ ہے۔ سخندان سنجیدہ و شاعر پسندیدہ۔ مودب مہذب
رنگین صحبت و ستودہ سیرت ناظم و ناثر تھے۔ نثر خوب لکہتے تھے۔ نثر کیا لکہتے تھے
گویا موتی رولتے تھے۔ و نظم بہی خوب کہتے تھے۔ آپکے اشعار لآلی آبدار ہین۔
سخن گوئی و شعر فہمی مین یگانہ زمانہ تھے۔ آپ آخر عمر مین دار الانشا سے محکمہ
کروڑگیری بلدہ حیدرآباد مین منتقل ہوئے۔ آپ اس عہدہ پر زمانہ وفات تک مامور
رہے۔ آپ خلق مجسم تھے۔ اسوجہ سے اہل شہر آپکو عزیز دل سمجھتے تھے۔ آپ ہر ایک کے
ساتھہ نیک خلق و لطف سے ملتے تھے۔ عوام کی تالیف قلوب مین بہت ہی مستعد
و سرگرم رہتے تھے۔ آخر آپ سنہ ۱۱۷۴ ہجری مین شہر حیدرآباد مین فوت ہوئے۔ میر آزاد
نے رحلت کی تاریخ کہی ؎

شیرازۂ نظم میرزا خان ہم نثر بفکر او مباہی
تاریخ وفات او خرد گفت پیوست برحمت الٰہی
۱۱۷۴ھ

من اشعاره الفارسی

تا جلوهٔ تو بد نظر می شود مرا		تا رنگاه سالک گہر می شود مرا
یارا ز نظر رفته زمین گیر می شوم		روز وداع درد کمر می شود مرا
ممنون ناله ام که درین بزم بیکسی		گاہے رفیق دیدهٔ تر می شود مرا
ما را رساز خاک محبت سرشته اند		بر جان و دل شکست اثر می شود مرا
خون چکانده از دیده ام نظاره دست حیا	ولہ	آن کف پا میرود شاید بگلگشت حنا
جرات پابوسم آخر انتقام خود کشید	ولہ	رنگ ما نگرفت پایش را بہ شست حنا
از غم ہر کس بدل فریاد می آید مرا	ولہ	شیشه بر جا شکند دل یاد می آید مرا
رحم کن اے باغبان تقصیر در گلشن	ولہ	که ما را از رگ گل کرده زنجیر در گلشن
ز بیم نازکیہا بس قلم چون بید میلرزد		مصور گر کشد بر برگ گل تصویر در گلشن
چه لازم عندلیبان شکوه سنج باغبان بودن		بسر بردا این بہار آخر بہر تقدیر در گلشن
در رقص آمد آن قیامت ایجاد	ولہ	چون شعله بلند شد ز دلها فریاد
می آید و میرود خدا خیر کند		این برق بخرمن که خواهد افتاد
در گلشن دہر بسکه تاب داغم	ولہ	چون لاله اسیر پیچ و تاب داغم
کیفیت حال من تماشا دارد		چون مصرع شمع انتخاب داغم
چشمت بیاده مستی ما را ندیده است	ولہ	زلفت درازدستی ما ندیده است
بسیار بلا خطه پیمانه می دہد		ساقی ہنوز مستی ما را ندیده است

از گلرعنا و سرو آزاد

خود را ز تنگی قفس آزاد میکنم		این مشت پر تواضع صیاد می کنم

در سراپردهٔ دل ہر نفس آوازے ہست	ولہ	که درین خانه نہان خانه برانداز ہست
نرسیم اگر به بزمش ز ہجوم نارسائی	ولہ	بخیال آستانش من و مشق جبہه سائی
که برد پیام ما را بحریم خوش نگاہان		ز تہی نموده آہم دو سه مصرع ہوائی
بگلشن دل پر داغ سیرہا دارم		معاشران چمن انتظار من مبرید
نمی توان بفلک طرح اختلاط انداخت		مرا ز صحبت این سفله ننگ می آید
خو بعزت کرده را در بیکسی ہم عالمی است		بلبل ما در قفس کم میکند یاد وطن

روشن - محمد روشن خان حیدر آبادی

روشن تخلص۔ محمد روشن خان نام۔ آپکا وطن اصلی حیدر آباد دکن ہے۔ ذہی استعداد ولائق تھے۔ طبیعت مین چستی و چالاکی تہی۔ جولانی طبیعت سے شعر گوئی کے میدان مین اقران و امثال سے شائق و فائق تھے۔ کلام سے متانت و لطافت نمایان ہے۔ ہر ایک شعر و مصرع سے ملاحت و عذوبت عیان ہے ہمکو آپکے دیوان کے دو ایک ورق متفرق ملگئے۔ اُسمین سے چند اشعار ہدیہ ناظرین کرتے ہین۔ آپ سنہ ۱۳ تیرہ سو ہجری کی ابتدا مین زندہ تھے سنہ ۱۳۴۰ ہجری کے قریب آپکا انتقال ہوا۔ ہمکو آپکی تاریخ مین شک ہے۔ اور آپکا حال بھی پوری طور سے معلوم نہین ہوا۔ مگر آپکا بقدر حال و تخلص کا نشان وپتا آپکے اُسی دیوان کے دو ورق سے جسقدر معلوم ہوا گزارش کیا گیا۔ چونکہ آپکا نام روشن ہے اُسی کی برکت سے آپنے اُس دیوان کے دو ورق سے یہہ روشنی دکھلائی۔ **ھوھذا**

صلح کو یکدم مین پھر کرتا ہے جنگ		وہ گل رعنا عجائب ہے دورنگ

اُس کے آگے بلہوس چھوڑے ہوس
دیکھ کر سختی تری روشن اُوپر
خدا کیو اسطے آے گل باغ شباب دل
اگر کوئی طفل نوخط اُسکو لے بار یہ تو ہے بر جا
نکوئی دمساز رکھتا ہے نکوئی ہمراز رکھتا ہے
دل سنگین پہ اُسکے جا اثر کر کچھ خدا سے ڈر
جلایا تلملایا تڑپھڑایا بات کیا آیا
دیکھو غماز ترکان کے دیکھون ساز چشمان کے
گریبان چاک کر روشن دِوانا ہو کہان جاوے
برنگ گل گریبان چاک ہے دل
پتنگا ہو گیا اُس شمع رو کا
بُرا ہے یا بہلا ہے کچھ تو ہے گا
سدا رہتا ہے مست و لا اُبالی
علاج اُسکا اے روشن کیا کرون مین
کر مجکو لب نہال رے نونہال دل
خط دار لب کو دیکھ کے یاقوت دنگ ہے
ہے چلبچل مین آج مرا دل اے چنچل
اتنا نہ کم نما ہو کسیکا کہا بھی کر
روشن کے ریختے کو پڑھین شمع رو اگر

ولہ
ہر نگہ ظالم کی ہے تیغ فرنگ
ہو گیا رقت سے پارہ پارہ سنگ

ولہ
لے آیا ہون تیری خاطر شراب و کباب دل
چلا ہون آج مکتب کو بغل مین لے کتاب دل
خطاب دل جواب دل جواب دل خطاب دل
ستم کرتا ہے مجھپہ کیا آتا اے اضطراب دل
قیامت مین اے ظالم تو کیا دیگا جواب دل
یہی ہے انتخاب دل یہی ہے انتخاب دل
جکڑ زنجیر مین رکھتا ہے اُسکو پیچ تاب دل

ولہ
جیون شبنم دیدۂ نمناک ہے دل
کہ جی دینے مین کیا چالاک ہے دل
میرے پیو کے قدم کا خاک ہے دل
سراپا بیخود و بیباک ہے دل
کبھو خوش ہے کبھو غمناک ہے دل

ولہ
اپنا غلام توجہ اے صاحب جمال دل
کیا خوشنما ہوا ہے زمرد سے لعل دل
ہین دلبری مین زور ترے خط و خال مین
یک لحظہ میرے ساتھ اے ابرو ہلال دل
عشاق جیون پتنگ کرین جد و حال دل

ولہ
بتون کے گھر طرف زنار کو لانیکا کیا حاصل
دل حیران حقیقت کو دل حیران کی کیا جانے
لیجا تو جوہر معنی کو کوئی جوہر شناس کے آگے

ولہ
پاس پاتے ہین ترے پہلو نہین ہم
اب رقیبون کے اوپر لاحول بہیج
عاقبت ہوتا ہے صحبت کا اثر
ہاتھ سے مژگان کے جا سکتے نہین
تاکہ ہو وین نقش پا اُس شوخ کے

ولہ
پیار نہین پاتے ہین اب پیارو نہین ہم
ملی خلافت عشق کی فرہاد سے
غنچۂ دل کیون نہووے باغ باغ
اب خدا جانے بچین یا نین بچین
کہین نظر آوے بت جادو فروش

ولہ
مسلمانون کو بتخانے مین لیجانیکا کیا حاصل
اے جان آئینہ کو آئینہ دکھلانیکا کیا حاصل
ارے روشن آئینہ اندھے کو دکھانیکا کیا حاصل

ولہ
پوجتے ہین اُن کو مقبولون مین ہم
دیکھ نہین سکتے تجھے غولو نہین ہم
بھول گئے ہین بیٹھ کر بھولو نہین ہم
کیا کرین اب سول مین سولون مین ہم
روشن اب مل جانگے دھولو نہین ہم

ولہ
یاریان نہین دیکھتے یارون مین ہم
تکیہ باندھا غم کے کوہسارو نہین ہم
دلبری دیکھین ہین دلدارو نہین ہم
ہین ترے آنکھون کے بیمارو نہین ہم
ڈھونڈتے پھرتے ہین بازارو نہین ہم

رفیقی آملی

رفیقی تخلص ۔ آپکا اصلی وطن شہر آمل ہے مستعد و لائق طالب علم تہا ۔ فارسی انشا پردازی و فن معما و تاریخ مین مہارت کامل رکھتا تہا ۔ وطن سے حج و زیارت کے لئے مکہ معظمہ روانہ ہوا ۔ حج و زیارت سے فارغ ہو کر اکبری زمانہ مین ملک دکن مین آیا چند مدت حیدرآباد و بیجاپور مین بسر کیا ۔ قطب شاہیہ و عادلشاہیہ سلاطین کی مدائح مین

قصائد لکھے پھر اکبری دربار میں پہنچا۔ بارگاہ اکبری میں ملازم ہوا۔ کسی تذکرہ نویس نے سنہ وفات کی نسبت کچھہ نہیں لکھا۔

من اشعارہ

بستم برخت پردۂ چشم نگران را / تا چشم بروئے تو نیفتد دگران را

زخم شمشیر جفائے تو بمرہم بستم / تا ازو چاشنی درد تو بیرون نرود

رونق - عارف الدینخان برہانپوری

رونق تخلص - عارف الدینخان نام - آپ حافظ محمد معروف برہانپوری کے فرزند ہیں۔ حافظ صاحب معہ صوف نواب والاجاہ کے عہد میں برہانپور سے مدراس میں آئے۔ اور سکونت پذیر ہوئے۔ نواب کی سرکار میں ملازم ہو گئے۔ سنہ ۱۱۹۲ ہجری میں رونق مدراس میں پیدا ہوئے۔ اوائل سن شعور میں کتب درسیہ عربیہ مولوی محمد اسمعیل صاحب و مولوی حاجی محمد مقیم صاحب کی خدمت میں تمام کیں۔ کتب متداولہ فارسیہ غلام محی الدین المتخلص بمعجز سے پڑہیں۔ طبع موزون فکر رسا رکھتے تھے۔ سخن کی اصلاح مولانا آگاہ سے لیتے تھے۔ مدت تک میرزا محمد صادق شیرازی المتخلص بکوکب کے ہم صحبت رہے۔ آپ کو محاورات فارسی کی تحقیقات میں نہایت ہی دلچسپی تھی رات دن اسی تلاش میں مصروف رہتے تھے۔ بیس برس کی عمر میں نواب عمدۃ الامرا بہادر کے ملازم ہوئے۔ امیر الملک تاج الامرا کی خدمت میں متعین ہوئے۔ عمدۃ الامرا کے انتقال کے بعد مدراس سے کڑپا کرنول میں پہنچے۔ مدت تک مسٹر طامسن گورنر مدراس کی سرکار میں منشی گری کی خدمت پر مامور رہے پھر بسبب کشش آب ودانہ حیدرآباد دکن میں آئے۔ زمانہ دراز تک شہر میں رہے حیدرآباد

مدراس میں آمد و رفت فرماتے تھے۔ آخر سنہ ۱۲۶۶ ہجری میں عزم جزم کیا کہ غربت کی شام سے جدا ہو کر صبح وطن میں آرام لینا چاہئے۔ پس مشاعرہ اعظم میں شریک ہوئے اقسام سخن میں خوب استعداد رکھتے تھے۔ اکثر محافل میں شعر فی البدیہہ کہتے تھے آخر بسبب ضعیفی و کم طاقتی گوشہ نشینی اختیار کی۔ ذکر الٰہی میں مشغول ہوئے مزاج میں آزادی تھی رندانہ روش میں زندگی بسر کرتے رہے۔ آخر حیدرآباد میں فوت ہوئے سنہ وفات کو کسی تذکرہ نویس نے نہیں لکھا۔ ہم بھی مجبوراً انہیں تذکرہ نویسوں کی پیروی کرتے ہیں ھو ھذا

طبع آزادان نشود وارستہ از بند خطر / در گذشتن آتش و آب ست یکسان سایہ را

در بیابان ہمسری با کوہ دارد چیرہ دست / برلب دریا نسیمے کرد لرزان سایہ را

بعد قتلم آن ستمگر بیوفائی سنگدل / پا نہاد بر سینہ و گوید کہ دشمن زیر پا

نیست کس درجا نگہداری مثل آن ثابت قدم / شمع میداند کہ آخر ہست مدفن زیر پا

رخ تو در نظر آئینہ دار نمی آید / بسادگی چہ قدر از تو کار می آید

سفر آراستہ دمے فرصت ندارم / کہ آغاز مرا انجام کردند

کریما نرا عجب تسخیر دلہا ست / خطوط دست احسان دام کردند

با آتشین نفسان نتوان ہمزبان شدن / کم می کند تجلی خود ماہ در سحر

متاع سود و زیان بار خاطرست اینجا / چو گرد قافلہ کاروان ہم برخیز

ہوس سرو قدت بعد فنا ہم نرود / قمری می کنم ایجاد زخاکستر خویش

کے بآسانی دہم از دست دامان فراق / بعد ازین دست من و چاک گریبان فراق

شد بکوہی او وطن ما را ز فیض چشم زار / بار منت ہا بسر داریم از گرداب تنگ

گرہ شود چو طبا شیر اشک در مژہ ام … اگر بفرقت آن نے سوار گریہ کنم
ربطی چوگو ہرست مرا با گریستن … ہستی من چو شتاب بود تا گریستن
شوخی مکن نسیم بزلف نگار من … فہمیدہ نہ قدم بشب تار اندکے

رائے ۔ کنول کشن

رائے تخلص ۔ رائے کنول کشن نام ۔ قوم کایتہ ۔ آپکا اصلی وطن پنجاب ہے ۔ آپکے والد بہرہ مند خان عالمگیری کے دولتخانہ مین عمدہ خدمت پر مامور تھے ۔ آپ پنجاب سے دکن مین آئے ۔ نواب آصفجاہ مرحوم کی سرکار مین خانساماں کے پیشکار تھے مدت تک سرکار موصوف کی خدمت مین سرفراز رہے ۱۱۷۰؁ ہجری مین معز الدولہ حسین خان بہادر خانساماں آصفجاہ ثانی کی خدمت مین پیشکاری پر مامور ہوئے ۔ صاحب مردم دیدہ اپنے تذکرہ مین لکھتے ہین جبتک فقیر اورنگ آباد دکن مین رہا تب تک معز الیہ فقیر سے محبت و اخلاص کے ساتھہ ملتے تھے ۔ صاحب دانش و خوش خلق و متدین تھے ۔ کبھی کبھی شعر کی فکر کرتے تھے ۔ باوجود کم فرصتی جو کچھہ کہتے ہین خوب کہتے ہین ۔ نواب نظام علیخان بہادر آصفجاہ ثانی نے ماہ شوال ۱۱۷۵؁ ہجری مین قلعہ بلدرگ کو فتح کیا ۔ آپنے اسکی تاریخ کہی ؎

آورد ہاتف مژدہ از فتح بلدرگ سترگ … دودہ بود با ہفت و یک از ماہ شوال بزرگ

ثانی مصرع مین ۱۱۷۵؁ ہجری برآمد ہوتے ہین ۔ انتہی کلامہ ۔ ۱۲۰۸؁ ہجری مین آپکی وفات واقع ہوئی ۔ آپکا کلام سوائے اس تاریخ کے ہمکو نہین ملا اسوجہ سے صرف اسی تاریخ پر اکتفا کیا گیا ۔

رضا ۔ محمد رضا بیگ اورنگ آبادی

رضا تخلص ۔ محمد رضا بیگ نام ۔ قوم مغل چغتائی برلاس سے تھے ۔ آپکے جد بزرگوار بدخشان سے ہند مین آئے ۔ آپکے والد دلی مین پیدا ہوئے تھے ۔ جد بزرگوار کا انتقال دلّی مین ہوا ۔ والد با جد عالمگیر کے آخر عہد مین وارد دکن ہوئے ۔ بادشاہی ملازم ہوئے شہر اورنگ آباد مین متعین تھے ۔ محمد رضا کی ولادت شہر مذکور مین واقع ہوئی ۔ اور اسی شہر مین تعلیم و تربیت بھی پائی ۔ کتب درسیہ فارسیہ فضلا و علما کے خدمت مین نہایت تحقیق سے حاصل کین بحد طالب علم ہوئے ۔ طبع موزون و فکر رسا سے موصوف تھے ۔ شعرگوئی شروع کی ۔ شاہ سراج اورنگ آبادی سے کلام کی مشق کرتے تھے آپکا کلام شیرین و رنگین ہے ۔ لچھمی نرائن چمنستان مین لکھتے ہین کہ مینے تالیف کتاب کیوقت ایک رقعہ اشعار کی طلب مین آپکی خدمت مین بھیجا ۔ آپنے رقعہ کا جواب نظم مین لکھکر بھیجا ۔ ؎ یار کا جور و ستم کیون نہ مین برداشت کرون ＊ اُس سے آیندہ مجھے چشم کرم باقی ہے ＊ بعد مرنے کے رہونگا مین کفن مین بیتاب ＊ بسکہ سینے مین رضا یار کا غم باقی ہے ＊ انتہی کلامہ ۔

من اشعارہ الہندی

ہے کسقدر میرا خود نما دور نگ … آئینہ اُس کے سامنے آکر ہوا دو رنگ
چھپاؤ مت دو رخ بے نقاب پردے مین … نہین رہا ہے کہین آفتاب پردے مین
رکھا ہون الفت ساقی کو اسطرح سے نہان … کہ جسطرح سے ہے کوئی شراب پردے مین
کار دنیا کیجئے یا فکر عقبی کیجئے … عمر کا عرصہ نپٹ تنگ اسمین کیا کیجئے
گرچہ ہمکو جلوہ دیدار کی طاقت نہین … ایکدم جو کچھہ کہ ہونا ہو تماشا کیجئے
اے رضا نہین تمنا وسے دل ما نکل اُٹھا … عشق کی راہ مین تسلیم و رضا لازم ہے

رنگین - لعل چند اورنگ آبادی

رنگین تخلص - لعل چند نام - قوم کایتھ - اورنگ آبادی المولد ہے - رنگین مزاج وخوش گفتار تھا - شروع جوانی میں لہو ولعب وعیش طرب میں مشغول رہتا تھا - آزادانہ زندگی بسر کرتا تھا - آخر سنبھل گیا - اور اپنی گذشتہ حالت پر افسوس کرنے لگا - معاش وقوت بسری کی فکر پیدا ہوئی - پڑھنے لکھنے کا شوق پیدا ہوا - شاہ سامی اورنگ آبادی کے خدمت میں حاضر ہونے لگا - چند روز استفادہ کیا - طبع موزون وفکر رسا رکھتا تھا - ریختہ میں شعر گوئی شروع کی - اور شاہ سامی سے اصلاح لینے لگا - تھوڑے ہی زمانہ میں شاعر یکتا ہوگیا - لچھمی نرائن شفیق کا معاصر ہے - آپکا انتقال ۱۱۹۵ سنہ ہجری میں ہوا -

من اشعارہ الہندی

آج وہ شوخ رنگیلا جو چمن میں آوے — سرو چلنے کو لگے غنچہ سخن میں آوے
ناصحوں کی بھی نصیحت نہیں اب اسکو قبول — بات کرتا ہے وہی سکے جو من میں آوے
زاغ کو کبک کی رفتار نہیں آنے کی — بوالہوس کو نکہو عشق کے فن میں آوے
جسکے تئیں ہوئیگی خواہش سخن رنگین کی — ہند سے نہیں ہے عجب وہ دکن میں آوے
عشق میں کوئی نہیں آج مرے آئے گا — کہ گرفتار ہوں میں سلسلۂ تمکین کا
کام میں اپنے ہوں سرگرم نہیں کسسے کام — ہجو سے دق نہیں مشتاق نہیں تحسین کا

راز - نوازش خان اورنگ آبادی

راز تخلص - نوازش خان نام - ایرانی الاصل ہیں - آپکے والد ماجد علی مردان خان محمد فرخ سیر کے

زمانہ میں شاہ ایران کیطرف سے سفیر ہو کر آئے تھے - شاہ جہان آباد میں چند روز رہے پھر وہی سے دکن میں رونق افزا ہوئے - بندگان آصفجاہ کی خدمت میں پہنچے - عنایت ورحمت شاہی سے سرفراز وممتاز ہوئے - پھر بعارضہ طبعی فوت ہوئے - آپکے خلف الصدق میاں راز نوازش خان کا خطاب پاکر تمام بلدہ اورنگ آباد کی خدمت داروغگی پر مامور ہوئے - جوان صالح متقی وپرہیزگار تھے - موزون الطبع وشعر فہم تھے - زور طبیعت سے شعر کی فکر کرتے تھے - آپکا کلام بامزہ ہے - تازہ تازہ مضامین سے شگفتہ وخندان ہے - کم گو تھے - کبھی کبھی موزون کرتے تھے - رفتہ رفتہ تمام اشعار کا مجموعہ ہوگیا - ایک مختصر دیوان بنگیا - صاحب دیوان مشہور ہیں - آپکا انتقال ۱۱۸۷ سنہ ہجری میں ہوا -

من اشعار الفارسی

دربزم تو تازہ پا نشستم — چون نقش بمدعا نشستم
چون کرد بشوق پابوسی — در کوئے تو جا بجا نشستم
از بہارش گلے نچید رقیب — خار شد آن چنان کہ می باید

ربط - بالا پرشاد حیدر آبادی

ربط تخلص - بالا پرشاد نام - آپکے بزرگ مشاہیر لکھنو سے تھے - آپکی ولادت بھی شہر لکھنؤ میں واقع ہوئی - سن شعور کے بعد کتب فارسیہ استادوں سے تمام کیں تحریر وتقریر میں عمدہ لیاقت حاصل کی - شعر گوئی کا نہایت ہی شوق تھا طبیعت چستی وچالاکی میں جولانی کر رہی تھی - دماغ میں نازک خیالی جوش مار رہی تھی کہ

شعر کہنا شروع کیا۔ آپکے اشعار اوائل ہی مین سنجیدہ و برجستہ ہونے لگے چند روز کی مشق مین پختگی و شستگی نظر آنے لگی۔ آپ وطن سے حیدرآباد دکن مین آئے۔ راجہ خوشحال چند بہادر کی دختر نیک اختر سے منسوب ہوئے۔ راجہ صاحب کی وجہ منصب مناسب پر بھی مقرر ہو گئے۔ آپ شعر و سخن کے شیفتہ تھے۔ حیدرآباد سے بغرض ملاقات شعراء ہند لکھنو روانہ ہوئے۔ وہان شعراء معاصرین سے ملے مشاعرہ مین شریک ہوئے۔ شعرا کی طرح پر غزلین موزون کئے۔ مجمع شعرا مین اپنا کلام پڑھا اور سب کو سنایا۔ سب نے پسند اور آپکو مواہیر سے وثیقہ اسبات کا مرحمت کیا کہ آپ سنہ شباب مین فرید زمانہ ہین۔ اور آپکے اشعار فرائد ہین۔ آپ خوش کلام جادو بیان تھے۔ آپکے اشعار مین مضامین دلگداز ہوتے ہین۔ آپ خوش اخلاق صاحب مروت و سخاوت تھے آخر سنہ ہجری مین فوت ہوئے۔ آپ حیدرآباد مین ایسے جمے کہ مر کر اٹھے۔

من اشعارہ الہندی

تاب و توان و صبر گئے دل کے ساتھ ساتھ		محفل اٹھی ہے صاحب محفل کے ساتھ ساتھ
تب مجھکو یار کہتے تھے مرنا سہج نہین		کچھ دن پھرا تو کیجئے قاتل کے ساتھ ساتھ
قاتل سے اب کوئی نہین کہتا کہ دو قدم		تو بھی تو چل جنازۂ بسمل کے ساتھ ساتھ
سر سے کفن لپیٹے ہوئے پھرتے ہین بطِ		مرنیکے اشتیاق مین قاتل کے ساتھ ساتھ
کر نخل تمنا کو ہمارے ثمر آوے	ولہ	شمشیر کا پھل پھول سپر کا نظر آوے
تصویر اگر شمع رسالت کی لکھون مین		خامہ سے نکل جلوۂ شق القمر آوے
طوفان مرے اشکو نکا اگر پھر پر آوے		گردون بمثل نوح کی کشتی نظر آوے

یون تو یونہی صحیح منکر ہین مرے قتل سے آپ		سرخی پنجۂ نازک کو حنا کہتے ہین
وہ جو خنجر مرے مژگان کیطرح ہے پرخون		یہہ جو دامن پہ ہین چھینٹے اسے کیا کہتے ہین

رضا۔ محمد رضا خان مدراسی

رضا تخلص۔ محمد رضا خان نام۔ آپ نواب حسین دوست خان رئیس و جاگیردار قلعہ اولکنڈہ مدراس کے فرزند ہین آپکے جد بزرگ نواب شمشیر الدولہ مبارز جنگ چندا صاحب کے فرزند تھے۔ چندا صاحب کرناٹک کے والی و رئیس تھے۔ آپ فن شعرگوئی مین مرزا دبیر لکھنوی کے شاگرد ہین۔ آپ فارسی و اردو دونون زبان مین شعر کہتے ہین۔ اور آپ استاد کی طرح مرثیہ گوئی مین بھی بے نظیر ہین۔ آپکا اکثر کلام گلدستون اور اخبارات مین مطبوع ہوا ہے۔ مشہور و معروف ہے آپکی عمر چالیس برس کی ہوگی۔ نیک طینت و پسندیدہ سیرت ہین۔ خاندانی شرافت و نجابت کے یادگار ہین۔ طال اللہ بقاہ۔ ہم کو یہ بات نہین معلوم ہوئی کہ آپ مدراس مین سکونت پذیر ہین یا لکھنو مین۔

من اشعارہ الہندی

دوست دشمن عدو یگانہ ہوا		منقلب کسقدر زمانہ ہوا
ہم اسی بیوفا پہ مرتے ہین		جسکا وعدہ کبھی وفا نہ ہوا
سفاک کی گلی مین تھا خون تا کمر روان	ولہ	تقدیر نے دکھائی نئی کربلا مجھے

من اشعارہ الفارسی

شورش محشر فتنہ گر شب غوغا کنم		تازہ قیامت شود صبح چو بالا کنم

مشرب من دگر و مشرب مجنون دگر — نیست جنونم چنان خواهش لیلا کنم

راز ۔ مولوی احسان الحق دہلوی

راز تخلص ۔ مولوی احسان الحق نام ۔ دہلوی الاصل ہین ۔ مدت سے حیدرآباد دکن مین متوطن ہین ۔ سرکار عالی نظام سے یومیہ مناسب پاتے ہین ۔ عالم فاضل ہین شعرگوئی مین بھی ہوشیار و چالاک ہین حکیم نواب نیاز احمد خان ہوش بریلوی کے شاگرد ہین ۔ شعر خوب کہتے ہین ۔ کلام سنجیدہ ہوتا ہے ۔ آپ خوش طبع و خوش فکر ہین ۔ پاکیزہ طبیعت و پسندیدہ سیرت ہین ۔ صوم و صلوٰۃ کے پابند خدا و رسول کے اوامر و نواہی پر کاربند ہین ۔ خدا تعالیٰ آپکو خوش خرم رکھے ۔

من اشعارہ الہندی

بلبلو سایہ پڑا کس کے گل رخسار کا — رنگ آتا ہے نظر بدلا ہوا گلزار کا

کیا اطبا دم بخود کیون ہو نہ عیسیٰ بھی یہان — ہو جب ممکن علاج اس عشق کے بیمار کا

گرم ہے بازار یوسف کی کہان تھی اسقدر — اک جہان دل بیچکے طالب ہے ترے دیدار کا

یہ صدا پازیب کی جھنکار سے آتی ہی صاف — فتنہ محشر بھی بندہ ہے تری رفتار کا

رسا ۔ محمد وجیہ الدین خان حیدرآبادی

رسا تخلص ۔ محمد وجیہ الدین نام ۔ آپ محمد بہار الدین خان حیدرآبادی کے فرزند ہین ۔ فارسی نوشت خواند مین ہوشیار و مستعد ہین ۔ ذہین و فطین ہین سخن سنجی و شعرگوئی مین خوش کلام و شیرین بیان ہین ۔ آپنے ڈاکٹر احمد حسین صاحب

مائل سے مشق کی ہے ۔ مزاج مین شاعرانہ شوخی و ظرافت ہے ۔ شگفتہ جبین خندان رو ہین ۔ یاران ہم مشرب کی مجلس کے رونق ہین بارک اللہ فی عمرہ ۔ فی الحال آپکی عمر قیاساً چھبیس برس کی ہوگی ۔ معلوم نہین آپ کس محکمہ مین ملازم ہین

من اشعارہ الہندی

گر تجھکو رسا یار کے دیدار کا ہے شوق — آنکھون مین عینک خم رشید و قمر ہے آج

ولہ

وقت آرائش نگہ پڑتے ہی مضطر ہو گیا — خود تڑپ کر عکس آئینہ سے باہر ہو گیا

ہان جواب وصل کی تکرار دیتی ہے فرا — آپکا انکار بھی قند مکرر ہو گیا

ذرہ ہائے خاک بھی زنجیر جوہر بن گئے — نقش پائے یار مرآت سکندر ہو گیا

رشید ۔ محمد شکر اللہ خان لکھنوی

رشید تخلص ۔ محمد شکر اللہ نام ۔ آپ لکھنؤ کے مشاہیر شرفا سے ہین ۔ امامیہ مذہب ہین علم و فضل سے آراستہ لیاقت و قابلیت سے پیراستہ ہین ۔ شاعر خوش بیان و شیرین زبان ہین ۔ آپکو مرزا دبیر مرحوم سے تلمذ ہے ۔ آپ استاد کے ہمقدم پیرو ہین مرثیہ و سلام نہایت ہی خوب کہتے ہین ۔ اور ایسی خوبی سے پڑھتے ہین کہ سننے والے نہایت محظوظ ہوتے ہین ۔ فی الحال آپکی عمر قیاساً ساٹھہ برس کی ہوگی ۔ آپ کسی زبردست توسل و ذریعہ کی وجہ سے مدار المہام کے معتمد کے حکم سے بلائے گئے ۔ آپ لکھنؤ سے حیدرآباد مین آئے ۔ اور اورنگ آباد صوبہ دکن مین تحصیلداری کی خدمت پر مامور ہوئے ۔ معلوم نہین فی الحال کس ضلع اور تعلقہ مین ہین جہان ہون اللہ تعالیٰ اُن کو خوش حال رکھے ۔

من اشعارہ الہندی

کیجئے نہ امتحان مرا غیرون کے سامنے
مارا ہے تیغ ناز نے اک شوخ چشم کے
رفتار ناز سے کہین محشر بپا نہو
بوئے وفا کچہہ آتی ہے اے غیرت چمن
ساقی کے فیض عام سے ہے دور آفتاب
تصویر یار نے مجہے عامل بنا دیا

ولہ

فرمائے تو رکہدون کلیجہ نکال کے
بہائے ہون زخم دلبہ زبان غزال کے
او ترک رکہہ زمین پہ قدم دیکہہ بہال کے
دل ہے کسیکا یا گل تصویر ہاتہہ مین
جام سوال لے فلک پیر ہاتہہ مین
الفت کا نقش ہے پئے تسخیر ہاتہہ مین

رضا حسین رضا لکہنوی

رضا تخلص۔ رضا حسین نام۔ آپ شیخ مہدی علی لکہنوی کے خلف الصدق ہین آپکے بزرگ شاہان دلی کے زمانہ مین معزز و مکرم ہے۔ عہدہائے جلیلہ پر مامور رہے اور لکہنو مین بہی نواب شجاع الدولہ کے عہد مین عزت و آبرو سے بسر کرتے رہے۔ آپ عالم شباب مین مولوی ہادی علی صاحب اشک مرحوم اور مولوی عبد الغفور سے کتب درسیہ تحصیل کین مستعد و لائق ہین۔ اور شعر گوئی مین جناب سہیر لکہنوی کے شاگرد ہین۔ چند سال سے حیدر آباد مین رونق افزا ہین وکالت کرتے ہین۔ خوش مزاج و ظریف الطبع ہین۔ آپکا کلام رنگین و شیرین ہوتا ہے۔ اسوقت آپکی عمر تخمینا چالیس برس کی ہوگی مجہے اسبات کا پتا نہین ملا کہ صاحب ترجمہ حیدر آباد مین کس محکمہ مین ملازم ہین۔ صرف اسقدر جانتا ہون کہ شاعر لائق ہین اور میرا اسقدر جاننا بہی گلدستون جدیدہ سے معلوم ہوا ہے۔

رہی گرمی نہ باقی نام کو خورشید محشر مین
خیال عارض جانان نہین اس دیدہ تر مین
وہ مرغ خوشنوا ہون ایک عالم سننے آتا ہے
انہین کے منہ کا لقمہ تو غیر ہوتا ہے
رضا اب چادر گل بہی نہین ہے انکی تربت پر

قیامت کی تڑپ تہی ہیکشون کے دامن تر مین
حریر شعلہ کا پیوند ہے بانکی چادر مین
رہا کرتا ہے جب سے رات دن صیاد کے گہر سے
جو مثل آسیا آٹہون پہر پستے ہین چکر مین
لدے رہتے تہے جو نازکبدن پہولونکی زیور مین

رائق حکیم باقر حسن خان

رائق تخلص۔ باقر حسن خان نام۔ آپکا مسقط الراس قصبہ او دگیر ضلع مدراس ہے۔ آپ معززین ہونا عط سے ہین۔ آپ عربی و فارسی مین استعداد کامل رکہتے تہے۔ فارسی کی نظم و نثر لکہنے مین فرد فرید شمار کئے جاتے تہے۔ آپکو تلمذ مولوی باقر آگاہ سے تہا۔ آپکا کلام نہایت فصیح و بلیغ ہوتا ہے۔ نواب اعظم جاہ بہادر کی مصاحبت تہے۔ نواب صاحب آپکی بہت تعظیم و تکریم فرماتے تہے۔ آپ نواب صاحب کے عنایت و کرم سے خوشحال و فارغ بال تہے۔ جب تک زندہ رہے خوش خرم رہے۔ تذکرہ گلدستہ کرناٹک آپ کی تالیف سے ہے۔ شعر و شاعری کے فریفتہ تہے۔ آخر آپ سنہ ۱۲۷۴ ہجری مین اس دار فانی سے عالم آخرت مین روانہ ہوئے

من اشعارہ الفارسی

بزاری عرض مطلب کن اجابت گر ہوس داری
ہمین ادائے تو تنہا نہ آفت جان ست
از تماشائے جمالت چہ بلا جو شد اشک

اثرہا در گرہ باشد دعائے وقت باران را
بہ پردہ چشم تو فتنہ ہائے پنہان ست
حشر طفلان شود آنجا کہ تماشا باشد

کرد بیہوشش مراگردش چشم شہشش | من ازین ساغر بسیار سیہ مست شدم

راقم ۔ محمد حسین قادری

راقم تخلص ۔ محمد حسین نام مشہور بقادری ۔ آپ نجم الدین حسن خوشنویس کے صاحبزادے ہین ۔ آپکی ولادت سنہ ۱۲۲۲ ہجری مین واقع ہوئی ۔ مسقط الراس مدراس ہے ۔ آپ سنہ شعور کے بعد تحصیل علوم عربیہ کے طرف متوجہ ہوئے ۔ مفتی بدرالدولہ بہادر کی خدمت مین تحصیل و تکمیل سے فارغ ہوئے ۔ آپکو شاعری کا شوق ہوا مولوی محی الدین واقف و ابوطیب خان والا و شائق کی خدمت مین مشق کلام کی ۔ اساتذہ کی توجہ و اصلاح سے شاعر کامل ہوئے ۔ آپکا کلام شستہ و پاکیزہ ہوتا ہے لطافت و فصاحت مین ڈوبا ہوا ہوتا ہے ۔ شائقین کو مطالعہ سے لطف و مزہ حاصل ہوتا ہے ۔ آپکا سنہ وفات معلوم نہین ہوا ۔

من اشعارہ الفارسی

گداخت شعلۂ رویت دماغ آئینہ را | شکست مستی چشمت ایاغ آئینہ را
زجور چرخ نرستند خوبرویان ہم | نگاہ کن کلف ماہ و داغ آئینہ را
بسان خط شعاعی ز تاب مہر رخت | نگہ بدیدۂ من رعشہ دار میگردد

رام ۔ لالہ رام پرشاد

رام تخلص ۔ لالہ رام پرشاد نام ۔ قوم کایتہ سکسینہ ۔ ساکن برہانپور ۔ شاعر خوش فکر و سنجیدہ طبع تھا ۔ کلام صاف و پاکیزہ کہتا تھا ۔ معانی تازہ کو ایجاد کرتا تھا ۔ سنہ ۱۲۲۲ ہجری مین فوت ہوا ۔ **من کلامہ**

آہ حسرت می کشد از رشک ما باد صبا | از دم ما غنچہ تصویر خندان می شود

راغب ۔ میر مبارک اللہ خان

راغب تخلص ۔ میر مبارک اللہ خان نام ۔ بلخی الاصل ہین ۔ آپکے بزرگان سلف قصبۂ امام علاقۂ بلخ مین متوطن تھے ۔ آپکے جد امجد سید معصوم خان والا د سید عبد اللہ خان وطن مالوفہ سے حضرت آصفجاہ اول کے عہد مین حیدرآباد دکن مین آئے ۔ حضور کی ملازمت سے مشرف ہوئے ۔ حضور آصفجاہ نے آپکو منصب مناسب سے سرفراز کرکے اپنی مصاحبت مین رکھا ۔ حضور کی زندگی تک خوش رہے ۔ صاحب ترجمہ کے والد ماجد سید عاصم خان بہادر مبارز جنگ حیدرآباد سے نواب امیر الہند والاجاہ محمد علیخان بہادر کی خدمت مین مدراس گئے ۔ نواب نے آپکی بہت خاطرداری و مدارات کی اور معزز خدمت پر مامور فرمایا ۔ آپکے والد ماجد حسن خدمت کے ذریعہ سے درجہ مدار المہامی پر پہنچ گئے ۔ بہادری و جنگی خطاب سے مخاطب ہوئے ۔ زمین مدراس مین راغب صاحب ترجمہ کی ولادت سنہ ۱۲۰۳ ہجری مین واقع ہوئی ۔ آپنے سن شعور کے بعد اساتذہ بزرگ سے کتب علوم و فنون تحصیل کین ۔ تحصیل و تکمیل کے بعد سخن سنجی و شعرگوئی کے طرف مائل ہوئے ۔ چند روز کی مشق مین کلام سنجیدہ موزون فرمانے لگے ۔ آپکے کلام سے نقادان سخن محظوظ ہوتے تھے ۔ آپکی رنگین بیانی و شیرین معانی کی تعریف کرتے تھے ۔ آپکے کلام سے فصاحت و بلاغت نمایان ہوتی تھی ۔ آپکی سنہ وفات کی تاریخ معلوم نہین ہوئی ۔ آپکی تالیفات سے ایک ساقی نامہ ۔ دوم فراقنامہ سوم دیوان ہین ۔ اب مین آپکے چند اشعار گزارش کرتا ہون **ھو ھذا**

چون گل نرگس نمی آید بهم مژگان ما — در تلاش کیست یارب دیدهٔ حیران ما

وله

آتش عشق که یارب شعله زد در جان ما — شور ها دارد کباب آسا دل بریان ما

وله

در چمن کردم چو وصف نکهت گفتار او — باز بان لال شد سر در گریبان غنچه را

وله

هلالے عید قربان تاز تیغ ابرویش دیدم — برنگ نیم بسمل میکنم مشق طپیدن نہا

وله

زبس دارم بسر سودائے عشق لاابالی را — رگ برق از طپیدن کرده ام تار نہانی را

وله

چون شاخ گل پیاله بکف باش در بهار — دستے که بے می است کم از بنیت خار نیست

وله

راغب امروز هم جمال لب کشا نیها نماند — من چگویم فکر زلفش سر بلم در کام ریخت

وله

کس نکند زبیکسی وقفه بپهلوئے من آه — ناوک او هم از دلم برق صفت گذار کرد

وله

چسان شهید ترا از طپش امان باشد — تبسم تو نمک پاش زخم جان باشد

وله

حصار عافیت بربند و قالین چه میجوئی — من از عزلت منقش بوریائے خود ره پوشم

وله

آنچه در یک جام صهبا دیده ام در بزم یار — سالها باید که بیند در طلسم جام جم

وله

باقیست کار و بار بهار از غبار من — بیهوده نیست رستن گل از مزار من

وله

ز اضطراب خود آرام یافتم راغب — بسان جنبش گهواره شد طپیدن من

وله

دیده جا نگدازِ عشق چو شمع — گرم رفتار باش تا باشی

وله

گشت از مضمون خط روشن مرا — گلعذار خان دارد حسن عارضی

حرف السین المهمله

سراج ۔ سید سراج الدین حسینی اورنگ آبادی

سراج تخلص ۔ سید سراج الدین نام ۔ آپ سادات حسینی خاندان مشائخ سے تھے ۔ تربیت و تعلیم اسی شہر فیض بہر مین پائی ۔ آپنے اپنا حال منتخب دواوین کے

دیباچہ مین لکھا ۔ ہم اسکا ترجمہ بجنسہ لکھتے ہین ۔ اور اُس منتخب کا نام تاریخی (منتخب دیوانہا) ہے ۱۱۶۹ھ

یہہ فقیر بارہ ۱۲ برس کی عمر مین جوش جذبہ و غلبۂ شوق سے سات برس تک برہنہ تن و برہنہ سر رہا ۔ اکثر اوقات عالم بیخودی مین حضرت شاہ برہان الدین غریب دولت آبادی کے روضہ کے اطراف مین گہومتا تہا ۔ اسی دور و طواف مین رات دن بسر کرتا تہا اور اسی حالت مستی مین اکثر اشعار فارسی زبان سے بر آمد ہوتے تہے ۔ مگر تحریر کے دائرہ مین نہین آتے تہے ۔ اگر اتفاقاً کوئی شائق حاضر ہوتا تہا تو لکھہ لیتا تہا کاش اگر وہ تمام اشعار موجود ہوتے تو ایک ضخیم و بزرگ دیوان مرتب ہو جاتا ۔ اور اُنکے دیکھنے سے عالم کو تعجب ہوتا ۔ اور اُن کو الہامات سے تصور کرتے ۔ پہر بدت مذکورہ کے بعد حضرت خواجہ سید شاہ عبد الرحمن چشتی المتوفی ۱۱۶۱ سنہ ہجری کی خدمت مین پہنچا ۔ حسن ارادت سے مرید ہوا ۔ ان دنون مین بپاس خاطر عزیزی عبد الرسول خان جنت مکان جو فقیر کے برادر طریقت تہے اکثر اشعار ریختہ زبان مین لکہے گئے ۔ خانصاحب نے جواہر متفرق کو جو تخمیناً پانچ ہزار اشعار تہے ۔ حرف تہجی مین ترتیب دیا ۔ اور کامل دیوان شائقین کی خدمت مین بہیجا ۔ شہر مین دیوان کی شہرت ہوئی ۔ پہر فقیر نے بمقتضائے الفقر فخری فقیری اختیار کی ۔ اور مرشد کے حکم سے شعر گوئی ترک کی ۔ اسوقت ستروان سال ہے کہ ابتک ایک فرد بہی نہین لکہی انتہی کلامہ ۔

چمنستان و تحفۃ الشعرا کے مولفین نے لکہا کہ جناب سراج صاحب روزگار فقیر کامل تہے ۔ مقبول درگاہ بی نیاز ۔ مسافر دوست غریب نواز تہے ۔ گوشہ نشین و خلوت گزین پاکیزہ دل و پاکیزہ دین تہے ۔ مزاج مین تواضع و خاکساری اُس درجہ تہی کہ ہر نا کس و کس کے سامنے جہکے جاتے تہے ۔ بکر و ح و ہنس مکہ تہے ۔ بوڑہون مین بوڑہے جوانون مین

جوان بچوں میں بچے بنتے تھے۔ نہایت خوشی ہنسی سے ملتے تھے۔ اہل دکن کیا امیر و کیا فقیر سب آپکی بڑی عزت و آبرو کرتے تھے۔ جناب میر صاحب نے نکات الشعرا میں لکھا کہ سید سراج سید حمزہ کا شاگرد ہے۔ شاید ہو۔ مگر مشہور ہے کہ آپکی شاعری خداداد تھی۔ آپنے کسی سے اصلاح نہیں لی آپ خدا کے شاگرد تھے۔ آپنے کلام کو اُس خوبی و خوش اسلوبی سے ترکیب دیا کہ اُستادانہ کلام معلوم ہوتا ہے مضامین پاکیزہ و معانی تازہ کو اُس انداز سے بیان کیا ہے کہ دیکھنے سے لطف و مزہ آتا ہے۔ ولی اورنگ آبادی کے بعد شعر ریختہ کا بازار آپ ہی کی بدولت گرم ہوا۔ اور شعر و سخن کا افسردہ چمن تازہ دم ہوا آپ کی سخن کا آوازہ اطراف دکن میں عالم بالا کو پہنچا۔ اور کلام کی قبولیت نے وہ رتبہ پایا کہ خاص و عام کے نزدیک مقبول ہوا۔ اور آپ فارسی شعرگوئی میں بھی شعرا کی مجلس میں روشن چراغ۔ خوش کلام و عالی دماغ تھے۔ فارسی کلام کی بندش با محاورہ اور ہر ایک شعر میں لطف و خوبی کا ذخیرہ۔ کلام کی چستی و زبان کی درستی نے وہ رنگ دکھایا کہ اہل زبان بول اُٹھے کہ یہہ ایرانی الاصل ہے۔ دیکھو کلام بھی زبان حال سے کہہ رہا ہے کہ یہہ بزرگ ہندی الاصل نہیں ہے۔ آپ دونوں زبان میں صاحب دیوان ہیں۔ فقیر صوفی کو نہایت تلاش و جستجو سے ہندی دیوان کامل ملا ہے۔ افسوس کہ فارسی دیوان نہیں ملا مگر منتخب اشعار ملے ہیں لیکن وہ بھی موسی ندی کی طغیانی میں گل آلود ہوگئے ہیں ہم آپکے احوال کے خاتمہ پر ناظرین کے ملاحظہ کے لئے لکھیں گے۔

آپکا کلام بھی ولی کیطرح ایہام و ذومعانی الفاظ سے پاک و صاف ہے۔ سیدھا سادہ بیان ہے۔ تکلف و بناوٹ کا نشان نہیں۔ اکثر غزلوں میں حسن و عشق کے کرشمے و معشوق کے غمزے ہیں۔ خط و خال کے سبزے لب و رخسار کے پہول بوٹے ہیں۔ دیکھنے سے گلزار کی

شاعری

انداز کلام

سیر کا لطف ہوتا ہے۔ اور پڑھنے سے قند و نبات کا مزہ آتا ہے۔ اور بعض اشعار میں توحید و معرفت کا نقشہ اور بعض میں محبوبیت کا تماشا ہے۔ جو عارف میں اُن کے مطالعہ سے بیتاب و بیخود ہوتے ہیں۔ ہوش سے بیہوش ہوتے ہیں۔

چمنستان کے مولف نے لکھا کہ سراج آپ دکنی ریختہ گوئی میں ولی کا قائم مقام تھا۔ اس ملک میں استادی کے رتبہ کو پہنچا تھا۔ ولی نے اس چمن میں جو کچھہ پودے جمائے تھے اور جو کچھہ سبزے لگائے تھے۔ سراج نے اُن کو اپنی توجہ کے پانی سے سیراب و شاداب کیا خوب پھولے اور پھلے۔ اہل دکن نے کمال رغبت سے چنے اور اُن سے مزے اُٹھائے۔

ولی کے بعد دکن میں سراج کا چراغ روشن ہوا۔ اسی کی روشنی نے دکن کو گھیر لیا اور خاص و عام کو چمکا دیا۔ اطراف و اقطار میں انہیں کے اشعار کی چمک دمک تھی اور کوچہ و بازار میں انہی کی خوشبو لپک رہی تھی۔ شہر میں کوئی محفل ایسی نہ تھی جسمیں آپ نہوں۔ ہر ایک محفل میں آپ ہی صدر ہوتے تھے۔ مشائخ و علما آپکی بڑی قدر کرتے تھے۔ آپ چشتیہ طریقہ کے پابند تھے۔ ہفتہ میں ایک روز محفل سماع فرماتے تھے۔ اسمیں شہر کے اکثر علما و مشائخ جمع ہوتے تھے۔ قوال و گوئے آپکی غزلیں سناتے تھے۔ کبھی سامعین کو رلاتے کبھی لٹاتے تھے۔ کوئی وجد و حال میں تڑپتا تھا۔ کوئی وحدت کی دریا میں ڈوبتا تھا۔ صوفیائے کرام لطف و مزہ پاتے تھے آنکھوں سے آنسو بہاتے تھے۔ مجلس میں آپکا وہ رعب و داب تھا کہ سب اہل مجلس با ادب عالم سکوت میں ہوتے تھے۔ سانس لینا بھی خلاف ادب سمجھتے تھے۔ آپکی نظر و توجہ میں وہ جلال و اثر تھا جس پر توجہ کرتے وہ مرغ بسمل کی طرح تڑپنے لگتا تھا اور جبیں پا تہہ رکھتے لوٹ پوٹ ہو جاتا تھا۔ بڑے صاحب کمال و صاحب ذوق نادر الاقوال تھے

جو کچھہ پاس ہوتا تہا یا نذرانہ آتا تہا وہ سب قوالون کے نذر ہوتا تہا۔ زندہ دل خاک سیرت پاک طینت تہے۔ زندگی توکل و قناعت پر بسر کرتے تہے۔ تا بمرگ کسی سے سائل نہین ہوئے۔ نہ دنیا و ما فیہا کے طرف مائل ہوئے۔ اکثر امرا آپ کی خدمت کرتے تہے۔ آپ کو کسی کی پروانہ تہی۔ اُسوقت دکن مین آپکے معاصرین مین سے میر غلام علی آزاد بلگرامی و عبدالوہاب افتخار دولت آبادی و ظفر بیگ ظفر اورنگ آبادی محمد نقیبہ … دمندار گیری۔ مرزا محمد باقر شہید و جان مرزا رسا۔ و موسوی خان جرات اورنگ آبادی و عبدالقادر ساحی اورنگ آبادی و عارف الدینخان عاجز۔ و موسوی خان فطرت خافی خان۔ و لچھمی نرائن شفیق اورنگ آبادی و میر اولاد محمد ذکا بلگرامی وغیرہ شعرا و علما و مشائخ تہے۔ خوب مشاعرے و جلسے حریفان ہم مشرب کے ہوتے تہے۔ آپ باوجود گوشہ نشینی بزرگون کے اعراس اور شعرا کے مشاعرون مین ضرور شریک ہوتے تہے اگرچہ درویشی کے بعد شعر گوئی ترک کردی تہی مگر کبھی کبھی یاران ہم جلسہ اصرار سے کہہ دیتے تہے۔ شعرا کے کلام کو نہایت شوق سے سنتے تہے۔ غور و فکر کی ترازو مین خوب تولتے تہے۔ نقاد سخن تہے۔ منصف مزاج و حق پسند تہے۔ سخن سنجیدہ و کلام پسندہ کی داد دیتے تہے۔ شعرا کے دلون کو باغ باغ کر دیتے تہے۔ جناب آزاد بلگرامی و میر اولاد محمد بلگرامی و لچھمی نرائن اورنگ آبادی سے نہایت محبت رکہتے تہے آپنے سنہ ۱۱۶۱ ہجری مین اساتذہ کے دواوین فارسی کا منتخب بنایا۔ اُسمین متقدمین و معاصرین کا کلام جمع کیا۔ کتاب مین شعرا کے نام حروف تہجی پر لکہے اور ردیف کی رعایت بہی کی ہے اور مجموعہ کا تاریخی نام (منتخب دیوانہا) رکہا۔ مجموعہ ضخیم ہے اُسمین کئی ہزار اشعار ہین۔ منتخب کے دیکہنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نقاد سخن تہے

کہرے اور کہوٹے کو خوب پرکہتے تہے۔ دواوین مین جو اشعار جاندار تہے انتخاب کئے جو نوادر جواہر تہے چن لئے۔ منتخب مین جو شعر ہے بے نظیر اور جو مصرع ہے دلپذیر ہے مین جو اشعار جاندار تہے انتخاب کئے جو نوادر و جواہر تہے چن لئے۔ منتخب مین جو شعر ہے بے نظیر اور جو مصرع ہے دلپذیر ہے لِلّٰہِ دَرُّہٗ۔ صاحب چمنستان نے لکہا کہ آپنے سنہ ۱۱۷۳ ہجری مین ایک مثنوی مسمی بہ بوستان خیال لکہی اسکی ایکہزار ساٹھہ ابیات مین مثنوی ریختہ زبان مین ہے۔ آپنے اُسمین جوش طبیعت و شوق دل سے خوب ہی عرق ریزی کی۔ مضامین تازہ و معانی پاکیزہ کے جمع کرنے مین نہایت ہی کوشش کی۔ گل و بلبل کا فسانہ ہے۔ گل پہ بلبل دیوانہ ہے۔ ان دونون کا قصہ ہے کہین گل کے ناز و انداز ہین کہین بلبل کے سوز و گداز ہین۔ کہین نالۂ جان خراش کے جولانیان کہین شب فراق کی طولانیان ہین۔ غرض یہہ قصہ شروع سے آخر تک عاشق و معشوق کے حالات کا نقشا ہے۔ خزان و بہار و لیل و نہار کا تماشا ہے۔

خوش عقیدہ۔ سنن و فرائض کے پابند تہے۔ ائمہ دین کے اقوال و افعال پر کاربند پیر و مرشد سے نہایت ہی خلوص ارادت رکہتے تہے۔ فنا فی الشیخ کے مرتبہ مین تہے آپکا شعر شاہد حال ہے

اے سراج اپنی خودی کو بیخودی مین محو کر یار کا دیدار پا کر اے سراج	شغل جاری کہہ ہر ایکدم مین ہوالرحمان کا شکر رحمان کریگے تو واصل ہوا

آپنے بہی تعلی و تفاخر مین غزلون کے مقطعون مین شعرا سلف و خلف کی پیروی کی ہے ہم دیوان سے چند فخریہ اشعار لکہتے ہین **ھوھذا**

نہین رہا سخن آبدار کا موتی	سراج طبع کے سب جوہران کو رول چکا

وہ شکرین لب نے گوش دل سون تمام شکریہ ریختہ کو — کہا یہ میٹھی بچن سے مجکو سراج شیرین کلام سنا

تجھ بنا اے سراج بعد ولی کے — کوئی صاحب سخن نہین دیکھا

اے سراج آرزوئے قند نہین — شعر تیرا ہے جیون نبات لذیذ

شاید کہ بعد مرگ کرین یاد خاص و عام — مشہور ہین سراج کا شیرین سخن ہنوز

سراج از بس لگت ہے ترے اشعار رنگین مین — مثال گل ہر ایک طبع کو مرغوب ہوتا ہے

ایکروز آپنے لچھمی نرائن شفیق اورنگ آبادی سے آزاد بلگرامی کے شعر مین ؎

صد رنگ وحشت است پری را ز آئینہ — دلہا چرا ارادۂ تسخیر می کند

رم کردن پری از آئینہ کی سند طلب کی۔ شفیق نے خاقانی کی بیت سند مین پیش کی ؎

ساقی بزم چون پری جام بکف آئینہ — او نرمد جام اگر ز آئینہ می رمد پری

آپ بہت محظوظ ہوئے اور فرمایا آج ہمکو بہہ فائدہ حاصل ہوا۔

آخر چوتھی تاریخ شوال یوم جمعہ ۱۱۷۷ھ گیارہ سے ستہتر ہجری مین آپکی ہستی کا چراغ ہوائے نیستی سے گل ہوا۔ اور چمن بہشت کا رونق افزا ہوا۔ آپکی تجہیز و تکفین کے لئے شہر کے عمائد و مشائخ آئے۔ تجہیز و تکفین کے بعد جنازہ مبارک کو اٹھائے بعظمت و شان سے چوک کی مسجد مین لائے۔ جنازہ کی نماز ادا کی گئی۔ جنازہ کی نماز مین دو ڈہائی ہزار آدمی تھے۔ مقبرہ مین دفن کئے گئے۔ شعرا و معاصرین نے آپ کی رحلت کی تاریخین لکہی ہین۔ از انجملہ میر غلام علی آزاد بلگرامی نے لکہی ؎

شمع شعرا سراج خوش فکر — در ماتم او سخن سیہ پوش

تاریخ وفات او خرد گفت — ہے ہے مصباح بند خاموش

میر اولاد محمد ذکا بلگرامی نزیل اورنگ آبادی نے کہی ؎

چراغ دودۂ آل عبا سراج الدین — کہ بود روشن ازو محفل سخندانی

نمود چارم شوال و صبح آدینہ — بشمع انجمن عمر دامن افشانی

ز تیرہ بزم جہان فنا بدار بقا — فروغ ناصیۂ خویش کرد ارزانی

کشید شعلہ تاریخ سر ز طبع ذکا — سراج بزم ارم نمودہ نورانی

طبعزاد لچھمی نرائن شفیق اورنگ آبادی ؎

سید حق پرست معنی سنج — کہ ازو یافت شعر حسن رواج

سال فوتش شفیق کرد رقم — رو برحمان نمود شاہ سراج

اب ہم یہاں سے اُن کے اشعار آبدار لکھتے ہین۔

من اشعارہ الفارسی

جلوۂ دوست سر از پردہ کشیدم دیدم — انچہ از نغمۂ عشاق شنیدم دیدم

گل بیرنگ حقیقت کہ بدامانم بود — ہمچو اشک از مژۂ خویش چکیدم دیدم

دانہ سان ریشۂ سرسبزی من دامن بود — خاک گردیدم از خاک دمیدم دیدم

ولہ

کار خونین جگران قابل تحسین کردند — مژۂ اشک فشان بخیۂ گلچین کردند

تا بدانند کہ حیران پریروئے بود — قبر دیوانہ ام از آئینہ سنگین کردند

بوسۂ چند ہوس دارم ازین لب شکران — گر تبسم دہن آئینہ شیرین کردند

ولہ

شوق من با ہمہ خار کہ گلبازی کرد — چون قد یار بمن شیوۂ طنازی کرد

حیرت دیدہ خبردار ز حالم بادش — پریان آئینہ را آئینہ غمازی کرد

ہر کہ از سیر گلستان جمالش گل چکید — آفرین بر نکتۂ بلبل شیرازی کرد

ولہ

روئے او از مے گلگون عرق افشان شدہ است — در پری خانہ آئینہ چراغان شدہ است

وله
گل بسر دارد و از سیر چمن می آید — چشم بد دور که امروز گلستان شده است

وله
ز ابروے کج تو دلم کے رہا شود — نشنیده ام که گوشت ز ناخن جدا شود

وله
رنگ گل بوے سخن دارد ولیکن شعله خوست — لاله ساں در سینه دارم داغ نافرمانیش
نور ایمان نیست شیخ معرفت اظهار را — قشقهٔ کفرست داغ سجده بر پیشانیش

وله
سبزهٔ صحن چمن خار کف پاے من است — سایه پرور خط پشت لب بام توام

وله
بینم شهرم وصل او محو خیالم می کند — شکر لله نیستم شرمندهٔ روے کسے
طرفه باشد در خزان شور تو اے شب خیر باد — دیده در خواب بلبل اے گل روے کسے

وله
سخن کز دهن تنگ تو بیرون آید — نکهت غنچهٔ تصویر عدم میدانم
چون چراغ سحر از جان شده ام بهر سراج — دامن افشاندن او عین کرم میدانم

وله
سینه صافان در تلاش خوے نمائی نیستند — بغرض رخانه آئینه می آئیم ما

وله
دل چو در وصف دهن تنگ تو می کرد رقم — ز بر مشق از ورق دیدهٔ عنقا میکرد

وله
نماز عشق ادا کردنیست عاشق را — خوشم که دست ز جان شستم و وضو کردم

وله
بیگانه است ازین چمن سر بسر خزان — هر کس که همچو غنچه بپاس دم آشنا است
هر صید دیده ام ز صیاد دام کند — صیاد ما ز صید بطرز رم آشنا است

وله
جان دادن خجلم زین جگران بے سببی ست — از گوشهٔ ابروے تو ایما شده است

وله
شد سراپائے من از خط شعاعی روشن — هر سر موبه تنم خامهٔ تصویر که بود

وله
آتشی در دل و اسوخته افتاد سراج — باز سیماب خاکستر اکسیر چکید

رباعی
اے آنکه بہار گلشن امکانی — در پرده نهان بصورت انسانی
با ذات احد توی صفات احمد — جان را بدنی و هم بدن را جانی

وله
اے آنکه بخویشتن گرفتاری تو — بیجاست که در تلاش دیداری تو
کے جلوهٔ مهر بر تو پرتو فگند — تا در کف سایهٔ دیواری تو

وله
تا بوالهوس از عشق پریشان شده است — از کردهٔ خویشتن پشیمان شده است
آن شوخ بجز مهرهٔ جمد هر نخرید — بے سود دُر لخت دل ما ارزان شده است

وله
مردم و در دل تمنائے گل و شمشاد ماند — تا قیامت ستم بر گردن صیاد ماند

وله
جوهری دانسته بودم قدر دل نشناختی — آخر لعل گران قیمت نمک انداختی

وله
ترا که آئینه از بهر جلوه در کار است — دلم هر آئینه مشکن زبان سرکار است
دلم که تازه اسیر غم تو شد رحمی — جوان قابل و اصلش ز شهر بیدار است

من اشعاره الهندی

وله
یاد رکھیو دل خون گشته که جنون تکمه لعل — جامهٔ زیبوں کے گریبان کا گلوگیر نہو

وله
ہوا ہے دست بیعت خان وادی میں ترے غم کے — رہیگا سلسلہ آنسو کا جاری روز محشر تک

وله
مجھ نگین داغ دل پر نقش ہے حرف وفا — عشق کے امت میں ہوں مہر نبوت کی قسم

وله
بہار ساقی ہی بزم گلشن میں مطرباں چمن شرابی — پیالہ گل ہیں شیشہ شراب بو اور گل گلابی

وله
شعر رنگین کے غزالوں کو کیا صید سراج — رشتۂ دام ہے تار نگہ چشم خیال

وله
کافر ہوا ہوں رشتۂ زنار کی قسم — تجھ زلف حلقہ دار کے ہر تار کی قسم
ہرگز مریض ہجر کو بن وصل نیں علاج — اُسکی ادا کی نرگس بیمار کی قسم
اُس گلبدن کی کاکل پر پیچ کا جمال — زنار مجھ گلے کا ہوا ہار کی قسم
تیرے بھوں کی یاد نے ٹکڑے کیا ہے دل — ہے ذوالفقار حیدر کرار کی قسم
دل ہے مثال بلبل و پروانہ شو تمند — اُس شمع رو کے چہرۂ گلنار کی قسم

درشن دکہا کے آتش غم کو مرے بجہا
درکار گر ضیا ہے مجہہ آنکہوں مین رکہہ قدم
اس گلبدن کے شوق سے گلشن مین اے سراج
اُس سبزخط کی یاد اگر دل مین لائے
نین حقیقت مین حسن و عشق جدا
آہ سوزان سے میرے دامن صحرا مین سراج
ڈورے نہین مین سُرخ ترے چشم مست مین
بیخطی مین عیان ہے سبزۂ خط
تیرے جو لب پہ نمودار ہے سیاہی خط
زندگانی درد سر ہے یار بن
خنجر تیغ عشق سے جنون رہا نہ پری ہی
شہ بیخودی نے عطا مجہے لباس ننگی کیا
بنے ہے بہنوا تیرے جدائی کی حرم

مین تشنہ لب ہون شربت دیدار کی قسم
ہے تجکو میرے دیدۂ خونبار کی قسم
گلزار لالہ زار ہے گلزار کی قسم
لخت جگر تراش زمرد بنائے
طوق قمری ہے طرۂ شمشاد
قبر مجنون پہ چراغان نہوا تہا سو ہوا
شاید چڑہا ہے خون کسی بیگناہ کا
میرے عارض مین بسکہ صفائی ہے
خبر بہی ہے اثر دود آہ کسکا ہے
کوئی بیمار ہے سر کو آکے جہاڑتے ہے
نہ تو مین رہا نہ تو تو رہا جو رہی سو بیخبری رہی
نہ خرد کی بخیہ گری رہی جنون کی پردہ دری رہی
گلے مین بلبلون کے موج رنگ گل کی سیلی ہے

سالم ۔ محمد کرم بخش

سالم تخلص ۔ محمد کرم بخش نام ہے ۔ آپ فاروقی الاصل ہین ۔ آپکی نسب کا سلسلہ بیس واسطہ سے حضرت عمر فاروق خلیفۂ دوم سے منتہی ہوتا ہے ۔ پرگنہ پیپری پر جو اورنگ آباد سے ساتہہ کوس فاصلہ پر ہے ۔ خدمت قضا پر مامور تہے ۔ خدمت مفوضہ کا کام عمدہ طرح سے انجام دیتے تہے ۔ آخر آصفجاہ ثانی کے عہد مین معزول ہوئے ۔ بحالی خدمت کیلئے

شہر حیدرآباد مین آئے ۔ مقالات غرائب کا مولف لکہتا ہے کہ نواب صمصام الملک بہادر صارم کے دربار مین فقیر سے ملاقات ہوتی ہے مجہہ سے اتحاد ولی رکہتے ہین ۔ آپ علم عربی مین مہارت رکہتے ہین فارسی مین بہی لائق ہین ۔ خوش خلق کشادہ رو بدیہہ گو سخن شناس معنی رس ہین ۔ مین نے تذکرہ مقالات غرائب آپ ہی کی تحریک سے لکہا قاضی صاحب مسودات کے صاف کرنے مین مدد ہی فرماتے تہے ۔ خدا تعالے ان کو جزائے خیر عطا کرے ۔ آپکو تلمذ میر اولاد محمد خان ذکا سے تہا ۔ آپکی طبیعت شعر گوئی مین برق تہی ۔ کلام سنجیدہ و پسندیدہ ہوتا تہا ۔ نزاکت و لطافت مین ڈوبا ہوا ہوتا تہا اور آپکی ولادت معلوم نہین ہوئی نہ سنہ وفات کا پتا ملا

من اشعارہ الفارسی

او نہ از سوئے چمن گلدستہ می آرد بدست
بعد مردن ہم توانم گشت دامن گیر او
گدا می شعلہ رو زرد در المم یارب قدم رنگین
نہم جائے صدف برگ گل شنگرف تر سازم
بہر صید دل بہر نخچیکہ می آئی خوش است

صید دل بلبل شکست و بستہ می آرد بدست
از مزار من بجائے سبزہ خار آید برون
کہ میریزد سرشک من چو خون از چشم تر رنگین
بوصف لالہ روئے گر کنم حرفے رقم رنگین
رسم شوخی تحفہ طرز حجاب تحفہ

من اشعارہ الہندی

تن شیرین پہ چسپان جسنے دیکہا ہے جوڑا
کنارے زلف کے نزدیک کیا بل کہا کے گرتے ہین
گذر گئی عمر سب خوش قامتون کے ٹہوکرین کہاتے
خاک میری بہت بیابان سے اڑا اے گردباد

اسی دم کوہکن نے تیشۂ حسرت سے سر پہوڑا
کہ کالے ناگ نے گویا الٹ کر کے چلا چہوڑا
ہمارا سر بہی سالم ہے گویا اس باٹ کا روڑا
ان غزالون کی مجہے پہر نقش پا آ و بن گئے یاد

خوبرویونکو نہین پردہ مین ہرگز اعتبار	ولہ	درِ صدف کے قید سے نکلے پہ پاتا ہے وقار
دیکھیے آتا ہے قاتل کسطرح خنجر بکف	ولہ	ایک مین ہون سو تو آئے لے رہا ہون سر بکف
کس بت طامع سے آ خورشید سوئے ہے تجھے		ہر سحر دیکھا تو آتا ہے لئے تو زر بکف
مجھے تو بے عبث کیون نیم بسمل کر دیا قاتل	ولہ	نہ جیتا ہون نہ پورا مر چکا یہہ کیا کیا قاتل
بچے کسطرح جو دیکھے ابرو کا ہو مارا		کہین بہی تیغ زہر آلود کا زخمی جیا قاتل
زیب دیتا ہے زری جوڑا سنہری رنگ پر	ولہ	شعلہ رویون سے مناسب ہے رکھے کر پاس راہ
اس حنائی دست پر دیکھا ہون سالم دست بند		کر لیا ہے پنجہ مرجان سے کیا الماس راہ

سالک ۔ مرزا سالک یزدی

سالک تخلص ۔ مرزا سالک نام ۔ یزدی الاصل ہے ۔ شاعر خوش مقال و نازک خیال تہا ۔ آزادانہ مشرب تہا درویشانہ زندگی بسر کرتا تہا ۔ مدت تک عراق و فارس مین سفر کرتا رہا ۔ اور وہان سے ہند مین وارد ہوا ۔ حیدرآباد دکن مین عبد اللہ قطب شاہ کی خدمت مین پہنچا ۔ قطب شاہ نے سالک کی بڑی عزت کی اور منصب مناسب مقرر کر دیا چند مدت تک خوش خرم رہا ۔ جب قوم مغل بوجہ فساد حیدرآباد سے نکالی گئی ۔ اسوقت بیچارہ سالک بہی بےقصور اپنی قوم کے ساتہہ نکالا گیا ۔ وہان سے نکلا ۔ دلی مین آیا شاہجہانی ملازمت مین شریک ہوا ۔ مدۃ العمر بادشاہ ہند کی مدح کرتا رہا آخر سنہ ۱۰۸۱ ہجری مین آخرت کا سفر اختیار کیا ۔ دہلی مین مدفون ہوا ۔

میر غلام علی آزاد بلگرامی سرو آزاد مین لکھتے ہین کہ سالک کا کلام شستہ و ہموار ہے لطافت و خوبی سے خالی نہین ہے ۔ اور یہہ بہی نقل کیا کہ حکیم رکنا کاشی کہتا تہا

کہ اگر تمام عالم کے اشعار ایک طرف رکہین اور سالک کا یہہ شعر مندرجہ ذیل کو دوسری طرف اور مجکو ممیز قرار دین تو مین سالک کے شعر کو تمام پر ترجیح دونگا وہ یہہ ہے ؎

	از بس بدشت کردہ ام آشفتہ نالہا چون زلف دلبران شدہ شاخ غزالہا	انتہی کلامہ

من اشعارہ الفارسی

شکست شیشہ خاطر ز ساغرم پیداست		چو لالہ داغ دل از کاسہ سرم پیداست
جواب نامہ من غیر ناامیدی نیست		ز دست سودن بال کبوترم پیداست
در ہوائے عشق پروردم دل دیوانہ را	ولہ	چون سپند از بہر آتش سبز کردم دانہ را
ناخن توفیق بکشاید گرہ از کار ما	ولہ	چون رگ سنگ است محکم بر کمر زنار ما
آشنائی کہنہ چون گردد بے لذت بود	ولہ	کوزہ نو یکدو روزی سرو ساز د آب را
دشت جنون کوہ بلا را خریدہ ام	ولہ	مہر ست بر قبالہ من داغ لالہا
در دور رحمت لف لصبہ قیمت جانیست	ولہ	دیوانہ زبس پر شدہ زنجیر گرانیست
زبرق آہ می سوزم سراپا کوہ و صحرا را	ولہ	با شکر تلخ می گویم جواب شور دریا را
نوائے نالہ نے سہر سہار بغارت ہوش	ولہ	تو برق تازی این نے سوار دریاب
در خور خرج بود دخل دیوان قضا	ولہ	نرود تا نفسے کہ نفسے می آید
زبان ہرزہ درایان توان بہرجی بست	ولہ	کہ پنبہ سرمہ خاموشی جرس باشد
از دو عالم گوشہ چشم بتان ما را بس است	ولہ	تیرہ بختان را چو داغ لالہ یک گل جا بس است
نہ تنہا گرد باد از شوق او بیتاب میگردد	ولہ	کہ مستی می کند بحر و بر گرداب می گردد

سبقت - لالہ سکھراج لکھنوی

سبقت تخلص - لالہ سکھراج نام - وطن لکھنو - قوم کایتہ اناپہ سے تہا - لالہ صاحب کے بزرگان سلف عمدۃ الملک اسدخان وزیر اعظم عالمگیری کی سرکار مین معزز خدمات پر مقرر تہے - سبقت عالم جوانی مین علما و فضلا کی خدمت مین تحصیل و کسب علوم مین مشغول ہوا - چند مدت مین کتب درسیہ سے فارغ ہو کر شاعری کیطرف مائل ہوا - کلام موزون کرتا تہا اور میرزا بیدل سے اصلاح لیتا تہا - میرزا اصلاح کیوقت فرماتے تہے کہ سبقت تمام ہنود پر سبقت کہتا ہے - رفتہ رفتہ ایسا شاعر ہوا کہ معاصرین نے اُسکو لائق شعرا کے گروہ مین شمار کیا -

سید اسد اللہ خان معروف نواب اولیا عمہ زادہ قطب الملک بارہہ کے سرکار مین ملازم تہا اولاً چندے روزنہ میر سلطانی کا کام انجام دیتا رہا - بعد مین خدمت دیوانی پر مامور ہوا - دکن کے محاربات مین امیر الامرا حسین علیخان بارہہ کے لشکر مین تہا - اکثر نمایان کام کئے - جب امیر الامرا نے داؤد خان پنی پر برہانپور مین فتح پائی - فتحنامہ نظم مین منظوم کر کے پیش کیا - تقریباً اُسکی ساتہہ سو ابیات ہون گے - بادشاہ نے پانصدی منصب اور انعام سے سرفراز فرمایا - سادات بارہہ کے برہمی کے بعد صوبہ مالوا مین بصیغہ جمعداری بسر کرتا تہا - اُسکے ماتحت مین سو سوار تہے - لالہ خوشگو اپنے تذکرہ مین لکہتا ہے کہ فقیر اوائل جوانی سے آپکی خدمت مین نیاز رکہتا ہے - اور آپ سے تلمذ حاصل کیا ہم عمری کیوجہ سے بے تکلفانہ محبت کرتا تہا - انتہی کلامہ

آخر ماہ شعبان سنہ ۱۱۳۸ ہجری مین صوبہ مالوا مین راجہ گردہر بہادر ناگر گجراتی کی خدمت

و ملازمت مین تہا - راجہ اُسکے ساتہہ حسن سلوک کرتا تہا - ایکروز سپاہ نے تنخواہ کی بابتہ راجہ سے تکرار کی - باہم بحث و تکرار مین تیر و تفنگ کی نوبت پہنچی - چنانچہ سبقت کا تیر راجہ کے ہاتہہ پر پہنچا - راجہ زخمی ہوا - سخت غضبناک ہوا قیامت برپا ہوئی - باقی ہیلجان افغان مع پچاس سوار سبقت کا رفیق رہا - رفاقت کا حق پورا ادا کیا - سبقت نے مع رفقا خوب مقابلہ کیا - آخر ضرب تیر سے زمین پر گرا - اسیر و دستگیر ہوا - راجہ گردہر نے اُسکو قتل کیا - حکیم چند ندرت نے اوسکی تاریخ ایک سال کے تفاوت سے کہی ہے ہادی سکھراج زما سبقت کرد ٭ اور منشی لچھمی نراین شفیق اورنگ آبادی نے مصرع تاریخ کو درست کیا - برابر عدد بر آمد ہوتے ہین ہے کرد سکھراج زما سبقت ہے اُسکا کلیات ضخیم تہا تخمیناً دس ہزار ابیات تہین - اسی معرکہ مین تلف ہو گیا - تذکرہ خوش گو سے چند ابیات نقل کی جاتی ہین

من اشعارہ از جنگ نامہ

کتابی ست رنگین سواد چمن ۔۔۔ کہ دارد ز نام خدا سر سخن
چہ معنی کہ در نسخہ ام حرف نیست ۔۔۔ برنگینی حرف شنجرف نیست
کجا شاعری معنی اندیشہ ۔۔۔ تتلمیذ ئے حق خرد پیشہ
خرد پیشہ ام حرف حق میزنم ۔۔۔ نقابے ز تحقیق شق میزنم

بیان کرم امیر الامرا

در اقلیم و آفاق افتاد شور ۔۔۔ کہ خورشید بر ظلمت آورده زور
سپاه از شمار کواکب فزون ۔۔۔ چو مریخ تیغ آب داده بخون
چہ گویم کہ حیرت شبخون زدہ ست ۔۔۔ بصحرا فلک خیمہ بیرون زدہ است

مخالف و سے چشم عبرت کشاد — که بنتی در عهد دیوار قلعه فتاد
تو گفتی که معراج حق رو نمود — در آسمان بر پیمبر گشود

چونکہ اُس کے نوکر کا نام اسد اللہ تھا۔ بحر مین نہین آسکتا تھا۔ مگر بسکتہ اس حسن ادا سے ادا کیا۔ ؎

بنامش که شیر حق از آلهی است — ادب سکته معذور اسد اللهی است
چو نوبت بعالم علیخان رسید — ظفر آفرین آفرین خوان رسید
ببالای قبل آن جوان غیور — نمایان چو رمز تجلی ز طور

از غزلیات

بده تکلیف می آن دلبر گیسو مسلسل را — که هیم دردسر شد بر جبین خوشبو صندل را
بیادت از کتاب دل کجا حرفے بود ظالم — لطیفے خوانده بود می این گلستان باب اول را
بفقر آبادگان هرگز نسازد ننگ رسوائی — بگو با تاج تا پوشد همان عیب سر کل را

ولہ
کلفت انجامیم ویرانی چه و تعمیر چیست — گر زمستی گر نباشد خاک دامنگیر چیست
عبرتے آخر ز طفلی جز گناهت کاز نیست — خون مادر خورده اے غافل از خود تقصیر چیست

ولہ
چه خوش در دل قمری نگرد ده ظالم — ببانع رفتی و شمشاد شمر قد بر خاست

ولہ
هر که نظاره بران مصحف خساره کند — یاد گیرد سبق بوسه و تکرار کند

ولہ
اوبعسکر من است و من فارغ — بندگی هم خدا می دارد

ولہ
چو نقش پا بسر کوی انتظار کسے — نشسته ام که شوم خاک رهگذار کسے
مرا چو رشته رگ جان بخویش می پیچد — خدا نکرده که افتد گره بکار کسے
شد از خطوط شعاع این سخن بمن روشن — که هست در دل خورشید خار خار کسے

ز رنگ باختن یار سخت حیرانم — برنگ آئینه شد دگر دو چار کسے
خدنگ او بدلم تا نشسته بیرون رفت — سهی قدان بنشینند در کنار کسے
ببزم وصل بتان به که شمع سان سبقت — کنیم نقد دل و جان خود نثار کسے
بسکه محو سعی بیجا حاصل بود اندیشه ام — در دویدن شد برنگ موج قطع ریشه ام
چون تصویر از بساط وهم چیدم بزم بیرنگی — فشاندم دامن هستی بقدر گردش رنگی
خموشی ساز آرام است تا کے هرزه نالیها — شنیده ام بقدر زیر پرده گوش آگه رنگی
هدایت یکطرف ترسم که صحبت ها اثر دارد — بود شیخ عصا در دست مستسقت کهن لنگی
اے از نگه کرم تو بینا سے داغ — دیده تو ز کوری لت داد سراغ
تو چشم ز خس پوشی و خس هم اینجا — میلے ست که شد سرمه کش چشم چراغ

سجّاد۔ میر سجاد علیخان بہادر حیدرآبادی

سجاد تخلص۔ میر سجاد علیخان بہادر نام۔ آپ مشاہیر امراء حیدرآباد سے تھے۔ شاہ یار الملک سے آپکی قرابت قریبہ ہے۔ آپ بیگن پلی کے جاگیرداروں مین سے ہین آپنے فارسی مین عمدہ لیاقت و استعداد حاصل کی تھی انشا پردازی اور سخن طرازی مین بے مثل تھے شعر خوب کہتے تھے۔ کلام صاف و شستہ ہوتا تھا۔ مہاراجہ بہادر چندو لعل نے آپکو بندگانعالی سے سو روپیہ ماہوار مقرر کرایا۔ خانی و بہادری کا خطاب دلوایا۔ آپ خوش طبع و خوش فکر تھے۔ صاحب ہمت و سخاوت تھے۔ مہمان نواز و آشنا پرور تھے۔ آخر آپ سنہ ۱۲۴۰ ہجری مین بہشت برین کو روانہ ہوئے۔ آپ میر عباس علیخان بہادر متخلص کافی کے بہائی حقیقی تھے۔

من اشعارہ الہندی

دعوے کرے جو خال لب لبا سے مشک	تا حشر منفعل ہے اپنی خطا سے مشک
آوے اگر اُسکے کوچہ گیسوے باغ مین	ٹپکے بجائے دانۂ شبنم قبا سے مشک
ہے جو مریض خال و خط یار اے مسیح	بہتر ہے اوسکے حق مین تمہاری دوا سے مشک

ولہ

فقط سرو چمن شکل سنان ہے مجکو	اژدہا بن ترے ہر نہر روان ہے مجکو
گر نہوئے تو بہار عین خزان ہے مجکو	نکہت تختۂ گل موج دخان ہے مجکو
ساکن کوچۂ جانان کو چمن سے کیا کام	باب جنت دہن شیر زبان ہے مجکو
ناصحا مغز خراشی تو عبث کرتا ہے	پند سننے کی ترے تاب کہان ہے مجکو

سوز۔ میان عالم خان

سوز تخلص۔ میان عالم خان نام۔ واقع مین آپکی نسب کا سلسلہ شیر شاہ سے منتہی ہوتا ہے۔ لیکن مصلحۃً آپ اس نسبت سے انکار کرتے تھے۔ اور خود کو سوری مشہور کیا۔ عالمگیری زمانہ مین منصب مناسب پر مقرر ہوئے۔ چند مدت کے بعد تارک الدنیا ہو گئے۔ بلدۂ اورنگ آباد مین گوشہ نشینی اختیار کی۔ مدت العمر عبادت الٰہی مین ہمہ تن مصروف ہے۔ گوشہ نشینی کی بدولت درجۂ کمال کو پہنچے۔ امرا و سلاطین کی صحبت مین قبولیت کا مرتبہ پایا۔ بہادری و دلیری مین مشہور تھے۔ تلاش معاش سے بردار و دست ہوکے کسی امیر یا فقیر کے پاس نہین جاتے تھے۔ جب تک زندہ رہے آفتاب عزت و آبرو کے ساتھ رہے۔ چونکہ طبیعت مین شعر و شاعری کا شوق جولانی کر رہا تھا۔ کبھی کبھی شعر موزون کرتے تھے۔ آپکا انتقال سنہ ۱۱۰۹ ہجری مین ہوا۔ قالوا انا للہ وانا الیہ راجعون

شہر اورنگ آباد کے مقبرہ مین مدفون ہوئے۔ من اشعارہ

مرا گنجفہ بازی بود نظر بازی	کہ میکند ورق آفتاب آئینہ را

سخن۔ سید محمد خان بہادر اصفہانی

سخن تخلص۔ سید محمد خان نام۔ اصفہانی المولد ہے۔ شاعر خوش کلام و شیرین بیان تھا۔ تحریر و تقریر مین بے نظیر تھا۔ خلیق و لئیق تھا۔ یاران ہم مشرب کے ساتھ خوش صحبت تھا۔ اصفہان سے شہر مچھلی بندر مین پہنچا۔ تجارت کرنے لگا۔ شہر مذکور سے مدراس مین آیا نواب امیر الامرا بہادر والی مدراس کی ملازمت مین مشرف ہوا اور خطاب خانی سے ممتاز۔ پھر چند روز کے بعد والاجاہی زمانہ مین دیوانخانہ کا داروغہ ہوا۔ اور بہادری کے خطاب سے سرفراز۔ حیدر آباد دکن مین بطریق سیر آیا ہے۔ صاحب دیوان ہے دیوان مختصر ہے اُسمین چند قصائد و غزلین ہین۔ آخر سنہ ۱۲۱۶ ہجری مین سخن گوئی سے خاموش ہوا یعنی فوت ہوا۔

من اشعارہ الفارسی

بدل خارے ز عشق گلعذارے کردہ ام پیدا	ازین خواری بعالم اعتباری کردہ ام پیدا
اشک خونین زسرا پردۂ دل	میرسد موسم گلکاریہاست
در شب ہجر خیال رخ دوست	سرمۂ دیدۂ بیداریہاست
آسمان ہرگز دل اہل وفا را خوش نکرد	کار او در بیوفائی چون دل آزار مین
ساقیا فصل گل آمد عیش بستان خوش است	می کشانرا روی گل با نغمۂ بستان خوش است
حسرت دوریت از دیدۂ من خواب ربود	اینقدر رشد کہ بہ خمیازہ ہم آغوشم کرد

بلبل آنکہ ترا نغمہ سرا کرد مرا
در چمن قمری آن سرو قبا پوشم کرد

نازراز خصت بیدا دمدہ اے غماز
کہ دل سوختہ آہنگ میدن دارد

شکوہ از دست تو ہرجا نتوانم کرد
زاری من بسر کو تو دیدن دارد

سعدی

سعدی تخلص - شعراء دکن سے مشہور ہے - اسکی زبان روزمرہ دکن سے آشنا - دکنی لب لہجہ اسکے کلام سے ظاہر ہے - اسکا مرقد خاندیس مین برہانپور کے قریب جوار مین مشہور ہے - صاحب نکات الشعراء نے اسکے دو تین اشعار لکھے ہین - انکے سوائے کوئی اور نہین ملے - ہم بہی نکات الشعراء سے انہین اشعار کو نقل کرتے ہین - بعض تذکرہ نویسون نے سعدی دکنی کو سعدی شیرازی لکھدیا - انہون نے بڑی غلطی کی

من اشعارہ الہندی

ہمنا تمن کو دل دیا تم نے لیا ہور کہہ دیا
تم یہہ کیا ہم وہ کیا ایسی بہلی کہہ بیٹھے

دونین کے گہر مین بہڑن روروبجو دلکو بہرون
ہیٹس سگ کو بیٹ بہرن بیا نجا و میت بیٹھے

سعدی غزل انگیختہ شیر و شکر آمیختہ
در ریختہ دُر ریختہ ہم شعر ہے ہم گیت ہے

سید - سید علیخان

سید تخلص - سید علیخان نام - جواہر رقم خان خطاب - سید صحیح النسب ایرانی الاصل تہا فضائل و کمالات سے آراستہ انشا پردازی و نظم و نثر مین بلند پرواز تہا - سخن سنجی و گوئی شعر مین نہایت ہی ہوشیار و چالاک تہا - آپکا کلام نزاکت و لطافت سے خالی نہین ہوتا تہا

خوش نویسی مین استاد تہا اکثر خطوط حُسن خوبی کے ساتہہ لکہتا تہا - عالمگیر نامہ مین ولایت سے ہند مین وارد ہوا بادشاہ نے کتب خانہ کی داروغگی سے سرفراز فرمایا - اکثر مضامین شاہی اسی بزرگ کے قلم سے لکہائے جاتے تہے - بادشاہ نے خوشخطی کیوجہ جواہر رقم خان کے خطاب سے ممتاز فرمایا تہا - اکثر اوقات بادشاہی مسودات کو مبتیضہ کرتا تہا سنہ ۱۱۲۸ ہجری مین فوت ہوا - اورنگ آباد دکن مین دفن ہوا - **من اشعارہ**

من آن مرغم کہ نوحی در قفس دارم
صفیری می کشم تا نعرہ واری نفس دارم

سرخوش - محمد علیم الزمان

سرخوش تخلص - محمد علیم الزمان نام - آپ مولوی شیخ وجیہ الزمان مرحوم کے خلف الصدق ہین - فارسی عربی مین مستعد طالب العلم ہین تکمیل کی فکر کر رہے تہے کہ شعر گوئی کا شوق پیدا ہوا - تکمیل کتب کی فکر جاتی رہی - بندش اور تلاش معانی کی فکر کرنے لگے - آپ امیر احمد امیر لکہنوی سے مشق کرتے رہے - رفتہ رفتہ آپکا کلام پاکیزہ و شستہ ہونے لگا - آپ جو کچہہ کہتے ہین انہین شستگی و پختگی نظر آتی ہے سنہ ۱۳۰۰ ہجری مین ہند سے حیدرآباد دکن مین وارد ہوئے تہے - چند مدت تلاش معاش مین متردد رہے آخر عدالت مالگذاری مین صیغہ دار ہو گئے تہے - چند مدت کے بعد عازم ملک بقا ہوئے انا للہ وانا الیہ راجعون -

من اشعارہ الہندی

قضا ہی ہو گئی مقتل مین مضطرب سرخوش
اگر یہ تہا تو تمہین کو کچہہ اضطراب نہ تہا

ایک پہلو مین پری ایک وہ حور رہے
ایک طرف نار رہے ایکطرف نور رہے

لین گے نہ جا کے کعبہ مین احسان خلیل کا	کرلین گے دیر ہی مین صنم کو تلاش ہم

سخی - میر خیرات علیخان حیدر آبادی

سخی تخلص - میر خیرات علیخان نام - آپ میر امیر علیخان حیدر آبادی کے فرزند ہین
آپکے بزرگ امرا حیدر آباد سے ہین - نواب روشن الدولہ بہادر مغفور نے آپکو اپنا
متبنّی کیا تہا - آپ حضور بندگانعالی کے منصبدارون مین شریک ہین - تہوڑی
ماہوار بحتاج پاتے ہین - فارغ البال و خوش حال ہین - آپکی عمر پچاس برس کی ہوگی
مرزا مستیا بیگ منتہی کے شعر گوئی مین شاگرد ہین - خوش مزاج و خوش کلام ہین -

من اشعارہ الہندی

رہے چمن مین نہ بلبل کا نام تک باقی	دیا ہے حکم یہ گلچین نے باغبانون کو
یہہ آہ وہ ہے رکے گی کبہی رو کے سے	یہہ تیر وہ ہے کہ توڑے گا آسمانون کو
اب آرزوئے رہائی نہین رہی صیاد	قفس مین بہول گئے اپنے آشیانون کو
اگر وصال نہین تو خط و پیام سہی	برائے صبر دل بیقرار کچہہ تو ہو
مجہے ہے فکر سخن اسلئے سخی دل سے	جہان مین بعد فنا یادگار کچہہ تو ہو

سامی - سید عبدالقادر اورنگ آبادی

سامی تخلص - شاہ غلام قادر نام ہے - اورنگ آباد وطن ہے - سادات صحیح النسب سے
تہے - آپ کے جد بزرگوار سید فیض اللہ المخاطب بسید ہدایت اللہ خان شاہجہان
کے عہد مین جلیل القدر خدمات پر مامور تہے - اور عالمگیری زمانہ مین آخر عمر مین

اورنگ آباد دکن مین بادشاہی لشکر کے ہمرکاب آئے - محمد اعظم شاہ کی سرکار مین کتب خانہ
و جواہر خانہ و خوشبو خانہ کے داروغہ مقرر ہوئے - آپکے والد ماجد بہی اعظم شاہ کے بعد
نوکری چہوڑ کر فقیر ہوگئے - نواب مغفرت مآب کے زمانہ مین ہفصدی منصب پر سرفراز تہے
آپکی ولادت اورنگ آباد مین ہوئی - ابہی آپ آغوش مادر مین تہے کہ والد بزرگوار نے
رحلت کی - آپکا نشو و نما جد بزرگوار کے سایۂ محبت مین ہوا - اور آپنے بقدر ضرورت
تربیت و تعلیم بہی پائی - پہر جد بزرگوار بہی بہشت برین کو روانہ ہوئے - آپ عالم تنہائی
مین رہے افسوس و حسرت کے سوائے کوئی یار و غمگسار نہ تہا - خانہ داری خاندان پرورش کا
بار آپکے سر پر پڑا - بامر مجبوری سر پر لیا جسقدر آفتین اور مصیبتین پیش آئین سہتے رہے
زمانہ کی گردشون کو جہیلتے رہے - مگر باوجود ان مصائب و تکالیف آپکو علم کی تحصیل کا شوق
تہا - دلمین ولولہ و جوش تہا - ہونہار تہے - جب گہر کے اہتمام سے فرصت ملتی تب
علما کی مجلس مین جاتے جہانتک ہو سکتا استفادہ حاصل کرتے - اسیطرح ایک زمانہ تک
ملازمت کرتے رہے - رفتہ رفتہ تحصیل کتب سے فارغ ہو کر علما کے سلسلہ مین داخل ہوئے
سرکاری منصب دار تہے گذر اوقات کے لئے کافی ماہوار پاتے تہے - زیادہ کی ہوس نہین
کی - قناعت گزین ہوئے - ماحصل یہ شاکر و صابر رہے - موزون الطبع تہے جولانی
طبیعت سے شعر گوئی کے میدان مین پیش قدمی کی اس میدان مین ایسی چستی و چالاکی
سے قدم ڈالے کہ متقدمین سے کئی قدم آگے بڑہ گئے - اور شاعری کو ایسی زینت
دی کہ ہر ایک مجلس مین آپکی شاعری جلوہ افروز تہی - اور آپکے کلام کے چرچے گہر گہر
ہونے لگے - نقادان سخن غور و فکر سے پرکہنے لگے - سب نے آپکو کہرا پایا - آپکی لیاقت
و استعداد کو مان لیا - موجودہ شعرا مین ایسی شہرت پائی کہ استادی کے درجہ کو

اخلاق کی عادات

پہنچے۔ اکثر طلبہ آپکی شاگردی کے سلسلہ مین آئے اور درجہ کمال کو پائے۔
آپ شاعر پرگو خوش مزاج ظریف لطبع سلیم الوضع تھے۔ صاحب خلق خندان جبین
وشگفتہ رو تھے۔ صلح کل صاحب توکل مستغنی از جہز تا بکل تھے۔ درویش دوست
غریب آشنا حق شناس حق نما تھے۔ آپکو قادریہ طریقہ مین بیعت و اجازت حاصل تھی
پیری مریدی کا طریقہ جاری تہا۔ آپ بافیض تھے۔ خلائق آپکی فیض نعمت سے فیضیاب
ہوتی تہی۔ ایک جہان آپکے چشمۂ فیض سے سیراب ہوتی تہی۔ آپکی خانقاہ کیا امیر و فقیر کیا
شاہ و وزیر سب کا مرجع تہی۔ حصول آمال و مقاصد کا مجمع تھے۔ آپ صوفی باصفا تھے
راضی برضا تھے۔ جامع کرامات و حاوی خرق عادات تھے۔ عاشق رسول اللہ صلعم
شائق فنا فی اللہ تھے۔ اہل بیت و اہل اللہ کے مداح تھے۔ خدا کی راہ مین جان نثار اور
اسکی محبت و عشق مین زار و نزار تھے۔ آپکی ہمدردی و رفاہ عام کا عام مین نام تہا۔
خلائق کی حاجت روائی آپکا کام تہا۔ اکثر شہر کے عمائد و امرا آپ کے مرید و معتقد تھے
جو کچھہ آپکی نظر مین آتا تہا سب فقرا و غربا پر تقسیم ہو جاتا تہا۔ شہر مین آپکی خانقاہ
اور شاہ مسافر کا تکیہ مسافرون کی فرودگاہ تہی۔ دونون مقام مین مسافرون کو گہر سے
زیادہ آرام ملتا تہا۔ آپ مہمان نواز و غریب پرور تھے۔ مہمان کی دلداری و غمخواری
کرتے تھے۔ جو مسافر طالب دنیا ہوتا اسکی سعی سفارش کر کے ملازم کراتے تھے۔ جو طالب
خدا ہوتا تہا اسکو ہدایت و ارشاد فرماتے تھے۔ نقل مشہور ہے کہ آپ ہمیشہ سفارش کرتے
تھے۔ اور یہی آپکی عادت مستمرہ تہی۔ ایکروز ایک امیر سے کسی مسافر غریب کی سفارش
کی امیر نے اس لحاظ سے کہ آپ آیندہ کسی کی سفارش نکرین اور فرمایا کہ حضرت اسوقت
جسقدر سفارش کرنا ہو کیجئے۔ اور اقرار کیجئے کہ آیندہ کسیکے بارہ مین نہین کہون گا

اقرار مع الشرط ہونا چاہیئے۔ آپنے قبول کیا۔ اور یہ شرط ٹہری کہ آیندہ جب سفارش
کرون تو مجکو شہر بدر کر دینا۔ امیر بہی راضی ہوا۔ دس پانچ جو مسافر تھے اُن کی سفارش
کی۔ وہ سب آپکی بدولت نوکر ہو گئے۔ پہر چند روز تک خاموش رہے۔ اسی عرصہ مین
چند بزرگ آپکی خدمت مین آئے اور گذارش کی کہ حضرت ہمارے لئے کچہہ تدبیر کیجئے۔ خدا
و رسول کے لئے سفارش کیجئے ہم غریبونکا کام آپکی عنایت سے حاصل ہوگا۔ آپنے فرمایا
اچہا چلو۔ سب کو ساتھہ لئے اپنا بستر و بدنا بہی باندہ لئے۔ امیر کے پاس آئے اور فرمایا کہ مین
اپنے اقرار پر قائم ہون مجھے اُس سے انکار نہین۔ ان غریبون کا نام تختہ مین لکہ دیجئے
اور فقیر کو رخصت کیجئے۔ فقیر سفر کے لئے مستعد و تیار ہے۔ بستر و بدنا دکہا دیا۔ امیر قدمون پر
گر پڑا۔ اول سے زیادہ معتقد ہوا۔ اور فرمایا۔ آپ یہین رہیئے۔ آج سے آپکو اجازت عام ہے
ہر کس و ناکس کی سفارش کرتے رہیئے۔ واہ رے امیر واہ رے فقیر دونون آفرین کے
لائق ہین۔ اکثر عوام الناس ایسے موقع و محل مین کہتے ہین کہ اوگلا زمانہ متبرک تہا۔ اور
اہل زمانہ بہی بزرگ تھے۔ عوام کا یہہ قول غلط خیال ہے کیونکہ زمانہ ایک ہی ہے مگر نیکی
و بدی سے بلحاظ اہل زمانہ موصوف ہوتا ہے۔ زمانہ ٹہیک و درست ہے۔ اہل زمانہ بہی
اچہے ہین ہان اتنا فرق ہے اُسوقت کے لوگ نہایت عمدہ و درست تھے۔ اکثر امرا علما
و کبرا مشائخ نیک طینت ہوتے تھے۔ اب بہی کمتر مرد نیکو و خوشخو ہین۔ آجکل امرا مین
بہ نسبت فقرا ملائکہ خصائل زیادہ نکلین گے۔ ہم آپ سے عرض کرتے ہین جو ایک واقعہ ہمارے وزیر بے نظیر
امیر بن الامیر نواب بشیر الدولہ سر آسمانجاہ مدار المہام سرکار عالی کے پاس گذرا۔ وہ یہہ ہے
کہ تہوڑے دن گذرے کہ حیدرآباد مین مشہور ہوا کہ وزارت بدلنے ہی کو ہے دوسرا وزیر مقرر ہوتا ہے
اس ہوہومی خبر سے عام کے دلون مین تردد واقع ہوا۔ شہر کے کسی امیر نے ایک درخواست

بچون کی منصب کے لئے نواب صاحب کی خدمت مین پیش کی۔ اور نواب صاحب نے کہا کہ آپ جلد منظور کیجئے۔ نواب صاحب نے درخواست رکھہ لی۔ پھر صاحب درخواست نے عرض کی۔ آپنے کہا اچھا پھر عرض کی نواب صاحب نے فرمایا کہ آپ جلدی نہ کیجئے مین کردونگا آخر بمصداق صاحب الغرض مجنون پھر عرض کیا جلدی نکرون تو کیا کرون۔ نہین معلوم کل کیا ہوتا ہے۔ شاید آپ نہ رہین۔ نواب صاحب خاموش ہوئے۔ اُس امیر کو کچھہ جواب نہین دیا جو کچھہ کام تہا پورا کردیا۔ دیکھئے نواب صاحب کا کیا حلم و کیا رحم ہے کہ کچھہ نہین کہا اور اُس غریب کا کام کردیا۔ فی زماننا بہی ہمارے شہر مین اسی طرح کے بہت سے امرائے قدیم موجود ہین جنکا خمیر ہمدردی غربا و فقرا ہے فقیر مولف نے ہر ایک کے حالات و عادات محبوب الزمن تذکرہ امرا و رائے دکن مین لکھے ہین۔ ابہی یہہ تذکرہ طبع نہین ہوا ہے تذکرہ ہذا کے بعد طبع ہوگا۔ چمنستان شعرا مین مرقوم ہے کہ آپ کی وفات سنہ ۱۱۹۶ ہجری مین واقع ہوی اورنگ آباد مین مدفون ہوئے۔ آپ صاحب دیوان تہے۔ اور آپ نے ایک قصہ سرو شمشاد کے بیان مین لکھا۔ اسکے اشعار چند ہزار تہے۔ اب وہ قصہ نادر الوجود ہے۔ پھر از سر نو گیارہ سو چہتر مین اُسکو تیار فرمایا۔ ہم اُسمین سے چند اشعار بطور نمونہ پیش کرینگے آپ صاحب التالیف و التصنیف تہے آپنے ایک سرو شمشاد کا قصہ لکہا۔ مثنوی کی طرز پر تہا۔ کئی ہزار اسکے اشعار تہے۔ اسوقت سو اتفاق سے قصہ مفقود ہوگیا۔ آپ کو اُسکے تلف ہونیکا بہت رنج ہوا۔ پہر آپنے سنہ ۱۱۸۰ ہجری مین از سر نو قصہ کو تصنیف فرمایا۔ آپکا کلام نہایت رنگین ہے۔ ابہام و تکلف سے پاک و صاف ہے استعارہ و کنایہ سے مملو ہے۔ الفاظ شستہ با معانی برجستہ نہایت خوبی و خوش اسلوبی سے ترتیب دیا ہے مطالعہ سے لطف و مزہ آتا ہے۔ اسیطرح آپکا دیوان بہی مضامین شیرین و معانی رنگین کا

چشمہ ہے۔ غزلہائے نمکین و کتبہائے دلنشین و مخمسات و مستزاد و رباعیات و قطعات و قصائد لائق تحسین و آفرین کا کشکول ہے۔ آپکے اکثر قصائد خدا و رسول صلعم و اہل اللہ کے فضائل و مدایح مین ہین۔ چمنستان شعرا مین شفیق اورنگ آبادی لکھتے ہین کہ دکن مین اکثر اہل دکن آپکے معتقدین تہے۔ آپ رنگ آباد و حیدر آباد و بیدر و ارکاٹ و سورت و کوکن و برار مین دورہ فرماتے تہے۔ اور فقیر سے محبت دلی رکہتے ہین۔ فیما بین مراسلت و مکاتبت کا سلسلہ باہم جاری ہے۔ فی الحال یعنی سنہ ۱۱۷۵ ہجری اورنگ آباد مین رونق افزا ہین۔ مین اکثر اوقات آپکی خدمت مین آمد و رفت کرتا ہون۔ اور آپ بہی کبہی کبہی میرے غریب خانہ پر تشریف لاتے ہین۔ انتہی کلامہ

آپ پاکیزہ رو و پاکیزہ دل تہے۔ روشن ضمیر و دستگیر تہے۔ اعانت و ہمدردی مین قصور نہین فرماتے تہے۔ آپکی عنایت بادشاہ و فقیر پر مساوی تہی۔ ہندو و مسلمان سے موافق تہے۔ صلح کل کا طریقہ مرغوب تہا۔ ہر ایک کو خوش رکہنا مطلوب تہا۔ دلجوئی و دلداری آپکا کام تہا۔ دکن کے ہر کوچہ و بازار مین آپکا نام مشہور و معروف ہے۔

گزارش فقیر مولف

مین ناظرین کی خدمت مین نہایت افسوس کے ساتہہ گزارش کرتا ہون کہ آپ کا دیوان و قصہ سرو شمشاد میرے کتبخانہ نوادر مین موجود تہا۔ میرا کتبخانہ سنہ ۱۳۲۶ ہجری مین موسی ندی کی طغیانی مین غرق آب و نذر سیلاب ہوگیا۔ صاحب ترجمہ کا دیوان و قصہ سرو شمشاد بہی کتبخانہ کے ساتہہ تہ آب و تلف ہوگئے۔ چونکہ مین نے آپکی سوانح عمری کے خاتمہ پر آپکے اشعار انتخابی نہین لکھے تہے۔ اسوقت اشعار کی بابت

بہت کچہہ پریشان ہوکے کتبخانہ آصفیہ و کتبخانہ مختاریہ مین دیوان و قصہ کو تلاش کیا۔ نہین پایا۔ بامرلاچاری اشعار کے لکھنے سے معذور رہا۔ لیکن دیوان و قصہ کی تلاش مین ہمہ تن مصروف ہون۔ اگر ملجائین گے تو اسمین سے آپکے نتائج طبع کو ضمیمہ مین لکھہ دون گا۔ العذر عند کرام الناس مقبول۔

سالک۔ مرزا قربانعلی بیگ

سالک تخلص۔ مرزا قربان علی بیگ نام۔ آپ نواب مرزا عالم بیگ کے خلف الصدق ہین۔ آپ مولداً حیدرآبادی مسکناً دہلوی تہے۔ لیکن آپکی تربیت و تعلیم دہلی مین ہوئی۔ تعلیم و تربیت سے فارغ ہونیکے بعد مہاراجہ الور کی ریاست مین خدمت و کالت پر مقرر تہے۔ چند مدت کے بعد الور سے قطع تعلق کرکے حیدرآباد دکن مین آئے صیغہ تعلیمات مین سررشتہ داری کی خدمت پر متعین ہوئے۔

آپکو اولاً تلمذ مومن خان دہلوی کی خدمت مین تہا۔ ثانیاً مرزا غالب کی خدمت مین مستفید ہوئے۔ ابتدا مین بمناسبت نام قربان تخلص کرتے تہے۔ آخر مرزا کی شاگردی مین سالک تخلص اختیار کیا۔ ذکی الطبع و سخن سنج و سخن فہم تہے۔ خوش مزاج و شگفتہ جبین شعر و شاعری کے فنون سے ماہر۔ و محاورات فارسی و ہندی سے واقف۔ فلسفی مشرب۔ ہمدردی و بہتری قوم کے خواہان ہوتے تہے۔ مخزن الفوائد نام کا ایک رسالہ حیدرآباد مین شایع کیا۔ اسمین اکثر مضامین مفید ہوتے تہے۔ اصل مین رسالہ کے موجد و سرپرست مخدومی جناب مولوی سید حسین صاحب المخاطب بہ نواب عماد الملک بہادر ناظم تعلیمات سابق تہے۔ اور ہمارے سالک صاحب ترجمہ

اس کے طبع و ترتیب کا اہتمام کرتے تہے۔ رسالہ مین اکثر مضامین مفیدہ مطبوع ہوتے تہے۔ اگر وہ رسالہ ابتک جاری رہتا تو ایک عمدہ ذخیرہ تاریخی ہو جاتا افسوس ہماری مصلحین قوم نے اسکے بقا کا لحاظ نہین کیا حیدرآباد مین ہر ایک چیز کے ایجاد کرتے وقت نہایت جوش کے ساتہہ اہتمام ہوتا ہے لیکن آخر چند ہی روز مین اسکا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ فقیر مولف کو بجز اسبات کے کوئی وجہ معلوم نہین ہوتی ہے۔ موجدین کی غرض ایجاد سے نمائش ہوتی ہے۔ اگر واقع مین نمائش ہو تو اسکا وجود و عدم مساوی ہے ہان موجد کی جسقدر نمائش و شہرت تو ہو جاتی ہے واقعی ہمدردی و جوانمردی وہ ہے جس کام کی ابتدا کرین اُسکو خوبی کے ساتہہ درجہ کمال کو پہنچائین۔ تاکہ قوم کے خاص و عام اس سے مستفید ہو جائین۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔ آپکا کلام نزاکت و لطافت و دلچسپی خوبی سے خالی نہین ہے۔ آپکی رحلت سنہ ۱۲۹۱ ہجری مین واقع ہوئی۔ آپکی عمر تخمیناً ساٹہہ ہفتیٹہہ برس کی تہی۔ باوجود ضعیفی مزاج مین چستی و چالاکی تہی۔ جس کام کا ارادہ فرماتے تہے اُسکو پورا کرتے تہے۔ خوش اخلاق و بامروت ہر ایک سے خندہ پیشانی و شگفتہ روئی کے ساتہہ ملتے تہے۔ خاص حیدرآباد مین آپکے اکثر تلامذہ موجود ہین۔ آپکا ایک فرزند محمد مرزا متخلص بہ عابد وظیفہ خوار سرکار عالی نظام موجود ہے۔

من اشعارہ الہندی

بتون کی بزم کہ کوئی نہین جہان اپنا
خدا کو کر کے چلا آتا ہون نگاہبان اپنا

تم غیر کے ہوئے تو رہا کیا جہان مین
گویا ہمارے واسطے کچھہ بھی بنا تہا

رہے آشنائی فقط نام کی
وہ نام آشنائی زبان رہگیا

ولہ
میرا ہوا آشیانہ اور آدھا جلا ہوا
بجھہ ہی گئی تھی آگ تو بجلی کو کیا ہوا

ولہ
مین نکلتا تری محفل سے اکیلا اے کاش
غم یہہ ہے ساتھہ میرے غیر کا ارمان نکلا

ولہ
سالک جو کوئی عشق مین مجکو برا کہے
تکتا ہون منہ کو اور یہہ کہتا ہون ہان درست

ولہ
مایوس و ناامید ہین کیا مدعا سے ہم
کہتے ہین اور کہتے ہین کس التجا سے ہم

کاش اے سپہر تجہہ سے ہی کہتے تو سہل تہین
وہ خواہشین کہ کہتے ہین اُن بیوفا سے ہم

فرط نشاط وصل سے ہے ڈر کہ مر نجائین
ذکر غم فراق ہے چھیڑین بلا سے ہم

ولہ
تیرے کوچہ کی مجہپر راہ ہے تنگ
کہ آنا ہے نگاہ پاسبان مین

ولہ
طالب وصل پہ کہتے ہو یہ تکرار نہین
خوش ہون ان دو نفیون مین اثبات ہی انکا نہین

ولہ
شکر کیجے مگر افسردہ سے ہو کر کیجے
تا وہ صورت ہی سے جانے کہ گلا کرتے ہین

ولہ
لاغری سے نظر آتا کہین نخچیر نہین
تیر بہکے تو کمان دار کی تقصیر نہین

اعتبار نگہ ناز ہے کیا کیا اون کو
قتل کو آتے ہین اور ہاتھہ مین شمشیر نہین

ولہ
وہ دشمن دوست ہو یا آسمان ہو
اجل بنکر ہی کوئی مہربان ہو

ولہ
شکر کیجے کہ نہین تاب تکلم مجہکو
ورنہ اسطرح ہی جو چاہو کہو تم مجہکو

اسکو دیکھو کہ وہ ہے مجہسے سوا گردشمن
آسمان بنکے ستانا نہ کہین تم مجہکو

کوئی تو بات ہنسی کی نکلے
خندۂ صبح قیامت ہی سہی

جان ہی دیکے عشق مین اٹہائی خیر
آگیا کچھہ لیا دیا آگے

ہون مین وہ صید کہ رویا کرے صیاد مجہے
ہون مین وہ کشتہ کہ پیٹا کرے جلاد مجہے

آمادۂ ستم فلک و یار کینہ جو
پیغام موت کا مجہے اب جا بجا سے ہے

سرمد - حکیم سعید - المعروف بہ صوفی سرمد

سرمد تخلص - حکیم سعید نام - آپ اصل مین قبائل ارامنہ سے تھے تحصیل علوم سے فارغ ہونیکے بعد پیشہ تجارت مین مصروف ہوئے - تجارت کی وجہ عراق عرب و عجم مین اکثر اوقات سیاحت فرماتے تھے - چند مدت کاشان مین سکونت پذیر رہے - آپ کی طبیعت تصوف و تعرف کیطرف مائل تھی - آپ سیاحت مین بزرگان بلاد و امصار سے ملتے تھے - ہر ایک بزرگ کی خدمت سے مستفید ہوتے تھے - بزرگان صاحبدل کی توجہ سے آپکے دل مین عشق و محبت کی آگ مشتعل ہوئی - پہر آپ کاشان سے برآمد ہوئے - سیر و سیاحت کرتے ہوئے شہر ٹھٹہ سندہ مین پہنچے - وہان ایک ہندو بچے پر جسکا نام ابہی چند تہا فریفتہ ہوئے - چنانچہ خود صوفی کہتا ہے ؎

نمیدانم درین چرخ کہن دیر
خدائے من ابہی چند ست یا غیر

اسی لڑکے کے عشق مین تمام مال و اسباب کو مساکین پر تقسیم کردیا - جو کچھہ میسر تہا کل لٹا دیا - بقدر ضرورت بہی کوئی چیز باقی نہین رکہی - یہانتک کہ جامہ و پارچہ ستر عورت و بدن کیلئے بہی نہین رکہا برہنگی اختیار کی - آپکا لڑکے پر فریفتہ ہونا صادقانہ تہا لڑکے کے والدین نے آپ کی پارسائی و پاک طینتی دیکھہ کے چند روز آپ کو اپنے گہر مہمان رکہا آپ محبوب کے در پر پڑے رہتے - ہر وقت محبوب کے دیدار و درشن مین محو رہتے تہے آپنے لڑکے کو توریت و زبور پڑہائی - لڑکے کو اپنی محبت کی کشش سے اپنے طرف کہینچ لیا - لڑکا آپ سے ایسا مانوس ہوگیا کہ تمام خویش و اقارب سے برخاستہ ہوکے آپکے ساتھہ ہی خاک نشین ہوگیا - بہارستان سخن کے مولف نے لکہا کہ آپ مع ہندو بچہ ٹھٹہ سندہ سے

حیدرآباد دکن میں آئے۔ چند مدت قیام پذیر رہے۔ پھر یہاں سے دارالخلافہ دہلی میں پہنچے۔ شاہزادہ داراشکوہ جو فقرا کے طرف زیادہ مائل تھا آپ کو مصاحبت میں رکھا۔ اور اعلیحضرت قران ثانی کے خدمت میں صوفی کی تعریف و مدح کرتا تھا۔ اعلیحضرت قران ثانی نے ایکروز عنایت خان آشنا کو صوفی کے حالات دریافت کرنے کے لیے بھیجا۔ خان مذکور حال دریافت کرکے آیا۔ عرض کیا۔ اور یہہ بیت پڑھی ؎

بر سرمد برہنہ کرامت تہمت است ‏ ‏ کشفے کہ ظاہر است ازو کشف عورت است

پس اسی اثنا میں زمانہ میں انقلاب پیدا ہوا۔ داراشکوہ اسیر و قتل ہوگیا۔ اور ۱۰۹۹ سنہ ہجری میں اورنگزیب عالمگیر اورنگ نشین ہوا۔ صفحۂ عالم سے اکبری و جہانگیری رسوم محو ہوئے مراد بخشی و داراشکوہی بدعتیں مٹ گئیں عالمگیر کے خوف و رعب سے تمام اہل بدعت و زندہ مشرب توبہ و اصلاح کے طرف متوجہ ہوئے۔ اکثر دیوانے و برہنہ تن ہشیار و صاحب لباس ہوگئے۔ شرع و دین کا بازار گرم ہوا۔ لہو لعب کا چراغ بجھ گیا۔ حسب الحکم بادشاہ سنہ ہفتم عالمگیری میں قاضی عبدالقوی صدر نے صوفی سرمد کو لباس کی تاکید کی۔ صوفی نے قبول نہیں کیا۔ ہرچند کہ کہا گیا۔ راضی نہیں ہوا۔ قاضی نے سوال کیا کہ آپ برہنہ کیوں رہتے ہیں۔ جواب دیا کہ شیطان قوی ہے۔ اور یہہ رباعی پڑھی ؎

خوش بالائے کرد چنین پست مرا ‏ ‏ چشمے بدو جام برد از دست مرا
او در بغل من است و من در طلبش ‏ ‏ دزدے عجبے برہنہ کردہ است مرا

قاضی مذکور صوفی کے جواب سے نہایت غضبناک ہوا۔ بادشاہ کی خدمت میں آیا۔ عرض کیا کہ وہ واجب القتل ہے۔ بادشاہ نے فرمایا کہ صوفی کو دربار میں حاضر کریں۔ تمام علما اس سے بحث کریں۔ اگر واجب القتل ثابت ہو جائے تو قتل کریں۔ حسب الحکم صوفی دربار میں

حاضر کیا گیا۔ بادشاہ نے پوچھا کہ آپ کہتے تھے کہ داراشکوہ بادشاہ ہوگا آپکا قول غلط ہوا۔ صوفی نے کہا غلط نہیں ہے وہ بادشاہ ہوگا۔ صوفی کا جواب مجذوبانہ تھا۔ پھر بادشاہ نے سوال کیا کہ کلمۂ لا الہ پر زیادہ نہ کہنا کیا وجہ ہے۔ صوفی نے فرمایا۔ کہ میں ابھی نفی میں مستغرق ہوں۔ نفی کے بعد اثبات ہے۔ پھر ستر عورت و توبہ کی بابت کہا گیا قبول نہیں کیا۔ اور یہہ بیت پڑھی ؎

عمریست کہ آن جلوۂ منصور کہن شد ‏ ‏ من از سر نو جلوہ دہم دار و رسن را

آخر ملا عبدالقوی نے باتفاق علما دلائل شرعی کے ساتھہ قتل کا فتوی تیار کیا۔ بادشاہ نے سرمد کے قتل کا حکم دیا۔ صوفی کو قتل گاہ میں لائے۔ اسوقت زبان سے یہہ بیت پڑھتا تھا ؎

سر جدا کرد از تنم شوخے کہ با ما یار بود ‏ ‏ قصہ کوتاہ کرد ورنہ درد سر بسیار بود

جب جلاد آیا تلوار کھینچ کے صوفی کے طرف متوجہ ہوا۔ صوفی جلاد کیطرف دیکھہ کے کہتا تھا تو جس صورت میں جلوہ نما ہوتا ہے میں تجکو پہچانتا ہوں۔ اور یہہ بیت پڑھی ؎

رسیدہ یار عریان تیغ ایندم ‏ ‏ بہر رنگے کہ آئی می شناسم

اور یہہ بیت بھی پڑھی ؎

شورے شد و از خواب عدم چشم کشودیم ‏ ‏ دیدیم کہ باقیست شب فتنہ غنودیم

قتل کیلئے چاہتے تھے کہ دستور کے موافق اسکی آنکھیں بند کریں۔ صوفی نے منع کیا۔ مردانہ سر تہ تیغ کیا۔ جلاد نے ایک ہی وار میں سر تن سے جدا کیا۔ کہتے ہیں کہ سر تن سے جدا ہو کے تین مرتبہ لا الہ کہا۔ یہہ واقعہ ۱۰۷۰ سنہ ہجری میں واقع ہوا۔ دہلی کی جامع مسجد کے مقابل مدفون کیا گیا۔ مزار و متبرک یہ مشہور ہے کہ صوفی کا سر جب تن سے جدا ہوا یہہ بیت

مقتول کے جسم بے سر نے اپنے انگشت دست کی قلم و خون کی سیاہی سے یہہ شعر دیوار پر لکھا۔ میرے نزدیک یہہ الحاقی معلوم ہوتا ہے۔ کسی معتبر تاریخ سے اس بات کا پتا نہیں ملتا شاید خرق عادات سے ہو۔ واللہ اعلم بحقیقۃ الحال **ہو ہذا**

سر بریدہ سر راہ تو فدا شد چہ بجا شد ۔۔۔ این بار گران بود ادا شد چہ بجا شد

من رباعیاتہٖ

سرمد غم عشق بوالہوس را ندہند ۔۔۔ سوز دل پروانہ مگس را ندہند
عمرے باید کہ یار آید بکنار ۔۔۔ این دولت سرمد ہمہ کس را ندہند

ولہ

سرمد گلہ اختصار می باید کرد ۔۔۔ یک کار ازین دو کار می باید کرد
یا تن برضائے دوست می باید داد ۔۔۔ یا قطع نظر زیار می باید کرد

ولہ

سرمد کہ ز جام عشق مستش کردند ۔۔۔ بالا بردند و باز پستش کردند
ہیخواست خدا پرستی و ہشیاری ۔۔۔ مستش کردند و بت پرستش کردند

ولہ

آنکو کہ سر حقیقتش باور شد ۔۔۔ خود پہن تر از سپہر پہناور شد
ملا گوید کہ بر شد احمد بفلک ۔۔۔ سرمد گوید فلک باحمد در شد

بعض مورخین نے لکھا کہ یہی رباعی سرمد کے قتل کی باعث ہوئی۔ اس لئے کہ اس رباعی سے معراج کا انکار ثابت ہوتا ہے۔ **رباعی**

سرمد اگرش وفاست خود می آید ۔۔۔ ور آمدنش رواست خود می آید
بیہودہ چرا در پی او میگردی ۔۔۔ بنشین اگر او خداست خود می آید

سنجر - مرزا سنجر

سنجر تخلص - میرزا سنجر نام ہے۔ آپ میر حیدر معمائی کاشانی کے فرزند ہین۔ شعر و شاعری مین چست و چالاک تہا مضامین تازہ و معانی شگفتہ کا موجد تہا۔ مدت تک اکبری دربار مین پدر و پسر ملازم رہے۔ ہمیشہ بادشاہ و شاہزادون کی مدح مین قصائد منظوم کرتے تہے۔ خوب انعام و اکرام پاتے تہے۔ آخر ابراہیم عادل شاہ والی بیجاپور کی خدمت مین آیا۔ اسوقت شکستہ حال و پراگندہ بال تہا۔ عادل شاہ نے اسکے شکستہ حال کو لطف و کرم کے مومیائی سے درست فرمایا۔ ایک زمانہ تک خوش و خرم رہا اشعار مین اکثر زمانہ کی شکایت کرتا ہے۔ پس چند مدت کے بعد شاہ عباس ماضی کا فرمان مع خلعت فاخرہ اس کے نام سے صادر ہوا۔ لیکن فرمان کے وصول ہونے سے قبل یہان اسکی اجل کا فرمان پہنچ گیا۔ فوراً عالم بالا روانہ ہوا۔ یہہ واقعہ ۱۰۲۱ سنہ ہجری مین واقع ہوا۔

من اشعارہ الفارسی

شہر حسن است بہر جانب بازار ہر ا ۔۔۔ تو نخواہی دگرے ہست خریدار مرا
ولہ
نہ تاب دیدن و نی طاقت شکیبائی است ۔۔۔ تو چون نقاب کشی رحم بر تماشائی است
ولہ
محققان کہ ز دریائے علم در جوشند ۔۔۔ چو کوہ تا نکنی شان سوال خاموش اند
ولہ
آتش خرمن منی شبنم گلشت دیگران ۔۔۔ دوزخ من چرا شدہ ای بہشت دیگران
ولہ
تو خود ناخواندہ اے شوق اشتیم بروی بزم او ۔۔۔ نمیدانم کہ خواہد خواست فردا عذر غیرت را
ولہ
اے غم ہجر بیش ازین جائے تو نیست در دلم ۔۔۔ یا بگذر ازین سرا یا بنما قبالہ را
ولہ
تا عجز دشمنیم و حریفان زبون طلب ۔۔۔ اے خون ما بگردن طبع غیور ما
ولہ
شرم باد از اہل مجلس سنجر بیقدر را ۔۔۔ تا بکے ناخواندہ آید چند بار خصت ور
ولہ
برگ سبزی ہم نیاوردی ہے بیطا لعی ۔۔۔ از گلستانے کہ نرگس گل ہا بمن می کنند
ولہ
جمعی کہ از تقرب او گفتگو کنند ۔۔۔ ترسم خجل شوند اگر رو برو کنند

ما ہم ز آرزو بشہادت رسیدہ ایم ۔ خوبان صواب نیست کہ فکر دیت کنند

وله

ناخواندہ گرچہ آمدہ ام زود میروم ۔ طبع ترا ز بادہ مکدر نمی کنم

وله

الماس بدل انباشتم و منت کشم از خود ۔ من لذت این زخم بسوزن نہ پسندم

وله

اگر از دامن محمل کشیدم دست بیتابی ۔ بپای ناقہ افتادم بگرد ساربان گشتم

وله

امشب اے ہمسایہ او مہمان من از خود رفتہ ام ۔ گر کسے احوال من پرسد بگو در خانہ نیست

وله

مہر آمد بتماشائے تو با تیغ و ترنج ۔ گو بیا گر ہوس است بریدن دارد

وله

ہر کہ سینہ زمین نمک فروشان است ۔ دماغ سوزی مرہم بداغ من غلط است

وله

نیست در امر آزادی این مرغ اسیر ۔ ورنہ صد مرتبہ گرداند بگرد سر خویش

وله

این زبان بے تنم سنجر و گرنہ پیش ازین ۔ دست من در زلف گستاخ تر از شانہ بود

وله

میگذارد و گر نگاہ کرم در کارش کنم ۔ سخت محجوب است میخواہم کہ میخوارش کنم

وله

وقت است کہ چون صبح ببالین من آئی ۔ شمع سحرم کید و نفس بیش ندارم

وله

ناخن زدہ ست بوئے گلے بر مشام ما ۔ ہان اے طبیب نیست علاج زکام ما

وله

یکشب چراغ خلوت ما می توان شدن ۔ تا کے چو صبح خندہ توان زد بشام ما

داغم بنمک خشک شد و زخم بالماس ۔ آگہ کن ازین تجربہ مرہم طلبان را

حاجت روا نگشت مرا حاصل دو کون ۔ صرف چراغ مسجد و شمع مزار شد

سالک ۔ سید غلام حسن القادری الرضائی

سالک تخلص ۔ سید غلام حسن نام آپ سید شہاب الدین بن سید محمد اسحق قادری کے خلف رشید ہیں ۔ آپکی نسب کا سلسلہ حضرت سید عبد الرزاق فرزند دوم حضرت سید

محی الدین عبد القادر جیلانی قدس سرہ سے منتہی ہوتا ہے ۔ آپکے جد امجد بغداد سے ہندمین تشریف لائے ۔ اولاً ملک دکن کیطرف متوجہ ہوئے ۔ قلعہ جنیر مین جو دکن کے مشہور قلعجات سے ہے سکونت پذیر ہوئے ۔

بہارستان سخن کے مولف نے لکہا کہ آپکے اجداد اسلاف سے ایک بزرگ بطریق سیر سیاحت بغداد سے ہندوستان مین آئے ۔ صوبہ پنجاب مین پہنچ کے پرگنہ بہرہ مین سکونت پذیر ہوئے خلائق کو ہدایت و ارشاد سے جہانگیری زمانہ تک سرفراز فرماتے رہے ۔ اہل ہند جوق جوق حسن عقیدت سے دائرہ بیعت مین داخل ہوتے تہے ۔ سالک صاحب ترجمہ کے جد امجد سید محمد اسحق قادری یتیم تہے ۔ اور اپنے جد محمد یعقوب کی خدمت مین تربیت و تعلیم پاتے تہے ۔ جد بزرگوار ہی یتیم کے مربی و سرپرست تہے ۔ حسن اتفاق سے سید محمد یعقوب نے سیاحت عرب کا عزم بالجزم کیا ۔ سید محمد اسحق بہی دادا کے ہمراہ بغداد شریف وغیرہ مقامات متبرکات مین گئے حج و زیارت روضہ منورہ و دیگر مقامات متبرکہ سے مشرف ہوئے ۔ شاہجہانی زمانہ تک عرب مین رہے وہان علم حدیث و فقہ و تفسیر سے فارغ التحصیل ہوئے پہر آپ عرب سے سنہ ۳۰ جلوس شاہجہانی مین ملک دکن مین وارد ہوئے ۔ آپنے قلعہ جنیر مین سکونت اختیار کی ۔ اشاعت اسلام و ہدایت دین مین مصروف ہوئے ۔ مدۃ العمر اسی کام مین مشغول رہے ۔ اکثر ہنود بت پرست آپکی ہدایت سے خدا پرست ہوئے ۔ آخر آپنے سنہ ۱۰۸۰ ہجری مین اس دار فنا سے عالم بقا کی طرف رحلت کی ۔ سالک صاحب ترجمہ کے والد حضرت شہاب الدین بہی عالم شباب مین عارضہ وبا سے فردوس برین روانہ ہوئے ۔ سالک والد کی رحلت کیوقت طفل شیرخوارہ تہے ۔ جنیر مین نشو و نما پائے ۔ سن تمیز کو پہنچے اُسوقت آپکو تحصیل علوم کا شوق دل مین متمکن ہوا ۔ وطن سے برآمد ہو کے دار العلوم گجرات مین آئے

وہان علمائے معاصرین کی خدمت مین تہوڑے زمانہ مین کتب درسیہ متداولہ سے فارغ التحصیل ہوئے۔ بموجب استعداد فطری و ذکاوت جبلی لائق و فائق ہوئے۔ اور حضرت شاہ علی رضا صاحب گجراتی کے مرید و خلیفہ ہوئے۔ اور احمد آباد گجرات سے مع عیال و متعلقین شہر اورنگ آباد دکن مین آئے۔ اور خاص و عام کو فیض ہدایت سے مستفیض فرماتے تہے۔ اہل شہر امرا و خوانین آپکے ساتہہ حسن اعتقاد رکہتے تہے۔ آپکی خانقاہ غربا و فقرا کی فرودگاہ۔ اور امرا و وزرا کی سجدہ گاہ تہی۔ امیرالامرا حسین علیخان۔ و عضدالدولہ بہادر قسورہ جنگ و نظام الدولہ بہادر ناصر جنگ و غیرہم آپ کی بہت تعظیم و تکریم کرتے تہے۔ آپ فصیح اللسان و بلیغ البیان تہے، ذہین و فطین تہے۔ حکیم و واعظ تہے۔ وعظ و نصیحت مین فرد کامل تہے۔ سامعین معتقدین آپ کی جادو بیانی سے مسخر ہوجاتے تہے۔ اور مسائل اوامر و نواہی سے واقف۔ آپ قوی الحافظہ تہے۔ قرآن شریف کو چہہ مہینہ کی مدت مین حفظ کرلیا۔ جس کے حفظ کی تاریخ یہہ ہے (حفظ حسن ۱۱۰۶ھ) ہر سال ستائیسوین تاریخ رمضان کو شبینہ قرآن ختم فرماتے تہے آپ صاحب التالیف و التصنیف تہے۔ آپکا دیوان مرتب شدہ ہے۔ اور آپنے ایک مثنوی مثل مثنوی مولوی روم لکہی ہے عربی و فارسی دونون زبان مین کامل مہارت رکہتے تہے اخلاق و عادات مین فرشتہ۔ و انسان برگزیدہ تہے۔ علم تصوف و تعرف مین فرد کامل تہے۔ فطرۃً آپکی طبیعت موزون تہی۔ اس لئے اقتضائے طبیعت کبہی کبہی پیرایہ ظہور سے جلوہ نما ہوجاتا ہے۔ جو کچہہ نتیجہ طبع مبارک ہوتا ہے برجستہ و شگفتہ ہوتا ہے۔ تیر مردہ کو تازہ و مردہ کو زندہ کر دیتا ہے۔ گل رعنا کے مولف نے لکہا کہ سالک کی ولادت سنہ ۱۰۹۰ہجری مین ہوئی۔ آپکا مولد و منشا احمد آباد گجرات ہے۔ اور آپکو بیعت حضرت شاہ علی رضا بن خواجہ فرخ شاہ بن خواجہ محمد سعید بن شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی قدس سرہ

گجرات احمد آباد سے اورنگ آباد مین آیا۔ اور یہان متوطن ہوا۔ آخر دوم تاریخ جمادی الاولی روز جمعہ قبل مغرب سنہ ۱۱۷۶ہجری مین فوت ہوا۔ بروز شنبہ قریب مسجد و خانقاہ مین جو آپکی تعمیر کی ہوئی ہے دفن ہوئے۔ چنانچہ مولف مذکور نے مرحوم کی تاریخ کہی ہو ھذہ

سیدی حضرت غلام حسن — در شہود اله مستغرق
بست رخت سفر ازین عالم — داد بزم بہشت را رونق
وقت تحریر خط بجز و کلان — بر سر نامہ می نوشت سر حق
زین سبب سال او شفیق نوشت — عاشق حق بحق شدہ ملحق

من اشعارہ الفارسی

تنا پرداز دماغم شب که سیراب بود — باد بان کشتی می چادر مہتاب بود
گردش چشم تو از بس بیقرارم کردہ است — پنبہ بالین خواب را چشم سیماب بود
نہی دانم کدامین ماہ رو آمد در آغوشم — کہ چون ہالہ سراپا حلقہ می گردد بر دوشم
کمان ابروے رنگین ادائے تا بہ بر آید — تمنا جوش چون قوس قزح یک عالم آغوشم
بسکہ دریا و فاش مضمون مثالی کردہ ام — مصرع ہر سرو گلشن شعر خالی کردہ ام
ہیش ازین بود صفا و تازگی برگ حسن — شب نہ پشت پاش نقش قالی کردہ ام
مست و سرشار دو بالا نشئہ جام لبت — بودہ ام از بوسہ کر بی اعتدالی کردہ ام
اے بیا آرام جان جائے ترا مانند خواب — باوجود مردم مدر دیدہ خالی کردہ ام
خوردہ ام سالک فریب وعدہ در قالب وصل — پختہ کار عشق بودم خوش سالی کردہ ام
اے لالہ زار از گل داغ تو سینہا — رنگین پر از بہار ز وصفت سفینہا

یکرنگی تو ناشدہ برق دوئی گداز | نگرفتہ رنگ عکس ز شخص آبگینہا

سپہری نظام شاہ بحری

تذکرہ مجمع الفصحا مین لکہا۔ نظام شاہ نام۔ سپہری تخلص۔ منہ

خالت خلیل و چہرہ گلستان آتش است | خطت سیاہے کہ بدامان آتش است
بیش رخ تو دیدہ سپہرے بہم نزد | آتش پرست بین کہ حیران آتش است

باب الشین معجمہ

شوریدہ۔ شیخ سلطان الدین برہانپوری

شوریدہ تخلص۔ شیخ سلطان الدین نام۔ برہانپوری المولد ہے۔ صاحب لیاقت و ذی استعداد تہا۔ خوشنویسی مین استاد خط نستعلیق نہایت ہی خوش لکہتا تہا۔ شعرگوئی و شعرفہمی مین مشہور تہا۔ سنہ ۱۱۰۵ ہجری مین برہانپور سے اورنگ آباد مین آیا۔ چند مدت رہکر پہر وطن مالوفہ کو واپس گیا۔ لچہمی نرائن وغیرہ شعرا کا معاصر تہا اولا سلطان تخلص کرتا تہا۔ پہر شوریدہ قرار دیا تہا آخر لچہمی نرائن اورنگ آبادی کے کہنے سے شوریدہ اختیار کیا سنہ ۱۱۹۵ ہجری کے قریب مین فوت ہوا۔
تذکرہ خزان و بہار کے مولف نے لکہا کہ آپکی مزاج مین ہمدردی قوم مرکوز تہی۔ اکثر کتب احادیث و صحائف لکہہ کے مساجد و خوانق مین وقف کرکے رکہتے تہے۔ اور علما و طلبا کی خدمت کو فرض سمجہتے تہے۔ مہمان نوازی مین مشہور تہے۔ نقل ہے کہ ایکروز آپکے گہر ایک مہمان آیا۔ آپنے اسکی مہمان داری کا اہتمام کیا۔ مہمان ایک رات نماز مغرب کے بعد بغیر اطلاع کسی دوست کے ملنے کو گیا۔ دوست نے خاطرداری مدارات کی

تمام رات دوست کے گہر پر بسر کیا۔ حضرت شوریدہ صاحب ترجمہ حسب عادت عشا کے بعد دسترخوان بچہا کے کہانے کے خوان چنے ہوئے مہمان کے انتظار مین بیٹہے۔ اور گہر کے تمام متعلقین بہی حضرت کے ساتہہ تہے۔ اکثر بہوکے پیاسے سو گئے۔ تمام رات گذر گئی۔ صبح مہمان آیا۔ آپنے کشادہ روئی سے فرمایا۔ آپ شب کہان تہے ہم تمام آپکے انتظار مین دسترخوان بچہائے ہوئے رہے مہمان آپکے قدمون پر گر پڑا اور معافی چاہی حضرت مسکرائے۔ اور مہمان کی تالیف قلوب کرکے فرمایا پروا نہین۔ بزرگان سلف کی تہذیب و مساعدت آفرین ہزار آفرین کے لائق ہے۔ ہمکو سلف کے اخلاق و عادات سے سبق لینا چاہیے۔ فی زماننا اس قسم کے اخلاق و عادات عنقا صفت ہین۔ خدا تعالے ہمکو نیک ہدایت کرے کہ ہم بزرگان سلف کی پیروی کرین

من اشعارہ الہندی

یک رنگ مین کئی رنگ بتاتا ہے رنگیلا | ہر طرح من کی طرح دکہاتا ہے رنگیلا
تجہ زلف کے دیکہے ستی سنبل کو گیا بہول | مین خود ہی ہے بیخود ہوا بس لکو گیا بہول
رنگین ادا سے جب تو گیا باغ مین سجن | ہر نقش پا زمین پہ بنتے گل کے دستے تہے
چشم دریا سے کیون نہووے طوفانی | اشک باران ہنوز جاری ہے

شورش۔ مرزا محمد منعم ندرباری

شورش تخلص۔ مرزا محمد منعم نام۔ آپ بدخشانی الاصل ہین۔ مرزا محمد اکبر طپش کے برادرزادہ ہین۔ حضرت شاہ یٰسین صاحب ندرباری قادری کے مرید و متبنی تہے۔ زندگی مجردانہ بسر کرتے رہے دنیا و مافیہا سے کچہہ تعلق نہین رکہتے تہے مزاج مین

عجز و انکساری تھی۔ علم موسیقی مین خوب ماہر تھے۔ اس فن مین متقدمین سلف سے بڑھ گئے تھے۔ سنجیدہ طبع و پسندیدہ فکر شعر گوئی پر فریفتہ عم بزرگوار طپش سے مشق کرتے تھے۔ چندہی روز مین اُستاد سے ایسے بڑھ گئے کہ آخر طپش اپنا کلام شورش کو دکھلاتے تھے۔ آپ راست کردار و وضعدار تھے۔ سن شعور سے تا مرگ لباس سرمئی زیب بدن فرماتے رہے۔ کبھی دوسرے قسم کے لباس کی خواہش نہین کی۔ آپکا کلام نادرالوجود ہے اُسکی وجہ یہہ ہے کہ آپ جو کچہہ کہتے تھے۔ اُن سب اشعار کو چراغ کی نذر کر دیتے تھے۔ طپش نے جو چند اشعار مخفی رکھہ لئے تھے وہی ہے۔ باقی کا پتا نہین ملا۔ اکثر تذکرون مین وہی چند شعر دائر و سائر ہین۔ ہم بہی تذکرون سے نقل کرتے ہین۔ آخر آپ سنہ ۱۱۷۲ ہجری مین فوت ہوئے۔ تجہی نرائن نے آپکی رحلت کی تاریخ لکھی

شاعر خوب میرزا منعم — سمت جنت کے جب گیا دو دم
دل نے تاریخ کو کہا مجھ سے — مرگیا آہ شورش ہمدم
۱۱۷۲

من اشعاره الہندی

ہمارے پاس یہہ آیا نہ آیا — بہروسہ کیا ہے جی آیا نہ آیا
جب سنی بہار ہے برین جامہ اُجلا و سبز — تب سے پایا گلشنو نمین سرو نے ایجاد سبز

شرافت۔ سید شریف الدینخان اورنگ آبادی

شرافت تخلص۔ سید شریف الدینخان نام۔ آپ کے اجداد سادات موسویہ نیشاپور سے ہین۔ آپکے اجداد مین سے ایک بزرگ ہند مین آئے۔ قصبہ کنتور ملک اودہ مین متوطن ہوئے۔ قاضی محمود کنتوری خلیفہ شاہ بدیع الدین مدار آپکے

اجداد مین تھے۔ آپ کشش آب و دانہ اورنگ آباد دکن مین وارد ہوئے۔ عالم فاضل و ادیب کامل تھے۔ شہر کی خدمت احتساب پر مقرر ہوئے۔ اور حضرت شاہ نظام الدین بگرامی جو دکن کے مشاہیر مشائخ سے تھے۔ اُن کی دختر نیک اختر سے شادی کی۔ اور اس شہر کو اپنا وطن قرار دیا۔ نہایت خوشی و خرمی سے رہنے لگے۔ سرکاری خدمت احتساب کا انتظام عمدہ طرح سے مدت تک کرتے رہے۔ شہر کے مشائخ و امرا آپ سے نہایت ہی رضامند و شکر گزار تھے۔ آپ شریف النفس و کریم الطبع تھے۔ حسن اخلاق مین بے مثل۔ مروت و سخاوت مین بے بدل تھے۔ فقرا دوست و غربا پرور تھے۔ شعر فہمی و انشا پردازی مین یگانہ۔ کبھی کبھی شعر بھی موزون فرماتے تھے۔ ایک کتاب غوث الصمدانی محبوب سبحانی کے مناقب مین لکھی۔ آپ سنہ ۱۱۷۵ ہجری مین زندہ تھے۔ قریب سنہ ۱۲۰۰ ہجری بہشت برین کو روانہ ہوئے۔

من اشعاره الہندی

مین روتا ہی رہا غم نے کیا جاری رواج اپنا — کہ ہے مد نظر ہر کسکو آخر کام کاج اپنا
بگولے کو نہین ہے سربلندی خاک مین گر کر — سریر سلطنت کیا چاہیے ہم خاکسارون کو
ہوگئی آنے سے تیری اُلٹے میخانہ مین ہوم — چشم مین مچتی ہے جیسی کیف کے آئینہ مین دہوم
وصل مین بہی نہین ہے ہرگز چین بیتابونکو یہین — عشق سے ڈالا ہے دیکھو شمع پروانہ مین ہوم
ایک تیرے جلوہ حسن آراستی — شور کعبہ مین پڑا ہے اور بتخانہ مین ہوم

شہید۔ ملا باقر

شہید تخلص۔ ملا باقر نام۔ بقول مولف گل رعنا آپ طہرانی الاصل قوم ترک سے تھے

وبقول مولف گل عجائب اصفہانی الاصل آپکے جد بزرگوار طہران یا اصفہان سے ہندمین وارد ہوکر احمدآباد گجرات مین متوطن ہوئے۔ شہید کی ولادت احمدآباد مین ہوی۔ عالم شباب مین ضروری لیاقت و استعداد حاصل کرنیکے بعد نوکری اختیار کی چندمدت تک سلسلہ ملازمت مین رہا آخر نوکری ترک کرکے شہر اورنگ آباد مین آیا اور گوشہ نشینی اختیار کی۔ چندروز کے بعد حرمین شریفین کی زیارت کا ارادہ کیا۔ اورنگ آباد سے روانہ ہوا۔ اسی سفرمین بندر تہتہ سندہ مین شیخ محمد علی حزین سے ملا شعرگوئی مین شیخ سے تلمذ حاصل کیا۔ پہر حرمین شریفین کی زیارت وحج سے فارغ ہوکر اورنگ آباد مین واپس آیا بدستور خانہ نشین رہا۔ گہر سے کبہی باہر نہین آتا تہا۔

صاحب مردم دیدہ لکہتے ہین فی الواقع مینے اُسکو فقیر پایا۔ ہرچند کہ شیخ محمد علی حزین سے طرز دروئشی اختیار کیا تہا۔ لیکن شیخ سے کچہہ نسبت نہین رکہتا ہے۔ بزرگ ساختہ نظر آیا۔ عندالملاقات بہت سے اشعار سنائے۔ اور اکثر تا مین کہین مین اُن کی خدمت مین صرف ایک ساعت بیٹہکر رخصت ہوا۔ انتہی کلامہ۔

لچہمی نراین گلزار رعنا مین لکہتے ہین کہ شہید سخن مین شیخ علی حزین کا شاگرد تہا۔ اور طریقہ سلوک شیخ سے اخذ کیا۔ چنانچہ ایک غزل مین کہتا ہے ؎

درسخن حزین سوختہ — آب رنگ معنی تصویرہاست

خط نسخ خوب لکہتا تہا۔ اورنگ آباد مین خانہ نشین تہا کبہی گہر سے نہین نکلتا تہا۔ آزاد بلگرامی سے محبت کہتا تہا۔ آزاد شاہ محمود کے تکیہ مین رہتے تہے۔ اُسوقت شہید نے ایک رقعہ لکہا۔ سر رقعہ یہہ بیت تہی ؎

اے صبا بہر خدا کن گوشش فریاد مرا — یعنی از من بندگی گو سرو آزاد مرا

بعد از ان زمانہ دراز گذرا کہ اتفاق ملاقات ہوا۔ پہر یہہ بیت آزاد کی خدمت مین بہیجی ؎

میان اہل سخن سد آمد و رفت است ؛ مگر سخن برود بہر بازدید سخن

پہر جناب آزاد شہید کے پاس گئے اور ملے اور باہم خوش ہوئے۔ اور مین بہی اُسیوقت شہید کی ملازمت سے مشرف ہوا انتہی کلامہ

شہید سخنور صاحبدل درویش کامل تہا۔ تارک الدنیا۔ طالب فقر و فنا تہا۔ خوش گفتار و خوش کردار تہا۔ آخر ۱۱ تاریخ رجب ۱۱۷۶ہجری مین شہر اورنگ آباد مین فوت ہوا۔ اپنے مکان کے صحن مین دفن کیا گیا۔ جناب آزاد بلگرامی نے تاریخ رحلت کہی ؎

کرد رحلت مقیم گوشہ فقر — تیز در فن شاعری ما ہر

گفت تاریخ فوت او آزاد — گشت نابود مولوی باقر

شہید مغفور صاحب دیوان ہے۔ دیوان ضخیم ہے۔ لچہمی نراین گل رعنا مین لکہتے ہین کہ آپکے اکثر اشعار اصلاح طلب تہے۔ جناب آزاد نے درست کئے۔ لیکن فقیر مولف نے طوالت کی وجہ سے اشعار اصلاح شدہ و اصلاح طلب کو قلم انداز کیا۔ اگرچہ مولف گل رعنا نے تمثیلاً چند اشعار اصلاح طلب و اصلاح شدہ بہی نقل کئے۔ انتہی کلامہ۔

من اشعارہ الفارسی

الہی استقامت در شہادت دہ دل ما را		ہمیشہ سرخ رو از خون ما کن قاتل ما را
جز صبا نیست درین گلشن ایجاد شہید	ولہ	کہ بیاید نفسے بہر ہوا خواہی ما
مرا صحبت مدام آن نرگس بیمار می بخشد	ولہ	چو مژگان برنگردانم ز بزم اُو ز اشفا خود را
سر تمکین او گردم نمی بیند بعجز من		مکرر گرچہ می بندم بپایش چون حنا خود را
ندارم بہتر از تسبیح دست آویز محشر		بصد رہ می رسانم تا شہید کربلا خود را

اے ماہ تابان یک شبے مہمان کن مرا
گویند شہید تو ہمین با نالہ و آہ حزین
جان محبوس تن بسکہ تنگ است اینجا
از تو تا دور کردہ اند مرا
با دل سرد گرم می سوزم
من کجا شوکت سلیمان کو
جدا از آتش لعل تو شد کباب شراب
خم سپہر تہی نیست از مے مہرت
فہمیدہ راہ رو کہ رہ یار نازک است
دارم دلے کہ خود بخود آزردہ می شود
پژمردہ می شود ز نسیم سخن شہید
کار دنیا ہمہ ناساختہ می باید رفت
حسرتے بدتر ازین باز چہ خواہد بودن
ہستی و بخت مرا کلک قضا توام ریخت
نہ اشک بر رخ و نے آہ در جگر باقیست
بیہودہ دست بر سر خود عمرہا زدم
در خیالش رفتہ ام از خود خبر دارش کنید
از شکست دل صدا بیرون نیامد جز خدا
حاصل زندگانیم نیست بجز انفعال

چون ہالہ گردم گرد تو بر خویش قربان کن مرا
گر از شہیدان نیستم خاک شہیدان کن مرا
نمی توان گفت کہ در قید فرنگ است اینجا

وله
زندہ در گور کردہ اند مرا
شمع کافور کردہ اند مرا
کمتر از مور کردہ اند مرا

وله
بیا کہ چشم براہ است از حباب شراب
ہنوز می چکد از چشم آفتاب شراب

وله
آہستہ پا گذار سر وا نازک است
مانند طبع یار چہ بسیار نازک است
از گل زیادہ لعل لب یار نازک است

وله
ہمچو اشک از نظر انداختہ می باید رفت
کہ رہ کوئے تو نشناختہ می باید رفت

وله
بلب یار رسیدیم سیاہی باقیست
شدہ است زاد سفر آخر و سفر باقیست

وله
کارے ز من نیامد و دستم ز کار ماند

وله
بخت من عمریست تا خوابیدہ بیدارش کنید

وله
تا بود ممکن ز خود ہرگز دلے را نشکنند

وله
ہمچو حباب میروم کیسہ تہی و چشم تر

مرا لیاقت این کو کہ با تو چہرہ شوم
ز داغ من دل بلبل اگر بسوخت بجاست
غافل مشو چو شمع ز سوز دلت شہید
در جہان ہرگز ندیدم ہیچکس کمتر ز خویش
زلف و خود را ز من تا میتواند می کشد
ز خود بیخود شو و مستانہ بیرقص
روشن سواد مردمک دیدہ می کند
پے نیاز تو جان دگر بکف دارم
جان من غم مخور از بے سر و سامانی دل
برہ عشق تو در ہر قدم می ماند
در بحر زندگی چہ سبک راہ میروم
چون حبابے اعتبارم پائمال کیستم
جا بچشم خویش میداد زند این مردم مرا
از گدا کار گدا صورت نمیگیرد شہید
ز فرق تا بقدم از ادا نئی خالی
از بسکہ داشت شوق در ہمہ آئینہ
از وضع شیخ و برہمن از بس ملول شد
قربان آن دمم کہ ز ابرو کمان کنی

وله
ہمین بروئے تو گریہ و نازگاہے بس

وله
برنگ گل زدہ ام آتشے بخانہ خویش

وله
در خندہ ہم ملاحظہ کن گریہ ہائے خویش
ہر کرا من وا رسیدم یافتم بہتر ز خویش
چون پریشانی کہ می بیند پریشان تر ز خویش

وله
بگرد شمع چون پروانہ بیرقص

وله
ہر لحظہ مصحف رخ تو از غبار خط

وله
سرم چو شمع گر از تن جدا کنند چہ باک

وله
زیادگار سر زلفیست پریشانی دل
پر تبنگ آمدم از دست گرانجانی دل

وله
از خویش چون حبابے بیک آہ میروم

وله
من ندارم حسرتے خون حلال کیستم

وله
ہمچو نرگس ہمتیں خود گر سیم و زر میداشتم

وله
ہر چہ خواہی یافتن از شاہ خواہی یافتن

وله
خمیر مایۂ نازست سرو قامت تو

وله
چون جان کشید عکس ترا در بر آئینہ
بر رخ کشید قشقہ خاکستر آئینہ

وله
مژگان خدنگ ساز پئے دل نشان کنی

من اشعارہ الہندی

بہار درد کو اس غنچۂ دلمین تو مخفی رکھہ		نکہ پھر گل خرابی چہرۂ راز نہان میرا
شہید اوراق ہستی جمع کر جو بہیر یان تو		یہ رنگین ہیں سے شاہد کہ لعل یار کو پہنچی
تو قانون عمل یار مست توڑ		کمر طاعت سے خم جنگ ہو جا
شہید اس نفس کافر کیش کو مار		حقیقت کا مظفر جنگ ہو جا

شریف - مرزا شریف کاشانی

شریف تخلص - مرزا شریف نام - کاشانی الاصل ہے - اوائل شباب مین علوم وفنون مین کمال حاصل کرکے فقیری اختیار کی - اور سیاحت کا ارادہ کیا وطن سے نکل کر چند مدت ہرات وسیستان مین رہا - عبداللہ خان اوزبک نے سنہ ہجری مین ہرات کا محاصرہ کیا - اُسوقت ہرات سے فرار کرکے ہند مین آیا - گولکنڈہ حیدرآباد دکن مین پہنچا - سلطان محمد قلی قطب شاہ کی خدمت مین تا عمر رہا - قطب شاہ نے شریف کے لئے منصب عمدہ مقرر کردیا تھا - مدت تک خوشحال فارغ البال رہا آخر سنہ ۱۰۳۰ ہجری مین فوت ہوا - گولکنڈہ مین مدفون ہے ۔

من اشعارہ الفارسی

چون نے زبسکہ سینۂ تنگ از فغان پر است		گر تا بروز حشر بنالم ہمان پر است
حاشا کہ شریف در رہ عشق		تا سر نہ نہد ز پا نہ نشیند
خزان مباش کہ برگ و برچمن بری		بہار باش کہ شاخ گلے ببار آری

بعقل کعبہ نوردم بعشق دیر نشین
چراغ ہر دو زیک قطرہ خون من سوزد

ششدر - عباس حسین خان حیدرآبادی

ششدر تخلص - نواب عباس حسین خان نام - آپ نواب میر عاشق حسین خان مرحوم کے فرزند مین - آپ حیدرآباد دکن کے مشاہیر امرا سے ہین - نواب مختار الملک مرحوم کے قرابتدارون مین سے ہین - آپ فارسی مین لائق ہین اور عربی مین بھی صرف ونحو سے واقف ہین - شعرگوئی مین کامل استاد - اور اس فن مین آپکے اکثر شاگرد ہین آپ کی ذات چشمۂ فیض ہے - آپ مولوی حافظ میر شمس الدین فیض المتوفی سنہ ۱۲۸۳ ہجری کے شاگرد رشید ہین - اور حافظ مشتاق شاگرد میر درد سے بھی استفادہ کیا ہے آپ صاحب دیوان ہین - خوش مزاج وشگفتہ طبع ہین - ہمدرد قوم و مہمان نواز ودوست پرور ہین - فی الحال آپکی عمر تخمیناً پچاس برس کی ہوگی - بارک اللہ فی عمرہ

من اشعارہ الہندی

طوفان اُٹھا ہے خنجر قاتل کی آب کا		چشمہ ابل پڑے نہ کہین آفتاب کا
اغیار بوسۂ شیرین نہ پائین گے		یہ انگبین تو رزق نہوگا ذباب کا
اللہ رہی وحشتین تری مجنون کی آہ رے	ولہ	جو آبلہ ہے آنکھ ہے جنگلی غزال کی
کیا کر سکے گا اُس گل رعنا سے ہمسری		ہے گل کی پاس ایک قبا سرخ شال کی
رقم کرتا ہون مین اوصاف گیسوئے دوتا تیرے	ولہ	قلم چٹکی مین رہجاتا ہے ردو زبان ہو کر
ہما کو جب ہوس ہوتی ہے اُسکے دست بوسی کی		لپٹ جاتا ہے قوس بازو سے زاغ کمان ہو کر
جامۂ گل پر نہ اتنا بھولنا اے عندلیب	ولہ	ملگجی اُتری ہوئی تن سے قبائے یار ہے
لب پہ لب ہنستا ہے ششدر خندہ زن سے مدام		منہ لگانا منع ہے جسکو وہ یہ مردار ہے

شیفتہ۔ محمد کاظم حسین کنتوری

شیفتہ تخلص۔ محمد کاظم حسین نام۔ آپ مولوی خادم حسین مرحوم کنتوری کے فرزند ہین۔ صاحب علم و فضل ہین۔ شعر و سخن کے شیفتہ اور مضامین رنگین کے فریفتہ ہین آپکو ناسخ مرحوم کے خاندان سے تلمذ ہے۔ آپکا کلام صاف و شستہ ہے۔ مضامین کی بندش اور الفاظ کی نشست سے شستگی و پختگی نمایان ہے۔ آپکی ہر ایک شعر سے نزاکت و لطافت عیان ہے۔ آپ صاحب دیوان ہین۔ آپکا ایک دیوان جو غزلیات عاشقانہ و رباعیات صوفیانہ پر شامل ہے۔ اور دوسرا دیوان قصائد نعتیہ مین ہے سنہ ۱۳۰۲ ہجری مین ہند سے حیدرآباد دکن مین وارد ہوئے تھے۔ مدت تک مقیم رہے۔ اب معلوم نہین کہ فی الحال کہان ہین۔ یا یہین سرکار عالی نظام مین کسی خدمت پر مامور ہین۔ جہان ہو اللہ تعالی انکو خوش و خرم رکھے۔

من اشعارہ الہندی

دیوانہ ترا صبح سے ٹکراتا ہے در آج
ٹوٹین گئے ہی سیکڑون دیوارین و در آج

ابرو سے کرین قتل وہ ہم آنکھہ لڑائین
تلوار پڑی لیبہ بہہ ہے مد نظر آج

حسن رخ دلدار یہ یون محو ہوی ہے
پہرتی نظر آتی نہین آنکھون مین نظر آج

ولہ

خوشبوے جان فزا جو تمہارے بدن مین ہے
یہہ بو بہلا کہان سمن و نسترن مین ہے

پہولون نہین سماتے ہین غنچے سرور سے
آمد بہار کی جو دوبارہ چمن مین ہے

ہے رنگ روز حشر کا فرقت کی رات مین
غربت کی شام صبح دیار وطن مین ہے

اے شیفتہ نماز ہے واجب کسوف کی
رخسار زلف مین ہے کہ سورج گہن مین ہے

شوق۔ غلام محمد حیدرآبادی

شوق تخلص۔ غلام محمد نام۔ آپ حیدرآبادی المولد ہین آپکے آبا و اجداد کا اصلی وطن ملک یمن تہا۔ یمن سے حیدرآباد مین آئے۔ اور سرکار عالی کی بارسنت مین ملازم ہوئے۔ خانی و بہادری کے خطاب سے ممتاز و سرفراز ہوئے۔ آپ بہی خاندانی اعزاز کے لحاظ سے مدار المہام سرکار عالی کی عدالت مین ملازم ہین۔ لائق و ہوشیار ہین تخمیناً پینتالیس برس کی عمر ہوگی۔ شعر و شاعری کے شیفتہ مضامین رنگین و تازہ کے فریفتہ ہین۔ فارسی و اردو دونون زبان مین کہتے ہین فارسی مین مولوی عبد العلی والہ اور اردو مین محمد سلطان عاقل دہلوی المتوفی سنہ ۱۳۰۳ ہجری کے شاگرد ہین۔ خوش مزاج و پسندیدہ سیرت ہین۔ میانہ قد و گندمی رنگ و چیچک رو ہین۔ اللہ تعالی خوش و خرم رکھے۔

من اشعارہ الفارسی

آئینہ بند قصر تو جلوہ عکس جا بجا
من ہمہ تن بحیرتم خانہ چنان مکین چنین

نام تو اے نگار من کندہ شدہ بلوح دل
آفرین بر نوشتہ من نقش چنان نگین چنین

گفتہ گم شدہ است دل باز زدل نشکایتے
شوق چہ آفت است این ہم چنان نقش چنین

من اشعارہ الہندی

بدر کامل تو ہوا عارض تابان نہوا
ماہ نو گہٹکے ہوا ابروے جانان نہوا

لاکھون فتنے اٹھے ہنگامہ ہوا صور پہنکا
عرصۂ حشر مگر کوچۂ جانان نہوا

جلوہ افروز کوئی مہر یہان سے ہوتا
صبح کی طرح مرا چاک گریبان نہوا

سامنے اُسکے وہ اک گام خراماں نہوا	قامت یار سے کیا سرو چمن کو نسبت

شکیب - نواب مرزا دہلوی

شکیب تخلص - نواب مرزا نام - آپ دہلی کے باشندہ ہین - مدت سے حیدرآباد دکن مین آئے ہین قانون دانی مین ہوشیار و لائق ہین - خوش طبع و شگفتہ جبین ہین - فی الحال آپکی عمر قریب پچاس برس کے ہے - طبیعت مین ذکاوت و فطانت خداداد ہے - شعرگوئی مین اولاً منشی محمد کاظم کنتوری کے شاگرد ہوئے - ثانیاً حکیم نواب نیاز احمد خان ہوش بریلوی کی خدمت مین مشق کرتے رہے - اور کبھی کبھی محمد کاظم حسین شیفتہ سے بھی اصلاح لی ہے - کلام دلچسپ مرغوب ہوتا ہے -

من اشعارہ الہندی

زنجیر عشق کی تھی زلیخا کی پاؤن مین	یوسف کی چاہ چھوٹی ممکن نہین تہا یہ
مہندی لگا کے اُس گل رعنا کے پاؤن مین	لو خون آرزو بھی کیا ہے رقیب نے
زنجیر ڈالئے گا نہ شیدا کے پاؤن مین	کافی اُسکو سایہ گیسو ہے آپکا
پنہان نہ تھی شفا جو مسیحا کے پاؤن مین	آتے ہی اُسکے دور ہوا کیون نہ مرض مرا
خار الم چبھے ہین تمنا کے پاؤن مین	کیون اپنے پاؤن توڑکے بیٹھے ہوا ہے شکیب

شعلہ - محمد عبدالوہاب خان مدراسی

شعلہ تخلص - محمد عبدالوہاب خان نام - نواب نعمت الملک رئیس مدراسی کے فرزند - اور نواب عظیم جاہ رئیس ارکاٹ کے نواسہ ہین سن شعور کے بعد آپ نے

مدراس کے علما سے کتب درسیہ پڑھی ہین - لائق و مستعد ہوئے - شعر و شاعری مین شریف مدراس کے شاگرد خوش فکر خوش طبع ہین - آپکا کلام نزاکت و لطافت مین ڈوبا ہوا ہوتا ہے - الفاظ سلیس و بامحاورہ ہوتے ہین -

من اشعارہ الہندی

ہر آنکھہ سے ظاہر ہے کہ پیمانہ ہے اُسکا	پرتو سے یہہ پیدا ہے کہ میخانہ ہے اُسکا
شاید کہ بیابان جنون خانہ ہے اُسکا	آبادی مین لگتا نہین رہتا ہے مرا دل
شعلہ کی طرح دیکھئے پروانہ ہے اُسکا	اللہ رے اُس شمع شب افروز کی گرمی
زیبا ہے پس مرگ کفن آب روان کا	پھر کیا ہے مجھے ہجر مین رونیکے سوا کام
چہرے سے کفن ہمرے اُٹھا کر وہین ڈھانکا	آنکھین جو کھلی نہین تو پس مرگ بھی اُسنے
یہان دخل نہین کچھہ خلش خار خزان کا	سینہ کے چمن مین ہین گل داغ شگفتہ

شاداں - راجہ راجایان راجہ چندو لعل بہادر

شاداں تخلص - چندو لعل نام - راجہ راجایان - و مہاراجہ بہادر خطاب ہے - خود مہاراجہ اپنی کتاب عشرت کدہ آفاق مین لکھتے ہین کہ میرے آبا و اجداد قوم کہتری مہرہ دارالخلافہ لاہور مین متوطن تھے - شاہان متقدمین کے عہد مین خدمات مناسب پر مامور رہے - اکبر بادشاہ ہند کے عہد تک ہمارے خاندان سے کوئی بزرگ وطن سے برآمد نہین ہوا - جب راجہ ٹوڈرمل کہتری تن دن اکبر کے ملازمون مین نوکر ہوئے - درجہ وزارت کو پہنچے - پس راجہ مذکور نے وزارت کے زمانہ مین اپنے برادران قوم کو بلایا - ہر ایک کو حسب لیاقت مناسب خدمت پر مقرر کرایا - چونکہ میرے بزرگون اور رائے موصوف کے

درمیان علاوہ قومی تعلق قرابت سببی کا سلسلہ قائم تہا۔ بناءً علیہ آصف جاہ صاحب نے میرے بزرگان سلف کو اپنے پاس بلایا۔ اور خدمات لائقہ پر مقرر فرمایا۔ تمام بزرگان سلف نسلاً بعد نسلٍ دہلی مین محمد شاہی زمانہ تک رام سے زندگی بسر کرتے رہے۔ جب حضرت نواب فتح جنگ نظام الملک آصفجاہ بہادر عازم دکن ہوئے۔ اُسوقت میرے جداعلی مول چند نے ایک معروضہ پیش کیا۔ اور اُسمین حضور کے ہمرکاب ہونیکی درخواست کی۔ نواب مغفرت مآب نے درخواست منظور کی۔ پس میرے جداعلی حضور کے ہمراہ روانہ ہوئے انتہی کلامہ مولف فقیر کو ہمراہی کی درخواست کی اصل کیفیت بجز نقل مہاراجہ نعمات ترجمہ کسی تاریخ آصفیہ سے معلوم نہین ہوئی۔ عجب نہین کہ یہہ روایت مہاراجہ بہادر کو سینہ بسینہ پہنچی ہوگی حضور نے دکن مین کامیابی و فیروزی کے بعد آپکے جداعلی کو حیدرآباد کی کروڑگیری کی خدمت پر مقرر فرمایا تا بہ زندگی تعلقداری کروڑگیری پر مامور رہے۔ جداعلی کے فوت ہوتے ہی مہاراجہ کے دادا لچھمی رام بن مول چند کو تعلقہ کروڑگیری موروثی پر مقرر فرمایا پھر مہاراجہ کے جد نواب ناصر جنگ شہید کے ہمراہ سفر و حضر مین رہے۔ اور امیر الممالک نواب صلابت جنگ کے عہد مین بہی بدستور موروثی خدمت کروڑگیری پر آگئے۔ آپکے جد بزرگوار اپنے والد مرحوم کی طرح خدمت مفوضہ کا کام امانت و دیانت کے ساتہہ ادا کرتے رہے۔ آخر آصف جاہ ثانی کے عہد مین بسبب ناواقفیت دیوان نوکری ترک کرکے گوشہ نشین ہوگئے تہے۔ چند مدت بیکاری و گوشہ نشینی مین بسر کئے۔ جب رکن الدولہ بہادر دیوانی کی خدمت پر متعین ہوئے تب راجہ صاحب کے جد بزرگوار کو بذریعہ شمشیر جنگ بہادر خدمت موروثی پر بحال و برقرار فرمایا۔ پھر آپکے جد بزرگوار چند ہی ایام کے بعد فوت ہوئے۔ مرحوم کے باقیات الصالحات پانچ فرزند مندرجہ ذیل تہے۔

اسمائے فرزندان لچھمی رام مرحوم

راجہ نانک رام۔ راجہ نرائن داس۔ راجہ رگہناتہہ داس۔ راجہ بہوانی داس راجہ موہن لعل۔ یہہ تمام لڑکے صاحب استعداد تہے۔ ہر ایک منشی بے نظیر تہا حساب و کتاب مین فرد فرید۔ اولاً سرکار عالی کی عنایت و بندہ پروری سے نانک رام جو تمام بہائیون مین بزرگ و لائق تہا۔ تعلقہ موروثی مذکورہ سے سرفراز ہوا۔ اٹھارہ برس تک تعلقہ کا کام نہایت دیانت و امانت کے ساتہہ ادا کرتا رہا۔ عیش پسند و عشرت دوست تہا رات دن عیش و عشرت مین زندگی بسر کرتا تہا۔ فیاض و فراخ دست تہا۔ فقرا پرست تہا فقرائے اہل اسلام و اہل اصنام کی خدمت حسن اعتقاد سے بجالاتا تہا۔ براہمہ و گوسائیون و جوگیون کی زیادہ خدمت کرتا تہا۔ ہنود کے متبرک مقامات یعنے جگناتہہ بالاجی و بنارس۔ و بندرابن۔ و پراگ و گیا۔ وغیرہا مین لنگرخانے و سدابرت قائم کرتے تہے۔ لنگرخانون وغیرہ کے صرف کیلئے اٹھارہ لاکہہ روپیہ ساہوکارون کے نزدیک جمع رکہہ دیا تہا۔ جو نفع رقم سے حاصل ہوتا تہا خرچ کئے جاتا تہا۔
صوفی مشرب علم دوست تہا علما و فقرا کی صحبت مین اکثر رہتا تہا۔ تذکرۃ الاولیا و نفحات الانس سنتا تہا۔ اور پڑہتا تہا۔

مہاراجہ صاحب ترجمہ کی ولادت سنہ ۱۱۹۰ ہجری مین واقع ہوئی۔ اعزہ و اقارب نے بہت خوشی منائی۔ تربیت و تعلیم دکن کی آب ہوا مین ہوئی۔ کسی مورخ نے صراحتاً یہہ نہین لکہا کہ آپکا مسقط الراس و مولد و منشا کس خاص مقام مین ہوا مگر بزرگان سالخوردہ کی زبانی سینہ بسینہ منقول ہے کہ آپکا مسقط الراس دارالسرور برہانپور ہے۔ اور آپکی نشو و نما بہی بلدۂ مذکور مین ہوئی آپکی والدہ ما جدہ مدت تک برہانپور مین تہے۔ پہر نانک رام کے تعلقداری

کروڑگیری کے زمانہ مین بلدہ حیدرآباد مین آئے۔ چند سال کے بعد سنہ ۱۱۸۹ ہجری مین فوت ہوئے۔ تمّ النقل۔

مہاراجہ بہادر عشرت کدۂ آفاق مین لکھتے ہین جب میرے والد ماجد نے دنیائے فانی سے عالم بقا کو رحلت کی اُسوقت میری عمر دہ سالہ تھی۔ ہماری تربیت و تعلیم کے سرپرست عم بزرگ نانک رام ہوئے۔ اور ہمارے حال پر نہایت محبت و الفت رکھتے تھے۔ پدرانہ ہمارے ناز اُٹھاتے تھے۔ ہم کو ایسے آرام و عیش سے رکھا کہ ہم باپ کو بھول گئے۔ ہم چچا ہی کو باپ سمجھتے تھے۔ انتہیٰ کلامہ۔ آپ کی طبیعت فطرۃً چست و چالاک تھی۔ ابتدا ہی سے ہونہار معلوم ہوتے تھے۔ عم بزرگ کی تربیت و تعلیم سے عین عالم شباب مین فارغ التحصیل ہوئے تحریر و تقریر و حساب و کتاب مین لائق مانے گئے۔ اور آپ فارسی مین منشی بےمثل تھے۔ نثر و نظم کے لکھنے مین قوت مستحضرہ رکھتے تھے۔ عم بزرگ کی توجہ سے ملکی انتظامات کی مشق خوب حاصل کی تھی۔ آپکو انتظام امور کا عمدہ سلیقہ و بہتر ملکہ ہوگیا تھا۔ چچا کی زندگی مین کروڑگیری کے محکمہ مین کسیقدر کارآموزی کرتے تھے۔ یا کوئی بصیغہ مین مختارانہ کام فرماتے جب آپکے عم بزرگ کے فوت ہونیکے بعد اُن کے لخت جگر لکپت رائے بجائے پدر کروڑگیری کی خدمت موروثی پر مامور ہوئے۔ دو برس کروڑگیری کا کام انجام دیکے فوت ہوئے تب نواب اعتقاد الدولہ شمشیر جنگ بہادر ناظم بلدہ حیدرآباد کی سفارش سے مہاراجہ بہادر صاحب ترجمہ خدمت موروثی کروڑگیری پر مقرر ہوئے۔ آپ کار مفوضہ کو ایک زمانہ دراز تک عمدہ طرح سے انجام دیتے رہے۔ سنہ ۱۲۱۲ ہجری مین ارسطو جاہ کی توجہ و سفارش سے راجہ بہادر خطاب سے مخاطب ہوئے۔ اور ممالک مفتوحہ کرپہ و سدہوت و قلعہ گنجی کوٹہ کے انتظام کے لئے مع جمعیت سواران و تجمل و نشان امیرانہ بھیجے گئے۔ اور خدمت کروڑگیری بھی

آپ ہی کے نام پر رہی۔ نیابتاً آپ کے برادر حقیقی راجہ گوبند بخش کروڑگیری کا کام انجام دینے لگے۔ آپنے ممالک مفتوحہ کا انتظام عمدہ طرح سے کیا۔ اکثر باغیان سرکش کو خوب سزائے واجب دیکے دائرۂ اطاعت مین لاکے حلقہ بگوش بنایا۔ اور ملک کو سرکشون کے ہنگامۂ فساد سے پاک صاف کیا۔ رعایا کو بلا کی کے دلدل سے کنارہ عاقبت پر پہنچایا۔ اُسی زمانہ مین قحط سالی کے آثار نمایان تھے۔ غلہ کی قلت تھی آپنے فراہمی غلہ مین بے انتہا کوشش و جانکاہی کی بیحد غلہ جمع کردیا۔ آپ کی اس کوشش و عرقریزی سے حضور لامع النور بہت خوش ہوئے۔ ہر وقت بجدد نوازش و تلطف شاہانہ سے سرفراز و ممتاز فرمانے لگے۔ بعد ازین ۷ تاریخ ماہ ربیع الثانی سنہ ۱۲۱۸ ہجری مین حضرت غفران مآب آصفجاہ ثانی بہشت برین روانہ ہوئے۔ حضور سکندر جاہ نظام الملک آصفجاہ ثالث تخت نشین ہوئے۔ اور ارسطو جاہ مدار المہام۔ ایک سال نہین گذرا کہ بتاریخ ۲۸ ماہ محرم سنہ ۱۲۱۹ ہجری مین عالم بقا کو روانہ ہوئے۔ راجہ اندر بہادر جو مدار المہام کے پیشدست تھے انتظام کرنے لگے۔ مگر اس بار گران کے متحمل نہین ہو سکتے تھے۔ گورنر جنرل بہادر کی سفارش سے سنہ ۱۲۱۹ ہجری مین میر عالم بہادر خلعت مدار المہامی سے سرفراز ہوئے۔ اور مہاراجہ بہادر صاحب ترجمہ حسب سفارش صاحب عالیشان سدنہم صاحب رزیڈنٹ بہادر خدمت پیشکاری پر مامور ہوئے۔ اور میر عالم کے انتقال کے بعد سنہ ۱۲۲۳ ہجری مین منیر الملک بہادر داماد میر عالم عہدۂ وزارت سے سرفراز ہوئے۔ منیر الملک بہادر اگرچہ دیوان تھے لیکن ملکی و مالی مہمات کے مختار کل مہاراجہ بہادر صاحب ترجمہ تھے۔ سنہ ۱۲۳۵ ہجری مین سکندر جاہ بہادر کے عہد مبارک مین آپکو مہاراجہ بہادر خطاب ملا۔ اور سنہ ۱۲۳۷ ہجری مین ہفت ہزاری منصب و ہفت ہزار سوار و پیادہ و نوبت۔ و گھڑیال و جواہر گران بہا

وجاگیر سے سرفرازی حاصل ہوئی۔ اور ۱۲۴۵ ہجری مین ناصرالدولہ بہادر کے عہد مین
راجایان راجہ مہاراجہ راجہ چندو لعل بہادر خطاب سے سربلند ہوئے۔ حضرت غفران منزل
ناصرالدولہ بہادر آپکے حال پر بہت ہی نظر مرحمت مبذول فرماتے تہے۔ اکثر تقریبات
مین خود راجہ صاحب کے مکان پر رونق افزا ہوتے تہے۔ راجہ صاحب کو اس ریاست مین
ایسا اقتدار و اختیار حاصل تہا کہ مقدمات مالی و ملکی و فوجداری خود ہی فیصل
کردیتے تہے۔ کوتوالی و عدالت کی پروا نہین فرماتے تہے۔ جسکو چاہتے تہے صاحب جاہ
حشمت و ذی نقارہ و نوبت و جاگیردار کردیتے تہے۔ حیدرآباد مین قوم عرب و افاغنہ
مہدویہ و سکہان نانک شاہیہ کا عروج آپ ہی کی توجہ و عنایت سے تہا۔

آپ سخی المزاج تہے۔ روز ازل مین قضا و قدر نے آپکا خمیر جود و کرم کے مادہ سے بنایا تہا
آپنے لاکہون روپیہ بلکہ کرڑون روپیہ فقرا و علما و مشائخ و براہمہ و صاحبان علم
و ہنر وغیرہم پر تقسیم کردیا۔ آپکا معمول تہا علاوہ بذل و کرم روزانہ فقرا و مساکین کو نقد
دو ڈہائی ہزار روپیہ۔ اور چند پلے غلہ بہی تقسیم فرماتے تہے۔ اور خاص ہر دوشنبہ کو خود
تین ہزار روپیہ تقسیم فرماتے تہے۔ واقع مین یہہ سخاوت و بخشش ہماری سرکار عالی نظام
خلد اللہ ملکہ بہی کی تہی۔ اسلئے کہ اگر حضور مہاراجہ کو ایسا اقتدار و اختیار نہ دیتے تو اس
بذل و جود کا وجود عالم شہود مین جلوہ افروز نہ ہوتا۔ مہاراجہ کیا کرتے محدود آمدنی
مین حد سے باہر قدم نہین رکہہ سکتے۔ اور غفران منزل لاکہون روپیہ کے جواہر وقتاً
فوقتاً عنایت فرماتے تہے۔ مہاراجہ جواہر بے بہا و آمدنی جاگیرات و نذرانہ و پیشکشہا
کو بہی فقرا و مساکین کے حوالہ کردیتے تہے۔ ذخیرہ و گنجینہ نہین فرماتے تہے۔ سخاوت و کرم
کی بدولت آپنے ایسی نیکنامی و شہرت پائی کہ تمام دنیا مین مشہور ہوگئے۔ اور آپکی شہرت

سخاوت و قدردانی علم و ہنر نے برامکہ و اکاسرہ کے نام کو صفحہ ہستی سے مٹا دیا۔ جو کوئی
مسافر نابلد و غریب نا آشنا شہر مین وارد ہوتا تہا۔ تو آپ کے چشمہ فیض سے سیراب
و معدن جود سے کامیاب ہوکے جاتا تہا۔ آپ علم و ہنر کے نقاد تہے۔ ہر ایک کے کمال کو
عقل کے ترازو مین تول کے امتحان کی کسوٹی پر خوب پرکہتے تہے۔ اور ہر ایک کے کمال کی
داد دیتے تہے۔ حسب لیاقت انعام و صلہ یا ماہوار وظیفہ سے سرفراز فرماتے تہے۔ آپکے
دربار مین پہنچنا کیا تہا؟ گویا اقبال کے درجہ پر عروج کرنا تہا۔ جو دربار مین باریاب ہوا
فوراً کامیاب ہوا۔ کبہی ایسا اتفاق نہین ہوا کہ باریاب شدہ محروم ہوا ہو۔ اسیطرح
ہمارے ظل اللہ حضور افضل الدولہ مرحوم کی باریابی بہی قطعی کامیابی تہی۔ مرحوم نے
مقرر کردیا تہا۔ جو باریاب ہوا اور اس سے تکلم کیا جائے تو اس باریافتہ کو ہزار روپیہ صلہ
دیا جائے۔ تا بہ زندگی یہی طریقہ جاری رہا۔ باقی ظل اللہ مرحوم کے پورے حالات
فقیر مولف نے محبوب الوطن تذکرۂ سلاطین دکن کے تیسرے حصہ مین مفصل لکہے ہین
ابہی یہہ حصہ طبع نہین ہوا ہے۔ زیر تجویز طبع ہے۔ انشاء اللہ تعالی بشرط زندگی زمانہ
قریب مین جلوہ نما ہوگا۔

نقل بابت کرم و جود مہاراجہ

فقیر مولف نے پیران سن رسیدہ و سالخوردہ کی زبانی سنا کہ ایکوقت راجہ صاحب کے ملازم
خادم نے یہہ مصرع پڑہا ع ترا دیدہ و حاتم را شنیدہ ۔ فوراً خادم کو ایک لاکہہ روپیہ
عنایت کیا۔ بعض نے روایت کی کہ لاکہہ سے کم دیا تہا۔ ثانی قول صحیح معلوم ہوتا ہے
اس لئے کہ منقول ہے کہ ایکروز مہاراجہ عالم خوشی و سرور مین فرما رہے تہے۔ کہ مجہے
دنیا مین ایک آرزو باقی رہگئی۔ اگر وہ برآتی تو مین خدا کا شکر بجا لاتا۔ مقربین نے

دریافت کیا وہ آرزو کیا ہے۔ آپنے فرمایا۔ وہ یہہ ہے کہ مین چاہتا تہا کوئی سائل
مجہہ سے ایک لاکہہ روپیہ طلب کرتا تو مین اُسکو دیتا۔ اور دلی آرزو بر کامیاب ہوتا

آپ کی شعر و شاعری

آپ علم دوست تہے۔ اور شعر و شاعری کے میدان مین سبقت کر رہے تہے۔ شعرا
و علما کی بڑی قدر کرتے تہے۔ آپکے عہد مین ایران و ہندوستان کے اکثر شعرا آپکے
دربار مین مجتمع تہے۔ تمام شعرا ماہوار وظیفہ معقول پاتے تہے۔ شعرا کی ماہوارین
معتدبہ ہوتی تہین کسی کی ہزار۔ کسی کی پانسو و دوسو و سو ہوتی تہی۔ یعنے ہزار سے
زائد و سو سے کم نہین ہوتی۔ آپکے دربار مین تین سو شعرا سے زائد تہے۔ آپ مشاعرہ
نصف شب کے بعد فرماتے تہے۔ آپ شعر فہم و سخن سنج کامل تہے۔ آپکا کلام نہایت
سنجیدہ و مضامین شگفتہ و معانی پسندیدہ کا ذخیرہ ہے۔ آپ کی ذات مجمع کمالات
تہی آپ صاحب دیوان ہین آپکے تین دیوان ایک فارسی اور دو اردو مین۔ اردو دیوان
مطبوع ہو چکے ہین۔ آپ کو ہر ایک علم و فن سے دلچسپی تہی۔ آپ علما کی مجالست مین
علم و فضل کا ذکر فرماتے تہے۔ اور علما سے متفرق مسائل تحقیق کرتے تہے۔ اور صوفیان
کرام سے وحدت و طریقت کے مسائل مین بحث و تکرار فرماتے تہے کبہی اولیاء عظام کے
خرق عادت و کرامت کی بابت سوال فرماتے تہے۔ شعرا سے قافیہ و ردیف اور شعر کی
خوبی و لطف و محاورہ و استعارہ کا تذکرہ۔ اور شعرائے متقدمین کے حالات کا چرچا
ہوتا تہا۔ اور سماع کے وقت راگ و نغمہ و رود و زمزمہ کا دور چلتا تہا۔
مورخین سے بزرگان سلف و خلف کے حالات و واقعات سنتے تہے۔ اسلاف کے نمایان
کامون سے سبق لیتے تہے۔ اور اُن کے ظلم و ستم کے مضامین سے عبرت کرتے تہے۔ اور

منجمین سے ستارون کی گردش اور اُن کے آثار نحس و سعد کی بابت گفتگو فرماتے تہے
جس فن کا ماہر ہوتا تہا اُس سے اُسی فن کے متعلقات مین بحث و تلاش کرتے تہے
اسی بحث و تکرار اور باہمی اقرار و انکار مین دو ڈہائی ساعت گذر جاتی تہین۔ آخر جلسہ
برخاست کر کے دولتخانہ مین رونق افزا ہوتے تہے۔ اور بستر خواب پر لیٹ جاتے تہے
اور صبح اول ہی وقت بیدار ہو کے بدستور قدیم ورد و ظائف سے فارغ ہو کے امور ملکی
کے انتظام مین مشغول ہوتے تہے۔

آپ کے فرزند بالا پر شاد کی شادی کا ذکر

سنہ ۱۲۲۷ ہجری مین آپنے اپنے لخت جگر کی شادی کی تیاری کی۔ شادی کی تیاری مین
زر و جواہر۔ دینار و درم بیشمار خرچ کئے۔ شادی مین قسم قسم کے تکلف ہوئے۔ امرا و وزرائے
ریاست و خاص و عام ممالک کو جوڑے و توڑے تقسیم کئے گئے۔ تمام شہر آرائش و زیبائش
سے رشک ارم ہو گیا تہا۔ روشنی و آتش بازی کا وہ رنگ تہا کہ تمام شہر کے کوچہ و بازار
نمونہ گلزار ہو رہے تہے۔

تشریف آوری حضور ناصر الدولہ بہادر بمکان مہاراجہ بہادر بتقریب شادی

آپ کے فرزند کی شادی مین اعلیحضرت مع محلات مجلس نشاط مین رونق افزا ہوئے
محلات مین کمخواب و اطلس کا فرش بچہایا گیا تہا۔ جب حضور دولتخانہ مین تشریف لائے
مہاراجہ نے چند کشتیان جواہر و اشرفی سے بہری ہوئین اور متعدد کمخواب و اطلس کے
تہانے نذر گذرانے۔ حضور نے نہایت خوشی سے منظور فرمایا۔ مجلس نشاط مین بزرگ
نشست ہی۔ لولیان حوروش و پریزادان دلکش کا رقص و سرود و نوائے نغمہ و رود کو دیکہا

وسنا۔ پھر خوان نعمت بر آئے۔ اقسام اقسام کے کھانے و طرح طرح کے حلوے و میوے خوش
ترتیب و حسن اسلوب سے چنے ہوئے تھے۔ نوش و تناول فرماکے مبارکبادی خوشی کا اظہار
فرمایا۔ چند جواہر و خلعتہائے زرین مرحمت کئے۔ مہاراجہ بہادر نیاز مندانہ آداب و تسلیم
بجالائے۔ پھر حضور مع الخیر و دولتخانہ شاہی پر مراجعت کرکے آئے۔ مہاراجہ نے تشریف
آوری کی خوشی مین بیشمار روپیہ و درم غربا و فقرا کو دئے۔ اور مہاراجہ نے امرا و غیر امرا کو
بھی جوڑے دئے۔ اور شعرا کو صلات و انعامات و تحائف نوادر عطا کئے۔ شعرا نے
قصائد تہنیت مین پیش کئے۔ طوالت کیوجہ سے قلم انداز کیا

آپ کے زمانہ کے عمارتین

آپنے متعدد مکانات خوشنما بنوائے۔ محلسرا۔ چینی خانہ۔ آئینہ خانہ۔ تصویر خانہ
و بہجت محل وغیرہ مکانات قابل دید ہین۔ اگرچہ مکانات پر فی زماننا اُس عہد کا عالم
شباب نہین ہے لیکن اب بھی خوبی و خوشنمائی سے خالی نہین ہے۔ فی زماننا کی عمارات
سے بہتر معلوم ہوتی ہین۔ سنہ ۱۲۴۹ ہجری مین منیر الملک کے بعد اُن کے فرزند سراج الملک
دیوان ہوئے۔ پھر سنہ ۱۲۶۰ ہجری مین کوئی ایسی بات واقع ہوئی کہ مہاراجہ بہادر خدمت
مفوضہ سے مستعفی ہوئے۔ آپکا استعفا حضور مین پیش کیا گیا۔ نواب ناصر الدولہ بہادر نے
استعفا منظور فرمایا اور آپکے لئے تیس ہزار روپیہ ماہانہ وظیفہ مقرر کیا۔ اور راجہ رام بخش
بن راجہ گوبند بخش ۱۱ شعبان سنہ ۱۲۶۰ ہجری روز یکشنبہ خدمت پیشکاری سے سرفراز ہوئے
آخر مہاراجہ بہادر نے ۲ تاریخ ربیع الثانی سنہ ۱۲۶۱ ہجری روز سہ شنبہ بعمر ۸۲ سالہ
بقول بعض ۸۰ سالہ اس دار فانی سے بعالم بقا روانہ ہوئے۔ مہاراجہ بہادر پیشکاری
عہدہ کو کم و بیش پچاس برس تک عمدہ طرح سے انجام دیتے رہے۔ دکن کی پیشکاری بمنزلہ

دیوانی تھی۔ آپ کو تالیف کا شوق تھا۔ آپ کی تالیف سے ایک کتاب مسمی عشرت کدہ
آفاق ہے آپنے کتاب مین اپنے خاندان و ملازمت کا حال لکھا ہے۔ اور چند حکایتین
مختلف المضامین بطور پند و نصائح لکھے ہین۔ اور ہر ایک حکایت کے آخر ایک شعر لکھے ہے
مین جس سے حکایت کا نتیجہ معلوم ہوتا ہے۔ کتاب مطبوع ہو چکی ہے۔
فقیر مولف نے آپکے حالات کتاب مذکورہ و دیگر تذکرون و تواریخ سے لکھے ہین۔

آپ کے دربار مین مشاہیر شعرا مندرجہ ذیل تھے

شیخ حفیظ دہلوی۔ مولوی ابوتراب مولوی محمد حسین۔ و مولوی غلام حسین۔ و ملا
محمد فائض و حاجی محمد علی ساغر و میرزا محمد طاہر شہری۔ و حسین علیخان ایما۔ و حافظ
تاج الدین مشتاق۔ و ذوالفقار علیخان صفا و میر عنایت علی و خواجہ ہمت علیخان
ہمت و میرزا عابد بیگ خان ظہور۔ و غلام ضامن اکرم۔ و میر مفتون وغیرہم تھے۔ گلزار معاصرین
مین راجہ بالا پرشاد مخاطب بہ دہراج بن مہاراجہ نے اکثر شعرائے مشاہیر کا تذکرہ
لکھا ہے۔ چونکہ فقیر مولف ہر ایک شاعر کا حال کلام اس تذکرہ مین گزارش کرتا ہے
لہذا یہان اسما پر اکتفا کیا۔

مہاراجہ بہادر کی تقسیم اوقات مرتبہ سنہ ۱۲۳۴ ہجری

قریب چار بجے خواب راحت سے بیدار ہوکے عبادت الٰہی تا طلوع آفتاب	عبادت سے فارغ ہونیکے بعد فقرا کو طعام دوام تقسیم فرماتے تھے۔
خیرات سے فارغ ہوکے دربار مین حاضر ہوتے تھے۔	دربار سے مراجعت کرکے ملکی انتظام مین مشغول ہوتے تھے اُسیوقت امرا و سپاہ کا سلام و مجرا بھی ہوتا تھا۔

قیلولہ ایک گھنٹہ فرماتے تھے	قیلولہ سے فارغ ہو کے نماز مغرب تک حاجتمندان خاص و عام کی حاجت روائی فرماتے تھے ۔
شام کیوقت ورد وظائف پڑھ کے نصف شب تک سرکاری امور مین مصروف رہتے تھے ۔	نصف شب سے آخر شب تک مشاعرہ و مذاکرہ علوم و فنون و حل عقد مسائل مشکلہ ۔ و سماع و سرود

آخر شب سے صبح کاذب تک آرام فرماتے تھے ۔

سر ہنری رسل صاحب رزیڈنٹ حیدرآباد جو سنہ ۱۲۲۴ھ سے سنہ ۱۲۳۳ھ تک اس شہر مین تھے

سر ہنری رسل صاحب رزیڈنٹ حیدرآباد دکن نے اپنے سکونت کے زمانہ (سنہ ۱۲۲۴ھ سے سنہ ۱۲۳۳ھ ہجری تک) مین مہاراجہ کی لائف لکھی ہے ۔ فقیر اس سے مختصراً گزارش کرتا ہے ھو ھذا

صاحب بہادر لکھتے ہین کہ مہاراجہ اعلیٰ درجہ کے تعلیم یافتہ تھے ۔ ذہین و فہیم تھے نہایت ہی مستعد و تجربہ کار و ہوشیار تھے ۔ سرکاری کام مین چست و چالاک تھے ۔ محنتی و جفاکش تھے ۔ ہر ایک کام کو بذات خود انجام دیتے تھے ۔ صبح سے بارہ بجے رات تک مہمات سلطنت کے انتظام مین مصروف رہتے تھے ۔ بارہ بجے رات کو مہمات سے فارغ ہو کے شعرا و علما کے ساتھہ مشاعرہ و مذاکرہ فرماتے تھے ۔ شعرا اشعار شیرین و علما مضامین رنگین سناتے تھے آپ رغبت سے سنتے تھے ہر ایک کی داد دیتے تھے ۔ اسی گفتگو مین دو ڈھائی بج جاتے تھے پھر آپ جلسہ برخاست کر کے خوابگاہ مین آرام فرماتے تھے ۔ آپ سرکارین یعنے سرکار عالی نظام و سرکار انگلشیہ کے خیر خواہ تھے ۔ اور سچے وفادار آپنے ملکی انتظامات مین اپنے عمر کا بڑا حصہ یعنے تیس برس صرف کئے ۔ آپ ہی کے زمانہ مین اہم مہمات کا تصفیہ ہوا ۔ مثلاً آپ ہی کے

عہد مین مرہٹے پامال ہوئے ۔ اور برار رکھوجی بہونسلہ سے لیا گیا ۔ پنڈاریون کا فتنہ دور کیا گیا آپ ہمیشہ اسبات کی کوشش کرتے رہے کہ سرکار انگریزی و سرکار عالی نظام مین باہم اتحاد و محبت کا سلسلہ قائم و مستحکم رہے اور حکام انگریزی اہل دکن نے آپکو لائق تحسین مانا انتہی کلامہ ۔ واقعی مہاراجہ بہادر کی تعریف جسقدر کی جائے کم ہے ۔ مہاراجہ کی ذات جامع الصفات تھی اعظم الصفات یہہ تھی کہ سخی المزاج و فراخ دست تھے آپکی داد و دہش سے فقرا مالامال تھے ۔ اسی صفت کی وجہ سے مہاراجہ بہادر کو مقبولیت عامہ حاصل ہوئی ۔ بعض حکما نے اس صفت مین مبالغتاً کہا ہے ۔ کہ یہہ صفت انسان کے لئے ستار العیوب و غفار الذنوب ہے ۔ اب مین آپکے دیوان فارسی و ہندی سے اشعار بطور نمونہ گزارش کرتا ہون ۔ آپکے دونون دیوان مطبوع ہو چکے ہین ۔

من اشعارہ الفارسی

زچون بہیداد گرے داد بود پیشہ ما
بسکہ در ناز و نعم جان و دلم پرور دست
ما کہ در ذکر تو باشیم ہمین می خواہیم
قول سعدی است کہ در پیشہ گمان خالی
شکر شادان بسجہ عنوان بعلم نظم کند

ولہ

در کوئے تو یکدم گذر افتد مارا
تمام دولت دنیا نثار روے سازم
شبے ز لطف ہم آغوشم از شود دلبر
ز عشق و لولہ دارم بپاے می پویم

کہ پی دفع ستم کار کند تیشہ ما
تاب ہر رنگ ندارد کہ برد شیشہ ما
غیر یادت نبود در اندیشہ ما
شیر بود خفتہ درین بیشہ ما
دائم از لطف تو مملو است رگ و ریشہ ما
بزیر پائے گزارم حصول دنیا را
اگر بدام من آرد غزال رعنا را
شب برات نمایم تمام صحرا را
گرکے بدست آرم وصال لیلی را

زلطف دولت جاوید عمرے شادان
قاصد مپرس تا بکجا می فرستمت
ابر است و سبزه زار و درین موسم بهار
من شرح راز عشق چگونه بیان کنم
دست تو نازک است و دلم جوش میزند
چو بهر دل ربودن راه خود سوئے وطن گیرد
بزلف تو گرفتارم نمی خواهم رها گشتن
زلطف بے نهایت آنقدر مسرور شادانم
آنانکه راه دوست بما آشنا کنند
در راه دوست جان و دل خود فدا کنند
سیر چمن نمودم و چون غنچه گل شدم
شادان مدام شاد بود در ثنائے او
در چمن دست حریفانه که سنبل رود برد
این نسیم از چمن رفت بمن کرد گذر
دلبرم دارم زهے صنو بر
دارم هردم خط غلامی
صنمے اگر بیاید به بهار خواهی آمد
نه قرار با تو باشد نه شکیب بے تو یکدم
قطره دریا ست ولے دور افتاده است

وله
کجا خیال که نامے برم مسیحا را
در کوئے یار بهر دعامی فرستمت
اے یار گلعذار قبا می فرستمت
اے پیک خوشخرام پیامی فرستمت
بهر نگار دست حنامی فرستمت

وله
مشام عالمی از زلف و بوئے ختن گیرد
رقیبم را هوس باشد که خود راه بمن گیرد
هوس از فرحت من خاطر شاد زمن گیرد

وله
صد لطف و صد کرامت و احسان بما کنند
آنها ز فخر خاک رهش تو تیا کنند
هر برگ بهر دست تو رنگ حنا کنند
امیدوار اینکه مرادم عطا کنند

وله
هوش مینا زظریفان و سه قلقل زود برد
پیرهن چاک بدست دگر گل زود برد

وله
زانرو جانم گداز دارد
دانی که دگر ایاز دارد

وله
قدمے اگر گذار و بشمار خواهی آمد
اگر از کشش نیائی بچکار خواهی آمد

وله
هیچو گرداب تمنا پے دریا می کرد

موسم بهار است مرا میل بها
فضل تو رهبر شود پا که بهر سو نهم
وے که شادان شو از غیب بشارت آمد
دستم که بسر بگردن یار
پروانه که گرد شمع گردد
دانی چه گویم من ترا ایجان جانان در بغل
قربان احسانت شوم کی می توانم شکر تو
بیا در محفل ای جانان که ورنه پا بسر اندازیم
مکان لامکانی را بجز دل جا کجا آریم
آن ماه شد میسر و سیر بهار هم
دل را قرار نیست چو سیماب روز و شب
سر من زیر پایت اوفتاده
زبان را کے بود یارائے و صفت
من نخواهم که تو با یاد من از یاد روی
ولوله شوق تو از جاده برون می آرد

دل درین وقت خیال مئی مینا می کرد
شکر بجا آورم گوهر دل را نثار
فی الحقیقت کرمش بود که یاری کرد

وله
در چشم رقیب می خلد خار
جانم شده مبتلائے دلدار

وله
باشی مدام در برم چون پاسبانان در بغل
شاهد بر آن دارم عیان صد گونه احسان در بغل

وله
اگر آئی پئے جلوه براهت گوهر اندازیم
ندا از غیب می آید که اینجا لنگر اندازیم

وله
ساقی پیاله آر و مئی غمگسار هم
یارب پیاله ده بمن و گلعذار هم

وله
دلم زیر ظل رایت ایستاده
نگو شادان زیاده بر زیاده

وله
بر دلم جور روا داری و آزاد روی
نگہے دار نوا ایجاد تو ایجاد روی

من اشعاره الهندی

بندہ ہوں دل و جان سے میں اپنے صنم کا
خورشید میں ہے نور تری مہر و عطا سے
شادان ہوں اسی واسطے میں صبح سے تا شام

سایہ ہے مرے سر پہ تو اسکے ہی قدم کا
یہ وجہ ہے ہر ذرہ جو خورشید سے چمکا
بندے کو بھروسہ ہے ترے فضل و کرم کا

جب غنچے نے سر اپنا گریبان سے نکالا
صانع نے خطِ لب جو زمرد سا کیا سبز
صوفی کو عطا جس نے کیا مذہب صافی

ولہ

چہرہ اسکا کیا کہون مین ہے وہ شعلہ نور کا
نور تہا یا شعلہ تہا یا برق یا خورشید تہا

ولہ

صبح کو جو کچہہ وہ کہتا تہا سراسر لاف تہا
ہر کسی کو کسطرح معلوم ہو کہوٹا کہرا

ولہ

حسن قامت کا بیان ہو کہ نزاکت اسکی
نہین دیکہا ہے کہین اور نہ سنا ہے ہم نے

ولہ

آفرین اسکو محبت کی جس سے ہوئی
یاد اسد کی کرتا ہے جہان مین شادان

ولہ

آتا ہے کس ادا سے بت نازنین مرا
اے دوستو مین کیا کہون کسکی تلاش ہے

ولہ

مثال ماہ پردے سے اگر دلدار ہو پیدا
اگر غواص ساحل پر رہے تو ہاتہہ کیا آئے

ولہ

سخن کی منزلت وہ ہے ملے ہی مرتبہ جس سے

ولہ

کہتے ہین کرے ہے ذکر دل سے
ہوتا ہے سرور سو طرح کا
شادان تو سنا یار کو اک مطلع رنگین

ولہ

بلبل نے قدم پہر نہ گلستان سے نکالا
کیا رنگ نیا لعل بدخشان سے نکالا
نخوت کو اسی نے سر بدان سے نکالا

ولہ

مین تو ہون عاشق اسی معشوق رشک حور کا
کچہہ تو اے موسیٰ کہو کیا تہا وہ جلوہ طور کا

ولہ

کیون نہ آیا رات کو گر دل مین ہم سے صاف تہا
جس نے پرکہا نقرہ خالص کو وہ صراف تہا

ولہ

ہے گلستان مین بہلا سرو خرامان ایسا
کیون نہ حیران رہین دیکہہ کے جانان ایسا

ولہ

کیا پسندیدہ زمانے مین یہ اسلوب ہوا
صوفیون مین وہ اسیواسطے محبوب ہوا

ولہ

کرتا ہے مہر و ماہ کو خجل مہ جبین مرا
مین ڈہونڈتا ہون پائے ملے یار کہین مرا

ولہ

زمین و آسمان سے روشنی اکبار ہو پیدا
ہزارون کہائے غوطے جب در شہوار ہوا پیدا

ولہ

مزہ جو کچہہ تہا لئے شادان وہ مین نے در سخن کہا

ولہ

ہر برگ درخت پر سے ملے جب
طے ہوتے ہین سارے مرحلے جب
گر آج کرے تجہسے وہ گفتار محبت

ہے کام یہان عاشق صادق کا وگرنہ
کرتا ہے کوئی خیر تو ایمان کے باعث

ولہ

ایمان دیا جان بہی دی کیون نہون ممنون

ولہ

اگر ہو دیدہ بینا تو ہر طرف دیکہے
میان عاشق و معشوق کہہ گیا شادان

ولہ

دل کو فرصت ہو رنج و غم سے آج
کر رہا ہے جو بات ہم سے آج

ولہ

باغبان خود لٹا رہا ہے دیکہہ
جامۂ یار کو کیا جامۂ گل سمجہا ہے

ولہ

ہے یہی بات نصیحت کی اگر گوش کرے
جگا دیتی ہے یکسر غافلون کو
نہ دل سے ہو تو صرف مناجات

ولہ

کہا ہے مرشد کامل نے گوش دل مین مرے
بغل مین بچہ ہے اور شہر مین ڈہنڈورا

ولہ

اے مرے بادشاہ اسکندر
کیون نہ مداح ہو ترا دل سے
اُس نے بہیجا ہے مجکو اب کاغذ

ولہ

دلکو جب تک نہ کچہہ علاقہ ہو
یا آلہی یہ دعا شادان کی ہے شام و سحر

اٹہتا ہے کسی سے یہہ بہلا بار محبت

ولہ

ایمان ملا اسکو یہ قرآن کی باعث
انسان ہوے ہم ترے احسان کے باعث

ولہ

اسی کا نور چمکتا ہے بحر و بر مین آج
پڑا ہے رشتہ محبت کا جون گہر مین آج

ولہ

یہ خوشی ہے ملے وہ ہم سے آج
دل ہے خوش اسکے اس کرم سے آج
بہرے جہولی کو تو ثمر سے آج

ولہ

خار کی طرح سے دامن دلدار نہ کہینچ
رنج تو کہینچ مگر منت اغیار نہ کہینچ

ولہ

بڑا احسان کرتی ہے مگر صبح
دعا ہوتی ہے اکثر با اثر صبح

ولہ

تو ڈہونڈتا ہے کہان اس نگر مین ہے وہ شوخ
نہ ڈہونڈ اسکو کہ تیرے ہی بر مین ہے وہ شوخ

ولہ

تیری دولت سدا رہے آباد
کہ بدولت تری ہے شادان شاد
لطف سے اپنے بے طلب کاغذ
کوئی لکہتا ہے بے سبب کاغذ

ولہ

شاہ اسکندر رہے آباد تا دور قمر

بات مین دنی کو وہ اعلیٰ بناتے ہین اب
ہے شہنشاہ دکن کی بات مین ایسا اثر

وله
ببہہ گنہگار سُنا نام ترا ہے غفار
حشر مین فاش نہ پردہ ہو کہ تو ہے ستار

وله
نحن اقرب سے یہ سمجھے کہ عجب بھول پڑی
دلمین تو بستا ہے پر تجکو نہ دیکھا دلدار

تو ہر اک شے مین ہے اور ہے منزہ سب سے
کبھو شادان کو دکھاویگا تو اپنا دیدار

وله
منتظر ہون نہین آیا ہے مرا یار ہنوز
کیون نہ خورشید ہوا آج نمودار ہنوز

پردہ غفلت کا مگر آنکھہ مین چہایا ہے ہری
تو جو ہوتا ہی نہین خواب سے ہشیار ہنوز

وله
جیسے کہ ڈہونڈتے ہو تم وہ ہی تمہارے پاس
تمہارے پاس جو ہے ہے وہی ہمارے پاس

ترے بغیر گذرتی نہین ہماری رات
اگر تو جان ہماری ہے آ ہمارے پاس

وله
نکرون کیون مین بار بار تلاش
دل کو رہتی ہے تیری یار تلاش

وہ جو پنہان ہے سب کی آنکھون سے
کب ملے ہے کرین ہزار تلاش

وله
کیا کر ذکر ہے وقت سحر خاص
مگر تجھپر پڑے اُسکی نظر خاص

وله
رکھنا نہ زینہار تو اغیار سے غرض
کیا کام دوسرے سے جو ہو یار سے غرض

غفلت زدون سے کام نہ رکھیے جہان مین
رکھے غرض تو عاقل و ہشیار سے غرض

وله
کیونکر رہے نہ اُسکو ہر انسان کی احتیاط
رہتی ہے باغبان کو گلستان کی احتیاط

لازم ہے اُسکو ہووے جو دنیا مین ہوشمند
رکھے ہر ایک خار سے دامان کی احتیاط

وله
کیون نہون سنکے ترے نام کو ہر دم محظوظ
ایک مین ہی نہین محظوظ ہے عالم محظوظ

آرزو بس یہی شادان کی ہی کچھہ اور نہین
ہم سے محظوظ ہو تو تجھسے ہین ہم محظوظ

وله
دلکو سمجہ رہا ہون مین دلدار کی متاع
اپنی جو ہے متاع وہ ہے یار کی متاع

حنظل کا جسطرح سے ثمر کام کا نہین
جائے ہے رائگان جو ہے بیکار کی متاع

وله
دیکھنے مین گرچہ ہے خوشتر اجی روئے چراغ
مغز کرتی ہے پریشان یار مین بوئے چراغ

خوبرو معشوق پر شادان کا یون آتا ہے دل
جسطرح جاتے پتنگا دوڑ کر سوئے چراغ

وله
شیرین کی طبع آئی جو بیداد کی طرف
خسرو عشق تہا نہ کوئی بہی فرہاد کی طرف

شادان وہان بہی گیا ہے حسینونکی انجمن
جاتے ہین لوگ کیون عدم آباد کیطرف

وله
اُس سے اے باد صبا کہیو سلام عاشق
طول دے کے بیان کیجو پیام عاشق

وله
سبکدوش آپکو رکہنا ہے بہتیار دنیا مین
نہین کوئی اُٹھا سکتا جو پہنچا بار گردن تک

وله
کس طرح سے فدا نہو یہ دل
دل مرا تجھپہ ہو گیا مائل

کیون بہٹکتا ہے دربدر بیجا
ہو ہدایت اگر ملے کامل

وله
ہو کل کی خبر آج کسیکو نہین ممکن
کیا ہو نیکو ہے ہوویگا کیا کچھہ نہین معلوم

نیکی کا کوئی کام بن آیا نہین مجھسے
کیا ہوویگا انجام مرا کچھہ نہین معلوم

شادان طلب یار کچھہ آسان نہین ہے
ہم ڈہونڈین کہان اُسکو پتا کچھہ نہین معلوم

وله
نہین معلوم تجکو مین کدہر ہون
تجھے دیکھا ہے جیسے بے خبر ہون

تو ہی غفار ہے مجرم ہون تیرا
خطا کیونکر نہو آخر بشر ہون

اجی سچ لغلمین اور ڈھنڈورا
تجھے مین ڈہونڈتا یار ادہر ادہر ہون

وله
خداوندا ترا فضل و کرم مجھپر کماہی ہو
مرے دلکا جو مطلب ہے بخوبی یا الٰہی ہو

خدا نے دی ہے کیا تاثیر وقت صبح صادق کو
اثر رکھتی ہے اکثر جو دعائے صبح صادق ہو

وله
دعا شادان کی ہر دم ہے یہ درگاہ الٰہی مین
کہ زینہ مرے آقا کے سر پر تاج شاہی ہو

وله
کیون نہ دن رات کرے خلق کی مہمانداری
سب مین مہمان اُسی کے وہ ہے صاحب خانہ

پردۂ چشم اُٹھا دیدۂ تحقیق سے دیکھہ
جب یگانہ وہ ہوا کوئی نہین بیگانہ

جدہر دیکہو اُدہر جلوہ ترا ہے ۔ نہین خالی ہر اک شے مین بھرا ہے
ہو حد ہے تو یکتائی سے مت ٹل ۔ نہ کہہ اپنی زبان سے دوسرا ہے
بُرائی مین نہ رکہہ ہرگز قدم تو ۔ بہلائی کر کہ آخر کو بہلا ہے
ہمین کیا کام ہے دونون جہان سے ۔ ترا ملنا ہمارا مدعا ہے
سکندر شاہ تم دنیا مین دائم ۔ رہو قائم ہماری یہ دعا ہے
ارے شادان نہ ڈر ہرگز کسی سے ۔ کسی کا کوئی ہے تیرا خدا ہے

شاد - راجہ کشن پرشاد

شاد تخلص - راجہ کشن پرشاد نام - راجہ راجایان مہاراجہ سر کشن پرشاد بہادر جی - سی - آئی - ئی - یمین السلطنۃ پیشکار و مدار المہام سرکار عالی خطاب ہے آپ راجہ ہری کشن بہادر کے فرزند اور راجہ نریندر بہادر کے نواسہ ہین - آپکی ولادت سنہ ۱۲۸۱ ہجری مین ہوئی - آپکا مسقط الراس شہر حیدرآباد دکن ہے آپکی تربیت ونشو ونما یہان کی ہی آب و ہوا مین ہوئی - چونکہ راجہ نریندر بہادر لاولد تہے - آپ ہی گویا اُن کے فرزند تہے - جد بزرگوار نے آپکی تعلیم و تربیت کا عمدہ انتظام کر دیا - آپنے نانا کی حسن توجہ سے فارسی و عربی علمائے ادیب سے پڑہی - دونون زبان مین لائق ہوئے - مدرسہ عالیہ مین انگریزی زبان کی تکمیل کی - علاوہ این مرہٹی و تلنگی مین بہی لیاقت حاصل کی - خوشنویسی مین بہی ماہر ہوئے - جب آپنے عالم شباب مین قدم رکہا اُسوقت آپکے دل مین شعر گوئی و سخن سنجی کا ولولہ پیدا ہوا - طبیعت مین موزونی و جولانی مرکوز تہی شعلہ جوالہ کیطرح عروج کرنے لگی - زور طبیعت و جولانی خداداد سے کلام موزون

کرنے لگے - جو کچھہ موزون فرماتے تہے - سنجیدہ و پسندیدہ ہوتا تہا - ابتدا مین رائے چولعل تمکین سے اصلاح لیتے رہے - کلام مین روز بروز شستگی و پختگی نظر آنے لگی - تہوڑی ہی مدت مین درجہ کمال کو پہنچ گئے - آپ شاعری مین متعدد اساتذہ مشاہیر سے مشورہ فرماتے رہے آخر آپنے اعلیحضرت قدر قدرت خلد اللہ ملکہ کی خدمت مین شاگردی کا شرف اور شاعری مین تکمیل کی سند حاصل کرکے سخن سنجی کے انتہائے درجہ پر جلوہ افروز ہوئے آپکا کلام صوفیانہ توحید و وحدت الوجود کے بیان مین ہوتا ہے آپکے ہر ایک شعر کے مضمون سے صوفیان کرام و مشائخ عظام وجد و حال مین رقص کرتے ہین اور عالم خودی سے بیخود ہوتے ہین - اور اپنی ہستی کو عین نیستی سمجہتے ہین - آپ صوفی المشرب صلح کل مذہب ہین اہل اللہ و اہل کمال کے طالب و درویشی و خدا طلبی کے راغب ہین - آپکے نزدیک اہل اسلام و اہل اصنام دونون آنکہون کی طرح مساوی ہین - ہر امر مین مساوات کا لحاظ فرماتے ہین - خوش اخلاقی مین مجسم اخلاق ہین - خوش اخلاقی کی یہ حالت ہے کہ ہر ایک ادنی و اعلی آپسے براہ راست ملسکتا ہے - ہفتہ مین ایکروز آپکا دربار بارگاہ عام ہے کسیطرح کی روک ٹوک نہین ہے - آپ نہایت اخلاق سے ملتے ہین - حاضرین دربار کی تالیف قلوب فرماتے ہین - جو دردمند ہوا اسکو دوا سے جو محتاج ہوا اُسکو دینار و درم سے سرفراز فرماتے ہین - حاجتمند کی حاجت روائی مین دریغ نہین کرتے - بعض شعرا و مولفین آپکے پاس گئے - اور آپسے درخواست کی کہ سرکار آپ ہمارے دیوان یا رسالے کی تاریخ کہہ دیجئے یا تقریظ لکہہ دیجئے - آپ سائل کی درخواست منظور کرکے تاریخ و تقریظ لکہہ دیتے ہین - عذر و بہانہ نہین فرماتے - اس امر سے آپکی نیک نیتی و ہمدردی ثابت ہوتی ہے اس لئے کہ آپنے تاریخ و تقریظ لکہنے مین دریغ نہین کیا - آپ اس خیال سے

تقریظ و تاریخ لکھدیتے ہین کہ میری تقریظ سے مولف کی تالیف خلائق کی نظر مین معتبر ہوگی۔ بیچارہ غریب کو فائدہ ہوگا۔ آپ علما دوست و فقرا پرست ہین۔ دونون فریق کے بزرگون کو مرشد مانتے ہین آپ انگریزی و فارسی و عربی مین استعداد کامل رکھتے ہین۔ تحریر و تقریر مین بے نظیر ہین۔ اہل زبان کے ساتھہ بے تکلف مکالمہ و مکاتبہ کرتے ہین۔ فقیر مولف نے آپکی فارسی نظم دیکھی ہے۔ نہایت ہی درست و بامحاورہ و رنگین بامزہ ہوتی ہے۔ عربی مین بہی لکھہ پڑہ سکتے ہین۔ اردو بہی آپکی اہل زبان کیطرح صاف و شستہ ہے۔ آپ صاحب دیوان ہین آپ کے دونون دیوان ایک فارسی دوسرا اردو مطبوع ہو چکے ہین۔ فی الحال دواوین فارسی و اردو کے علاوہ آپکا ایک دیوان مسمی بہ خمکدۂ رحمت مطبوع ہو چکا ہے۔ یہہ دیوان حضرت رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی نعت مین ہے۔ مین نے اسکو شروع سے آخر تک دیکہا۔ آپکا کلام نعتیہ کے دیکھنے اور سننے سے دلمین جوش جمال محمدی صلعم و ولولۂ عشق جلال احمدی موجزن ہوتا ہے۔ اور آتش آرزوئے زیارت مدینہ آتشکدۂ دلمین مشتعل ہوتی ہے۔ بیساختہ دل یہی چاہتا ہے کہ سفر مدینہ کا احرام باندہنا۔ اور ناقۂ شوق پر کجاوہ رکھہ کے سفر کرنا یہہ جوش و خروش ثابت کرتا ہے کہ آپکا کلام صدق دل سے ہے۔ اور اقرار لسانی بہی صداقت قلبی کا موید ہے۔ ضرور ہے کہ مہاراجہ صاحب دل ہین۔ اور رموز باطنی کے عالم و عامل ہین مین ایسی حالت مین مہاراجہ کو موحد کامل سے ملقب کرتا ہون اور مہاراجہ کا شعر تائید مین لکھتا ہون ؎

کافر نکہو شاد کو ہے عارف و صوفی　　شیدائے محمد ہے وہ شیدائے مدینہ

میرے نزدیک اگر عارف و صوفی کے مقام مین عارف کامل کہین تو بیجا نہوگا۔

آپکے ہر ایک شعر سے وحدت الوجود کے رموز نمایان ہوتے ہین اور ہر ایک فقرہ و لفظ سے کنوز وحدانیت و معرفت عیان۔ آپکا کلام کیا ہے۔ دریائے معرفت ہے۔ یا بحر مواج حقیقت ہے۔ آپنے مسائل تصوف و نکات تعرف کو ایسی خوبی و خوش اسلوبی سے بیان فرمایا ہے گویا دریا کو کوزہ مین بہر دیا ہے۔ یا عالم اکبر کو عالم اصغر مین نمود کیا ہے۔ عالم تصوف کا خاکہ صفحۂ کاغذ پر ایسا کہینچا کہ جام جم کی طرح مسائل و نکات کا نقشہ دکہا دیا۔ ہر ایک طالب مبتدی و منتہی آسانی سے مسائل مشکلہ کو سمجھہ لیتا ہے۔ ہمارے مہاراجہ کے کلام سے مترشح ہوتا ہے کہ آپ موحد کامل ہین۔ اور مذہب صلح کل کے سالک۔ فقرائے کملا کے پیرو حکمائے فلاسفہ کے قدم بقدم ہین۔ پیر کامل کے جویا۔ کلام حق کے گویا رہتے ہین۔ جہان پاتے ہین بمصداق خذ ما صفا اخذ فرماتے ہین۔ آپ قال کو دیکھتے ہین۔ من قال سے اغماض کرتے ہین۔ آپکے علم و فضل کا دائرہ نہایت وسیع ہے دائرہ علم مین علوم و فنون کا ذخیرہ بیشمار ہے آپ کو متعدد علوم خاص علم تصوف و تاریخ و شعر و شاعری سے دلچسپی ہے۔ باوجود کثرت مہمات اہل علوم سے مجالست فرماتے ہین۔ آپکی مجلس مین اکثر علوم کا تذکرہ ہوتا ہے۔ آپ ہر ایک صاحب علم و فن سے اُس کے مذاق کے موافق مکالمہ فرماتے ہین۔ مثلاً طبیب سے اسباب و مرض و شاعر سے قافیہ و ردیف و عیوب شعریہ و محاورات فارسیہ مین اور صوفی باصفا سے تصوف و تعرف مین گفتگو کرتے ہین۔ فقرائے کملا خواہ اہل اسلام سے ہون خواہ اہل اصنام سے ہون ہر ایک فریق کے ساتھہ اعتقاد رکھتے ہین۔ اور حسن سلوک و خدمت مین دریغ نہین کرتے۔ بعض کوتاہ بین متعصب آپ پر نکتہ چینی کرتے ہین میرے نزدیک آپکی نسبت نکتہ چینی کرنا فضول ہے۔ بیفائدہ تعصباً ماہ تابان پر

خاک ڈالتا ہے۔ فقیر مولف جو کچہہ لکھتا ہے مشاہدہ ہے نہ خیالی فسانہ ہے۔ اولاً انشا پردازی
سے کام لیتا ہے تا نیاگا قرائن حالات سے معانی کیطرف سبقت کرتا ہون جو کچہہ
خیال ناقص مین صورت متخیلہ کو ظاہری صور متشکلہ سے مقابل کر کے میزان عقل مین
خوب تولتا ہون جب دونون مین مطابقت پاتا ہون تب زبان قلم سے بیان کر دیتا ہون
اسیطرح مین نے مہاراجہ کے حالات ظاہری کو آنکہون سے دیکہے اور کانون سے
سنے۔ اور انکی باطنی کیفیات کو کلام بلاغت التیام سے اخذ کیا۔ اور دیدہ دل
وگوش باطن سے خوب دیکہا سنا۔ مجہے یقیناً ثابت ہوا کہ مہاراجہ صوفی مشرب
و صلح کل مذہب ہین۔ اکثر کوتاہ بین میری تحریر کو تملق و خوشامد پر محمول کرین گے
اور مجکو نشانہ ملامت بنائین گے۔ یہہ نہین کرینگے کہ فقیر کی تحریر کے مطابق مہاراج
کے کلام اور اُن کے عادات کو منصفانہ دیکہین اگر عقل و شعور سے کام لین تو مجہہ پر
کبہی اعتراض نہین کرینگے۔ اور نہ مجکو حقارت سے دیکہین گے۔ مین سچ کہتا ہون
مین تملق و خوشامد سے کوسون دور رہتا ہون۔ گوشہ گمنامی مین بیٹہہ کے دکن کے
بزرگان سلف کو زندہ کرتا رہتا ہون۔ بزرگان کرام و امرائے باخیر کے حالات دیکہہ کے
تازہ دل ہوتا ہون اور اُن کے باقیات صالحات کو اسبات کی ترغیب دیتا ہون
کہ بزرگان متقدمین کی پیروی کرین اور اُن کے اخلاق و عادات کو اختیار کرین
اگرچہ فقیر مولف نے آپکا تفصیلی حال بابتہ انتظام ملک جلد چہارم محبوب التجمن تذکرہ
امرا و وزرائے دکن مین شرح و بسط کے ساتہہ لکہا ہے۔ لیکن یہان بہی انتظام ملک
کی بابت قدرے از کثیر گزارش کرتا ہون۔ هو هذه

آپ حسن تدبیر و رائے صائب سے موصوف ہین۔ ملکی انتظام مین ہوشیار و تجربہ کار ہین

چست و چالاک و کارگزار ہین سنہ ۱۲۹۱ ہجری مین راجہ بہادر کے خطاب سے سرفراز ہوئے
اور سنہ ۱۳۰۱ ہجری مین موروثی خدمت پیشکاری پر مشاہرہ چہہ ہزار روپیہ سکہ محبوب شاہی
ممتاز ہوئے۔ اور وزارت فوج کی خدمت سے بہی معزز ہوئے۔ اور سنہ ۱۳۱۱ ہجری مین
بتقریب جشن سالگرہ مبارک راجایان راجہ و مہاراجہ بہادر۔ ہفت ہزاری منصب پنجہزار
سوار و علم و نقارہ و پالکی جہالردار۔ و چہہ عدد جواہر سے سربلند ہوئے۔ اور آپکو جاگیرات
مین دیوانی و فوجداری کا کامل اختیار ملا۔ اور ناناکے تمام جاگیرات پرورانتہ قابض
و متصرف ہوئے۔ نواب سر وقار الامرا مرحوم مدار المہام کے رخصت کے وقت منصرمانہ
آپنے وزارت کا کام عمدہ طرح انجام فرمایا تہا۔ چونکہ آپ کی ذات بابرکات مین مالک کی
اطاعت و تابعداری فطرۃً متمکن ہے کبہی طاعت کے دائرہ سے قدم باہر نہین کہا
آپ کی تابعداری و اطاعت اعلیحضرت قدر قدرت خلد اللہ ملکہ کے دل مبارک پر
موثر مثل نقش کالحجر ہوئی۔ جب سنہ ۱۳۱۹ ہجری مین وقار الامرا بہادر مرحوم نے رخصت
لی اعلیحضرت نے آپکو دس تاریخ جمادی الاول سنہ مذکورہ مین بموجب حکم مندرجہ
ذیل منصرم مدار المہام فرمایا۔ پہر آپ سنہ ۱۳۲۰ ہجری مین حسب الحکم اعلیحضرت مستقل وزیر
ہوئے۔ آپ منصرمی کے زمانہ مین وزارت کا کام نہایت خوبی سے انجام دیتے رہے
ملک کی سرسبزی و رعایا کی بہتری مین ہمہ تن مصروف رہتے ہین۔ آپنے بموجب
حکم اعلیحضرت تابعداری و فرمانبرداری مین سرمو فرق نہین کیا۔ آپ کو مالک کی اطاعت
و رعایا کی رعایت کی برکت سے قبولیت عامہ حاصل ہوئی۔ اور آپ کے حسن انتظام
کی شہرت عالمگیر ہو رہی ہے۔ اللہم زد فزد

نقل احکام سرکار عالی نظام خلد اللہ ملکہ

چونکہ نواب قارالامر بہادر نے چہہ ماہ کی رخصت بلا تنخواہ کی درخواست کی ہے
اور خدمت مدار المہامی سے اپنی سبکدوشی چاہی ہے۔ لہذا بذریعہ ہذا وہ بعطائے
رخصت ششماہہ بلا تنخواہ سبکدوش کئے گئے۔ انکی جگہ پر مہاراجہ کشن پرشاد بہادر
بالفعل بجا ہوار موجودہ امتحاناً باحکم ثانی پیشکار و منصرم مدار المہام مقرر کئے گئے ہین
چنانچہ مہاراجہ بہادر پندرہ مہینہ تک خدمت مدار المہامی کو منصرمانہ عمدہ طرح سے
انجام دیتے رہے اور اس منصرمی حالت مین حضرت اقدس و اعلیٰ کی فرمانبرداری و اطاعت مین
ذرہ برابر فرق نہین کیا۔ اور دادگستری و رعایا پروری مین مستعد و سرگرم رہے۔ وقتاً
فوقتاً رعایا کی بہتری و ملک کی آبادی مین دلسوزی و عرق ریزی فرماتے رہے۔
آپ کی عرق ریزی و دلسوزی درجۂ مقبولیت کو پہنچی یعنے آپ ۲۶ رجب سنہ ۱۳۲۰ ہجری
مین حسب فرمان واجب الاذعان اعلیحضرت قدر قدرت خلد اللہ ملکہ عہدۂ وزارت
پر مستقل ہوگئے۔ چنانچہ اب تک مدار المہامی کی خدمت پر مقرر ہین۔ مہمات مدار المہامی
کو نہایت دیانت و امانت کے ساتہہ انجام دیتے رہے ہین۔ اعلیحضرت ظلّ اللہ قدر قدرت
اسی فرمان استقلال مین فرماتے ہین۔ ؟ مجھے کامل اطمینان ہوگیا ہے کہ آیندہ بھی
ایسا ہی بلکہ اس سے بہتر اہم فرائض کو ادا کرکے اپنے کو میری خوشنودی کا مورد
بناتے رہین گے لہذا مین آپ کو میری ریاست کے عہدۂ مدار المہامی پر باضابطہ
طور سے مستقل کیا چاہتا ہون اور بالکل یقین کے ساتہہ امید کرتا ہون کہ آپ
اسکا شکریہ صدق و وفاداری کے ساتہہ میری ریاست و رعایا کی ترقی و بہبودی کے
کامون مین مصروف رہکر ہمیشہ عملاً ادا کرتے رہین گے انتہیٰ خلاصہ احکامات
اعلیحضرت قدر قدرت بندگانعالی متعالی مدظلہ العالی۔

پھر اعلیحضرت نے آپکو بروز عید الضحیٰ سنہ ۱۳۲۰ ہجری مین یمین السلطنت خطاب سے سرفراز فرمایا
آپ کو اعلیحضرت خلد اللہ ملکہ کے ساتہہ خادمانہ نیازمندی و وفاداری حاصل ہے
آپ ہمیشہ دیانت و امانت کیساتہہ خدمت مدار المہامی کا کام ادا کرنا اور ملک و رعایا کی آبادی
و بہبودی کا خیال رکہنا مدنظر رکہتے ہین۔ علم دوست و ہنرپرور اور غریب پرست
و داد گر ہین۔ اخلاق و سیر مین بزرگون سے کم نہین ہین۔ آبا و اجداد کے طریقہ پر قدم بقدم
چلتے ہین۔ آپ مین اکثر صفات مہاراجہ چندو لعل بہادر کے پائے جاتے ہین۔ آپکو
دیکہنے سے مہاراجہ مرحوم یاد آہی جاتے ہین۔ کیون نہون اسی درخت کے پودے
ہین اور اسی چراغ کی روشنی ہین۔ شاعری مین اگرچہ مہاراجہ مرحوم کے قائم مقام ہین
لیکن آپکے پاس شعرائے مشاہیر کا مجمع نہین ہے۔ مہاراجہ کے دربار مین اکثر شعرائے
نامور مصاحبین کے زمرہ مین داخل تھے مہاراجہ بہادر متوفی کی زرپاشی بیحد و بیشمار تھی
فی زماننا اس زرریزی کا عشر عشیر بھی نہین ہے۔ جو کچھ ہے غنیمت ہے۔ اب مین
یہان آپکے بوارق طبع و نتائج فکر بطور نمونہ گزارش کرتا ہون

مِن اشعارہ الہندی

عرش عظیم پر کہ تہ آسمان نہ تھا
معراج مین حضور ہوے جبکہ باریاب
احمد کے در پہ اس لئے مین جبہہ سا رہا
معراج مین حضور جو مدعو خدا کے تھے
حضرت کے دم قدم سے یہ رونق بڑہی ہے سب

یارب ترے حبیب کا جلوہ کہان نہ تھا
بس آپ تھے اکیلے کوئی اور وان نہ تھا
سجدے کے لائق اور کوئی آستان نہ تھا
خلوت تھی کوئی اور وہان میہمان نہ تھا
اسلام کا جہان مین پہلے نشان نہ تھا

وله

سازگار اپنا زمانا ہو گیا
ہند سے طیبہ کو جانا ہو گیا

دفن یثرب مین ہوا لاشہ مرا
اب مسافر کا ٹھکانا ہو گیا

بت پرستی اب کہان باقی رہی
اُسکو چھوڑے اک زمانا ہو گیا

کفر چھوڑا پی کے مے توحید کی
رنگ شاد اب عاشقانہ ہو گیا

وله

جنکو کہتے ہین محمد وہ ہین اپنے سلطان
جسکو کہتے ہین مدینہ وہ ہے کشور اپنا

کیون نہین روضۂ اقدس کی زیارت ہوتی
کیون بگڑ جاتا ہے بن بن کے مقدر اپنا

نعت گوئی کا شرف ہمکو خدا نے بخشا
اوج پر بخت ہے یاور ہے مقدر اپنا

وله

آپ ہی کے نام ہین شمس الضحیٰ بدر الدجیٰ
آپ ہی کا ہے لقب خیر البشر یا مصطفےٰ

کچھ تو ہمارے جدائی کو تسلّی چاہیے
خواب ہی مین لیجئے آکر خبر یا مصطفےٰ

یا نبی صلِ علیٰ صلّ علیٰ صلِ علیٰ
درد میرا ہے یہی آٹھون پہر یا مصطفےٰ

شاد ہے اک عمر سے امیدوار پائبوس
حال پر اُسکے ہو رحمت کی نظر یا مصطفےٰ

وله

مین دور ہون مدینے سے فریاد یا نصیب
اب تک حضور مین نہوئی یاد یا نصیب

نوا اور مدینے جائے رہے طالع بلند
مقبول شاد تیری ہو فریاد یا نصیب

وله

میرے والی مرے مولا مرے سلطان عرب
میرے محبوب خدا پیارے نبی جان عرب

لاکھون مبعوث پیمبر ہوے اس عالم مین
کون حضرت سا ہوا شان عجم جان عرب

بلغا مان گئے سارے بلاغت کو تری
اور قائل ہین فصاحت کے فصیحان عرب

ہندی و رومی و مکّی و مدنی سب اے شاد
جان و دل سے ہین مطیع شہ ذیشان عرب

سوئے طیبہ مجھے بلوائین آپ
یا کبھی خواب ہی مین آئین آپ

ارنی کہنے کی طاقت نہ رہی
اب تو خادم کو نہ ترسائین آپ

وله

کیا کرے لیکے جو ہو عاشق حضرت جنت
واعظا تیرے لئے ہے یہ غنیمت جنت

کیا کرین لیکے مکان گر نہ ملے ہمکو مکین
کہ نہین طالب مولیٰ کو یہ دولت جنت

جسکو حاصل ہو مدینے کی زیارت اے دل
اسی طاعت کے عوض ہوگی عنایت جنت

بیٹھکر شاد کرو گوشے مین الله الله
مل ہی جائیگی تمہین روز قیامت جنت

وله

یا نبی بیچین ہون بہر زیارت الغیاث
مہر اوج معرفت ماہ رسالت الغیاث

آپ ہی کا ہے وسیلہ عاصیون کیواسطے
الغیاث اے شافع روز قیامت الغیاث

ق

کہتے ہین اکثر مسلمان مجھکو کافر یا نبی
مجھپہ تہمت دھرتے ہین اہل شریعت الغیاث

میرا مسلک اور رہے اور اُنکا مذہب اور رہے
کیا یہہ جانین گے بھلا رمز طریقت الغیاث

وله

کیا تم سے کہون راز کہ کیا تہا شب معراج
تہا عرش پہ وحدت کا تماشا شب معراج

کہتے ہین احد کسکو کسے کہتے ہین احمد
عالم پہ ہوا حل یہ معما شب معراج

خود ذات ہی تہی احمد و محمود و محمد
آئینۂ عرفان مین جو دیکھا شب معراج

اک قرب نوافل ہے دگر قرب فرائض
یہ دونون کے دونون ہوے یکجا شب معراج

ارواح کا اجماع تہا افلاک پہ اُس شب
وحدت مین تہا کثرت کا تماشا شب معراج

عاشق مجھے احمد کا نہین کہتے مسلمان
دے آکے گواہی تو خدارا شب معراج

وله

بطحیٰ کو جانیکے لئے ہے تیری کیا صلاح
اے بیقرار دل تو خدارا بتا صلاح

در کار خیر حاجت ہیچ استخارہ نیست
واعظ سے جاکے کیا مین بھلا پوچھتا صلاح

سوئے مدینہ کھینچ رہا ہے یہ جذب شوق
ایدل بتا تو کوئی بھی بہر خدا صلاح

پیر مغان سے چلکے کرو شاد مشورہ
مجھکو یقین ہے کہ وہ دیگا بجا صلاح

وله

احمد کا دربار ہے دربار محمد
اعلیٰ سے بھی اعلیٰ ہے یہ سرکار محمد

مین پہول اسی باغ کے سب کافر و مومن
یہ گلشن ایجاد ہے گلزار محمد

جو بندے ہین خاص وہی جانتے ہین کچہہ
ہر کوئی نہین جانتا اسرار محمد

وله

رضائے خدا ہے رضائے محمد
ثنائے خدا ہے ثنائے محمد

کہلا عقدہ قرب نوافل کا دلپر
صدائے خدا ہے صدائے محمد

وجود ایک ثابت ہوا جب تو پہر کیا
لقائے خدا ہے لقائے محمد

وله

یا محمد ہے غم الفت لذیذ
تیرے سودائی کو ہے وحشت لذیذ

دیکہنے والے جو ہین صورت تری
انکو ہر دم ہے فقط حیرت لذیذ

چاہنے والون کو تیرے یا حبیب
ہو نہ کیونکر عشق کی دولت لذیذ

وله

افسوس یہ فقیر ہو شاہ زمن سے دور
بلبل پہ ہے ستم کہ رہے وہ چمن سے دور

عاشق ہے شمع روئے محمد کا دل مرا
پروانہ ہو کے حیف رہے انجمن سے دور

جب مین نے کہدیا کہ تمہارا غلام ہون
ہو جاؤنگا بہلا مین کب اپنے سخن سے دور

پہونچون گا جب مدینے تو مصرع پڑہونگا یہ
نزدیک ہون وطن سے مگر ہون وکن سے دور

وله

نبوت کو ہے جیسے حضرت پہ ناز
مجہے آپکی ہے محبت پہ ناز

تجہے چارہ سازی پہ ہے چارہ ساز
مرے دلکو ہے درد الفت پہ ناز

وله

جز عشق اور کیا ہے دل مبتلا کے پاس
رہتی ہے اپنی جان رسول خدا کے پاس

کہتا ہے بار بار یہی مجہہ سے شوق دید
اٹہو چلو مدینے کو اب مصطفے کے پاس

عقدہ نہین کہلا شب معراج کا ہمین
فرمایا کیا خدا نے نبی کو بلا کے پاس

وله

دلدادہ ہون مین مجہکو ہے دلدار کی تلاش
مشتاق کو ہے احمد مختار کی تلاش

پایا ہے جسکو مین نے اُسے جانتا ہون شاد
تہی اک زمانہ سے اسی سرکار کی تلاش

وله

مرے نالے مین ہو یارب اثر خاص
کہ رکہین شاہ دین مجہپر نظر خاص

جہان پہونچے وہین بستر جمایا
فقیرون کا نہین ہے کوئی گہر خاص

خیال طیبہ مین خود رفتہ ہونا
یہ ہے عشاق احمد کا سفر خاص

نہ کیون ہون ذکر مین مصروف طائر
کہ سب وقتون مین ہے وقت سحر خاص

وله

دلکو ہے روئے پیمبر سے غرض
آئینے کو ہے سکندر سے غرض

دولت عشق نبی درکار ہے
مال سے کیا کام کیا زر سے غرض

دل کو اپنے یاد حضرت سے ہے کام
لب کو اپنے ذکر سرور سے غرض

وله

ہجر مین رکہتا ہے دل رو نہان سے ارتباط
آنکہہ رونے سے زبان آہ و فغان سے ارتباط

گلشن طیبہ سے میری روح یون مانوس ہے
جیسے ہو بلبل کو اپنے آشیان سے ارتباط

یاد احمد کیون نہ آئے میرے دلمین بار بار
جو مکین ہے اسکو لازم ہے مکان سے ارتباط

وله

پند تیری سنون مین کیا واعظ
ہے محبت مری غذا واعظ

ذکر حور و قصور تا بکجا
وصف محبوب کچہہ سنا واعظ

ہے جو مطلوب منزل مقصود
لے مدینہ کا راستا واعظ

کیا کرے لیکے تیری جنت کو
در محبوب کا گدا واعظ

قصد طوف مزار اقدس ہے
اسمین ہے رائے تیری کیا واعظ

وله

شوق پابوس یہ کہتا ہے کہ چل تیرب کو
کیا کرون بس نہین چلتا کہ ہے قسمت مانع

آپ نے سکو بلایا نہ کیا یاد مجہے
ہوگی اسمین کوئی اللہ کی حکمت مانع

بخشلے تجہے مرے اعمال سے ناراض مجہے
ہو گئی دوڑ کے اللہ کی رحمت مانع

نعت کے باغ لگاتا مین ہزارون اے شاد
مجکو ہوتی نہ اگر تنگی فرصت مانع

جو حضرت نے محبت کا دیا داغ
خیالِ روئے احمد کا ہے یہ فیض
یہ بو دینے لگا عشق نبی کی
جب آیا ہمکو طیبہ کا چمن یاد

وله

ہے آپکی جو گرمیٔ بازار ہر طرف
کوچہ نبی کا یاد جو آتا ہے باربار
قیدی تو بیشمار ہین زنجیر ایک ہے
دیوانہ وار پھرتے ہین عشاق رات دن

وله

کبھی تپان ہے کبھی اشکبار ہے عاشق
صبا یہ اُس شہ خوبی سے عرض کر دینا
خدا کرے کہ ہو میری طلب مدینے سے
وہ شہسوارِ عرب ہین وہ تاجدارِ عجم

وله

رنج و غم درد و الم دلپہ اُٹھائین کبتک
دیکھئے وہ مجھے شکل اپنی دکھائین کبتک
اے فلک روکے نہ تو کوچۂ احمد سے ہمین

وله

دیتا جو روز اک مجھے پروردگار دل
اے شہسوار عرصۂ طیبہ ترے سوا
پروا نہین اگر نہین کوئی شریک حال
ملتی مجھے جو دولت دیدار خواب مین

وله

مین سمجھا ہے چراغ مدعا داغ
چمک کر پھر انور بنگیا داغ
رہے یارب سدا پھولا پھلا داغ
ملا اسے شاد دلکو اک نیا داغ

وله

یوسف سے پھر رہے ہین خریدار ہر طرف
پیشِ نظر ہے خلد کا گلزار ہر طرف
زلف رسول کے ہین گرفتار ہر طرف
پھر تلاشِ احمد مختار ہر طرف

وله

تمہارے واسطے کیا بیقرار ہے عاشق
نگاہ لطف کا امیدوار ہے عاشق
اسی خیال مین لیل و نہار ہے عاشق
خدنگ ناز کا جسکے شکار ہے عاشق

وله

ہجر مین آپکے ہم شور مچائین کبتک
میری بگڑی ہوئی قسمت کو بنائین کبتک
طالب یار ہین جنت مین نجائین کبتک

وله

کرتا خوشی سے مین شہ دین پر نثار دل
کسکے خدنگ ناز کا ہوتا شکار دل
مین غمگسار دل ہون مرا غمگسار دل
ہوتا نہ اسطرح سے مرا بیقرار دل

فرقت کے صدمے ہند مین کبتک اُٹھائین ہم
اپنی نظر مین جو ہے تعین ہے شان ہے
کحل البصر ہے خاک مدینے کی اے صبا
ہو بخت سازگار تو پھر دیکھئے گا لطف

وله

یا محمد کی ہم اُس در پہ صدا دیتے ہین
ہو کے محتاج جو آتا ہے حضور کوئی
دستگیری وہ کیا کرتے ہین مجھہ بیکس کی
بخشواتے ہین گنہگار کو اللہ سے وہ

وله

جسکو ہم سب شہ مکی مدنی کہتے ہین
اسکے دہوکے مین نہ آنا نہ لگانا دل کو
شاد کو طنز سے کہتے ہین مسلمان کافر

وله

ہمسرون مین کوئی ایسا آفتاب نہین
نبی کے عشق مین جس نے کہ موت پائی ہو

وله

ہاتھہ آجائے جو محشر مین تمہارا دامن
بھر دیا دامن امید کو میرے اے شاد

وله

پیش جب بھی شفاعت کرین احمد مجھکو
مشغلہ نعت نبی کا ہے مجھے شکر خدا
ثروت و جاہ و مراتب کی کسے خواہش ہے
خادم غوث بھی ہون اور غلام خواجہ

جی مین ٹھنی ہے یہ کہ مدینے کو جائین ہم
کسطرح ایسے راز کو ظاہر مین لائین ہم
لا دے ذرا کہ آنکھون مین اُسکو لگائین ہم

وله

چلکر مدینے حال سب اپنا سنائین ہم
حاضری اپنی اُنہین روز سنا دیتے ہین
دو جہان سے وہ غنی اُسکو بنا دیتے ہین
میری کشتی کو وہی پار لگا دیتے ہین
شان یون اپنی کریمی کی دکہا دیتے ہین

وله

اہل جنت اُسے ہمر جمنی کہتے ہین
اہل دانش اسے دنیائے دنی کہتے ہین
اسے مہتاب اسے طعنہ زنی کہتے ہین

وله

حضور احمد مختار کا جواب نہین
لحد مین اُسکے لئے عیش ہے عذاب نہین

وله

مجھہ گنہگار کو ہو جائے سہارا دامن
روبرو آپ کے جسوقت پسارا دامن

وله

میرا اللہ کریگا نہ کبھی رد مجھکو
بعد مدت کے یہ ہاتھہ آیا ہے مقصد مجھکو
یہی کافی ہے کہ ہے الفت احمد مجھکو
میرے مولا نے دیا رتبہ بیحد مجھکو

وله

تری ذات ایک ہے یا خدا تری شان جل جلالہ / نہیں تجھسا ہے کوئی دوسرا تری شان جل جلالہ

تو کریم بھی تو رحیم بھی تو عزیز ہے تو معز بھی ہے / ترے نام پر دل و جان فدا تری شان جل جلالہ

وله

اس دل میں ہے مدت سے تمنائے مدینہ / یا رب کبھی مجھکو بھی نظر آئے مدینہ

زاہد کو ہے جنت کی تمنا تو مبارک / ہمکو بھی حسرت ہے کہ ملجائے مدینہ

پتھر پڑیں اُس دل پہ وہ پتھر سے ہے بدتر / جس دل میں نہو شوق و تمنائے مدینہ

کسطرح سے سرسبز نہو مزرع امید / دیکھوں جو کبھی گنبد خضرائے مدینہ

وله

اپنی خودی کو کھوکے اُسے پایا آپ میں / یہ سیر کی ہے آکے عدم سے وجود کی

صل علیٰ نہ کیوں کہیں احمد کے نام پر / پڑھنے کی ہے جگہ تو یہی ہے درود کی

وله

احمد کے سوا عشق کسی کا نکریں گے / ہم عاشق صادق ہیں تو ایسا نکرینگے

دیتا ہے مزہ عشق محمد میں تڑپنا / اس درد کا زنہار مداوا نہ کرینگے

مومن نہیں کہتے نہ کہیں لوگ ہمیں شاد / کافر بھی کہے کوئی تو پروا نکرینگے

وله

مدینہ بھی خداوندا عجب پرنور بستی ہے / جہاں ہر وقت و ہر دم رحمت رب برستی ہے

ترے رتبہ میں کسکو دخل ہے کیا کوئی دم مارے / جو محبوب خدا کا رتبہ پائے کسکی ہستی ہے

وله

تاج لولاک ہے شایان رسول عربی / پر تو شان خدا شان رسول عربی

انبیا جتنے ہیں آپ اُنکے بھی شافع ہونگے / سب کے سب مانینگے احسان رسول عربی

باغ احمد کے ہیں دو پھول حسین اور حسن / یہی دو ہیں گل و ریحان رسول عربی

محمد پہ دل اپنا شیدا ہوا ہے / ستارہ نصیبے کا چمکا ہوا ہے

خداوند عالم ہے جسطرح واحد / حبیب خدا بھی تو یکتا ہوا ہے

فقط نعت گوئی سے اے شاد تجھکو / یہ عزت ملی ہے یہ رتبا ہوا ہے

شہید۔ مولوی غلام امام

شہید تخلص۔ غلام امام نام۔ آپ شاہ غلام محمد مرحوم کے فرزند ہیں آپکے والد امجد مشاہیر مشائخ سے تھے۔ آپکا وطن اصلی قصبہ امیٹھی ضلع لکھنؤ ہے۔ آپ سن شعور کے ابتدا میں کسب علوم کیطرف متوجہ ہوئے۔ کتب متداولہ درسیہ مولوی حیدر علی صاحب فیض آبادی مولف منتہی الکلام کی خدمت میں تحصیل کیں۔ اور زبان فارسی میں بھی استعداد کامل پیدا کی۔ شعرگوئی میں ابتداءً مرزا قتیل و مصحفی و شیخ غلام مینا ساحر سے اصلاح لیتے رہے آغا سید اسمعیل مازندرانی سے فن شاعری میں تعلیم کامل پائی۔ آپکی طبیعت برق رخشان تھی آغا سید محمد اصفہانی و میرزا ناطق مکرانی کے ہم طرح و ہمسر تھے۔ ہر مشاعرہ میں سخنوران معاصر سے میدان سبقت میں بڑھجاتے تھے۔ آپ مداح حضرت سالتماب و حاجی بیت اللہ و عاشق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ اکثر آپکے قصائد و غزلیات نعت و حمد میں مشہور و معروف ہیں۔ اور رسائل میلاد شریف بھی متداول ہیں آپکے قصائد نعتیہ مضامین شیرین و معانی رنگین میں ڈوبے ہوئے ہوتے ہیں ہر ایک شعر سے خوبی و خوش اسلوبی مترشح ہوتی ہے اور ہر ایک لفظ و فقرہ سے تازگی و شادابی واضح علاوہ ازیں آپکا کلام نہایت درد آمیز و رقت انگیز ہوتا ہے کہ عاشقان جمال محمدی اسکے سننے سے وجد و حال میں نیم بسمل کیطرح پھڑکتے ہیں اور ماہی بے آب کی مثل تڑپتے ہیں۔ کلام پرتاثیر شیفتگان محمدی کے قلوب پر موثر ہوتا ہے ہر ایک عالم بیخودی میں بیتابانہ وا محمدا وا محمدا چلاتا ہے۔ مجلس میلاد میں آپکے قصائد خوانی سے وہ اثر ہوتا ہے کہ سامعین دل سے بیدل و خودی سے بیخود ہوجاتے ہیں۔ آپ الہ آباد میں عہدہ پیشکاری صدر نظامت پر

امور تھے۔ تقریباً بیس بائیس سال تک خدمت مفوضہ کا کام عمدہ طرح سے ادا کرتے رہے حکام وقت آپ کے کام سے بہت خوش تھے۔ آپکی عزت و آبرو کرتے تھے۔ آپ حالت ملازمت میں بھی اکثر مجلس میلاد منعقد فرماتے تھے۔ اور مجلس میں عمدہ عمدہ کھانے اور اقسام کے حلوے مہیا کرتے تھے۔ بزرگان کرام و فقرا و غربا و احبا کو مدعو فرماتے تھے۔ اور مجلس میں خود قصائد نعتیہ کو نہایت خوش اندازی سے پڑھتے تھے۔ آپکے پڑھنے سے مجلس میں حیرت کا عالم قائم ہو جاتا تھا۔

نواب محی الدولہ بہادر جو شیدائے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے آپکے رسائل میلاد و کلام نعتیہ کو دیکھکر آپکے دیدار کے مشتاق ہوئے۔ ایک ہزار روپیہ دراہ بھیجکے شہر حیدرآباد دکن میں بلائے۔ آپ حسب طلب نواب ممدوح نوکری ترک کرکے شہر میں آئے۔ معزز و مکرم ہوئے۔ سرکار عالی نظام سے چار سو تیس روپیہ ماہانہ بلا شرط خدمت مقرر ہوا۔ شہر میں نہایت آرام و آسائش سے زندگی بسر کرتے رہے۔ جب آپ دکن سے حرمین شریفین گئے۔ اسوقت مہاراجہ گردہاری پرشاد باقی نے زاد و راحلہ اپنے جیب خاص سے عطا فرمایا۔ اور نواب سر سالار جنگ مرحوم نے بھی پانسو روپیہ اعانت کی آپ حرمین میں پہنچ گئے۔ وہان مجالس میلاد متعدد مراتب مکہ و مدینہ میں منعقد فرمائے۔ لکھنو و آگرہ و مرادآباد و رامپور و الہ آباد و حیدرآباد وغیرہ میں آپ کے مریدین تقریباً ہزار سے زیادہ تھے۔ نواب سر سالار جنگ مرحوم و نواب کلب علیخان والی رامپور و سعید عالم خان رئیس سورت آپکی بہت تعظیم و تکریم کرتے تھے۔ آخر سنہ ہجری میں بہشت بریں روانہ ہوئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آپکے رسائل و دیوان نعتیہ متداول و معروف ہیں۔ میں انہیں رسائل و دیوان سے چند اشعار تبرکاً ہدیہ

ناظرین کرتا ہون ھو ھذا

بخت د شکر بکام معانی بیان ما — گویا زبان تو بود اندر دہان ما
بسکہ از نقش دوئی گشتہ تہی سینۂ ما — عکس ما نیز نگنجید در آئینۂ ما
چون بوئے گل بدوش کسے نیست بار ما — بردامن صبا نہ نشیند غبار ما

ولہ

نباشد از نزاکت تاب احسان طبع عالی را — حباب از آب برپا بر نسازد جام خالی را
در آغوش تصور میکشیم ساقی ترا ہر دم — فروزان می کنم زین شمع فانوس خیالی را

ولہ

غیرت عاشقی ببین رشک نگر جدائی را — سایہ نیافریدہ اند آن قد دلربائی را
خستہ دلان تو ہر طرف منتظر بصف — رخصت یک نظارہ دہ نرگس سرمہ سائی را

ولہ

آن شوخ ستمگار بما ہست و بما نیست — چون عکس کہ در آئینہ جدا ہست و جدا نیست
گر زندہ کند گاہ کشد خستہ دلان را — طرز نگہش حکم قضا ہست و قضا نیست

ولہ

دلرا بیک کرشمۂ دلکش گرفت و رفت — سرگرم عشوہ آمد و آتش گرفت و رفت
شمیم زلف تو در آستین صبا وزدید — تبسم دہنت غنچہ در قبا وزدید
چو نافہ بود نہان بوئے زلف تو بدلم — نسیم صبح نمیدانم از کجا وزدید
حنا بران کف پا بستہ بخون جگر — شہید دست تو مضمون پیش پا وزدید

ولہ

مرا بگوشۂ ابرو سلام کرد و نکرد — وزان دو چشم سخنگو کلام کرد و نکرد
مرا بگوشۂ چشمی ز ناز دید و ندید — بہ نیم جرعۂ سرمست جام کرد و نکرد

ولہ

بہ پرورش دیدم دل خود را بسوئے من ندید — بسکہ مصروفش بشغل بوسہ چیدن یافتم
وقت پیری شد لقائے آن بت سرکش نصیب — چون کمان پابوسی تیر از خمیدن یافتم
جان وقف سر راہ کسے کردم و رفتم — ہمپائے بانگ جرسے کردم و رفتم

میرفت سحر قافلۂ بوئے بہاران — من نیز چو شبنم ہوسے کردم و رفتم
گلبانگ زدم بر قدم جان چو سپندے — خوش ہمرہے ہم نفسے کردم و رفتم
صد شکر کہ صید ملک الموت نگشتم — جا نزاہدف تیر کسے کردم و رفتم
ہر جا کہ ازان لعل شکر خا سخنے رفت — پرواز ببال مگسے کردم و رفتم

شہید۔ میر احمد علیخان دہلوی

شہید تخلص۔ میر احمد علیخان نام۔ آپ سید جعفر علیخان بہادر کے فرزند دلبند ہیں۔ آپ کے والد ماجد کے جد بزرگوار سید نوازش علیخان کا حسبی سلسلہ نواب سربلند خان بہادر دلاور جنگ مبارز الدولہ مبارز الملک صوبہ دار گجرات سے منتہی ہوتا ہے محمد شاہی امراء میں تھے۔ جاگیر و انعام سے سربلند۔ میر احمد علیخان کی ولادت شہر دہلی میں واقع ہوئی۔ اور دہلی کی سرزمین میں تربیت و تعلیم پائی۔ علوم عربیہ میں فراغت حاصل کرکے فن شاعری و انشا پردازی کیطرف متوجہ ہوئے۔ چند ہی مدت میں کامل ہوگئے۔ آپکو حضرت شاہ نصیر دہلوی مغفور سے تلمذ تھا۔ علاوہ علوم عربیہ و شاعری و رمل و عملیات میں بھی مہارت کاملہ رکھتے تھے۔ فارسی میں ناظم و ناثر تھے۔ آپکی نثر منشیانہ فاضلانہ و نظم شاعرانہ شیرین و رنگین ہوتی تھی۔ نقادان سخن کو آپکے کلام بلاغت انجام سے لطف و مزہ حاصل ہوتا تھا۔ اور آپ فارسی و اردو زبان میں بھی کلام موزون فرماتے تھے۔ آپکے اشعار نہایت ہی سنجیدہ و برجستہ ہوتے ہیں ہر ایک کا مضمون نازک خیالی و شیرین مقالی سے مملو ہوتا ہے کوئی شعر نزاکت و لطافت سے خالی نہیں۔ آپکے جملات و فقرات گویا شکر پارے ہیں

ناظرین و سامعین کو دیکھنے و سننے سے حلاوت تازہ و لذت بے اندازہ ہمدست ہوتی ہے آپ وطن میں امثال و اقران میں لائق و فائق مانے جاتے تھے۔ آپ بکشش آب و خورش جاہی ہند سے حیدرآباد دکن میں آئے اسوقت نواب سکندر جاہ بہادر کا آخر عہد تھا۔ بارگاہ سکندری میں باریاب ہوکے اہل مناسب کے سلسلہ میں منصب مناسب پر مقرر ہوکے غفران منزل نواب ناصر الدولہ بہادر کی خدمت میں معین ہوئے۔ جب سنہ ۱۲۴۴ ہجری میں سکندر جاہ بہادر بہشت بریں روانہ ہوئے۔ اور نواب ناصر الدولہ بہادر مسند نشین ہوئے تو نواب ناصر الدولہ بہادر نے آپکو خلعت و خطاب میر الشعراء و اضافہ منصب سے سرفراز فرمایا آپ تا زندگی عہدۂ منصب داری پر معزز و سرگرم رہے آخر آپنے سنہ ۱۲۹۲ ہجری میں اس دار فنا سے عالم بقا کیطرف رحلت کی۔ آپ خوش اخلاق و بزرگان سلف کی طرح وضع داری و خاکساری کے پابند تھے۔

من اشعارہ الفارسی

ساقیا معجزۂ حضرت موسی داری — ساغر بادہ بکف چون ید بیضا داری
ایدل اندیشۂ آن زلف چلیپا داری — در سر خویش ندانم کہ چہ سودا داری
ایدل از داغ چو طاؤس تماشا داری — نہ سر باغ نہ اندیشۂ صحرا داری
نعل و میخ است زکفش تو ہلال و انجم — آسمان دگری زیر کف پا داری
غمزہ و عشوہ و انداز و ادا و آنے — چشم بد دور کہ در خود ہمہ یکجا داری
دل من شاد کہ چون تو گل رعنا دارم — وقت تو خوش کہ چو من بلبل شیدا داری
تا زلب حرف زنی مردہ صد سالہ زید — کن مرا زندہ کہ اعجاز مسیحا داری
بسراغ کمرش نیست نشانے بدل — گوشہ گیری بجہان شہرت عنقا داری

لب اظہار تو چون غنچہ نہ از ہم وا شد — ایدل غمزدہ آخر چہ تمنا داری
نظر آنجا کہ فتد باز نگردد در چشم — ہمچو آئینہ چہ دلچسپ سراپا داری
کم نہ فردائے قیامت نبود فردایت — کہ بفردا متعلق پس فردا داری
دل صد پارہ ام البتہ گلوگیر تو شد — نہ حمایل بگلو از گل حمرا داری
بخیہ کردی دل مجروح مرا از مژگان — ہنرت بہ کہ بکف سوزن عیسا داری
روئے تو روشن و آویزۂ دُر در گوشت — جلوۂ حسن مہ و عقد ثریا داری
اے شہید از مے عشق است ترا مدہوشی — نہ غم دین و نہ اندیشۂ دنیا داری

من اشعارہ الہندی

مانگ کا خورشید رو کے خط جو پیدا ہو گیا — دن دیئے ظلمات کا موجود رستا ہو گیا
کیا کمال انسان مین تھا عشق کی تاثیر سے — سجدہ گاہ عرشیان مٹی کا پتلا ہو گیا

ولہ

گدا کو سایۂ بال ہما سے کیا مطلب — درخت خشک کو نشو و نما سے کیا مطلب
مریض عشق کو دار الشفا سے کیا مطلب — ہمارے درد کو عیسی دوا سے کیا مطلب

ولہ

وصل ہے زلف و رخ یار مین اب — ربط ہے کافر و دیندار مین اب

ولہ

جو دیر لگتی ہے صاحب تمہارے آنے مین — تو باقی کچھہ نہین رہتا ہے جان جانے مین
تو کس لئے مرے درپے ہوا ہے ایصیاد — حصول کیا تجھے اک مشت پر کے پانے مین
پان کھا کر ہونٹھ دکھلانے لگے — مین شہید اور رنگ تم لانے لگے

ولہ

نہ فکر زر کی نہ پروائے مال و جاہ رہی — فقط نظارۂ یوسف لقا کی چاہ رہی
سیاہ بختی مجنون خوش آئی لیلی کو — بنا کے آپ بھی اک خیمۂ سیاہ رہی
شہید فکر کرو ورنہ آگے مشکل ہے — جو ایسا عشق رہا اور ایسی چاہ رہی

شہیر حکیم محمد عبد اللہ خان صاحب

شہیر تخلص۔ محمد عبد اللہ خان صاحب نام۔ آپ حکیم اللہ خان کے خلف الصدق مین۔ آپ کے بزرگ خوانین بھکر سے مین ملازمت کی وجہ سے ناگور مین آئے۔ اور وہان سکونت پذیر ہوئے۔ آپکے والد یا جد کی ولادت ناگور مین واقع ہوئی تھی اسوجہ سے ناگوری کہلاتے مین۔ ناگور سے برار مین آئے۔ اور برار مین متوطن ہوئے۔ اور اسی ملک مین قضاۃ کے خاندان کی لڑکی سے شادی کرلی۔ آپکی ولادت برار مین واقع ہوئی اور نشو و نما بھی اسی ملک کی آب ہوا مین ہوئی۔ عالم شباب کے قریب آپنے مولانا مولوی عبد اللہ صاحب بل مرادونی کی خدمت مین تعلیم پائی۔ کتب درسیہ متعارفہ کچھہ ان سے اور دیگر استادون سے پڑہین صاحب فضل و کمال ہوئے انشا پردازی مین بے نظیر نظم و نثر مین آفتاب منیر ہوئے۔ طبیعت مین جولانی اور دماغ مین نازکخیالی خداداد تھی۔ دل مین بینائی و دانائی کا دریا موجزن اور دماغ مین ذکاوت و فطانت برق افگن تھی۔ زور طبیعت سے شعرگوئی کے میدان مین قدم رکھا اقران و امثال سے کئی قدم آگے بڑہ گئے۔ اور سبقت مین بازی لیگئے۔ جو کچھہ کہتے مین خوب کہتے مین کلام سے شستگی و پختگی نمایان نازکخیالی و شگفتہ بیانی عیان ہے۔ آپ دونون زبان یعنی فارسی و اردو مین کہتے تھے ہر ایک زبان مین کلام بامحاورہ ہوتا تھا۔ آپکا ہر ایک شعر لطافت و نزاکت مین ڈوبا ہوا نظر آتا ہے۔ فصاحت و بلاغت مین تولا ہوا ہوتا ہے آپکے کلام رنگین و اشعار نمکین کے مطالعہ سے اہل مذاق کو لطف و مزہ آتا ہے فصاحت و بلاغت مین تولا ہوا ہوتا ہے آپکی کلام رنگین و اشعار نمکین کے مطالعہ سے

اہل مذاق کو لطف و مزہ آتا ہے۔ آپ علم طب مین مہارت کامل رکہتے تہے۔ آپ کی
تشخیص نہایت درست تہی۔ مریض کی بیماری مین خوب غور و فکر کرتے تہے اور تمام
حالات جزئیات سے واقف ہو کے سوچ سمجہکر نسخہ تجویز کرتے تہے۔ ادویہ کے اوزان
مزاج کے موافق لکہتے تہے۔ آپکا نسخہ سنجیدہ و برگزیدہ ہوتا تہا۔ جو بیمار آپکی ہدایت
کے موافق ادویہ کو استعمال کرتا دنون مین شفا پاتا تہا۔ آپ اور اطبا کیطرح بغیر سوچے
سمجہے نسخہ نہین لکہتے۔ نہ کسیکو دوا دیتے۔ بیمار کے مزاج کا بڑا لحاظ رکہتے تہے۔ آپکے
پاس اکثر مریض ایسے آئے مین جنکو ڈاکٹرون اور اطبانے ناامیدی کا جواب دیا۔ آپنے
نبض و قارورہ ملاحظہ کرکے نسخہ دیا۔ عنایات الٰہی سے تیسرے دن ہی صحت کے آثار معلوم
ہونے لگے۔ چند روز کے معالجہ مین صحت کامل پا جاتے تہے۔ لوگ کہتے تہے کہ آپکے
ہاتہہ مین شفا ہے۔ یہہ قبولیت عامہ خداداد تہی۔ ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء
آپ ملکی انتظام مین عقل کل تہے۔ جب تک سرکاری ملازمت کے صیغہ مین تہے
اپنی خدمت مفوضہ کا کام عمدہ طرح سے انجام دیتے تہے کبہی آپکے کام پر حرف گیرون
کو حرف گیری کا موقع نہین ملا۔ ہمیشہ پاک و صاف رہے کسی سے کوئی تعلق نہین
فرمایا۔ پیشتر نواب میر عالم علیخان بہادر جاگیردار جاموڈ خاندیش کے ملازم تہے اور انکی خدمت مین
مدت تک رہے۔ آپ سنّی اور جاگیردار صاحب امامیہ تہے۔ معاملہ ضدین تہا۔ مگر
آپکی لیاقت و قابلیت اس درجہ کی تہی کہ نواب صاحب آپکو عزیزون سے زیادہ عزیز
رکہتے تہے۔ نواب کی رحلت کے بعد چند مدت انگریزی عہد مین برار مین عدالت
منصفی مین ہیڈ منشی گری کی خدمت پر مامور رہے۔ عدالت برخاست ہونیکے بعد
انگریزی ملازمت مین داخل ہوئے۔ چند مدت تک داروغگی کی خدمت پر مامور رہے

پہر داروغگی سے علیحدہ ہوکر نواب کے داماد میر مہدی علیخان کی خدمت مین بسر کرتے رہے
تمام نواب کی جاگیرات آپکی اختیار مین تہین۔ سفید و سیاہ کے آپ مالک تہے مہدی علیخان
مرحوم کے بعد انکی اولاد کے نزدیک ہی ہے۔ ان کے فرزندون نے آپکی کچہہ قدر نہین
کی اور نہ آپکے کام کی داد دی۔ آپ استعفا دیکر الگ ہوئے۔ نواب مختار الملک اول
کا زمانہ تہا آپنے نواب سے منصب کی درخواست کی۔ نواب صاحب نے قدر دانی سے
۶۰ روپے ماہوار مقرر کر دئے۔ آپکی گذر اوقات کا مدار اسی تنخواہ پر تہا۔
اوائل مین آپکے خیالات فلاسفانہ تہے۔ صوفیانہ طریق کے جویا تہے۔ صلح کل کے پیرو تہے
کیا ہندو کیا مسلمان سب سے ایک ہی طریق سلوک فرماتے تہے۔ آپ سے سب خوش تہے
آپکا کوئی شاکی نہین تہا۔ آپ بزرگان دین و صوفیان یقین کے مقتدی۔ اطیعو اللہ
و اطیعو الرسول کے مہتدی۔ آپ متشرع متدین متقی و پرہیزگار تہے۔ پاکیزہ دین و پاکیزہ
دل صوم صلوٰۃ کے پابند۔ قال اللہ و قال الرسول کے کاربند۔ رات دن عبادات الٰہی مین
مصروف تلاوۃ قرآن و وظائف و اذکار مین مشغول رہتے تہے۔
خوش مزاج۔ و خوش خلق ہر ایک سے نہایت کسر نفسی سے ملتے تہے۔ نیک سیرت و پاکیزہ
صورت تہے۔ حلیم الطبع و سلیم الوضع استقلالی و وضع داری مین بے بدل زمانہ بدلجائے
مگر وہ اپنی وضع سے نہین بدلین گے۔ ہزار آفتین و گردشین سر پر آجائین وہ استقلال سے
ذرا نہین ہٹین گے۔ آپ متوکل و قانع تہے۔ کسی سے خواہان نہین ہوئے۔ کیا امیر کیا فقیر
آپکو کسی سے پروا نہین تہی۔ عزلت گزین تہے۔ گہر سے باہر نہین جاتے تہے۔ فقیر مولف
کے استاد ہین۔ اوائل مین کتب فارسیہ اور ابتدائی عربیہ آپ سے پڑہین اور مجہکو آپ ہی کی فیض
صحبت کی برکت سے طالب علمی کا شوق ہوا۔ اولاً آپ ہی کی ترغیب سے بمبئی گیا اور

اور تحصیل علم کیطرف متوجه ہوا ایک مدت مین تکمیل کتب سے مشرف ہوا۔ مین آپکی توجه وعنایت کا مشکور ہون۔ آپ حیدر آباد دکن محله مستعد پوره مین سکونت پذیر تھے

آپکی رحلت کی کیفیت

آپکا خاتمه بخیر ہوا۔ ان کے اعمال و افعال اسبات پر دلالت کرتے ہین که وه بہشت برین مین داخل ہوئے ہون گے۔ آپکو تین روز تک سکرات کی شدت رہی۔ تیسرے دن اعزه و اقارب آپکے گرد جمع تھے۔ آپنے حاضرین سے پوچھا اسوقت کیا وقت ہے۔ حاضرین نے جواب دیا که ظہر کا وقت ہے۔ آپ سنتے ہی اُٹھه کھڑے ہوئے قریب تھا که زمین پر گرین حاضرین نے آپکو تھاما۔ اور عرض کیا که آپ کہان جاتے ہین۔ فرمایا ظہر کی نماز ادا کرنا چاہتا ہون بعد ازان آپ فرش پر بیٹھه گئے۔ تکیه پر تیمم کیا بسمت قبله متوجه ہوکے تکبیر تحریمه شروع کی سورهٔ فاتحه و ضم سوره سے فارغ ہوکے رکوع کرکے سجده مین سر زمین پر رکھا۔ فوراً حالت سجده مین آپکی روح نے جسم عنصری سے عالم بقا کو پرواز کی۔ انا لله وانا الیه راجعون۔ حاضرین نے آه و زاری کی اور مرحوم کی رحلت پر افسوس و حسرت ظاہر کیا بعد ازان تجہیز و تکفین کرکے آپکو کمر کی گلبنڈ کے قریب ڈہول پیٹه مین دفن کیا۔ یهه واقعه ربیع الاول ۱۳۱۸ سنه ہجری مین واقع ہوا۔

آپ کی عمر تقریباً اسی سال سے متجاوز تھی۔ آپکی باقیات الصالحات سے تین دختر نیک اختر ہین تینون کی شادیان آپکی زندگی مین ہوگئی تھین۔ سرکار عالی نظام کے امتیازی منصبدارون کے صیغه مین ملازم تھے۔ ساٹھه روپئے وظیفه پاتے تھے۔ مرحوم کی بیوی صاحبه کوشش کررہی ہے که مرحوم کی تنخواه اون کے نام پر منتقل ہوئے اتبک فیصله نہین ہوا ہے دیکھئے کیا ہوتا ہے خدا انکو کامیاب کرے۔ آپکا ذاتی مکان مستعد پوره مین ہے۔

آپکے جسقدر اشعار میرے پاس تھے۔ وه تمام موسی ندی کی طغیانی مین تلف و برباد ہوگئے۔ اسوجه سے صرف حال پر اکتفا کیا گیا اگر ملجائینگے تو آئینده ضمیمه مین لکھونگا۔

شفیق۔ لچھمی نرائن اورنگ آبادی

شفیق تخلص۔ قوم کہتری کپور سے ہے۔ اورنگ آبادی المولد۔ آپکے جد بزرگوار بہوانیداس عالمگیری لشکر کے ہمراه لاہور سے دکن مین آئے۔ اور اورنگ آباد مین متوطن ہوئے۔ نوکر پیشه تھے۔ زندگی بصیغهٔ نوکری بسر کرتے تھے۔ صاحب اولاد ہوئے۔ انکا متوسط فرزند رائے منسا رام تھا۔ جب منسا رام دس برس کا ہوا جد مذکور فوت ہوا یتیم مذکور لاله جسونت رائے ہم قوم کے سایهٔ عنایت مین رہا لاله کی سرپرستی مین تعلیم و تربیت پائی۔ نواب آصف جاه غفران پناه کے زمانه مین چهه صوبجات دکن کا پیشکار رہا۔ چالیس برس تک خدمت مفوضه پر مامور رہا۔ امانت و دیانت سے اپنا فرض منصبی ادا کیا۔ جناب آزاد نے نواب صمصام الدوله بہادر مرحوم سے سفارش کرکے منصب سے سرفراز کرایا۔ اور دکن کے بخشی الممالک کی پیشکاری پر بہی مامور۔ منسا رام دونون خدمتون کو عمده طرح سے ادا کرتا تھا۔ محنتی و جفاکش تھا۔ مالک کی تابعداری مین سرمو فرق نہین کرتا تھا۔ دربار آصفی نام کا ایک رساله مختصر لکھا ہے۔ اسمین مغفرت مآب آصفجاه اول کی تعریف اور اُن کے عہد کے قوانین لکھے۔ رساله مذکور مطبوع ہوچکا ہے۔ اور ایک دکن کا گوشواره بہی لکھا ہے۔ بست و دوم صفر ۱۱۵۸ سنه ہجری مین شفیق صاحب ترجمه کی ولادت اورنگ آباد مین ہوئی۔ ابتدائے تمیز سے حضرت میر غلام علی آزاد کے خدمت مین تربیت و تعلیم پائی۔ آزاد کی توجه سے صاحب استعداد ہوا۔ سفید و سیاه سے واقف۔ نواب

صمصام الدولہ کے زمانہ مین منصبِ خطاب ولی چند سے سرفراز ہوا۔ اور آزاد بلگرامی شفیق کے حال پر نظر شفقت و محبت رکہتے تہے۔ چنانچہ خود شفیق حضرت آزاد کی شان مین لکہتا ہے ؎

لامکان است مقام آزاد — فوق عرش است خرام آزاد
سبحہ گردان ز کواکب ہر شب — ملک رہبرست بنام آزاد
خرمن ہستئ اعدا سوزد — برق رخشان حسام آزاد
در گلستان جہان ہر گل و خار — مورد رحمت عالم آزاد
جدّ او ساقی کوثر باشد — آب خضر است بجام آزاد
گل شود گوش ہمہ تن چمن — کہ برد باد پیام آزاد
پیش آئینہ ضمیر آن طوطی — میکند وصف کلام آزاد
اے خداوند جہان باد مدام — ساغر عیش بکام آزاد
صاحب ہر دو جہانست شفیق — ہر کہ گردید غلام آزاد

ابتدا مین شفیق کم کم کلام موزون کرنے لگا۔ اور کلام مین تخلص صاحب کرتا تہا۔ جب آزاد اس تخلص سے واقف ہوئے تو اسکو ۱۱۷۶ھ ہجری مین شفیق تخلص عطا فرمایا اور آپنے فرمایا کہ میر محمد مسیح صاحب تخلص فارسی مین ایک شاعر گذرا ہے۔ چونکہ شفیق ہندی و فارسی دونون زبان مین کہتا ہے۔ زبان ریختہ مین تخلص صاحب بحال رکہا۔ اور فارسی مین شفیق۔ تاریخ مرحمت تخلص ؎

حضرت فیض بخش آزاد — کردند مرا تخلص انعام
گفتم تاریخ این عنایت — امداد شفیق شد مرا نام

شفیق صاحب ترجمہ آزاد کے ارشد تلامذہ سے ہے۔ شاعری و سخن سنجی و تاریخ نویسی و تالیف مین فرد کامل تہا۔ اُسکے نتائج طبع نہایت صاف و شستہ و شفاف و برجستہ ہوتے مین پرگو ہے آپکا دیوان فارسی و اردو ضخیم ہین۔ ابہی تک مطبوع نہین ہوئے ہین گل امر مرہون باوقاتہا کے انتظار مین گوشہ گمنامی مین پڑے ہین۔ فقیر نے اکثر تذکرون مین اُن کے اشعار چیدہ چیدہ دیکہے ہین۔ انہین منتخبہ سے انتخاب کرکے گزارش کرتا ہون آپ کی تالیفات سے۔ مآثر آصفی۔ و مآثر حیدری۔ و تذکرۂ گل رعنا۔ و تذکرۂ شام غریبان و بساط الغنائم۔ و مرآت الہند۔ و نخلستان۔ و تذکرۂ گرو بابا نانک۔ و چمنستان شعرا وغیرہا مین۔ تذکرہ نویسی مین میر غلام علی آزاد کے قدم بقدم چلتا ہے۔ جو کچہ لکہتا ہے نہایت تحقیق کے ساتہہ لکہتا ہے جس شخص یا جس چیز کی حالت اگر لکہتا ہے تو پورا پورا اسکا ما لہ و ما علیہ صاف صاف بیان کر دیتا ہے۔ شفیق کو یہہ لیاقت آزاد کی توجہ و عنایت کی بدولت حاصل ہوئی تہی۔ دکن مین اگرچہ آزاد کے اکثر تلامذہ صاحب تالیف ہین لیکن شفیق ارشد تلامذہ سے ہے۔

من اشعارہ الفارسی

مصرع ابروے او بسم اللہ عنوان ما — مصحف رخسارۂ او دین ما ایمان ما
بسکہ از گفتار ما ریزند یاران رنگہا — گرد صورت گران شد صفحۂ دیوان ما

وله

بر دل ما اتفاقی ہست چشم یار را — الفتی بسیار با مینا بود میخوارہ را
چشم او بر ما نگاہے گر ندارد غیبت — می شود پرہیز لازم مردم بیمار را
گر خود آرائی ہوس دارد شود عرض شفیق — اندکے تحریف باید چہرۂ گلنار را
تعالی اللہ چہ دولت شد میسر ناگہان امشب — کہ آمد بر سر بالین من آن جان جان امشب

ہم آغوش شد بجانان طالع بیدار نازم
غنچہ ہا شگفت و طفل گلعذارم برگشت
گریہ می آید مرا بر حال خود در فصل گل
ہر کسے را میرسد نوبت بدور آسیا
چہ ستمہا بدل از چشم سیہ مست تو رفت
شکست توبۂ ما را بہار شد باعث
خدا گواہ کہ می را بلب نیالودم

اگر در خواب نوشین است چشم آسمان امشب
صد گریبان پارہ شد دامن ہموارم برگشت
گشت آب فتنام در جو نگارم برگشت
بر مراد خاطر من روزگارم برگشت
شیشۂ تحفۂ افسوس کہ از دست تو رفت
ہزار بار نوائے ہزار شد باعث
برائے مستی من چشم یار شد باعث

شعلہ - میر کاظم علیخان دہلوی

شعلہ تخلص - میر کاظم علیخان نام - آپ میر احمد علیخان شہید دہلوی کے فرزند رشید ہین - آپکے بزرگان سلف شرفا و امرا کے زمرہ سے تھے - چنانچہ مولف فقیر نے خاندانی شرافت حسبی و نسبی کا ذکر شہید کے ترجمہ مین پورا بیان کر دیا ہے - اب یہان اعادہ کی ضرورت نہین - صاحب ترجمہ کا ذاتی حال لکھتا ہون - آپکی ولادت ۱۸ تاریخ شہر رجب سنہ ۱۲۵۲ ہجری مین واقع ہوئی - مسقط الراس شہر حیدرآباد دکن ہے آپکی نشو و نما بھی یہان کی آب ہوا مین ہوئی - مدرسہ دار العلوم مین پانچ چھہ سال تک تعلیم پائی - کتب درسیہ متداولہ فارسی و عربی سے فراغت حاصل کی - امتحان دیکر مدرسہ سے لیاقتنامہ و سند کامل ہمدست کی - علاوہ فارسی و عربی بقدر ضرورت انگریزی بھی پڑھ لی - آپکی طبیعت فطرۃً شعلۂ جوالہ کی طرح ترقی کے اوج پر عروج کر رہی تھی - تحریر و تقریر کے دریا مین موج زن ہو رہی تھی - ایسی حالت مین موروثی شعر و شاعری کے طرف مائل ہوئی - ذاتی استعداد

و لیاقت خداداد سے کلام موزون کرنے لگے - اور والد ماجد سے اصلاح لینے لگے - والد کی اصلاح سے روز بروز کلام کی خوبی بڑھنے لگی - چند ہی ایام کی مشق و اصلاح مین کلام سنجیدہ و پسندیدہ ہو گیا - پس آپ شعرا کے مشاعرے مین جانے لگے - معاصرین کے ہمطرح و ہم سنگ ہوئے - آپکا کلام فصاحت و بلاغت سے مملو ہوتا ہے - اور صنایع و بدایع لفظی و معنوی مین ڈوبا ہوا - فارسی و اردو دونون زبان مین کلام موزون فرماتے ہین ہر ایک زبان کے محاورات و اصطلاحات سے ماہر و کامل تھے - کلام سے اہل زبان کی شان دکھلائی دیتی ہے - آپ باوجود ملازمت سرکاری طلبہ کو درس و تدریس سے بھی مستفید فرماتے تھے - اکثر طلبہ و نوآموز شعرا آپکی خدمت مین استفادہ کرتے تھے - آپ اساتذہ جہاندیدہ مین شمار کئے جاتے تھے - آپ عدالتی امور مین بھی نہایت ہی لائق و فائق تھے - متعدد محکمون مین حکام بالادست کی زیر دستی مین کام کرتے رہے - حکام نے وقتاً فوقتاً آپکے انتظام و خوبی کام کی بابت خوشی کا اظہار کیا ہے - مولوی نصر اللہ خانصاحب خورجوی ناظم عدالت فوجداری نے اپنے مولفہ تاریخ دکن مین آپکی کارگزاری و تجربہ کاری و ہوشیاری کی بہت تعریف لکھی ہے - مدۃ العمر آپ سرکاری خدمات کو امانت و دیانت کے ساتھہ ادا کرتے رہے - نیک محضر و خدا ترس تھے - وضعداری و ملنساری کے پابند تھے - طلبہ کے ساتھہ ہمدردی سبقاً و طبقاً فرماتے تھے - فقیر مولف کو آپسے شناسائی تھی - بعض محافل مین کبھی کبھی باہم ملاقات ہو جاتی تھی - آخر آپنے بتاریخ ۲۰ ماہ جمادی الاخری سنہ ۱۳۳۰ ہجری مین اس دار فانی سے بعالم جاودانی رحلت کی - انا للہ و انا الیہ راجعون - آپکے باقیات صالحات سے دو خلف الصدق ہین ایک حکیم سید نوازش علی صاحب متخلص بہ لمعہ دوسرے حکیم سید نادر علیصاحب

التخلص رعدہین۔ ماشاء اللہ دونون بھی مصداق الولد سر لابیہ لائق و فائق ناظم و ناثر ہین اللہم سلمہما اللہ بالخیر والعافیہ۔ آب مین شعلہ صاحب ترجمہ کے چند اشعار فارسی و ہندی بطور نمونہ گزارش کرتا ہون۔

من اشعارہ الفارسی

در گلشن عشق است چو بلبل وطن ما | خرم چو بہشت ست بہار چمن ما
خون در دل یاقوت بود از لب لعلش | زانست کہ رنگین شدہ شیرین سخن ما
بہار آمد بیا ساقی در میخانہ را بکشا | بزن مستانہ ساغرہا و ہر شیشہ ہا بکشا
نہان تا کے بماند شمع اندر پردۂ فانوس | نقاب از چہرہ ات اے شعلہ رو بہر خدا بکشا
آنکہ بخشید ترا حسن خود آرائی را | او عطا کرد بمن صبر و شکیبائی را
اسم حق ورد کن ای دل کہ ہمہ ذکر کنند | صبحگاہان بنگر طائر صحرائی را
سید ہاشمی و منبع جود و کرمی | نبی مکی و امّی و شفیع الامی
نظر لطف شہا بر من مسکین فرمائے | کہ منم ذرۂ بیتاب تو مہر کرمی
چند اشان براقت کہ زنہ چرخ گذشت | مرحبا شاہسوار عربی و عجمی
سائلے از حرم پاک تو محروم نگشت | بارک اللہ چہ کریمی و چہ عالی ہممی
زان سبب آمدہ در شان تو لولاک لما | کہ تو بر جملہ رسل اکرمی و محترمی
ہست از پرتو انوار تو عالم روشن | آفتاب رسل و معنی لوح و قلمی
چند اشان رفعت کہ رسیدی تا عرش | شب معراج ز اعجاز زیادہ تو کمی
سرور اوردولے وارم و بس رنجورم | داروئے درد عطا کن کہ تو باب حکمی
کن عطا خدمت جاروبی آن روضہ پاک | یا حبیب الصمدی انت ولی النعمی

گر وصل بھی ہو جاتا اکبار تو کیا ہوتا | دامن مجھے قاتل کا دامان قضا ہوتا
دامن کش قاتل گر خون شہید ہوتا | یون قتل پر آمادہ ظالم ہوا ہوتا
وہ شوق شہادت ہے سو بار اگر مرتا | قاتل ہی گئے جانب کو لاشہ بھی پہر ہوتا
کیون رشتہ محبت کا توڑا ہی عبث ظالم | یون قتل کیا ہوتا کچھہ تسمہ لگا ہوتا
پائی نہ شہادت جب دعوی ہے دیت کا کب | گر خون بہا ہوتا تب خون بہا ہوتا
اے ابر کرم گر تو رحمت سے برس جاتا | یہہ بہشت غبار اپنا ہر گز نہ اڑا ہوتا
گر قلقل مینا کو مجکو نہ سنایا تھا | تربت پہ مری ظالم اک قل تو پڑھا ہوتا
اس شکل بدلنے پر عشق کے آ جاتی | تصویر مین بھی رخ سے گر رنگ اڑا ہوتا
سنتے کہ نہ سنتے وہ کہنا تھا ہمین لازم | آتے کہ نہ آتے وہ شکوہ تو کیا ہوتا
اس شعلہ بہو کہ کی شکوہ جو کہلین رفین | سوزہ کو ذخان کی دم ابشعلہ کیا ہوتا

شہیدی - مرزا شہید قمی

شہیدی تخلص - مرزا شہید نام - آپکا وطن اصلی شہر قم ہے - جامع علوم و فنون تھا - فن شاعری مین استاد کامل - میدان سخن سنجی مین اقران و امثال پر سبقت کرتا تھا - اپنے مقابلہ مین کسی شاعر کو ہم سنگ و ہم پلہ نہین سمجھتا تھا - اپنی شاعری و شگفتگی سے کلام پر نازان رہتا تھا - سلطان یعقوب والی تبریز کا مقرب مصاحب تھا - سلطان اسکی بہت تعظیم و تکریم کرتا تھا - بادشاہ کی قدردانی سے ملک الشعرا خطاب سے مخاطب تھا - معاصرین اسکے جاہ و جلال و حشمت و اقبال کو دیکھہ کے رشک و حسد کرتے تھے - لیکن بادشاہ کی عنایت و توجہ کے سبب اسکو کچھہ ضرر

نہین پہنچا سکتے تہے۔ ہمیشہ قابو جو رہتے تہے۔ بادشاہ کے فوت ہوتے ہی حاسدین کے وجہ سے وہان قیام دشوار ہوگیا بامر لاچاری ہند کا سفر اختیار کیا۔ تبریز سے اولا گجرات مین آیا۔ چندروز وہان قیام کرکے اسمعیل عادل شاہ کے عہد مین شہر بیجاپور مین پہنچا عادل شاہ نے اسکی نہایت خاطر و مدارات کی اور مقربین کے زمرہ مین شریک فرمایا تا بزندگی بیجاپور مین عیش و آرام کے ساتہہ بسر کرتا رہا۔ تقریبًا صد سالہ عمر ہوکے فوت ہوا۔ فرشتہ و گل غرائب کے مولف تمناکے قول سے سنہ ۹۳۶ ہجری مین فوت ہوئے بیجاپور کی زمین مین مدفون ہوا۔ محمد عارف بقائی نے لکہا کہ اسکی وفات سنہ ۹۳۵ ہجری مین واقع ہوئی۔ اور ملا قاطعی نے اپنے تذکرہ مین لکہا کہ اسکا مدفن سرگنج گجرات ہے۔ فقیر مولف کے نزدیک فرشتہ و گل غرائب کا قول و سنہ وفات و مدفن کی بابت صحیح ہے۔ اس لئے کہ دونون مولف دکنی الاصل تہے۔ انکا لکہنا گویا مشاہدہ ہے اور بقائی و قاطعی کا مدار سماعت پر ہے۔ والعلم عنداللہ بحقیقۃ الحال۔ شہیدی صاحب دیوان تہا۔ اسکا دیوان ضخیم ہے کئی ہزار ابیات پر شامل ہے فقیر مولف کے مطالعہ مین گذرا ہے۔ کلام پختہ و برجستہ ہے۔ نزاکت و لطافت سے بہرا ہوا ہے۔ ہر ایک شعر سنجیدہ و پسندیدہ ہے۔ اب مین صاحب ترجمہ کے دیوان سے چند اشعار گذارش کرتا ہون۔

من اشعارہ الفارسی

بطوف میکدہ ہا روز بے نوائی ما
سفال چرخ بود کاسہ گدائی ما

چو تاج بر سر ما کو سبوئے بادہ ببین
کسے کہ طعنہ زند بر برہنہ پائی ما

فتاد بر سر خم زدست بادہ فروش
شکست شیشہ تقوی و پارسائی ما

بیک قدح کہ شدیم صبح مخموری
ہم از درون و برون شست صفائی ما

بآب تلخ چو ما آشنا مباد کسے
کہ رو بفقر فنا دارد آشنائی ما

نہفتہ بزم غم ما ز چشم تیرہ دلان
توان مشاہدہ کردن بروشنائی ما

شہیدی از نظر فروش دور مرو
کہ او ز قید خودی میدہد رہائی ما

ولہ

ز اشک لالہ گون تا چند در خون افگنم خود را
نمیدانم کہ چون زین ورطہ بیرون افگنم خود را

خیال چشم جادویش چنانم ساخت دیوانہ
کہ خواہم از سر کوئے بہامون افگنم خود را

اگر بر تربت مجنون مرا روزی گذار افتد
درم پیراہن و بر خاک مجنون افگنم خود را

ولہ

خوش آن سوار کزو شد بلند پستی ما
بتازیانہ افشاند گرد ہستی ما

زدست چرخ ربایم بہ ساغر خورشید
بود بدولت عشق این دراز دستی ما

تہی نگشت دمے کاسہ سر از می عشق
ز سر چگونہ رود مستی الستی ما

چنان ز شوق تو مستیم و بیخبر حاکم
کہ محتسب بغلط می فتد ز مستی ما

یکے مشاہدہ کن اے شہیدی آن آیت
بشوئے صفحۂ انکار بت پرستی ما

ولہ

ز ہیچ سر لائق نباشد بند فتراک ترا
چون کسے آلودہ سازد دامن پاک ترا

باغبانا غم مخور روز خشک سال آزاد باش
می پرستان پرورند از چشم تر تاک را

یار اگر یابد شہیدی بر سر خاکت قدم
گو منہ شمع و چراغ مجلس خاک را

ولہ

بیا اے عشق و آتش زن دل افسردہ ما را
بنور خویش روشن کن چراغ مردہ ما را

ملولیم از کدورتہائے مخموری بیا ساقی
بجامی تازہ گردان چہرۂ پژمردہ ما را

ولہ

رفتم نگشت باغ ازان نازنین جدا
افتاد گل بخندہ جدا یاسمین جدا

بے لعل یار تیرہ شد چشم روشنم
مانند خاتمی کہ بود از نگین جدا

تیغ فراق بند ز بندم جدا کند
از یار خود مباد کسے اینچنین جدا

پامال رخش کن سرم از خاک بردار
منشین جدا ز یار شهیدی چو عاشقی

وله

داغ بتان چو لاله بود در سرشت ما
ترسم که زیب تربت ارباب بین کنند
تخم نشاط از دل ما سبز کی شود
عالمگرفت شور شهیدی و کو نمکین

وله

رسیدم اینک آن جائیکه روزی دیده ام او را
مرا باور نشود هر دم ببازی گرچه گویندم

وله

برلب آمد جان من ز هجری من بیمار را
صورتی چون روی تو در کارگاه چین نیست

وله

از تو من دور و دل از تیغ غمت چاک آنجا
جای پاکان بود آن کوی از آن دور دارم

وله

تا گنه گار روز باری نرسد یاری ما
گرچه از جرم گناهیم گرانبار آنجا
ناامید از کرم دوست شهیدی نشوی

وله

عکس رخش در جام می دیدم کشیدم جام را
صد عیب اگر می را بود بس باشد این یک هنر

وله

هرچند بتوانی چو گل پوشی رخ گلرنگ را
از غمزه میزنی وز خنده لب را میگزی

می ترسم ای سوار که گردی ز زین جدا
صد پاره شو به تیغ وی آنگه نشین جدا

وله

تا بت پرست در وسیمی سرنوشت ما
خشت منقشی که فتد از کنشت ما
زینسان که پایمال غمت گشت کشت ما
چون نیست بی غم نمکینان سرشت ما

وله

درین منزل بسی برگرد سر گردیده ام او را
که اکنون رفت ازین هر کجا پرسیدم او را

وله

خون چکان رخساره بما تشنه دیدار را
ای پری چند آنکه می بینیم روی کار را

وله

بی تو من خون خوردم اینجا دل غمناک را
چشم پاک و دل چاک و نظر پاک آنجا

وله

خلق محشر همه حیران سیه کاری ما
کوه بر باد رود چیست گرانباری ما
بشگفاند گل امید جگرخواری ما

وله

خوردم بروی دوست می از پی گرفتم کام را
کو میده بد رنگ گر رخساره گلفام را

وله

مکشا بروی هر کسی آن چشم شوخ و شنگ را
در یکزمان کس چون کند هم صلح را هم جنگ را

دامن پاکت ز رحمی گشت نمناک از کجا

وله

خاک بر سر کرده هرجا او خواهی بنگرم

وله

در چمن آن دست نازک سوی شاخ گل مبر
ریختی خون شهیدی چند مردم میکشی

وله

عزت عشق چون بود خواری او خوش است هم
نازنین ایجان خریدای پری بر همه کس چه افکنی

وله

نهادم سر براه عشق و کردم قطع منزلها
سر دیگر خوشه خوشه شعله آتش برون آید

وله

چشمت به تیر غمزه دل و جان من نواخت
خوشخوی شو که بیشتر از خوبی نیک بود
بر من که سجده صنمی میکنم مخند
درباخت هرچه داشت شهیدی براه عشق

وله

بشام عید کنم ساغر شراب طلب
هلال عید کنم گنج نامه که با آن

وله

کمتر از پروانه نتوان بود در جان باختن
فارغست از دوزخ و گرمای روز رستخیز
صحرا خوش است و باغ خوش است و چمن خوش است
بس ناخوشی که عاشق بیچاره خوش کند

وله

ز خواب ناز چو آن سر نازنین برخاست

در گریبان تو افتاد دست این چاک از کجا
میرم از غیرت که بر سر کرده این خاک از کجا

وله

ترسم آزاری رسد تا که ز گل چیدن ترا
عاقبت خواهد ز خونی پای نغریدن ترا

وله

بر ره سلطنت نگر بندگی ایاز را
سر بلند شاه من برهمه صید باز را

وله

ز سر بگذشتم آسان ساختم بر خویش مشکلها
بخاک کوی خوبان بس که شد دانه دلها

وله

خوش بادو وقت مردم مسکین نواز را
چندین قبول خاطر محمود ایاز را
آگه نه حقیقت عشق مجاز را
سرمایه درد و داغ تو بس پاکباز را

وله

طلب کنند همه من آفتاب طلب
کنند گنج می از عالم خراب طلب

وله

گر ز هوای آتشین رخساره خود پاک سوخت
بهر ماهی هر که در غمخانه افلاک سوخت
جامی سیه چه خورده ام و وقت من خوش است
دشنام ناخوش است ولی از آن دهن خوش است

وله

علم کشید بلا فتنه از زمین برخاست

ز بزم لاله رخان چند غرق خون خیزم
نشست هر که باین قوم همچنین برخاست

وله

پی برده ام که منزل جانان من کجاست
آرامگاه سرو خرامان من کجاست

ناخوانده در رود همه جا همچو آفتاب
خودرای و سرکش است بفرمان من کجاست

وله

جواب طعنهٔ نااهل چیست خاموشی
فرمان بیهوده کردن دراز کاری نیست

میان خلق شهیدی چه میکنی خانه
ترا مقام به از گوشهٔ مزاری نیست

وله

ای محتسب مکن بمن درد خوار بحث
غوغا میار بر سر ما و گذار بحث

پروای بخت دینی و عقبی نباشدم
آنجا که حیرتست نیاید بکار بحث

وله

گر بوسه خواستم ز تو شیرین دهن مرنج
معذور دار عاشق و مستم ز من مرنج

رنجه ز بار پیرهن ای تازه گل مشو
پوشنده غیر چون تنت از پیرهن مرنج

وله

کلید میکده را یافتم بوقت صباح
برآمد از دل من بیخبر که یا فتاح

قدم نهادم و میخانه را گشادم در
در آمدی پی من هزار اهل صلاح

وله

من دوزخی ز سوز جگر تو بهشتی
مشکل بهم بروی تو مالم زیاده رخ

از خون دیده روی شهیدی منقش است
ما دور مانده از رخت ای ترک ساده رخ

وله

خرم کسی که در چمن لاله میرود
می دیگری گرفت ز دنباله میرود

از مدرسه بمیکده یکشب که میروم
در کار می وظیفهٔ یکساله میرود

وله

فغان که میگذرد سوی ما نمی بیند
کشید سرمه بگو از حیا نمی بیند

بسر خروی بیگانگان نظر دارد
سیاه روی یک آشنا نمی بیند

وله

ندارم کس که پیش یار حال زار من گوید
غم تنهائی و درد دل افگار من گوید

تلخی جان شیرین میکنم شیرین زبانی کو
که بی رنجاندن خاطر بشیرین کار من گوید

وله

میروی ای شاه خوبان جانب شهر وزیر
میکنی خوارزم را بی جرم زندان بر فقیر

نیست بازیگه همه در عشق بازی باختن
کار سربازان میدان بلا آسان مگیر

وله

زغم گداخت تنم جان زغم نرسته هنوز
خدنگ آه کشیم بی جسته جسته هنوز

بر آستان تو عمرم بنامرادی رفت
دری مراد بروی نیست بسته هنوز

وله

خوش آنزمان که مرا همنشین تو باشی و بس
رقیب فتنه بکار همین تو باشی و بس

چنانکه هست بر افلاک آفتاب یکی
بر اوج حسن بروی زمین تو باشی و بس

وله

سجادهٔ ریا که بود بار اهل هوش
دلال معصیت نیم انداختم ز دوش

پیمانه که ماند شب از وجه خرقه ام
بهر خمار صبح سپردم بمی فروش

وله

ببال مرغ بستم نامه و سپردم سوی یارش
گران بارست می ترسم که نگشاید بمنقارش

ببستر گر شنود بوسم کف پای گل اندامی
بمالم دیده ترسم زغیره در پا رود خارش

وله

کی از سفال سگانت بما دهند آبی
عوام را نبود بهره ز فیض خواص

غزل سرائی خاصم قبول خاصانست
خوشست نظم شهیدی که نیست خاص الخاص

وله

خوش آنکه من بسفال سگت بریزم خون
بمن شراب نبخشی برون ز خانه عوض

برفت مرغ دل ما باز پس نمی آید
درین خرابه از و ماند آشیانه عوض

وله

تا شیفته راز عشقش ورد زبان آن
خرمی از من سرزد چون حلقهٔ ناخورده قط

شد شهیدی سربلند از دولت نظم بلند
پست کی گردد اگر گوید گهی نظم وسط

وله

سفر گزیدم و کردم بهر که بود وداع
شدم مقید طوق رکاب شاه شجاع

هوای خدمت و گذارم از سر شوق
چو گرد باد چرا راه میروم بسماع

وله

جور دربانش بلا و طعنهٔ دشمن بلا
میرسد بر من بلا بی اختیار از هر طرف

بی بلا هرگز نهم گر از بلای نیکوان / در کشم دامن رساند روز از هر طرف

وله

گفتی که بهتر است ترا مرگ یا فراق / کارم اگر بمرگ فتد به که با فراق

شد روشنم که داغ جدائی چه بوده است / تا جان من بسوخت جدا دل جدا فراق

وله

عاشق زروی شدم هیچو زردم سائر سنگ / چهرهٔ زرد از عشق نیکوتر که از می لاله رنگ

این غزل مطرب بهر مجلس که مستانه خواند / شد شهیدی سرخ روی دل سیه آید بجنگ

وله

عجب دارم ز استغنای این ترک / که می آید چنین بیخواست در دل

ز غیرت خون آن ساغر خورم من / که عکس آن رخش پیداست در دل

وله

بی تو هر شب خون دل از چشم خونبار آورم / گه بزانو سر نهم گه رو بدیوار آورم

گر بگویم درد خود با کوه بیآن سنگدل / کوه را از درد دل با خود بگفتار آورم

وله

چو ابر من بهوای تو از جهان رفتم / گلی نچیدم و گریان ز گلستان رفتم

منم شهیدی و باشم علم بروز جزا / ز چشم خلق چه نقصان اگر نهان رفتم

وله

آزردهٔ ز طعنهٔ مردم برای من / خوبی تو بلای تو هم شد چه جای من

دامن بکش ز صحبت بیگانگان عشق / تا آشنا کجا تو کجا آشنای من

وله

وحشی غزال من بکسی آشنا مشو / ترسم که صید کس شوی از من جدا مشو

بگسل ز ما بغیر مشو رام شرم دار / یکبارگی با اهل وفا بی وفا مشو

آراسته ز خانه بیا زار در میا / بالا بلند من همه کس را بلا مشو

تا چند بر شهیدی مسکین جفا کنی / یکره ترحمی همه جور و جفا مشو

وله

غرق عرق شده رخ چون آفتاب تو / طوفان حسن همه عالم خراب تو

پاکان کشند بادهٔ حسنت بجام جم / آلوده را خبر نبود از شراب تو

پرسی ز من که بیدل و شیدا چرا شدی / اغیار حاضرند چه گویم جواب تو

گر در دل تو عشق شهیدی اثر نکرد / وقت نظاره چیست همه اضطراب تو

وله

تنی داریم در بار شکسته / دلی در زیر دیوار شکسته

ز بار دل شهیدی او فتاده / رسن بگسسته و دار شکسته

وله

تا کی باشم بداغ انتظاری سوخته / مانده چون خاکستری بر رهگذاری سوخته

اهل ناموس از کجا و بهرهٔ عشق از کجا / عشق هر جا خرمن بی اعتباری سوخته

وله

مرا بغیر دیار حبیب ماوا نه / غریب جائی و آنجا غریب را خانه

براه کعبهٔ وصلت نقطع یک منزل / ز پا فتادم و منزل هنوز پیدا نه

وله

منم رسوای شهری گشته و دست از آبرو شسته / بمی از خرقه رنگ نو به و تقوی فرو شسته

گرفته بیر کشتی و مستغرق دریا کسی گشته / بپای خم فتاده دست از جام و سبو شسته

وله

نگوئی از غرور حسن با من یک سخن روزی / بروز بد گرفتارم بپرس احوال من روزی

چو افتد در غریبی نامرادی از دیار من / نگو نشناسم او را چون نخود مرد وطن روزی

بکام دل همه جا باده بی حجاب خوری / چه وقت نیست که با هر کسی شراب خوری

خمار شرب مبادا که درد سر و بدت / از این شراب که در عالم شباب خوری

گذر بیماری من آمد خبر میداشتی / جانب افتاده گاهی گذر میداشتی

خوش آن ساعت که میرم بر سر بالین من باشی / زبانم رفته از کار و تو با من در سخن باشی

نگیری پای تابوت مرا خود در پی جانی / که من باشم گران از درد تو نازک بدن باشی

مرا در بزم خود ره دادی و بازم بدر کردی / بهر یک جام می صد کاسه خونم در جگر کردی

براهم بر قدم صد خار غم راهی گل خو ... / چرا از ره مرا بردی و با خود هم سفر کردی

من رباعیاتہ

اے با تو درست عہد و پیمان دلم
آسودہ چگونہ باد امن ہیچم
عشاق دل از دو کون آزادہ کنند
آلودہ وستم ازان سحر و ہیم

رباعی

حبت و جو کرد سنگ پارہ زمین
دست سوی آزار بر دو گرفت
مردی چہ بود خاک راہ افتادن
ملک دو جہان بجبہ نگر فتن

رباعی

داغ طلب وصل تو در جان دلم
آلودہ بلائے چشم دامان دلم
تا آئینہ رخ یکے سادہ کنند
در ساغر آلودہ کجا بادہ کنند

رباعی

یک ذرکاتے بملک سکندر
چیزے از سنگ پارہ محکم تر
پا بر سر دائیہاے خود بنہادن
خود را دادن بآنچہ باید دادن

من مراثیہ

صافی دلان کہ جام محبت کشیدہ اند
چیدند ز باغ میوہ کہ بخت ست باغبان
بنما بجائے ما ہمہ تا بنگریم شان
دشوار نیست مردن ارباب انتفاع
گشتہ بباغ صورت و بیرون شدہ ز باغ
جا ساختہ ز راہ تصرف بہر سے
بر اوج عرش بال زند مرغ روح شان

زہر فنا چشیدہ و تلخی ندیدہ اند
وا ماندہ اند ز خامی و آسان رسیدہ اند
پنہان ز دیدہ باشد چون نور دیدہ اند
آسان ز جان برند کہ ورتن بریدہ اند
برگ ہوس ز ہیچ نہالے نچیدہ اند
خود گفتہ اند راز دل خود شنیدہ اند
تن ماندہ بر زمین خور زمین آرمیدہ اند

دریائے علم حضرت جامی جہان عشق
تن را گذاشت رفت سوئے آشیان عشق

شایان محمد اسلم خان

شایان تخلص۔ محمد اسلم خان نام۔ آپ علی احمد خان ناعط کے فرزند ہین آپ کی ولادت بلدۂ محمد پور عرف ارکاٹ مین ہوئی۔ نشو و نما کے بعد عقل و شعور کے زمانہ مین کتب درسیہ فارسیہ اپنے والد ماجد و محمد رضا سے تمام کین۔ فارغ التحصیل ہو کے مدراس مین وارد ہوئے۔ مولوی سید شاہ عبد القادر مہربان فخری مولوی محمد باقر آگاہ کی خدمت مین کتب عربیہ ابتدا سے انتہا تک ختم کین عربی مین بہی کامل ہوئے۔ نواب امیر الامرا بہادر کے میر منشی ہوئے۔ فارسی مین عبارت چست و درست با محاورہ مثل اہل زبان لکہتے تہے۔ تحریر مین ظہوری طغرا کا طرز اختیار فرماتے تہے۔ آپکا ہر ایک فقرہ برجستہ و شائستہ اور ہر ایک جملہ شگفتہ و بائستہ ہوتا تہا۔ امیر الامرا آپکی عبارت شیرین کو دیکہکے بہت محظوظ ہوتے تہے۔ اور آپکی لیاقت کی تعریف فرماتے تہے آپ نوابصاحب کی زندگی تک میر منشی گری کی خدمت پر مامور رہے۔ نواب کی رحلت کے بعد مختلف خدمات مثلاً باغات کی داروغگی اور دار الضرب کی امینی و جاگیرات نیاز حرمین شریفین کی تحصیلداری پر مامور ہوتے رہے۔ ہر ایک خدمت مفوضہ کو امانت و دیانت کے ساتہہ انجام دیتے رہے۔ حکام بالادست آپکے کام سے بہت خوش ہوتے تہے۔ آپ حکام کی تابعداری سے سرمو فرق نہین کرتے تہے آپ موزون الطبع تہے۔ شعر و شاعری کے میدان مین جولانی کرتے تہے۔ جو کچھہ موزون فرماتے تہے خوب مرغوب ہوتا تہا۔ صاحب التالیف و التصنیف بہی تہے۔ متعدد رسائل لکہے ہین۔ مسائل التعلیم شرح منہج التقویم۔ شرح فارسی منہاج و مثنوی گداز دل

ومثنوی ظفرنامہ ووقایع حیدری وعلین المصادر وگلدستہ مناقب وغیرہا۔ اور آپکا دیوان غزلیات وقصائد پر شامل ہے۔ آخر آپ سنہ ۱۲۴۴ ہجری مین واصل حق ہوئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

من اشعارہ

آفتابیست کہ از شام قیامت پیداست		یعنے آن عارض تابان بخم گیسو ہا
نوبہار گلشن عشق تو تا افروخت شمع	وله	سوخت یکجا بلبل وبیکسو پروانہا
خط موج ست انگشت تحیر بر لب ساغر	وله	ندانم گردش چشم کہ حیران میکند دلہا را
چشم او از بسکہ داد مستی می دادہ است		جام محو بیخودی وسجدہ مینا کردہ است
خندۂ برق جنون دیدن پنہان کسے		فتنہ دام پری سایہ مژگان کسے
اشک دریا دل شایان سر طوفان دارد		نکشد چشم ترش منت دامان کسے

شائق۔ غلام محی الدین

شائق تخلص۔ غلام محی الدین نام۔ شائق علیخان خطاب ہے۔ آپ شاہ احمد ابوتراب قادری کے فرزند ہین۔ آپکے نسب کا سلسلہ تین واسطہ سے جناب مولوی محمد حسین شہید المعروف بامام صاحب مدرس سے منتہی ہوتا ہے۔ آپکے خاندان مین اکثر بزرگان روشن ضمیر گذرے ہین۔ آپکا اصلی وطن بیدر ہے۔ آپکے جد وپدر کا مولد قصبہ اودگیر ہے آپکا بہی مسقط الراس قصبہ مذکور ہے۔ آپکی ولادت سنہ ۱۲۰۲ ہجری مین واقع ہوئی ایام طفلگی مین والد ماجد کے ہمراہ کالستری مین آئے اور وہان سکونت اختیار کرکے مدراس مین پہنچے۔ علمائے عصر کی خدمت مین کتب درسیہ عربیہ ختم کرکے فضیلت کی سند

حاصل کی۔ اور کتب فارسیہ مولوی محمد باقر آگاہ ومولوی سید خیر الدین فائق سے ختم کین۔ اور شعر وشاعری مین مرزا علی بخت اظفری ومیر شاہ حسین حقیقت سے مشق کرتے تہے۔ آپکا کلام سنجیدہ وبرگزیدہ ہوتا ہے۔ معاصرین پر بڑہ گئے۔ اور آپ انشا پردازی مین ظہوری وطغرا کے ہم سنگ تہے بدیہہ گوئی مین ضرب المثل تہے۔ ایکدو ساعت مین قصائد موزون کردیتے تہے۔ چنانچہ حسب الحکم نواب والا جاہ تیرہ روز مین (۳۷) غزل نعت مین موزون کردئے۔ نواب صاحب بہت خوش ہوئے۔ آپکے کلام کی داد دی بیحد تعریف وتحسین کی۔ آپ اپنے ماموں سید شاہ منصور قادری سے بیعت تہی طریقت مین ثابت قدم وراسخ دم تہے۔ سنہ ۱۲۳۳ ہجری مین بتقریب شادی اودگیر گئے شادی سے فارغ ہوکے مدراس مین واپس آئے۔ اُسوقت نواب کا آخر عہد تہا تا بزندگی نواب کے ملازمین مین رہے۔ انعام وخطاب مذکورہ سے سرفراز ہوئے۔ حسب الحکم نواب مدرسہ فارسی سرکاری مین ملازم ہوئے۔ شعر وشاعری مین مستغرق رہتے تہے آپکی تصنیف سے ایک دیوان مسمی مرج البحرین وروضہ قدسیان ومثنوی رشک بہشت وغیرہ ہین۔ فارسی واردو زبان مین کلام موزون فرماتے تہے۔ کلام درست وصاف ہوتا ہے حشو وزوائد سے پاک۔ آخر آپکی رحلت سنہ ۱۲۴۹ ہجری مین واقع ہوئی۔ آپکے بہائی واقف نے رحلت کی تاریخ کہی ھو ھذا

بیدل عصر حضرت شائق	قدس اللہ السرہ السامی
کام دل جست چون بقرب الہ	کہ جہانیست جائے ناکامی

ہاتفم سال رحلتش فرمود
رفتہ ہیہات ہمدم جامی
۱۲ ۴۹

من کلامہ

بوسہ قندلب یار بسیر مہتاب — میدہد ذوق دگر چون شکر و شیر مرا

وله

صفائے جوہر ذاتم ز چشم تر شود پیدا — برین دعوی دلیل روشن از گہر شود پیدا

وله

عشق عاشق در دل معشوق آخر جا کند — گل گریبان چاک از داد ولائے عندلیب

وله

طالعم برگشتہ از سودائے زلف دلبرست — سطرہا کے راست آید چون کجی در مسطرست

وله

شاید گرفت ملک عدم ہم خدیو عشق — ہر نو نہال می نگرم خاک بر سر است

وله

لگر ز خاک نشان سوار ہی جوید — وگرنہ چیست زمین کندن فرس بدو دست

وله

ز سودا چون ببازارش دل پر داغ خود بردم — بگفتا کس نمیگیرد متاع داغدارا اینجا

در حجاب زلف کن نظارہ روے یار را — صبح امید از سواد این شب یلدا طلب

نمیدانم کدامی شعلہ رو در سینہ جا دارد — کہ می جوشد شرر از چشم گریانی کہ من دارم

شمع انجمن کے مولف نے لکھا کہ آپکا حسبی تعلق حضرت سید محمد الحسینی بندہ نواز گیسو دراز سے منتہی ہوتا ہے۔ گلزار اعظم کے مولف نے صرف نسبی سلسلہ لکھا۔ اور حسبی سلسلہ سے سکوت کیا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

شوقی۔ مولوی غلام غوث

شوقی تخلص غلام غوث نام۔ وطناً گوپاموئی۔ آپکا حسبی سلسلہ قاضی مبارک شارح سلم العلوم سے منتہی ہوتا ہے۔ کتب متداولہ فارسیہ عربیہ میں مہارت کامل رکھتا تھا ادیب فاضل تھا۔ انشاپردازی سخن سازی میں خوشنود کا شاگرد تھا۔ ہندوستان سے سیاحت کرتا ہوا مدراس میں وارد ہوا۔ ضلع کنثور میں افتا کی خدمت پر مقرر ہوا۔

مدت تک افتا کی خدمت کو عمدہ طرح سے انجام دیتا رہا۔ خوش اخلاق و ذی مروت تھا سخن سنج و سخن پرداز تھا۔ رسائی طبیعت سے کلام پسندیدہ موزون کرتا تھا۔ شعرائے عصر آپکے کلام کو پسند فرماتے تھے۔ انصافانہ داد دیتے تھے۔ قدرت اللہ خان صاحب فضا نتائج الافکار کے دوستون سے تھا۔ خانموصوف نے آپکی رحلت کے بعد ایک مرثیہ آپکے رنج میں لکھا ہے تذکرہ میں مذکور ہے۔ آخر عمر میں آپکو عارضہ لاحق ہوا۔ مرض روز بڑہتا گیا ہرچند کہ معالجہ کرتے تھے۔ لیکن مفید نہیں ہوتا تھا۔ معالجہ کے لئے حیدرآباد دکن روانہ ہوئے۔ حیدرآباد کے قریب پہنچکے سنہ ۱۲۳۲ ہجری میں فوت ہوئے۔ آپ کو تجہیز و تکفین کرکے شہر میں لائے بہبود علی شاہ عرف بودے شاہ کے تکیہ میں دفن کئے۔ **ہو ہذہ**

سر در بر من آر کہ نازم بہ از ین نیست — گویم سخن بوسہ کہ رازے بہ ازین نیست

کارم آخر شدہ از درد و نگشتی آگہ — شیشہ اشکست و بگوش تو صدائے نرسید

شفیع۔ میر محمد شفیع

شفیع تخلص۔ میر محمد شفیع نام۔ آپ میر عسکری باقری سترآبادی کے فرزند ہیں گلزار اعظم کے مولف نے لکھا کہ آپکے اجداد و سلف سے میر حسن باقری سترآبادی سلطان عبداللہ قطب شاہ والی تلنگانہ کے عہد میں وارد دکن ہوئے۔ قطب شاہ کے دربار میں باریاب ہوئے۔ قطب شاہ نے بلحاظ سیادت و نجابت تعظیم و تکریم کی۔ اول ہی ملاقات میں انعام و جاگیر و منصب سے سرفراز فرمایا۔ اور جاگیر مری گنٹہ علاقہ حیدرآباد میں بطور التمغا مرحمت کیا۔ مولف مذکور لکھتا ہے کہ ابتک جاگیران کی اولاد پر جاری ہے

انتہی کلامہ۔ شفیع صاحب ترجمہ کے والد ابتدا مین تجارت کا پیشہ کرتے تھے۔ اور انکا مستقر تجارت مچھلی بندر تھا۔ چند مدت کے بعد ضلع نیلور کے محکمہ مین منشی گری کی خدمت پر مامور ہوئے۔ شفیع کی ولادت سنہ ۱۲۳۸ ہجری مین ضلع مذکور مین واقع ہوئی سن شعور کے بعد والد ماجد کی خدمت مین کتب متداولہ فارسی و عربی ختم کین۔ اور شعر و شاعری مین آپ کو تلمذ میر محمد حسن غریب تخلص سے ہے۔ جب آپ مدراس مین آئے میرزا عبد الباقی وفا کے بھی شاگرد ہوئے۔ مدت تک وفا کی خدمت مین تحقیق محاورات و اصطلاحات فارسی و اصلاح سخن مین مصروف رہے۔ پھر چندروز سیر و سیاحت مین گزارے آخر والد ماجد کے انتقال کے بعد دیوانی محکمہ مین خدمت سررشتہ داری پر مقرر ہوے تا بہ زندگی خدمت مفوضہ پر مامور رہے۔ آپکا سنہ وفات دستیاب نہین ہوا۔ آپ علاوہ زبان فارسی عربی تلنگی و ہندی مین بھی مہارت کامل رکھتے تھے شعر گوئی و سخن سنجی مین مستعد تھے۔ آپ کا کلام فصیح و بلیغ ہوتا ہے۔ صاحب التالیف و التصنیف تھے۔ سوائے دیوان فارسی کوئی رسالہ یا نسخہ مولفات سے نہین دیکھا گیا۔ نہ کسی صاحب تذکرہ نے لکھا شاید گوشہ گمنامی مین ہون گے۔ واللہ اعلم بالصواب

من اشعارہ

خال بر عین صنم بس بہر انداز ست	الّا	الف کردست نگر حسن الف قامت را
تا بائید خال رخش سر بلندم	״	اعانت زا ختر نباشد نباشد
مرد مکست تہی شد زر در و لعل شکر تنگ	״	لعل خندان بدے گوہر دندان بدے
نرگس و غنچہ و گل چشم و دہان و رخ تست	״	حاش للہ روم جانب بستان کسے
ساقی ز فیض جام جہانی شدہ است مست	״	ما نیز آمدیم خبر دار اندکے

تمام شد حصۂ اول محبوب الزمن تذکرۂ شعرائے دکن

تاریخ طبع زاد مولانا جامع الفضل و الکمال مولوی عبد الجلیل صاحب المتخلص بہ نعمانی سلمہ اللہ تعالیٰ

صوفی از بہر سخن سنجان نہاد از برائے سال تالیف و شیوع	یادگارے ہمچو محبوب زمن تذکرہ گفتم از روئے دکن سنہ ۱۳۲۹ ہجری
مولوی صوفی ملکاپوری تذکرہ بنوشت بہر شاعران کلک نعمانی رقم زد سال آن	از کمال جامعیت علم و فن جامع انحاء تحقیق سخن خوب و دلچسپ است محبوب زمن سنہ ۱۳۲۹ ہجری

تذکرہ سے آغاز تالیف کا اور دکن کے تعمیہ سے اتمام تالیف اشاعت کا سنہ نکلتا ہے

اعلان

نوٹ

المشتہر

محمد عبدالجبار خان صوفی ملکاپوری براری حیدرآبادی صدر مدرس
فارسی و عربی مدرسہ اعزہ